ہادیٔ کونین
صلی اللہ علیہ وسلم

ملک سنز، تاجران کتب
کارخانہ بازار ۔ فیصل آباد

(جملہ حقوق دائمی بحق پبلشر محفوظ ہیں)

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

کتابِ مستطاب

ہادیٔ کونین

سوانحِ اقدس حضور سرورِ کائنات محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تالیف

حکیم محمد اسماعیل ظفر آبادی مرحوم و مغفور
(رجسٹرڈ فزیشن درجہ اوّل اور مصنّف متعدد طبّی کتب)

ناشر
فون ۲۲۳۷۵
ملک سنز تاجرانِ کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

Marfat.com
Marfat.com

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

نام کتاب : ھادیٔ کونین ؐ
مصنف : حکیم محمد اسماعیل ظفر آبادی مرحوم و مغفور
ناشر ملک سنز تاجران کتب۔ کارخانہ بازار۔
فیصل آباد
تزئین : وزیر محمود رقم لاہور
طبع اوّل : تعداد ایک ہزار
قیمت : پنتالیس روپے ۴۵/
مقام اشاعت : ملک سنز فیصل آباد
(ملک سنز نے آفسٹ پرنٹنگ پر پہلی بار شائع کی)

مطبع: جاوید ریاض پرنٹرز ریٹیگن روڈ لاہور

marfat.com
Marfat.com

اِنتساب

اُن نفوسِ قُدسیہ کے نام

جو

رضائے مصطفویؐ پر دل و جان سے

قُربان ہو کر زندۂ جاوید ہو گئے!

طالبِ عفو و کرم :

احقر العباد محمد اسماعیل عفی عنہ مرحوم و مغفور

رحیم یار خاں

marfat.com
Marfat.com

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

marfat.com
Marfat.com

عرضِ مؤلف

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خُدا کا
خلیلؑ ایک معمار تھا جس بِنا کا

☆ (حالیؔ)

بے شک ربُّ العزّت کا یہی وہ سب سے پہلا گھر ہے۔ جہاں پر خدائے لایزال کی تمام مخلوقات کا سرِ نیاز خم ہے۔ یہی وہ عظیم الشان دربار ہے جسے بُت خانہ سے قبلۂ حاجات میں تبدیل کیا گیا جہاں کبھی لات ومنات اور عزّیٰ وہُبل کے پجاریوں کا تسلّط تھا وہاں آج ہادیٔ برحق، حبیبِ کبریا، سرورِ کونین حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہدِ مسلسل اور اعلائے کلمۃ الحق سے توحیدِ الٰہی کا پرچم لہرا رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "ہادیٔ کونینؐ" کے اصل مضمون کے آغاز سے پہلے میں ذیل کی چند سطور بطورِ "تعارف وتنبیہ" سپردِ قلم کر رہا ہوں، تاکہ قارئینِ کرام پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو سکے کہ یہ تالیف کس

marfat.com
Marfat.com

جذبۂ خلوص کے تحت ترتیب و طباعت کے مراحل طے کر کے منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔

۱۹۶۷ء میں جب میں حج کعبۃ اللہ اور آستانۂ عالیہ خاتم النبییّن والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف ہُوا تو میرے دل میں یہ شوق و جذبہ چٹکیاں لینے لگا کہ سیّد الانبیا خواجۂ ہر دوسرا احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کے سوانحِ اقدس پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتّب کروں۔

کیوں کہ !

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و ازواجہٖ وسلم کے مقدس حالاتِ زندگی اور سیرتِ طیّبہ سے بہرہ ور ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے ___ اور ___ چوں کہ حسب الارشادِ خداوندی سرورِ کون و مکاں علیہ السلام کا اُسوۂ حسنہ ہر مسلمان کے لیے واجب التقلید ہے۔

اس لیے !

میں اس کتاب کی تدوین و تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گیا اور آخرکار آٹھ نو سال کی محنتِ شاقہ اور شب و روز کی عرق ریزی کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و ازواجہٖ و آلہٖ وسلم کی نگہِ لطف و کرم کے طفیل اس مقدس تالیف کو مکمل کرنے میں کامیاب ہو سکا۔

اس کی تکمیل و ترتیب میں جو مستند و معتبر کُتب بطور ماٰخذ و استفادہ میرے پیشِ نظر رہیں وہ بہ لحاظ تحقیق و تصدیق

Marfat.com

"تاریخ وسیر" کی بہترین ارفع واعلیٰ اور معیاری تصانیف میں سے ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے "ماڈرن طبی فارما کو پیا" کے افتتاحی مضمون میں اپنے محبوں محسنوں اور قارئین کرام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں عنقریب ہی حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و ازواجہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مقدس ومتبرک حالات "کتابی صورت" میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا !

الحمدللہ !

آج میں بفضلِ ربِّ ذوالمنن اور سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وازواجہٖ وسلم کے فیضان و برکات اور عنایاتِ بے پایاں سے اپنے اس وعدے سے عہدہ برآ ہو رہا ہوں۔

مجھے یقین ہے !

کہ میری یہ حقیر سی کاوش ضرور شرفِ قبولیت حاصل کرے گی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وازواجہٖ وآلہٖ وسلم کے الطافِ کریمانہ سے مجھے دُنیوی واُخروی سعادتوں سے بہرہ مندی ضرور نصیب ہوگی

اور !

کیا عجب ہے کہ قیامت کے دن میں غلامانِ شافعِ محشر ہی کے ساتھ محشور کیا جاؤں !

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

ناچیز :

محمد اسماعیل عفی عنہ

اپریل ۱۹۷۶ء

marfat.com
Marfat.com

ظہورِ قدسی

رشحاتِ کلک

جواہر سلک

ممتاز الشعراء ابوالطاہر فدا حسین فداؔ مدیر "مہر و ماہ" لاہور

تاریکیِ شب تھی ہلکی سی اور تھی نہ چمک سیاروں میں
تھا چاند بھی ماند سا گردوں پر تیزی نہ تھی مہ پاروں میں

خاموش فضائے عالم تھی، ہر چیز ادب سے جھکتی تھی
خوابیدہ سازِ فطرت تھا اور نغمے محو تھے تاروں میں

اک غلغلۂ سبحان اللہ آفاق میں جس دم گونج اٹھا
سرگرمِ خرامِ نسیم ہوئی، مستانہ وار بہاروں میں

سوسن نے کہا بسم اللہ، لالے نے پکارا صلِّ علیٰ
مرغانِ چمن تھے زمزمہ زن، کیا صبح ہوئی گلزاروں میں

گوہر تھے نچھاور شبنم کے اور چشمے رواں تھے زمزم کے
کوثر کی نہریں جاری تھیں اور جوشِ طرب فواروں میں

اک نور کی بارش عام ہوئی سرِ صحنِ جہاں گلفام ہوئی
دوزخ کی آگ حرام ہوئی، شعلے نہ رہے انگاروں میں

پیدا عالم میں آج کے دن محبوبِ رؤف و رحیم ہوا
ہر صاحبِ دل جس پہ ہے فداؔ وہ صاحبِ خلقِ عظیم ہوا

marfat.com
Marfat.com

تقدیم

الحاج مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب ظفر آبادی کے نام نامی سے کون شخص متعارف نہیں ؟ کون نہیں جانتا کہ آپ ایک خاندانی اور جدی طبیبِ حاذق اور رحیم یار خاں کے مشہور و معروف رجسٹرڈ فزیشین درجہ اوّل ہیں۔ آپ کے مرحوم دادا محترم اعلیٰ حضرت جناب حکیم میاں عالم دین صاحب اور آپ کے مرحوم والد اعلیٰ حضرت حکیم الحاج شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہم دونوں ہی بڑے بلند پایہ حکیم تھے۔ حکمت آپ کو ورثہ میں ملی ہے۔

کسے معلوم نہیں کہ طبی شاہکار اور ماڈرن طبی فارما کوپیا ایسی مفید ترین کتب آپ ہی کے موقلم کے نقش و نگار ہیں اور طبِ قدیم و جدید کا حسین امتزاج پیش کرنے والی آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے اور اس حقیقت سے کون ناآشنا ہے کہ "ظفر ٹرسٹ ہسپتال" رحیم یار خاں کے ایک مشہورِ عام رفاہی ادارہ کے بانی بھی آپ ہی ہیں جہاں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر خاص و عام کا علاج مفت کیا جاتا ہے اور جو حکیم صاحب موصوف کے گوناگوں کارناموں میں سے ایک لافانی اور زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔ ادارہ طبی شاہکار کی آمدنی کا بیشتر حصہ اسی ہسپتال پر خرچ

marfat.com
Marfat.com

کیا جاتا ہے۔

یہ ایک قابلِ ذکر امر ہے کہ حکیم صاحب موصوف جہاں مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت کے جذبہ سے سرشار ہونے کے سبب ایک قابل ترین اور شہرۂ آفاق طبیب ہیں وہاں آپ مذہبِ حقّہ اہلِ سنت والجماعت کے ایک راسخ العقیدہ اور متدیّن انسان بھی ہیں۔ پابندِ صوم وصلوٰۃ ہونے کے ساتھ ساتھ احترامِ انسانیت کا جذبہ آپ میں بہ درجۂ اتم موجود ہے۔ آپ کا دل مسلکِ حنفیہ کا گہوارہ ہے یہی وجہ ہے کہ آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وازواجہٖ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے دل و جان سے گرویدہ و شیدا ہیں۔

۱۹۶۷ء میں آپ حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے سرفراز ہوئے تو آپ کے پاکیزہ جذبات واحساسات آپکو علم وعرفان اور حقائق وشواہد کی طرف لے آئے اور آپ کے دل میں سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وازواجہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سوانحِ اقدس مرتب کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

چناں چہ !

آپ نے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی پر مشتمل زیرِ نظر کتاب موسوم بہ "ہادیِ کونین" کی تدوین وتالیف کا ارادہ کیا اور اسے نہایت ہی دل آویز اور احسن انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جو مشتاقانِ جمالِ مصطفوی ﷺ کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ

marfat.com
Marfat.com

سے کم نہیں۔ مؤلّف موصوف کے اس اقدام کے مبارک و مستحسن ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ اللہ کرے ان کی یہ مخلصانہ کاوشں قبولیتِ عامہ سے مشرف ہو۔

"ہادیٔ کونینؐ" درحقیقت فاضل مؤلّف کا ہدیۂ عقیدت و ارادت ہے جو بارگاہِ بے کس پناہؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و ازواجہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلم میں بہ صد عجز و انکسار پیش کیا گیا ہے۔

مؤلّفِ موصوف نے اس متبرک مجموعہ میں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیاتِ طیّبہ اور ان کے "بے مثل بشر" اور "انسانِ کامل" ہونے کی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے۔ آپؐ کے عظیم ترین کارناموں اور آپؐ کی تعلیماتِ عالیہ کو ایسے پُرجوش، پُرخلوص اور حسین وجمیل انداز میں بیان کیا ہے کہ اس سے زیادہ مؤثر انداز شاید ہی کوئی دیگر سوانح نگار اختیار کرسکا ہو۔

ظہورِ قدسی سے پیشتر افراد و اقوام کس ذلّت و ابتلا میں مبتلا تھے۔ ہر فردِ بشر کی مذہبی اخلاقی اصلاحی، سیاسی اور تمدنی حالت کیسی ابتر اور ناگفتہ بہ تھی، لیکن!

اس اُمّی لقب، معلّم العُلما صلی اللہ علیہ و ازواجہٖ وسلم کی تعلیم و تربیت، درس و تدریس اور صحبت و ہم نشینی نے ان تمام اخلاق باختہ افراد کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔

اور انھیں اس طرح مادی و روحانی حیثیت سے سرافراز فرمایا

marfat.com
Marfat.com

جو انسانی فہم و ادراک سے بالاتر تھی۔

آپؐ کی تشریف آوری دنیا میں ایک ایسے خوشگوار اور بے مثال انقلاب کا باعث ہوئی جس نے بنی نوعِ انسان کے حالات و تصوّرات اور جذبات و احساسات میں ایک عجیب تغیّر، تعجب انگیز تبدّل اور حیران کُن رفعت و سربلندی پیدا کر دی جس کی نظیر نہ آج تک پیدا ہو سکی ہے اور نہ آئندہ کبھی اس کے پیدا ہونے کا امکان ہے۔

"ہادیٔ کونین ﷺ" میں فاضل مؤلف نے ان امور پر خصوصی روشنی ڈالی ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی شخص سے تعلیم و تدریس کا اکتساب نہیں کیا، نہ علم و فضل کی مزاولت کی ہے نہ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور نہ ہی حصولِ علم کے لیے کہیں سفر اختیار کیا۔

آپؐ نے :

بچپن میں بکریاں چرائیں۔

جوانی میں تجارت و سوداگری کے سلسلے میں بیرونِ ملک تشریف لے جاتے رہے۔

اور !

چالیس برس کی عمر میں نبوّت کا اعلان فرمایا۔

تحریکِ اسلام' جو صرف توحید اور وحدتِ الٰہی کی علمبردار تھی' کے آغاز سے آپؐ نے اپنے مشن کی بنیاد رکھی۔

قطع نظر اس سے مؤلف موصوف نے مختلف عنوانات مثلاً مکّہ پہ ابرہہ کا حملہ، نزولِ وحی، واقعۂ معراج، سن ہجری

Marfat.com
Marfat.com

کی ابتدا اور غزوات و سرایہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

سنیئے!

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و ازواجہ وآلہ وسلم کے مثالی معلّمِ اخلاق و حکمت، عظیم ترین سپہ سالار، صاحب لولاک والمعراج اور رحمۃ للعالمین ہونے کے اثبات میں نہایت محققانہ اور غایت درجہ دلنشین پیرائے میں خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

المختصر یہ کہ!

کتاب "ہادیٔ کونین" زبان و بیان، فصاحت و بلاغت، تحقیق و تفحیص اور شگفتگی و شائستگی کی لطافتوں اور مصدقہ و مستند واقعات کی بنا پر ایک عمدہ اور خوب ترین نثری شاہپارہ ہے۔

تحریر کا انداز بعض بعض جگہ تو اتنا درد انگیز ہے کہ قاری کا دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور اپنے آپ بے اختیار آنسو چھلک پڑتے ہیں۔ چند سطور ملاحظہ فرمایئے:

"...... عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر کھینچ کر مارا جس سے آپؐ کے دو دانت ٹوٹ گئے اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا۔ ابن قمیہ نے آپؐ کے رُخ انور پر اس زور سے تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں چہرۂ اقدس میں کھُب گئیں۔ عبداللہ بن شہاب نے بھی پتھر مار کر آپؐ کی پیشانی مبارک کو زخمی کر دیا۔ آپؐ کا بدنِ اطہر لہولہان ہو گیا۔ اسی حالت میں آپؐ کا پاؤں لڑکھڑایا اور آپؐ ایک قریب کی گھاٹی میں

marfat.com
Marfat.com

گر پڑے۔ اس پر کافروں نے یہ مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل (شہید) کر دیے گئے۔ یہ خبر سنتے ہی مسلمانوں پر سناٹا طاری ہو گیا اور ان کے ہوش خطا ہو گئے۔ بعض نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ان کی قوتِ ایمانی نے جوش مارا، وہ چلّا کر بلند آواز سے بولے: "مسلمانو! سنو! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی شہید ہو گئے ہیں تو لاریب انھوں نے اللہ کی راہ میں جان دی ہے۔ اب تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اپنے آپ کو سنبھالو اور اسی راہ پر کٹ مرو۔" یہ کہہ کر آپؓ نے دشمن پر بھرپور طاقت اور جوش سے حملہ کر دیا۔ کئی کافروں کو قتل کیا اور لڑتے لڑتے نوّے زخم کھا کر شہید ہو گئے۔......"

اس پُر آشوب اور زندقہ و الحاد کے دَور میں جب کہ — چاروں طرف ظلم و ستم، جور و استبداد، فتنہ و فسادِ بے حیائی و بے غیرتی اور فحاشی و عریانی کے مہیب بادل اُمڈ رہے ہیں حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ منبع البرکات اور سیرتِ مقدسہ کے لمعاتِ تقدس کی ضو پاشیوں سے انھیں کافور کیا جا سکتا ہے۔

مَیں نے زیرِ نظر کتاب کو جستہ جستہ مقامات سے دیکھ کر پڑھ کر یہ تاثر قبول کیا ہے کہ اس کی جامعیت، افادیت اور انفرادی حیثیت اس لیے لائقِ پذیرائی سمجھی جائے گی کہ اس کے مطالعہ سے ہر سلیم الطبع انسان کے دل و دماغ میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و ازواجہ و آلہ و اصحابہ وسلم کا

marfat.com
Marfat.com

جذبہ ایک بحرِ بے کراں کی طرح ٹھاٹھیں مارنے لگے گا۔

لہٰذا !

یہ بات واثق یقین اور کامل اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ فاضل مؤلف کا یہ کارنامہ ان کے اعمالِ حسنہ اور افعالِ صالح میں امتیازی حیثیت کا حامل ہوگا۔ خدا کرے ان کی اس تالیفِ لطیف کا شمار ان مقدس اور متبرک تصانیف میں ہونے لگے جو مصنف کے لیے توشۂ آخرت اور ذریعہ نجات کا باعث ہوا کرتی ہیں۔

دعا ہے کہ !

حکیم صاحب موصوف کا یہ نذرانۂ عقیدت مقبولِ بارگاہِ ایزدی اور باعثِ خوشنودیٔ رسولِ انام ہو۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم !

ابو الطاہر فدا حسین فدا عفی عنہ
مدیر ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور
سجادہ نشین دربارِ رسول رحؒ موضع بگا شریف
ضلع امرتسر

marfat.com
Marfat.com

قطعۂ تاریخ

برطباعت "ہادیِ کونین" مؤلفہ ومرتبہ الحاج حکیم محمد اسمٰعیل صاحب مدظلہ العالی

نتیجۂ افکار : اَبُوالطّاہر فدا حُسین فداؔ مدیرِ اعلیٰ "مہروماہ" لاہور

تالیف اسمٰعیلِ ذی علم کی یہ اَلحق
اذکارِ مصطفےٰ کا ہے لاجواب تحفہ
اعجاز اِس میں ہیں کیا اُس شاہِ دوسَرا کے
قدموں میں جس کے ہم نے عرشِ عظیم دیکھا
وَاللہ کیا عجیب ہے یہ داستانِ رنگیں
خونِ جگر سے جس کا کھینچا گیا ہے نقشہ
احوال اِس میں ہیں وہ آقائے دوجہاں کے
عشقِ رسولؐ کا ہو بیدار جس سے جذبہ
اِس کے مطالعہ سے آئے نظر جہاں کو
تنویرِ حُسنِ اوّل ، نورِ نبیؐ کا جلوہ

سالِ طباعت اِس کا بے شک فداؔئے خوش گو
مُلہِم پکار اُٹھا ، لکھ ! "ذکرِ مجتبٰے کا"
۱۳۹۶ھ

Marfat.com

مقامِ ولادت النبیؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خدائے ذوالجلال کے آخری نبی اور سلسلۂ قدسی کے دُرِّ شہوار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ اقدس کی تفصیل شروع کرنے سے پہلے اُس ملک مقام اور خاندان کی اہمیت پر تاریخی روشنی ڈال دی جائے جہاں سلسلہ نبوت و رسالت کے آخری تاجدار پیدا ہوئے اور قیامت تک کے لیے دنیا میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلا گئے اور اندھیروں اور کفر و معصیت کی تاریکیوں میں غرق شدہ انسانیت نے فلاح و نجات کی راہ پائی اور سینکڑوں برسوں سے بھٹک رہے گم کردہ راہ انسانوں نے اپنی صحیح راہِ حیات کا تعین کیا۔

ملک عرب۔ لفظ اعراب سے مشتق ہے جس کے معانی زبان آوری اور اظہار ما فی الضمیر کے ہیں۔ عرب کی قوم چونکہ فصیح اللسان تھی اس لیے اس نے اپنے ملک کو عرب اور خود کو عربی کا نام دے کر باقی دنیا کو عجم اور عجمی یعنی بے زبان کے نام سے پکارا۔

marfat.com
Marfat.com

ملک عرب محل وقوع کے لحاظ سے ایشیا کا جنوبی خطہ ہے۔ شکل کی رُو سے مستطیل، جنوب میں زیادہ شمال میں کم۔ اس کے مغرب میں بحیرۂ قلزم، مشرق میں خلیج فارس اور بحیرۂ عمان، جنوب میں بحرِ ہند اور شمال میں ملک شام ہے۔ اس خطے کا مجموعی رقبہ تقریباً ۱۲ لاکھ مربع میل ہے۔ عرب دنیا سے بالکل جدا اور اس کے ملکی حالات دیگر ممالک سے یکسر مختلف اور جداگانہ ہیں۔ اس کے ارد گرد سمندر ہے اور اندر ریت ہی ریت۔

اس میں نہ تو کسی سیاح کے لیے ہی دل چسپی کا کوئی سامان ہے اور نہ ہی کسی حملہ آور کے لیے کوئی کشش۔

ضروریات زندگی کی کمیابی اور اوقات کی فراغت نے ہر عرب کو شاعر، شجاع اور شوریدہ سر عاشق بنا رکھا تھا۔ مشاغل کی کمی کی وجہ سے ان وسیع فرصت لمحات کو گزارنے کا طریقہ اور ہو بھی کیا سکتا تھا۔

شاعر مضامین کے سمندر سے موتی مونگے نکال نکال کر انھیں الفاظ کا جامہ پہناتا اور وقت گزارتا۔

شجاع اور بہادر عرب خون کی ہولی کھیلتے کھیلتے عمر کے قیمتی لمحات کھو دیتا۔

عاشق کسی آہو چشم صحرائی حُور کے فراق و خیال میں صبح سے شام کر دیتا۔

دنیا کے بے کار لوگوں کے لیے کچھ ہی اہم امور ہیں جو ساری عمر کھو کر بھی کبھی انجام کو نہیں پہنچ پاتے۔

تمام عرب یوں تو علم ایسے اصلی اور قیمتی جوہر سے محروم تھا

marfat.com
Marfat.com

ساری آبادی نوشت وخواند سے بے بہرہ تھی لیکن شعرأ نے عربی زبان کو خوب چار چاند لگائے۔ ان کے لسانی جوہر قابل داد تھے۔
چونکہ قبیلے قبیلے میں شاعر موجود تھا اس لیے ہر کہ ومہ کی زبان کچھ ایسی منجھ گئی تھی کہ انھیں ان پڑھ نہیں سمجھا جا سکتا تھا باوجود اس کے ان کا دامن علم کی دولت سے خالی تھا۔ اپنی اسی زبان دانی کی وجہ سے اہلِ عرب فصاحت وبلاغت میں دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور اپنی بلاغت کی وجہ سے ہی وہ باقی دنیا کو عجم یعنی گنگ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔
عربوں کا جذبۂ خودستائی اپنے یا اپنے قبیلے کے کارہائے نمایاں بیان کرتے وقت شریفانہ جذبات اور پاک اخلاق کا حامل نہ ہوتا تھا کیوں کہ عرب کی شاعری کی کل کائنات فخرِ نسب، اظہارِ عشق اور اعلانِ جنگ تھی۔ ان کے تخیّل کی پرواز، قصائد، رجز اور غزل کی محدود دنیا سے بلند نہ ہوتی تھی۔
اکثر اوقات عورتوں کی عصمت وعزّت لوٹنے، ڈاکہ ڈالنے اور کمزوروں پر ظلم کرنے پر بھی فخر کیا جاتا تھا۔
عوام کی بدذوقی کا یہ عالم تھا کہ وہ اخلاقِ ذمیمہ کی اس علانیہ تشہیر پر بھی شاعر کی گرمیِ سخن کی والہانہ داد دیتے اور واہ وا کرتے تھے۔

اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ عرب کا بچہ بچہ جنگجو اور بہادر تھا مگر جنگ وجدال کے محرکات عام طور پر کچھ رذیل وذلیل قسم کے احساسات ہی ہوا کرتے تھے۔
بسا اوقات یوں بھی ہوتا تھا کہ قبائل میں جنگ کی کوئی وجہ

marfat.com
Marfat.com

موجود بھی نہ ہوتی تھی مگر جنگ پھر بھی جاری رہتی تھی۔

کبھی کھڑے کھڑے کسی معمولی سی بات پر دو آدمیوں میں جھگڑا ہو جاتا تھا اور دونوں فوراً تلواریں سونت کر ایک دوسرے پر پل پڑتے تھے اور مدد کے لیے اپنے اپنے قبیلے کو پکارتے تھے۔ جو بھی سنتا ننگی تلوار لہراتا ہوا جنگ میں شریک ہو جاتا تھا۔

کوئی یہ پوچھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرتا تھا کہ بھئی آخر اس جھگڑے کی وجہ کیا ہے۔

اہلِ عرب کے عشق کی وارفتگیاں محبوب و معشوق کے محاسن کی گرویدگی تک محدود نہ تھیں بلکہ یہ لوگ عورت کے التفات کے شجرِ ممنوعہ کے حاصل کرنے کے علانیہ حلف لینے اور خواہشاتِ نفسانی پر فخر کیا کرتے تھے۔ آج کے انسان کا ذہن اس قیاس آرائی پر یقین کرنے کے لیے بھی تیار ہے کہ ان عشاق کے معیارِ شرافت سے گرے ہوئے افعال اور ظالمانہ اقوال ہی سے پناہ مانگ کر بعض عاقبت نااندیش اور خدا ناترس اور بزعمِ خویش خود دار افراد نے دختر کشی کی قبیح رسم کی ابتدا کی ہوگی۔

کیونکہ!

اگر ایک طرف عشق یوں بے باک تھا تو دوسری طرف حُسن بے حجاب ہمہ وقت سیاہ کاری کے دامن میں پناہ پانے کے لیے آمادہ نظر آتا تھا۔

میلوں ٹھیلوں میں بے نقاب عورتوں کی فتنہ پرور اور حریص نگاہیں فتنے اور طوفان برپا کرتی تھیں اور ان کی برق وش

marfat.com
Marfat.com

مسکراہٹیں مردوں کے دلوں پر بجلیاں گراتی تھیں۔

غرض یہ کہ!

عشق، شاعری اور شجاعت جو جذبۂ عالیہ کے ساتھ مل کر اقوام کی تقدیروں کو بدل دینے کی قوت اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہیں اہلِ عرب میں موجود تو تھے مگر رذیل اور پست ترین اخلاق سے مل کر ان لوگوں کی تباہی و بربادی کا باعث بن چکے تھے۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ!

اہلِ عرب ان تمام عیوب کے ساتھ ساتھ چند ایک خوبیوں کے مالک بھی تھے۔

شجاعت اور سخاوت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تلوار کا دھنی اکثر دل کا غنی بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اہلِ عرب اچھے مہمان نواز اور بے حد سخی بھی تھے۔ جب وہ کسی کو اپنی پناہ میں لے لیتے تو جان و دل سے اس کی حفاظت کرتے تھے۔

اہلِ عرب کے اخلاق و عادات کسی آسمانی کتاب سے ماخوذ نہ تھے اور نہ ہی ان کے اعمال کسی قانون کے پابند تھے۔ بلکہ ان کے اوضاع و اطوار کو ملک کی آب و ہوا نے کسی حد تک بے ساختہ طور پر معین و مرتب کر دیا تھا۔

ان کی عقیدت کا مرجع خدائے نادیدہ نہ تھا بلکہ شرفِ انسانی مٹی کی مورتوں اور پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کے قدموں میں سربسجود تھا۔

بت پرستی خدا پرستی ہی کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

Marfat.com

شیطان رجیم نے توحید پر دو طرف سے حملہ کیا ہے۔
ایک تو محبت اور عقیدت کا حیلہ تلاش کیا۔
دوسرے گناہوں سے مضمحل اور چور چور روح کے کان میں افسوں پھونکا کہ انسان فطرۃً "کمزور ہے لہذا نجات کی راہ بغیر کسی وسیلہ کے ہرگز نہ ملے گی۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ گناہوں اور بدیوں کے مرتکب لوگ نیک بندوں کی عظمت کے گرویدہ و شیدا ہوجاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ ان نیک بندوں کی محبت کی وسیع وادی میں کچھ اس طرح گم ہوجاتے ہیں کہ اس سے نکلنے کی کوشش کے باوجود نکل نہیں پاتے۔

جس طرح شراب کے نشہ میں سرشار پیادہ ذہنی طور پر سوار کا تخیل رکھتا ہے اسی طرح صہبائے عقیدت میں مخمور انسان بھی بے حد بلند فضاؤں میں اڑتا ہے۔ اس کی عقیدت کا مقام اس قدر بلند اور وسعت اتنی ہمہ گیر ہوتی ہے کہ ساری کائنات اسے ایک ذرۂ خاک کے برابر دکھائی دیتی ہے۔

عقیدت کی یہ ہمہ گیری خدا کی بے پایاں عظمت کو بھی آغوش میں لینے کی سعی کرتی ہے۔
وہ اس طرح کہ!

انسان جس سے عقیدت رکھتا ہے پہلے تو وہ اس کو خدا کا مقرّب اور حاشیہ نشین تصوّر کرتا ہے۔ کبھی خالق حقیقی کے مزاج میں دخیل خیال کرتا ہے اور کبھی کبھی اپنے محبوب کو اپنے معبود سے بھی کہیں بلند پاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ دنیا ازل ہی سے عقیدت اور محبت کی بنا پر کر دہ تاریکیوں ہی میں گھری چلی آ رہی ہے۔ ہادیانِ برحق نورانی شریعتوں کے لیے کر دنیا میں تشریف فرما ہوتے رہے تاکہ انسانوں کو غیر اللہ کی پرستش اور عقیدت کی ضلالت و دلدل سے باہر نکال کر معبودِ حقیقی کی عقیدت اور پرستش کی صحیح راہ پر ڈال دیں۔

لیکن انسان کو تو اپنے جذبۂ عقیدت کی تسکین کے لیے کوئی ایسا پیکر چاہیے جسے وہ محسوس بھی کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ!

بتوں کی مذمت کرنے والے اور غیر اللہ کی پرستش و عبادت سے منع کرنے والے نیک لوگ اپنی حیاتِ مستعار گزار کر موت کا ذائقہ چکھ لینے کے بعد خود بھی بتوں ہی کی طرح پوجے گئے۔

گناہ گار انسان آلودگیوں کی وجہ سے خدا کی بخشش سے یکسر مایوس و ناامید ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی واسطہ اور کسی وسیلہ کے طفیل خدا کے قہر و غضب سے بچنے کی راہ تلاش کرتا ہے۔ مجبوراً وہ خدا کا قیاس امرآ اور سلاطینِ زمانہ پر کرتا ہے جو نبض شناس وزرآ اور ہوشیار مشیروں کے ہاتھ میں بے بس اور موم کی ناک ہوتے ہیں۔

دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں جنہیں خدا کی ہستی سے انکار ہو، اور ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو خدا کے وجود کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن ان کے اقرار کا انداز کفر اور انکار سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ چوں کہ عقلِ انسانی باری تعالیٰ کی صفات کو سمجھنے میں ٹھوکر کھا جاتی ہے چناں چہ مشرکین عرب میں بھی بہت تھوڑے لوگ ایسے تھے جو

Marfat.com

بتوں کو خدا سمجھتے تھے زیادہ تر لوگ ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں یا بیٹے اور شفیع اور حصولِ نجات کا وسیلہ اور ذریعہ ہی خیال کرتے تھے۔ اس لیے ان کی عقیدت مندی خدا کے خلاف تو ہزار در ہزار صلواتوں کی متحمّل ہو سکتی تھی مگر وہ بتوں کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کے روادار نہ تھے۔

مٹی اور پتھر کے ان خداؤں یا وسیلوں کو عرب کی سرزمین میں رواج دینے والا ایک شخص عمر تھا جو عرب ہی کے ایک جری قبیلہ خزاعہ سے تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے ملک شام میں گیا تو وہاں سے ان پتھر کے جھوٹے حاجت رواؤں کو اٹھا لایا۔ اسی نے جذبت عمارتِ کعبہ کے آس پاس نصب کر دیے اور ان کی پرستش پر زور دینے لگا۔

حرم کعبہ کی مرکزیت کی وجہ سے آہستہ آہستہ بت پرستی کی اشاعت عام ہوتی چلی گئی۔ اور پھر ہر قبیلے نے اپنا اپنا بت الگ تراش لیا۔

طائف کا قبیلہ لات کو پوجتا تھا۔

خزرج اور اوس کے یثربی قبائل منات کو پوجنے اور اس سے منت مانگنے لگے۔

مکّہ کے قریش عزیٰ کے پرستار بن گئے۔

اور !

ہبل کا بت کعبے کی چھت پر اس لیے نصب کر دیا گیا کہ یہ بت تمام قبائل کے لیے یکساں طور پر قابلِ احترام اور پوجا و پرستش کے لائق تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

اس طرح بعض حقیقت ناشناس لوگوں نے آفتاب اور ماہتاب کی چمک دمک کو دیکھ کر یوں گمان کر لیا کہ خدا ان ہی خوبصورت آنکھوں سے دنیا کو جھانکتا اور دیکھتا ہے انھیں اس حقیقت کا احساس تک نہ ہو سکا کہ کواکب کے تحیر خیز حسن وخوب صورتی کا پیدا کرنے والا تو اور ہے اور وہ تو حسینوں سے حسین اور مطہر و اطہر ہے۔

غرض یہ کہ !

اصنام پرستی اور مظاہر پرستی کی یہ وبا جو اپنا حلقہ وسیع سے وسیع تر کرتی جا رہی تھی عرب پوری طرح سے اس کی لپیٹ میں آچکا تھا۔

لیکن !

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیشتر شرک و کفر کی ان تاریکیوں میں کہیں کہیں توحید خالص کی تنویر بھی دکھائی دے جاتی تھی یعنی چند جادہ شناس اور حقیقت طلب لوگ ان کفار کے جمگھٹوں میں ایسے بھی تھے جو جماد لایعقل کے سامنے سر بسجود ہونے کو شرف انسانی کے دامن پر بدنما داغ سمجھتے تھے۔

ان نیک اور توحید خالص کے پرستار لوگوں میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں جو مکہ کے باشندے تھے :

۱- ورقہ بن نوفل

۲- عبداللہ بن حجش

۳- عثمان بن حویرث

۴- زید بن عمرو

marfat.com
Marfat.com

ان کے علاوہ !

دوسرے مقامات پر بھی ایسے نیک لوگ موجود تھے جو پکے توحید پرست اور شرک و کفر سے متنفر و مجتنب تھے اور ان طالبانِ حقیقت میں دو ایسے عارفانِ عالی مقام بھی تھے جو وقت آنے پر مطلعِ اسلام پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اور یہ دونوں نایاب ہیرے تھے :

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رض

۲۔ حضرت ابوذر غفاری رض

یہ دونوں حضراتِ بابرکات بعثتِ نبویؐ سے پہلے نہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ پر پورا ایمان رکھتے تھے بلکہ مہرِ سپہرِ نبوّت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھے کہ کب وہ آفتاب ضوریز ہو اور وہ مزید روشنی حاصل کر کے قلب و دماغ کو مزید روشن کریں۔

مکہ !

جس کا اصلی نام بکّہ ہے ،

ساحلِ سمندر سے ساٹھ میل دور پہاڑیوں میں محفوظ مقام ہے خدائے ذوالجلال والاکرام سے حکم پاکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزندِ ارجمند حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے اپنی مشترکہ کوشش اور محنت سے اپنے خدا کا ایک سادہ سا گھر تعمیر کر کے اسے حکمِ ربی سے بیت اللہ کا مقدس نام دیا تاکہ لوگ ایک مرکز پر معبودِ حقیقی کی عبادت کے لیے جمع ہوں۔

اس پاک اور مقدس گھر کی نہ چھت تھی نہ دہلیز اور نہ کوئی

Marfat.com

Marfat.com

دروازہ تھا۔

اس مقدس گھر کی چار دیواری بلندی میں ۹، طول میں ۳۲، اور عرض میں ۲۲ گز تھی۔

اس برکت والے گھر کی کشش دور و نزدیک سے لوگوں کو کھینچ لائی اور یہاں پاک لوگوں کی ایک چھوٹی سی بستی آباد ہو گئی۔ یہ لوگ پاسِ ادب و احترام کی وجہ سے مقدس گھر کے ارد گرد اپنے رہنے کے لیے کوئی عمارت نہ بناتے تھے اور صرف خیموں ہی میں بسر اوقات کیا کرتے تھے۔

آخر کار جب خود اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہوا تو مکہ میں مقدس گھر سے کچھ دور فاصلے پر سب سے پہلی عمارت ایک نیک شخص سعد یا غالباً سعید بن عمر نے تعمیر کی اور پھر اس کی دیکھا دیکھی آہستہ آہستہ کئی ایک عمارتیں وہاں بن گئیں۔

خانہ کعبہ کی حرمت و تقدیس کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے سب سے پہلے ملک یمن کے حمیری بادشاہ اسد تبع نے بڑی عقیدت کے ساتھ حرم کعبہ پر قیمتی اور شاندار غلاف چڑھا کر اسے ڈھانپنے کی سعادت حاصل کی۔

وقت پر لگا کر اڑتا رہا۔

انقلاباتِ عالم برپا ہوتے رہے۔

کئی صدیاں گزر گئیں۔

وہ حرم کعبہ جس کی بنیاد زمانے کے مشہور بت شکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی آہستہ آہستہ اس مقدس اور برکت والے گھر میں توحید کے منکر لوگوں کی کوششوں کے باعث

marfat.com
Marfat.com

تین سو ساٹھ بتوں نے ڈیرہ جمالیا۔

ان لوگوں کا بزرگ بت ہبل جو حرم کعبہ کی چھت پر نصب تھا خداوندِ قدوس کی عظمت اور جاہ و جلالِ ایزدی کو چیلنج دینے لگا۔ اس کے پوجنے والے گلزارِ ابراہیمؑ کے وہی نونہال تھے جو توحید کے پھول بنے رہنے کے بجائے چشمِ کعبہ میں خارِ شرک بن کر کھٹکنے لگے۔

جب!

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساٹھ پشتیں بیت چکیں تو اس کفر و شرک کے خزاں دیدہ گلستاں میں ایک بار پھر بہار آگئی۔ وہی مکہ جو مشرکوں کا مسکن و مرکز بن چکا تھا حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مولد بنا اور نئے سرے سے خدائے پاک کا گھر قرار پاکر آخرکار ایک دن اسلام کا مقدس مسکن اور مرکز بن گیا۔

حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار تھا جن کی نسل حجاز میں پھلی پھولی۔ ان ہی کی اولاد میں عدنان تھے اور اسی خاندان کے شجر کا بہترین اور بے حد شیریں میوہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر سا سلسلۂ نسب کچھ اس طرح سے ہے:

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ

Marfat.com

بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

عدنان کی نویں پشت میں نضر بن کنانہ ہیں جو قریش کے مورث معروف ہیں۔ ان کی اولاد میں قصی ہوئے ہیں جنھوں نے دارالندوہ کی بنیاد ڈالی اور کعبہ کے متولّی قرار پائے۔ ان کی تولیت ہی میں حرم کعبہ کے مختلف مناصب قائم ہوئے۔

قصی کے چھ بیٹے ہوئے :

۱- عبدالدار	۲- عبدمناف
۳- عبدالعزیٰ	۴- عبدبن قصی
۵- تخمرہ	۶- برہ

ان میں عبدالدار عمر میں بڑا مگر عقل میں کم تھا۔ اس لیے جب قصی نے دارِ فانی سے کوچ کیا تو اس کے بعد حرم کعبہ کی تولیت کا منصب عبدالدار کو دیا گیا اور ریاست عبدمناف کو ملی۔

عبدمناف کے چھ بیٹے تھے جن میں ہاشم صاحبِ حشم تھے۔ ہاشم نے اپنے چچا عبدالدار سے سقایہ اور رفادہ کے مناصب حاصل کیے اور حرم کعبہ کی زیارت کے لیے آنے والے اور حجاج کرام کو بہت آرام پہنچایا اور بیشتر سہولتیں مہیا کیں۔ قیصرِ روم اور شاہِ حبشہ سے قریش کے مالِ تجارت کو محصول سے مستثنیٰ کرا دیا۔ تمام قبائل کے پاس جا جا کر قافلوں کی حفاظت کے حلف لیے اور راہزنوں کا خطرہ جاتا رہا۔

ایک دفعہ جب ہاشم اپنا مالِ تجارت لے کر ملک شام میں گیا تو واپسی پہ یثرب (مدینہ) میں قیام کیا۔ ان دلوں وہاں کوئی سالانہ میلہ لگا ہوا تھا۔ میلے میں پھرتے پھراتے ہاشم کی نگاہ ایک ایسی لڑکی

marfat.com
Marfat.com

پر جا پڑی جو حُسن و خوب صورتی میں اپنی مثال آپ تھی - وہ حور تمثال چندے آفتاب اور چندے ماہتاب تھی جس کی آنکھوں سے حیا ٹپکتی تھی اور ماتھے پر اقبال چمکتا تھا - یہ لڑکی قبیلہ نجار سے تھی اور اس کا نام سلمیٰ تھا -

ہاشم اس لڑکی کو دیکھ کر دل پر قابو نہ رکھ سکا - وہ خود بھی حسن کا پیکر اور تنو مند وجیہہ نوجوان تھا - سلمیٰ کی نظر بھی ہاشم کی نظر سے ٹکرا گئی - عشق کی دنیا میں برق سی کوندی، ایک جھپاکا سا ہوا اور ناوکِ عشق دونوں کے دلوں میں ترازو ہو گیا -

ہاشم نے بڑے شریفانہ انداز سے بنو نجار سے سلمیٰ کے ساتھ اپنی شادی کی درخواست پیش کی جو سوچ بچار کے بعد قبول کر لی گئی -

ہاشم شادی کے بعد اپنی خوب صورت دلہن کو لے کر واپس مکہ لوٹ آیا -

کچھ عرصہ کے بعد سلمیٰ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالمطلب رکھا گیا -

عبدالمطلب کے دس بیٹے ہوئے جن میں سے پانچ نے اپنے کفر یا سعادتِ اسلام کی وجہ سے ذلت یا عزت پائی -

ابولہب نے حسن کی بے پناہ دولت پائی لیکن توحید و رسالت پر ایمان کی دولت سے اس کا دامن خالی رہا -

ابوطالب نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اس طرح سے اپنے دل میں سمو لیا تھا کہ مرتے دم تک اس محبت سے منہ نہ موڑا -

حمزہ دولتِ اسلام سے متموّل ہوئے -

marfat.com
Marfat.com

عباسؓ نے بھی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنایا اور نورِ ایمان سے اپنے قلب کو منور کر لیا۔

عبد اللہؓ کی عمر نے وفا نہ کی۔ انھوں نے عہدِ اسلام نہ دیکھا لیکن دنیا میں وہ گنجِ گرانمایہ بطور یادگار چھوڑ گئے جو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام سے چار دانگ عالم میں مشہور ہوئے اور ان کا سکہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ وہ خاتم النبیینؐ بھی کہلائے کہ ان کے بعد اب تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا۔

یہ بیان عرب کے مذاہب اور تمدن کی اس مختصر سی روداد ہی پر ختم کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ عجم کی حالت عرب سے بہتر تھی بلکہ اگر دیکھا جائے تو بت پرستی کی لعنت عجم ہی سے عرب میں لائی گئی تھی۔ اس زمانے کی تاریخ کے اوراق کو اگر الٹ پلٹ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ معصیت کے طوفانوں نے نہ صرف عرب کو گھیر رکھا تھا بلکہ عجم کی حالت تو اس سے بھی بدتر تھی۔

شیطان نے دنیا کے ہر ہر گوشے میں دھما چوکڑی مچا رکھی تھی۔ ہر طرف گناہوں اور بدکرداریوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ زمین گناہوں کی آلودگیوں سے لتھڑ پتھڑ ہو رہی تھی۔

دل تو یہ چاہتا ہے کہ!

اس زمانہ کے طغیان کی پوری تفصیل لکھی جائے مگر قلیل فرصت اور تھوڑی جگہ۔ اور صفحات کی کمی اس داستان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس طرح راہوارِ قلم اصل موضوع سے بھٹک کر دوسری راہ پر چل نکلے گا۔

marfat.com
Marfat.com

عبدالمطلب دس بچوں کا باپ تھا۔
شفقتِ پدری اس گلستان کو دیکھ دیکھ کر نازاں تھی۔
دل خواہش مند تھا کہ یہ نونہال پھلیں پھولیں اور بار آور ہوں۔
چنانچہ!
عبدالمطلب نے منّت مانی کہ جب یہ دسوں نونہال گلشنِ جوانی کے پھولوں کا روپ دھار لیں گے تو اس سُبہ بہار گلزار کا ایک خوشگفتہ پھول خدا کی نذر کروں گا۔
جب دسوں بیٹے جوان ہوئے تو منّت پوری کرنے کا وقت آگیا۔ عبدالمطلب کو اپنی منّت بھی یاد تھی۔
عبدالمطلب اپنے دسوں بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ پجاری سے کہا کہ قرعہ اندازی کرو۔ جس کے نام قرعہ نکلے اسے ہی بھینٹ چڑھایا جاوے گا۔
دسوں لڑکوں کے نام لکھے گئے۔
قرعہ اندازی ہوئی۔
قرعہ عبداللہؓ کے نام نکلا۔
عبدالمطلب کی پیشانی پہ ایک ہلکی سی شکن نمودار ہوئی اس لیے کہ عبداللہؓ سب بھائیوں سے چھوٹے تھے اور باپ کو سب سے زیادہ ان ہی سے پیار تھا۔ وہ انہی کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور سمجھتے تھے۔ سب بھائی بھی ان کو جان سے عزیز رکھتے تھے۔ سب کے دل مرجھا گئے۔
لیکن عبدالمطلب اپنے وعدہ سے منحرف نہ ہوسکتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور عبداللہؓ کی کلائی پکڑ کر اسے قربان گاہ

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف لے چلے۔

اس منظر سے ایک کہرام سا مچ گیا۔ بہنوں نے بھائی کی محبت میں رو رو کر زمین و آسمان کو لرزا کے رکھ دیا۔

ان دلدوز حالات میں کچھ بعید بھی نہ تھا کہ باپ کا عزم بیٹیوں کے آنسوؤں کے سیلاب کی نذر ہو جاتا یا قربان ہونے والے بھائی ہی کا دل بہنوں کی جاں گسل آہ وزاری کو سن کر پسیج کر رہ جاتا اور وہ بھینٹ چڑھنے سے انکار کر دیتا۔

لیکن !

ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کا ایثار ان جانے طور پر ان کے پیش نظر تھا۔ خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کا پاک خون ان کی رگوں میں گردش کر رہا تھا۔

لہٰذا !

نہ باپ رُکا۔

نہ بیٹے کے قدم ڈگمگائے۔

دونوں کے ہونٹوں پر دلآویز مسکراہٹ تھی اور وہ صہبائے سعادتِ خداوندی سے سرشار و مسرور و مخمور تھے۔

بھائیوں کے دل خون ہو رہے تھے۔ انھوں نے باری باری اپنے ننھے اور پیارے بھائی کے بجائے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا مگر باپ نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا:

"نہیں میرے بچّو! تم مجھے بے انصافی پر مجبور نہ کرو۔ جس کے نام قرعہ نکلا ہے اسی کی قربانی دی جائے گی"۔

ننھے اور حوصلہ مند بھائی نے اپنے شفیق اور محبت کرنے والے

marfat.com
Marfat.com

بھائیوں کی طرف مسکرا کر دیکھا اور بڑے پیارے الفاظ میں یہ جملے کہے :

" میں آپ سب بھائیوں اور بہنوں کی محبت کی قدر کرتا ہوں اور ساتھ ہی یہ گزارش بھی کہ بابا جان کو اپنا وعدہ پورا کرنے سے رد کیجیے نہیں کہ یہ بات ان کی شان کے خلاف ہوگی۔ فرض کیجیے آپ کوشش کر کے آج میری جان بچا لیتے ہیں تو کیا پھر کبھی مجھے موت نہیں آئے گی۔ آخر پھر بھی تو ایک نہ ایک دن مجھے مرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ آج ہی اپنے باپ کے کیے ہوئے وعدے پر سے قربان ہو کر رضائے خداوندی حاصل کر دوں۔ آئیے بابا جان ! اب اور دیر مت کیجیے ورنہ ہم بہک جائیں گے۔"

سبحان اللہ !

کتنے بلند خیالات تھے آبائے محمدؐ کے۔

آخر کیوں نہ ہوتے۔ جب یہی خیالات نسل در نسل خون میں گردش کرتے ہوئے اسمٰعیل ذبیح اللہ سے عبداللہ ذبیح اللہ تک پہنچے تھے اسی لیے ایک موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ :

" میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔"

سبحان اللہ !

کیا شان ہے حضورؐ کی اور ان کے آباؤ اجداد کی۔ اللہ تعالے ان نیک بندوں پر رحمت نازل فرمائے۔

عبداللہ کو قربان گاہ پہ لے جا کر اوندھا لٹا دیا گیا اور گردن کاٹنے والا اشارے کا انتظار کرنے لگا۔

marfat.com
Marfat.com

اِدھر تو عبداللہ قتل گاہ پر لیٹے گردن کٹنے کے منتظر تھے لیکن اُدھر ساری برادری میں ایک کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ برادری کے بڑے بوڑھوں اور معززین کی مجلسِ مشاورت سر جوڑ کر بیٹھ چکی تھی۔ دلائل کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ اس لیے کہ عبداللہ ساری برادری کو پیارا اور سب کی آنکھ کا تارا تھا۔ اور پھر سب کے پیشِ نظر سب سے زیادہ دُور رس اندیشہ یہ تھا کہ اگر آج عبدالمطلب اپنے بیٹے کو قربان کر دیتا ہے تو پھر یہ رسم دائمی صورت اختیار کر جائے گی جو نسل در نسل چلتی رہے گی۔ لہٰذا اس قبیح رسم کا خاتمہ بہت ضروری ہے۔

کافی سوچ بچار کے بعد ایک مستحکم فیصلہ پر مجلس اٹھ گئی۔ تمام معززینِ برادری قتل گاہ کی طرف دوڑے۔

قریب تھا کہ جلّاد ایک ہی وار سے عبداللہ کی گردن تن سے جدا کر دیتا ایک گرجدار آواز فضا میں گونجی:

"ٹھہرو!"

جلّاد کی تلوار ہوا میں تُلی کھڑی رہ گئی۔

سب کی نظریں آواز دینے والے کی طرف اُٹھ گئیں۔

عبدالمطلب نے پوچھا:

"کیا بات ہے میرے بزرگ! آپ نے میرے بیٹے کی قربانی میں رکاوٹ کیوں ڈال دی؟"

بزرگ نے بڑے تحمل سے عبدالمطلب کو اس رسم کے ادا ہونے کے بعد آنے والے اندیشوں سے آگاہ کیا۔ رسم کے نقصانات سمجھائے اور اس رسم سے باز رہنے پر زور دیا۔

عبدالمطلب نے سب باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کیا اور

marfat.com
Marfat.com

پھر کہا کہ :

" ٹھیک ہے - آپ کی بات میری سمجھ میں آگئی ہے - جس طرح آپ کہیں گے میں اسی طرح کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن آپ کو ایک بات کی ضمانت دینا ہو گی۔"

" کیسی ضمانت ؟"

" اس قربانی کی میں نے منت مانی تھی - اب اس سے منحرف ہو جانا میرے نزدیک گناہ ہے - ہو سکتا ہے کل کلاں کو برادری والے مجھے گنہ گار ٹھہرا کر طعنہ زنی کریں کہ میں وعدہ سے پھر گیا تھا - اُس وقت میری برّیت کا ذمہ دار کون ہو گا ؟"

برادری والوں نے یک زبان ہو کر کہا :

" اُس شخص کو ہم جواب دے لیں گے - تم پر یا تمھاری خاندانی آن پر کوئی حرف نہیں آئے گا - ہم اس بات کی ضمانت دیتے ہیں، اور تمھاری برّیت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔"

" درست ہے - اب بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں ؟"

" ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم عبداللہ کے بدلے دس اونٹوں کی قربانی دے دو تاکہ تمھاری منت بھی پوری ہو جائے اور تمھاری بات بھی رہ جائے۔"

" لیکن میں اس طرح اونٹ قربان نہیں کروں گا کیوں کہ ہو سکتا ہے خدا کو اس قیمتی جان کے بدلے صرف دس اونٹ منظور نہ ہوں لہٰذا اس پر بھی قرعہ اندازی ہو گی - اگر پھر قرعہ عبداللہ ہی کے نام پر نکلا تو میں سمجھوں گا اتنے اونٹوں کی قربانی خدا کو منظور نہیں میں اونٹوں کی تعداد بڑھا کر پھر قرعہ اندازی کروں گا اور اس وقت تک

marfat.com
Marfat.com

قرعہ اندازی کا یہ سلسلہ جاری رکھوں گا جب تک قرعہ اونٹوں کے نام نہیں پڑ جائے گا۔"

سب نے اس تجویز کو معقول سمجھ کر قبول کر لیا۔

قرعہ اندازی ہونے لگی۔

پہلی قرعہ اندازی میں عبداللہ ہی کا نام نکلا۔ اونٹوں کی تعداد دس سے بڑھا کر بیس کر دی گئی۔

ہر قرعہ اندازی میں عبداللہ کا نام نکلتا رہا اور اونٹوں کی تعداد دس دس کے حساب سے بڑھتی رہی۔

آخر کار مشیّتِ خداوندی نے اس کھیل کو ختم کرنا چاہا اور دسویں بار جب قرعہ نکالا گیا تو اونٹوں کے نام نکلا اس وقت اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ چکی تھی۔

اس طرح عبداللہ کی جان بچ گئی اور ان کے عوض سو اونٹ قربان کر دیے گئے۔

عبداللہ کی سلامتی کے سلسلے میں بہت بڑا جشن منایا گیا۔ اور کئی روز تک گہما گہمی سے ریگ زارِ مکّہ گونجتا رہا۔ عبدالمطلب کو کئی روز تک مبارکبادیاں ملتی رہیں۔

بھائیوں کے دل باغ باغ ہو گئے۔

بہنوں کی دلی مراد بر آئی۔

خوشی کے مارے باپ کے قدم زمین پہ نہ ٹکتے تھے۔

برادری والوں کی مسرت کی انتہا نہ تھی۔

دور دور سے قبائل اس جشنِ پُرمسرت کی رونق کو دوبالا کرنے کے لیے آتے اور تحفے تحائف سے عبداللہ کو سجاتے رہے۔

Marfat.com

اب عبداللہ اس قابل ہو گئے تھے کہ تجارت کا کاروبار کر سکیں لہٰذا وہ مالِ تجارت لے کر بھائیوں کے ساتھ مکّہ سے باہر سفر پر جانے لگے۔ ایک بار جب وہ تجارت کی غرض سے ملک شام میں گئے تو ایک دن سیر کرتے کرتے ایک پارک میں جا نکلے۔ ایک جگہ بیٹھ کر خوشگوار فضا کا لطف اٹھانے لگے۔

اچانک ان کی نگاہ اس طرف کو اُٹھ گئی جہاں ایک حسین و جمیل اور جوان رئیس زادی بڑے دل ربایانہ انداز سے اور پیار بھری نظروں سے عبداللہ کو دیکھے جا رہی تھی۔ جانے کب سے وہ یوں ہی کھڑی اپنی پوری محویت کے ساتھ انھیں تک رہی تھی۔

جونہی دونوں کی نظریں ملیں تو وہ مسکرائی اور آہستہ خرامی سے چلتی ہوئی ان کے قریب آ گئی۔ اور ہونٹوں پر برق پاش تبسم بکھیرتی ہوئی بولی:

"کیا میں یہاں آپ کے قریب بیٹھ سکتی ہوں؟"

عبداللہ فطری طور پر بے حد شرمیلے تھے۔ ایک خوبصورت اور اجنبی دوشیزہ کو بے حد قریب اور اپنے ساتھ محوِ کلام دیکھ کر گھبرا گئے۔ شدید سردی کے باوجود پیشانی پر عرقِ حیا کے چند قطرے ابھر آئے۔ خوب صورت چہرہ گلاب کی طرح سرخ ہو گیا۔ قوتِ گویائی جیسے سلب ہو کر رہ گئی۔ نئی نویلی دلہن کی طرح لجائے اور سمٹ سمٹا کر رہ گئے۔

لڑکی نے شرمیلے پن کا یہ قتل کر دینے والا انداز دیکھا تو دل تھام کر رہ گئی۔

کوئی جواب نہ پا کر خود ہی قریب بیٹھ گئی۔

marfat.com
Marfat.com

"آپ کا نام ؟"

ہچکچاتے ہوئے بڑی مشکل سے جواب دیا :

"عبداللہ ۔"

"غالباً آپ مکّہ سے تجارت کی غرض سے یہاں آئے ہیں ؟"

"جی !"

"واپس کب جا رہے ہیں ؟"

جھجک کچھ دور ہو چکی تھی :

"یہی کوئی چھ سات دن کے بعد ؟"

"پھر کب تشریف لائیں گے آپ ؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جب بھائی آئیں گے تب ۔"

"اگر میں آپ سے شادی کی درخواست کروں تو کیا آپ قبول کرلیں گے ؟"

"جی ..... میں ....."

عبداللہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکے۔ شادی کی بات سن کر وہ اس قدر شرما گئے کہ ان کی خوب صورتی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ لڑکی یہ نظارہ دیکھ کر اپنے دل پہ قابو نہ رکھ سکی اس نے بلا جھجک عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر اس پہ مُہرِ محبّت اپنے لبِ لعلیں سے ثبت کر دی۔

اب تو عبداللہ کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑا لیا اور گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ کہیں کسی بھائی نے تو نہیں دیکھ لیا۔ وہ تو خیر ہوئی کہ کوئی بھائی وہاں موجود نہ تھا۔

marfat.com
Marfat.com

"عبداللہ! میں سچ مچ آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں یہاں کے بہت بڑے تاجر اور کروڑپتی رئیس کی بیٹی ہوں۔ میں کوئی آوارہ لڑکی نہیں ہوں۔ یہاں کی اکثریت مجھے میرے باپ کے مرتبے کی وجہ سے جانتی ہے۔ لوگ میری شرافت کی قسم کھاتے ہیں۔ اور سبھی میری عزت اور میرا بے حد احترام کرتے ہیں۔"

عبداللہ کا دل بھی حسینہ کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ ان کا دل بھی یہی چاہتا تھا کہ آج ہی بلکہ اسی وقت اس سے شادی کر لیں لیکن چونکہ وہ ابھی کنوارے تھے اور باپ کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے شادی کر لینے کے مجاز نہ تھے۔ بولے:

"محترمہ! میں ابھی کنوارا ہوں اور اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ ہاں میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اب کے جب یہاں آؤں گا تو اپنے باپ سے شادی کا اذن لے کر آؤں گا۔ اگر تب تک آپ انتظار کی زحمت اٹھا سکیں تو بتا دیجیے۔"

"میں اپنی زندگی کے آخری سانس تک آپ کا انتظار کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میرا نام آمنہ ہے۔ میں ہر روز اسی جگہ آ کر آپ کا انتظار کیا کروں گی چاہے برسوں گزر جائیں۔ آپ جس دن بھی یہاں پہنچے یقیناً اپنی آمنہ کو اسی جگہ محوِ انتظار پائیں گے۔"

اس کے بعد عبداللہ اور آمنہ ایک دوسرے کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے جدا ہو گئے۔

خیمے میں پہنچتے ہی عبداللہ تیز بخار میں مبتلا ہو گئے اور چند روز کے بعد ان کا قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ آمنہ کا حسنِ جاں سوز عبداللہ کے قلب و جگر کو جلائے جا رہا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

یہ رئیس زادی جس کا نام آمنہ تھا کروڑپتی باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ حسن و خوبصورتی کا مجسمہ اور شرافت و نجابت کی پتلی اور نیک اخلاق و اطوار کا پیکر تھی۔ اس نے کسی اچھے اور قابل استاد سے علم نجوم بھی حاصل کیا ہوا تھا۔ اس نے باغ میں عبداللہ کو دیکھا تو اسے یہ شخصیت عام آدمیوں سے بے حد مختلف اور کچھ بلند نظر آئی۔ اس نے علم نجوم کو استعمال کر کے حساب لگایا تو کچھ خفیہ اسرار اس پر ظاہر ہوئے۔ اسے معلوم ہوا کہ یہ شخص جس لڑکی سے بھی شادی کرے گا وہ ایک ایسے عظیم المرتبت بچے کو جنم دے گی جس کے نیک نام کا ڈنکا قیامت تک بجتا رہے گا۔ خدا کی رحمتیں اس پر نازل ہوں گی۔ اور وہ خداوند کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔

جب آمنہ نے عبداللہ کو قریب سے دیکھا تو اسے علم کے زور سے عبداللہ کی عرق آلود پیشانی میں نور کی وہ لاٹ بھی تھرکتی ہوئی نظر آ گئی جس نے شادی کے بعد عبداللہ کی خوش قسمت بیوی کے پیٹ میں حمل کی صورت میں منتقل ہو جانا تھا۔

وہ یہ صورت حال جان کر بے قرار ہو گئی۔ اس کے دل میں بڑی شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ ہی اس عظیم المرتبت اور بلند و بالا ہستی کی والدہ بننے کا شرف حاصل کرے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر شادی کی درخواست پیش کر دی۔

لیکن!

خدا کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔

قدرت نے ازل ہی سے جس آمنہ کو اپنے محبوب کی والدہ ہونے کا شرف بخشا تھا وہ تو عبداللہ ہی کے خاندان سے تھی۔

marfat.com
Marfat.com

اُدھر عبدالمطلب نے جب عبداللہ سمیت اپنے بیٹوں کو تجارت کی غرض سے سفر پہ روانہ ہونے کی اجازت دے دی تو دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اب عبداللہ کی شادی کر دینی چاہیے۔ اس غرض سے اس نے اپنی برادری میں اِدھر اُدھر نظر دوڑائی اور کافی دیکھ بھال کے بعد اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی کو منتخب کر لیا۔ جن کا نام آمنہ تھا اور حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کا شجرہ نسب چوتھی پشت میں کلاب سے جا کر مل جاتا تھا :

عبداللہ اور آمنہ کا نسب نامہ

عبداللہ بن	آمنہ بنت
عبدالمطلب بن ہاشم بن	وہب بن
عبدمناف بن	عبدمناف بن
قصیّ بن	زہرہ بن
کلاب	کلاب

اس شجرہ کی رو سے حضرت آمنہ حضرت عبداللہ کے چچا وہب کی بیٹی تھیں۔

عبدالمطلب نے اپنے رشتہ کے چچا وہب سے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے آمنہ کا رشتہ طلب کیا۔ وہب کو کیا انکار ہو سکتا تھا۔ عبداللہ تو انھیں بھی بڑے عزیز تھے۔ فوراً رضامندی ظاہر کر دی۔ بات چیت کے بعد یہ طے پایا کہ عبداللہ کے سفر سے واپس آتے ہی ان کی شادی کر دی جائے گی۔

marfat.com

Marfat.com

جب عبداللہ اپنے بھائیوں کی معیت میں سفرِ شام سے لوٹے تو ہنوز بخار میں مبتلا تھے۔ چند دن کے علاج معالجہ سے وہ صحت یاب ہوگئے۔ ان کی صحت یابی کی خوشی میں ایک جشن کا اہتمام کیا گیا اور اسی جشن کی آڑ میں آمنہ اور عبداللہ کی شادی کر دی گئی۔

یہ سب کچھ اچانک ہی ہو گیا۔

عبداللہ تو اپنی دانست میں یہ سوچے بیٹھے تھے کہ ذرا بخار سے فرصت ملے۔ کچھ صحت ہو تو باباجان سے شام کی حسینہ آمنہ کا ذکر کریں گے اور اس کی طرف سے شادی کا پیغام بھی دیں گے۔ چونکہ وہ ماں باپ اور بھائیوں کے بہت لاڈلے تھے اس لیے انھیں یقین تھا کہ باباجان اس خواہش اور درخواست کو رد نہیں کریں گے، اور بھائی بھی اس رشتے کی مخالفت نہیں کریں گے۔

عبداللہ جب سے شامی حسینہ سے جدا ہوئے تھے اسی پیکرِ حسن و جمال کے حسین و جمیل خیالات میں محو رہتے تھے۔

اب جب ان کی شادی اس آمنہ سے ہوگئی جنھیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل کرنا تھا تو عبداللہ اس خیال سے بہت پریشان ہوئے کہ شامی دوشیزہ کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے۔ اس کی درخواست کا اسے کیا جواب دیں گے۔

عرب لوگ بڑے مہمان نواز تھے اور ساتھ ہی وعدے کے بڑے پکّے ہوتے تھے۔ چاہے جان چلی جائے وعدے کا ایفا ضرور کرتے تھے۔

مکّہ میں ایک سے زیادہ بیویاں بہ یک وقت رکھنے کا رواج

marfat.com
Marfat.com

عام تھا۔ اس خیال سے انھیں کچھ ڈھارس ہوئی کہ شامی دوشیزہ کی درخواست شادی ہی کی تو تھی۔ یہاں ایک شادی ہوگئی تو کیا ہوا۔ اس لڑکی سے بھی شادی کی اجازت بابا سے لے لیں گے۔ اس طرح اپنا کیا ہوا وعدہ بھی پورا ہوجائے گا اور اس حسینہ کے دل کی مراد بھی بر آئے گی۔

شادی کے بعد دونوں میاں بیوی ازدواجی زندگی کی خوشگوار اور پُرلطف بہار کی رنگینیوں میں کھو گئے۔

پہلے ہی پیدر عوارضے میں مشیّتِ ایزدی کے مطابق نورُ الٰہی عبداللہ کی پیشانی میں سے حضرت آمنہ کے پیٹ میں منتقل ہوگیا۔ اور عبداللہ کا جسم نورُ اللہ کی تجلیوں سے محروم ہوگیا۔

چند ماہ کے بعد ایک دن عبداللہ نے اپنے باپ سے شامی دوشیزہ کا ذکر کر دیا اور پورا ماجرا کہہ سنایا۔

شفیق و مہربان باپ نے بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور مسکرا کر کہا :

"جان بابا ! تم نے سفر سے آتے ہی کیوں نہ بتایا۔ مگر نہیں اس سے بھی کوئی فائدہ نہ تھا کیوں کہ میں بھی یہاں تمھارے چچا وہب سے آمنہ کا رشتہ طلب کرکے بات پکی کرچکا تھا اس لیے اپنے وعدے کے مطابق آمنہ سے تمھاری شادی تو ضرور ہی کرنا تھی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ تم اپنے بھائیوں کو ایک بار پھر اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس لڑکی کے والدین سے مل کر بات کرو۔ اگر وہ راضی ہوجائے تو بڑے شوق سے دوسری شادی کرلو اور اپنا وعدہ ایفا کرد۔ میری طرف سے اجازت ہے۔"

Marfat.com

باپ سے دوسری شادی کی اجازت پاکر عبداللہ بہت خوش ہوئے سفر کی تیاری شروع ہو گئی۔ قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا اور منزلیں طے کرتا ہوا ایک دن شام کی حدود میں داخل ہو کر خیمہ زن ہو گیا۔

اُدھر مالِ تجارت منڈیوں میں پہنچایا جانے لگا اور اِدھر عبداللہ اپنے گوہرِ مطلوب سے ملاقات کرنے کے لیے اسی باغ میں بھاگم بھاگ جا پہنچے۔ اور یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور خوش بھی کہ وہ حور تمثال پری پیکر اپنی تمام رعنائیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ اسی جگہ بیٹھی تھی۔

عبداللہ کو دیکھ کر مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"کیا آپ آج تک یہیں بیٹھی رہی ہیں؟"

"نہیں۔ بلکہ ہر روز صبح یہاں آتی اور سارا دن انتظار کرنے کے بعد شام کو واپس لوٹ جاتی رہی ہوں۔"

"کیا آپ کو یقین تھا کہ میں ضرور آؤں گا؟"

"ہاں مجھے یقین تھا مگر ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں آپ شادی شدہ ہو کر نہ یہاں پہنچیں۔"

"پھر کیا نتیجہ اخذ کیا آپ نے؟"

"میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ آپ کی شادی ہو چکی ہے۔"

"آپ کو کیسے علم ہوا؟"

"عبداللہ! میری بات غور سے سنیئے۔ میں علم نجوم میں کافی دسترس رکھتی ہوں۔ جب گذشتہ ملاقات میں میں نے آپ سے شادی کی درخواست کی تھی تو اس کی وجہ نہ تو آپ کا حسن تھا اور

marfat.com
Marfat.com

نہ ہی اس خواہش کے پس منظر میں نفسانی جذبات کو کچھ دخل تھا۔"

"تو پھر ؟"

"اس کی وجہ کچھ اور تھی اور خاص بھی۔"

"کیا مجھے نہیں بتائیں گی آپ ؟"

"ضرور بتاؤں گی کیونکہ آپ اخلاقی طور پر بہت بلند انسان ہیں بہت عظیم ہیں آپ! کہ مجھے دوسری شادی کے لیے یاد تو رکھا۔ میں نے جب پہلی بار آپ کو دیکھا تو علم کے بل بوتے پہ آپ کی پیشانی میں مجھے ایک نورانی شعلہ سا تھرکتا ہوا نظر آیا۔ مزید حساب دیکھنے پہ معلوم ہوا کہ آپ کے نطفہ سے آپ کی بیوی ایک ایسے بچے کو جنم دے گی جو بہت عظیم اور بلند انسان ہوگا۔ اس کا ثانی نہ پیدا ہوا ہے نہ قیامت تک پیدا ہو سکے گا۔ میں نے یہ حالات معلوم کرنے کے بعد بڑی شدت سے اس خواہش کو اپنے اندر محسوس کیا کہ عظیم انسان کی ماں بننے کا شرف حاصل کروں۔ آپ سے شادی کر لوں تاکہ وہ مقدس بچہ میری ہی کوکھ سے جنم لے۔ تو بس یہی وجہ تھی آپ سے شادی کی۔"

"تو اب میں تیار ہوں۔ آپ کی خواہش اب بھی پوری ہو سکتی ہے۔"

"آپ کتنے بھولے بھالے ہیں۔ کاش میں اب بھی آپ سے شادی کر سکتی۔ آپ کی پیشانی اب اس مقدس نور سے خالی ہو چکی ہے عبداللہ۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ کہاں گیا وہ نور اب؟ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔"

maarfat.com
Marfat.com

"آپ کی یہی سادگی اور بھولی بھالی باتیں مجھے اس وقت بھی بے حد بے چین کیے دے رہی ہیں۔ کاش میں آپ سے شادی کر کے اس عظیم و مقدس ہستی کی سوتیلی ماں ہی کا درجہ حاصل کر سکتی۔ اسے گود میں لے سکتی۔ اسے پیار کر سکتی۔ اس کی پرورش اپنے ہاتھوں سے کرتی اس غرض کے لیے چاہے مجھے آپ دونوں میاں بیوی کی لونڈی بن کر ہی کیوں نہ رہنا پڑتا۔ مگر...... مگر اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ میں اس بچے کی شکل بھی نہ دیکھ سکوں گی۔ میرا علم مجھے بتا رہا ہے کہ کہ آپ خود بھی اپنے عظیم بیٹے کو نہ دیکھ سکیں گے۔"

عبداللہ چیخ اٹھے:

"نہیں ایسا مت کہیے۔ میں آپ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں تاکہ آپ کی خواہش پوری ہو سکے۔ آپ کی خواہش ضرور پوری ہو گی۔ آپ یقین رکھیں میری بیوی آمنہ میری دوسری شادی پر کبھی اعتراض نہ کرے گی۔ وہ فطری طور پر بڑی نیک اور اچھی لڑکی ہے۔"

"لیکن اب اس شادی کا کوئی فائدہ نہیں ہے عبداللہ۔ اف میرے خدا۔ میں کتنی بدقسمت رہی۔ ہم دونوں لڑکیوں کا نام آمنہ ہے اور ہم دونوں میں سے صرف ایک ہی کو اس عظیم المرتبت بچے کی ماں ہونے کا شرف حاصل کرنا تھا۔ عرب کی رہنے والی آمنہ مجھ پر سبقت لے گئی۔ تمھاری بیوی بڑی خوش قسمت ہے عبداللہ۔ تمھاری پیشانی کا مقدس نور اس آمنہ کے پیٹ میں جاگزیں ہو چکا ہے۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھاری بیوی حاملہ ہو چکی ہے؟"

"نہیں!"

Marfat.com

Marfat.com

"تو مجھ سے سنو عبداللہ۔ میں بتا رہی ہوں کہ تمہاری بیوی امید سے ہے۔ اسی عظیم بچے کو وہ جنم دے گی جس کے بارے میں مجھے اپنے علم سے آگاہی ملی ہے۔ اسی لیے میں کہتی ہوں کہ اب ہماری شادی کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم دونوں اس بچے کو ہرگز نہ دیکھ سکیں گے۔ بس یہی قدرت کا فیصلہ ہے۔ ہمیں اس کی رضا پر راضی رہنا ہوگا۔ اف میرا سر چکرانے لگا ہے عبداللہ! مجھے ذرا سہارا دے دو، اور میرے محل تک چھوڑ آؤ۔"

عبداللہ شامی دوشیزہ آمنہ کو اس کے محل تک چھوڑنے گئے دوشیزہ کا چہرہ چند ہی لمحوں میں مرجھا گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ برسوں کی مریضہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کے پژمردہ چہرے پر ایک نور سا رقصاں تھا۔ شاید اس لیے کہ اس نیک لڑکی نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں بننے کی مقدس آرزو کا اظہار کیا تھا جس میں وہ ناکام رہ گئی تھی۔

جب عبداللہ واپس لوٹنے لگے تو اس نے کہا:

"عبداللہ! کل ٹھیک اسی وقت ضرور تشریف لائیے گا۔ اس کے بعد آپ کو مجھ سے ملنے کے لیے کبھی یہاں آنے کی زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔"

"میں کل ضرور آؤں گا مگر یہ کبھی نہ آنے کی زحمت۔۔۔۔؟"

"ہاں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ کل آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اور ہاں! میری یہ نصیحت یاد رکھیے گا کہ آپ کے بیٹے کے بارے میں جو باتیں میں نے بتائی ہیں وہ کسی اور پر ظاہر نہ کیجیے گا ورنہ اس بچے کو دشمن قتل کر دیں گے۔ یہاں تک کہ یہ راز

marfat.com
Marfat.com

اپنے بھائیوں پر بھی اُٹھکار نہ کرنا۔"

عبداللہ بادلِ ناخواستہ واپس چلے آئے۔ رات بڑی بے چینی سے گزاری۔ صبح ہوئی تو شامی دوشیزہ کے گھر پہنچے۔ جہاں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ پُراسرار حسینہ انتقال کر چکی تھی عبداللہ بھی حسینہ کی جوانا مرگ پر بے اختیار آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کی تجہیز و تکفین کے بعد وہ لوٹ آئے اور ان پر ایک بار پھر بخار نے بڑی شدت کے ساتھ حملہ کر دیا۔

عبداللہ کی حالت اتنی نازک صورت اختیار کر گئی کہ بھائیوں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

جو مال وہ ساتھ لے کر آئے تھے وہ کچھ فروخت ہوا اور کچھ رہ گیا۔ واپسی کے لیے روانگی کی تیاری ہونے لگی۔

قافلہ مکہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

مدینہ کے قریب پہنچے تو عبداللہ کی حالت اس قابل نہ رہ گئی کہ سفر کو جاری رکھا جا سکے۔

مجبوراً مدینہ ہی میں پڑاؤ کر لیا۔

علاج معالجہ کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا بلکہ بیماری نے اور غلبہ کر لیا۔

آخر کار بیماری کے اس شدید حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے ایک دن عبداللہ نے اس جہان کو خیرباد کہہ دیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ط

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

سبحان اللہ۔ باپ نے اس سرزمین پر بہت پہلے ڈیرا جمالیا

marfat.com
Marfat.com

جہاں ان کے عظیم فرزند نے کئی سال بعد قدم رنجہ فرمانا تھا۔

مکہ پر ابرہہ کا حملہ

مکہ عرب بھر کے لیے مذہبی مرکز اور مرجعِ خلائق بنا ہوا تھا۔
یمن کے حبشی حاکم مردود ابرہہ کو رشک ہوا کہ :
عقیدت مکہ ہی میں کیوں طواف کرتی ہے ؟

اور !
یقین مکہ ہی میں کیوں سر بہ سجود ہے ؟
یمن یقین و عقیدت سے محروم کیوں ہے ؟
اس خیال سے وہ سخت بے قرار رہتا تھا۔
ہر وقت اسی سوچ میں مستغرق رہنے کی وجہ سے کعبہ کی مقبولیت کو ختم کرنے کے لیے اسے ایک خیال سوجھا۔
چنانچہ !
اس نے حرمِ کعبہ کے مقابلہ میں یمن ہی میں ایک بہت وسیع و عریض معبد تعمیر کرایا اور لوگوں کو یقین و عقیدت کی تبلیغ کے بعد اس معبد میں عبادت و پرستش کی دعوت دی لیکن اس کا یہ معبد انتہائی خوب صورت اور دیدہ زیب ہونے کے باوجود خانۂ خدا کا بدل نہ بن سکا۔
ابرہہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔
ایک تو اسے حکومت کا غرور تھا۔
دوسرے تعصب کا جنون !

marfat.com
Marfat.com

تیسرے ناکامی پر طیش!

تینوں طوفان جب ابرہہ کے ذہن میں یکجا ہوئے تو ایک چوتھے طوفان نے جنم لیا۔ اس طوفان نے ابرہہ کی شرابِ نخوت کو سہ آتشہ کر کے رکھ دیا۔

چوتھا طوفان جب اس کے ذہنی کناروں سے باہر اُبل پڑا تو اس نے مکّہ پر حملہ کی شکل اختیار کر لی۔ وہ حرمِ کعبہ کو ڈھانے اور صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینے کے لیے سرخ آندھی کی طرح طوفان مچاتا اور بادل بے وقت کی طرح کڑکتا گرجتا ہوا اٹھا اور ہاتھیوں کی فوجِ ظفر موج لے کر جھومتا جھامتا مکہ کی طرف بڑھا اور کالی گھٹا کی طرح عرب پر چھا گیا۔

اہلِ مکہ کی عظمت کا انحصار و دار و مدار محض حرم کی برکت ہی پر تھا۔

ابرہہ کے اچانک حملہ کی خبر وحشت اثر کو سن کر سب کا رنگ زرد ہو گیا۔ کیونکہ ان کی باقاعدہ اور ہاتھیوں کی فوج سے مقابلہ کرنے کی طاقت و جرأت ان میں نہ تھی۔ وہ حیران تھے کہ کیا کریں؟ اور کس کو مدد کے لیے آواز دیں؟

اسی اثنا میں لشکریوں نے شہر میں گھس کر مویشیوں اور گھروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔

سپاہیوں نے عبدالمطلب کے سو اونٹ بھی قبضہ میں کر کے ابرہہ کے پاس پہنچا دیے۔

عبدالمطلب ابرہہ کے پاس پہنچے۔ ان کی شکل و شباہت سے وجاہت و شرافت ٹپکتی تھی۔ ابرہہ یہ سمجھا کہ عبدالمطلب اس

marfat.com
Marfat.com

کے پاس اہلِ مکّہ کے ایلچی بن کر آئے ہیں اور کوئی التجا کرنے والے ہیں۔

ابرہہ عبدالمطلب سے اسی خیال کے تحت بڑے تپاک سے ملا اور انھیں بڑی عزت سے اپنے قریب بیٹھنے کے لیے جگہ دی۔ عبدالمطلب نے فوراً ہی اپنے سو اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ ان کے اس مطالبہ پر بڑا حیران ہوا۔ اور طیش میں بھر کر گرجدار آواز میں بولا :

" اے نادان عرب ! تم اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ میں تمھارے حرم کعبہ پر ہل چلا کر اسے ملیا میٹ کرنے آیا ہوں۔"

عبدالمطلب نے جواب دیا :

" او ابرہہ ! قسم ہے مجھے حرم کعبہ کی۔ تو ہمارے یقین اور اعتماد سے واقف نہیں ہے۔ میں صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے مجھے صرف انہی کی فکر ہے۔ کعبہ کا مالک خود ہی اپنے کعبہ کی فکر کرے گا۔"

ابرہہ تو حکومت اور غرور کے نشے میں بدمست تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں کہاں آسکتی تھی۔

اس نے عبدالمطلب کو سخت سست کہہ کر لوٹا دیا اور قہقہہ لگا کر بولا :

" میں دیکھ لوں گا کون ہے کعبہ کا مالک۔ اور وہ کس طرح آج کعبہ کو میرے ہاتھیوں سے بچاتا ہے۔ جاؤ اپنی قوم اور کعبے کے مالک سے کہہ دو۔ ابرہہ ابھی زبردست حملہ کرنے والا ہے۔"

marfat.com
Marfat.com

ابرہہ ہاتھیوں پر اپنا لشکر لیے کر فاسد نیت سے بڑھتا بڑھتا مکّہ کے نواح میں آ پہنچا۔

لوگوں میں اس کے مقابلے کی تاب کہاں تھی وہ گھر بار چھوڑ کر بھاگے اور پہاڑوں میں جاکر روپوش ہو گئے۔

لیکن !

خدا کا ایک بندہ حرم کعبہ کا در چھوڑ کر کہیں نہ جاسکا۔

وہ تھا :

بزرگ عبدالمطلب۔

جسے خانہ کعبہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ خانہ کعبہ کی حفاظت جس کا ایمان تھا۔ وہ اپنے مطلوب و مقصود کو تنہا چھوڑ کر کہاں جاسکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ابرہہ کے سینکڑوں ہاتھی خانہ کعبہ کی چھوٹی سی کچی مٹی کی عمارت کو منٹوں میں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے۔ اس کے باوجود وہ اکیلا کعبہ کی حفاظت پر تل گیا۔ اس نے جی میں ٹھان لی کہ ابرہہ پہلے عبدالمطلب کو قتل کرے گا۔ اور پھر اس کی خون میں لتھڑی ہوئی لاش پر سے گزر کر ہی کعبہ تک پہنچ سکے گا۔

انسان جب کسی کام کے لیے اپنی تمام تر کوششیں کر چکنے کے بعد ناکام ہو کر مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ تب وہ گڑگڑا کر اسے پکارتا ہے جس کی وہ عبادت کرتا ہے۔ عبدالمطلب کے پیش نظر بھی اب آخری امید دعا ہی تھی۔ اس نے کعبہ کے غلاف کو بوسہ دیا۔ اور آنسوؤں کی بوچھاڑ میں ان الفاظ میں گڑگڑا کر دعا کی :

marfat.com

Marfat.com

"اے حرم کعبہ کے مالک! اے میرے آقا! تُو دیکھ رہا ہے کہ ظالم ابرہہ تیرے گھر کو اور تیرے اس گھر میں رہنے والوں کو نیست و نابود کرنے آ پہنچا ہے۔ ہم تیرے بندے کمزور ہیں۔ دشمن کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے اور نہ ہی ہم میں اتنی قوت ہے کہ تیرے گھر کی حفاظت کر سکیں۔ اس لیے اے میرے مالک تو اپنے گھر کی حفاظت آپ ہی کر سکتا ہے۔ اگر اس کے لیے کسی جان کی قربانی درکار ہے تو میں حاضر ہوں۔"

عبدالمطلب کی گریہ وزاری سے غالباً عرش بھی جنبش کھا گیا ہو گا تبھی اس کی دعا نے بارگاہِ ایزدی میں قبولیت کا درجہ حاصل کر لیا۔

ابھی اس نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ فضا میں کچھ شور سا سنائی دیا جو بڑھتے بڑھتے اس قدر پھیل گیا کہ کان پڑی آواز بھی اس بلند شور میں دب کر رہ جاتی تھی۔

عبدالمطلب نے آہستہ سے سر سجدہ سے اٹھا کر اس طرف دیکھا جدھر سے شور سنائی دے رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ابرہہ کے ہاتھی حرم کعبہ تک آ پہنچے ہیں اور یہ شور انہی کا ہے۔

لیکن!

عبدالمطلب کی مایوس نگاہوں نے جو منظر دیکھا وہ اسے پھر سے جوان کر دینے کے لیے کافی تھا۔

اس نے دیکھا کہ ایک طرف سے ہزاروں لاکھوں پرندے

Marfat.com

اڑے چلے آرہے ہیں اور ابرہہ کی فوج کے اوپر جمع ہو کر منڈلانے لگے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان پرندوں نے اپنی چونچوں میں سے نوکدار کنکریوں کی بارش شروع کر دی۔ اور آناً فاناً ابرہہ کے ہاتھیوں اور اس کے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب سارا لشکر ملیا میٹ ہو گیا تو پرندے جس طرف سے آئے تھے اسی سمت کو جا کر فضا کی لامحدود پہنائیوں میں غائب ہو گئے۔

قرآنِ کریم میں سورۂ فیل اسی واقعہ کو پیش کرتی ہے[1]

[1] تلخیص از محبوبِ خدا (چوہدری افضل حق)

marfat.com

Marfat.com

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

حضرت محمّد صلی اللّٰہ علیہ وآبائہٖ وسلم
کا
شجرۂ مقدّسہ

جسے

تین حصّوں میں تقسیم کر کے پیش کیا جاتا ہے

حصّہ اوّل

یہ پہلا حصّہ نبیِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اوپر جا کر ان کے آبائے مکرّم عدنان تک ہے۔ اس کی بابت حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللّٰہ المعروف بابن عبدالبر النمری القرطبی (ولد سنۃ ثمان وستین وثلاث مائۃ: ۳۶۸ھ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے اور اس شجرے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

میں نے تلاشِ بسیار کے ساتھ کوشش کی کہ آباء الکرام کے ساتھ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ لہٰذا اللّٰہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ حضرت عبداللّٰہ سے لے کر عدنان مکرم تک سب کے نام مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امّہات کے آبا اور قبائل کا پتہ بھی لگ گیا۔

مثلاً: نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام مبارک

marfat.com
Marfat.com

ملا تو سیّدہ آمنہؓ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلۂ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔

اس تمام سلسلۂ نسب پر نظر ڈالو تو شاید دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلۂ خاندانی اس قدر وضاحت کے ساتھ اوراقِ تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔

پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعتِ شان پر نظر ڈالو، کہ ددھیال اور ننھیال اور ننھیال در ننھیال کی ددھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الآزال میں قدرتِ ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا ہو، اور آدم سے لے کر ذاتِ گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔

امہاتِ العظام اور ان کے ددھیال کے اسماء میں میرا ماخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابنِ اثیر ہے۔

حصّہ دوم

نسب نامۂ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ ہم تحت میں تحریر کریں گے اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیوں کہ ان اصولوں کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انھوں نے اختیار فرمائے ہیں اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ان بزرگواروں کا یہ نہایت ورع و تقویٰ ہے بہ ایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ یا دس نام لے کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب نامۂ گرامی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک ختم ہو جاتا ہے۔

یہ طریق کہ سلسلۂ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے بنی اسرائیل میں بھی مروّج تھا۔

انجیل متی کو دیکھو۔

وہ لکھتے ہیں :

یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ۔

حالاں کہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح اور داؤد کے درمیان ۲۶ پشتیں اور داؤد و ابراہیمؑ کے درمیان ۱۲ پشتیں دانستہ اختصار کی غرض سے چھوڑ دی ہیں۔

میں نے سب سے پہلے یہ حصہ ڈاکٹر سر سیّد احمد خاں غفرلہ کی کتاب خطبات احمدیہ میں دیکھا تھا۔ سر سیّد نے اس جگہ کسی کا پتہ نہیں لکھا البتہ انھوں نے ارمیاہ کاتب برخیاہ علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں یہ نہ سمجھ سکا کہ سر سیّد یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔

بعدہٗ مجھے تاریخ ابو الفدا میں ارمیاہ اور الجیرا کا ذکر مل گیا اور پھر امام طبری کی کتاب میں کلبی کی ایک روایت بھی ملی جس کی بابت امام طبری نے لکھا ہے کہ یہ روایت ارمیاہ کے نسب نامے سے متوافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری کی ہے، جسے

marfat.com

Marfat.com

انھوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔

پھر مجھے امام ابن سعد کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سرسید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم، ادو دوم، الیسع، ہمیسع دوم، سلامان دوم، ثابت، حمل اور معد اوّل نہیں ملے۔ معلوم نہیں سرسید نے ان کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ لہٰذا میں نے صرف وہی نام نسب نامہ گرامی میں تحریر کیے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

حصّہ سوم

نسب نامۂ گرامی کا حصہ سوم جو اسمٰعیل علیہ السلام سے اوپر کی طرف جا کر ابوالبشر آدم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے موجودہ تورات سے لیا گیا ہے اور اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراۃ مشتکل سے لیے گئے ہیں۔

ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی تورات ہی سے لیے گئے ہیں جو غالباً صحیح ہیں لیکن تورات میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں مثلاً غور کرو مندرجہ ذیل بیانات تورات پر :

۱۔ آدم ۱۳۰ برس کا تھا جب اس سے شیث پیدا ہوا $\frac{5}{3}$ پیدائش

۲۔ شیث ۱۵۰ 〃 〃 انوس 〃 $\frac{5}{6}$ 〃

۳۔ انوس ۹۰ 〃 〃 قینان 〃 $\frac{5}{9}$ 〃

marfat.com
Marfat.com

۴- قینان	۷۰	برس کا تھا	جب اس سے	محلل ایل	پیدا ہوا	۵/۱۲	پیدائش
۵- محلل ایل	۶۵	"	"	یارد	"	۵/۱۵	"
۶- یارد	۱۶۲	"	"	حنوک	"	۵/۱۸	"
۷- حنوک	۶۵	"	"	متوسلح	"	۵/۲۱	"
۸- متوسلح	۱۸۷	"	"	لمک	"	"	"
۹- لمک	۵۰۲	"	"	نوح	"	۵/۲۸	"
۱۰- نوحؑ	۵۰۲	"	"	سم	"		
۱۱- سم	۱۰۰	"	"	ارفکسد	"		
۱۲- ارفکسد	۳۵	"	"	عیبر	"		
۱۳- عیبر	۳۴	"	"	فلج	"		
۱۴- فلج	۳۰	"	"	رعو	"		
۱۵- رعو	۳۲	"	"	سروج	"		
۱۶- سروج	۳۰	"	"	نحور	"		
۱۷- نحور	۲۹	"	"	تارہ	"		
۱۸- تارہ	۷۰	"	"	ابرام	"		
۱۹- ابرام	۸۶	"	"	اسمٰعیل	"		

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیثؑ نے حضرت نوحؑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر حضرت نوحؑ کی آنکھوں کے سامنے ۸۸ سال کی ہو گئی ہو اور حضرت نوحؑ کی زندگی ہی میں حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر دو سال کی ہو۔ اس کا حساب یوں لگایا جا سکتا ہے کہ :

Marfat.com

حضرت نوحؑ کی عمر ٦٠٠ برس کی تھی جب طوفان آیا اور پھر اس طوفان کے بعد حضرت نوحؑ ساڑھے تین سو برس تک زندہ رہے۔ (٩/٢٨ پیدائش)۔

طوفان سے حضرت ابراہیم کی پیدائش کا زمانہ ٢٦٢ جمع ٨٦ یعنی ٣٤٨ برس کا ہے۔ اس لیے کہ حضرت اسمٰعیل اپنے باپ کی ٨٦ برس کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالاں کہ ان امور کا کوئی عالم اہلِ کتاب قائل نہیں ہے۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔

بعد ازاں!

مجھے کتاب تاریخ ابو الفدا میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے ساتھ متفق ہے۔

مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابو محمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری (المتوفی ٤٥٦ھ) نے بھی کتاب الفصل میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

ایک بات رہ گئی!

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کا ازالہ بھی وضاحت کے ساتھ کر دیا جائے تاکہ نسب نامہ گرامی کا اندراج کسی طرح بھی تشنۂ تحریر نہ رہ جائے:

نوحؑ ٥٠٢ برس کا تھا جب اس سے سِم یا سام پیدا ہوا۔ یہ بات کتاب پیدائش میں درج نہیں ہے البتہ کتاب پیدائش میں یہ ضرور

marfat.com
Marfat.com

تحریر ہے کہ نوحؑ ۶۰۰ برس کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ بھی درج ہے کہ سم طوفان کے ۲ برس بعد ۱۰۰ برس کا تھا جب اس کے ہاں ارفکسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہی نکلا کہ نوحؑ ۵۰۲ برس کا تھا جب اس کے ہم پیدا ہوا۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔

اور!

چوں کہ نسب نامہ میں صحت اسمأ ہی زیادہ ترورکار ہوتی ہے۔ اس لیے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔

ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارک درج کیا جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شجرۃ طیبۃ

اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء

سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ تعالیٰ

خاتم النبیین

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ

وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک

یا ارحم الراحمین

marfat.com
Marfat.com

حصہ اوّل

شمار	آباء الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۱	عبداللہ	آمنہ	بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو سلسلہ ۶ آباء نبوی بنت برہ بنت عبدالعزیٰ بن عبدالدار بن قصی دیکھو سلسلہ ۵ آبائے نبوی
۲	عبدالمطلب	فاطمہ	بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ۔ دیکھو سلسلہ ۷ آبائے نبوی بنت صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ۔ دیکھو سلسلہ ۷ آبائے نبوی صخرہ بنت تخمر بنت عبد بن قصی تخمر بنت سلمیٰ بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث بن فہر۔ سلمیٰ بنت عاتکہ بنت عبداللہ بن واکلہ بن ظرب۔

Marfat.com

شمار	آباء الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۳	ہاشم	سلمیٰ	بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ) بن ثعلبہ خزرجی۔ بنت عمیرہ بنت صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار ساکن مدینہ۔ عمیرہ بنت سلمیٰ بنت عبدالاشہل عمیرہ بنت سلمیٰ بنت اثیلہ بنت دعورا۔
۴	عبدمناف	عاتکہ	بنت مرّہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سُلیم بن منصور (از نسل سلسلۂ آباء نبوی)۔ بنت ماویہ عرف صفیہ بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از نسل سلسلۂ آبا نبوی) ماویہ بنت رقاش بنت الاسحم ماویہ بنت رقاش بنت کبشہ بنت الرافق۔
۵	قصی	حُبّیٰ	بنت خلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی۔ بنت ہند بنت عامر بن نضر بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)۔ ہند بنت لیلیٰ بنت مازن (من خزاعۃ)۔

Marfat.com
Marfat.com

شمار	آبائے الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۶	کلاب	فاطمہ	بنت سعد بن سیل عرف جیر بن عوث بن عامر الحافہ (کان اول من بنی جدار الکعبۃ فقیل لہ عامار) ازد شنوہ۔ بنت ظرلیغیہ بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن جشیم بن کنانہ بن عمرو بن الیقین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس دیکھو سلسلہ ۱۷ آبائے نبوی ظرلیغیہ بنت صخرہ بنت عامر۔
۷	مرّہ	ہند	بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک دیکھو سلسلہ ۱۲ آبائے نبوی بنت امامہ بن عبد المناۃ بن کنانہ دیکھو سلسلہ ۱۴ آبائے نبوی امامہ بنت ہند بنت وودان بن اسد جبیبہ
۸	کعب	محشیہ	بنت شیبان بنت محارب بن فہر دیکھو سلسلہ ۱۱ آبائے نبوی بنت وحشیہ بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصی بن جعمی بن جدیلہ۔ وحشیہ بنت مادیہ بنت ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار۔

marfat.com
Marfat.com

اُمہات کے ددھیال اور ننھیال	اُمہات العظام	آباء الکرام	شمار
بنت کعب بن القین (ہو النعمان) بن حسیر بن شیع اللہ بن اسد بن ویرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ بنت عاتکہ بنت کاہل بن عذرہ۔	ماویہ	لوٌیّ	۹
بنت یخلد بن النضر بن کنانہ۔ دیکھو سلسلہ ۱۳ آبائے نبوی بنت انیسہ بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن مصعب بن علی بن بکر بن وائل۔ انیسہ بنت تماخر بنت الحارث تماخر بنت رہم بنت کاہل۔	عاتکہ	غالب	۱۰
بنت حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ۔ دیکھو سلسلہ ۱۶ آبائے نبوی بنت سلمیٰ بنت طابخہ بن الیاس دیکھو سلسلہ ۱۷ شجرہ ہذا سلمیٰ بنت عاتکہ بنت الاسد اور ! عاتکہ بنت زینب بنت ربیعہ۔	لیلےٰ	فہر الملقب بہ قریش	۱۱

marfat.com
Marfat.com

شمار	آباء الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۱۲	مالک	جندلہ	بنت عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی۔ بنت ہند بنت الظلیم بن مالک بن الحارث جرہمی۔
۱۳	نضر	عکرشہ	بنت عدنان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر۔ دیکھو سلسلہ ۱۷ آبائے نبوی
۱۴	کنانہ	برّہ	بنت مرّ بن اد بن طانجہ (اخت تمیم بن مرّ) طانجہ برادر مدرکہ۔ دیکھو سلسلہ ۱۶ آبائے نبوی
۱۵	خزیمہ	حوانہ۔ ہند	بنت سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس۔ دیکھو سلسلہ ۱۷ آبائے نبوی بنت وعد بنت الیاس۔ دیکھو سلسلہ ۱۷ آبائے نبوی
۱۶	مدرکہ	سلمیٰ	بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ

marfat.com
Marfat.com

امہات کے ددھیال اور ننھیال	امہات العظام	آباء الکرام	شمار
بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ بنت ضریّہ بنت ربیعہ بن نزار۔ دیکھو سلسلہ ۱۹ آبائے نبوی	لیلیٰ (خندف)	الیاس	۱۷
بنت حیدہ بن معد۔ دیکھو سلسلہ ۲۰ آبائے نبوی	رباب	مضر	۱۸
بنت ملک بن الدیث بن عدنان۔ دیکھو سلسلہ ۲۱ آبائے نبوی	سودہ	نزار	۱۹
بنت جوشم بن جلھمہ بن عمر بن برّہ بن جرہم۔ بنت سلمیٰ بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جرہم)۔	معانہ	معد	۲۰
بنت لہم بن جلحب بن جدیس بن جاثم بن ارم۔	مہدد	عدنان	۲۱

Marfat.com

حصہ دوم

نسب نامہ قیدار بن اسمٰعیل تک

توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے روایت کی ہیں۔	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	بروایت مندرجہ طبری	شمار
	اود	اود	٢٢
	ہمیسع	ہمیسع	٢٣
ہمیدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔	سلامان	سلامان	٢٤
منجر اور نبیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔	عوص	عوص	٢٥
اس کو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی کی جانب منسوب ہے۔	بوز	بوز	٢٦
اس کو بوزا اور عشر الغناؔ بھی کہتے ہیں	ثموال	ثموال	٢٧

marfat.com
Marfat.com

۲۸	اُبیّ	اُبیّ	اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں رسم رجبیہ اسی نے نکالی۔ جب کہ رسم عشرہ عرب میں اس کے بیٹے قموال نے جاری کی تھی۔
۲۹	عوام	عَوّام	قموال اور بریح الناجب بھی اسی کو کہتے ہیں کان فی زمن سلیمان علیہ السلام۔
۳۰	ناشد	ناشد	محلم ذوالعین اسی کا لقب ہے۔
۳۱	حزا	حزا	ہوالعوام
۳۲	بلداس	بلداس	اسے محتمل بھی کہتے ہیں۔
۳۳	یدلاف	تدلاف	رائمہ اسی کا لقب ہے۔
۳۴	طابخ	طابخ	اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں۔ عیفان بھی اسی کا لقب ہے۔
۳۵	جاحم	جاحم	اس کا لقب علقہ ہے۔
۳۶	ناحش	ناحش	اس کا لقب بھی علقہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۳۷	ماخی	ماخی	اس کو اہل عرب الطریب خاطم النار کہا کرتے تھے۔
۳۸	عیفی	عیفی	اس کو عانی اور عبقر ابو الحسن کہتے ہیں۔ جنت عبقر اسی کی طرف منسوب ہے۔
۳۹	عبقر	عبقر	اس کو ابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں جامع الشمل لقب اس لیے ہوا کہ اس کے عہد میں امن کامل تھا اور راستے بے خطر جاری تھے۔
۴۰	عبید	عبید	اس کو اسماعیل المطابخ کہتے ہیں۔ ذو المطابخ اس لیے کہتے ہیں کہ اس نے مسافروں کے لیے سارے ملک میں جگہ جگہ ضیافت خانے مقرر کر رکھے تھے۔
۴۱	الدعا	الدعا	اس کو نیزن الطعان کہتے ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے پہلی بار ایک جنگ میں نیزہ کا استعمال کیا۔

marfat.com
Marfat.com

۴۲	حمدان	حمدان	اسی کو اسمٰعیل ذوالاعوج کہتے ہیں اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ اب اعوجیہ نسلِ اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے۔
۴۳	سنبر	سنبر	اسے بشمین اور مطعم فی المحل بھی کہتے ہیں۔ اس کے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
۴۴	یثربی	یثربی	یثرم اور طمع بھی اسی کا لقب ہے۔
۴۵	یحزن	یحزن	یحزن نام اور فتسور لقب ہے۔
۴۶	یلمن	یلجن	یلمن نام اور رعنود لقب ہے۔
۴۷	ارعوے	ارعوے	رعوبلے اور وعدع لقب ہے۔
۴۸	عیمنی	عیمنی	عاقر لقب ہے۔
۴۹	ویشان	ویشان	لقب اس کا الزاعیہ ہے۔
۵۰	عیصر	عیصر	اسی کو عامر اور نیدوان ذوالاندیہ

marfat.com
Marfat.com

			کہتے ہیں۔ اسی کے عہد میں نبیت اور جادان فرزندان قادرو میں خوفناک جنگ لڑی گئی۔
۵۱	اقناد	اقناد	اقناد نام اور ایا ہم لقب ہے۔
۵۲	ایام	ابہام	ایبامی نام ودس الفق اور اجل الخلق لقب ہیں۔
۵۳	مقتصر	مقتفی	مقاصری نام حسین اور نزال لقب ہیں۔
۵۴	ناحث	ناحث	
۵۵	زارح	زارح	تمیر لقب ہے۔
۵۶	سمی	شمی	ساما نام اور المحشر اس کا لقب ہے۔ اس کے علاوہ اسے ستا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے
۵۷	مزی	مُرّی	ہرمز بھی اسی کو کہتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

۵۸	عوص	عوص	اس کا لقب ثمرؔ ہے اور صفی بھی اسی کو کہتے ہیں۔
۵۹	عرام	عمرام	
۶۰	قیدار	قیدار[1]	

[1] قیدار کی بیوی کا نام حاضرہ تھا جو قبیلہ جرہم سے تھیں۔

marfat.com

Marfat.com

حصّہ سوم

نسب نامہ

حضرت اسمٰعیلؑ سے آدم علیہ السلام تک

شمار	نام	عمر
٦١	اسمٰعیل علیہ السلام	١٣٧ سال
٦٢	ابراہیم علیہ السلام	١٧٥ "
٦٣	تارہ (آزر)	٢٠٥ "
٦٤	ناحور	١٥٩ "
٦٥	سروج	٢٣٢ "
٦٦	رَعو	٢٣٩ "
٦٧	فالخ	٢٣٩ "
٦٨	عابر	٤٦٠ "
٦٩	ارفکشاد	٤٣٨ "
٧٠	سام	٦٠٢ "

Marfat.com

۷۱	نوح علیہ السلام	۹۵۰ سال
۷۲	لامک	۷۷۷ 〃
۷۳	متوشائخ	۹۶۹ 〃
۷۴	اخنوع ادریس علیہ السلام	۳۶۵ 〃
۷۵	یارد	۹۶۲ 〃
۷۶	مہلل ایل	۸۹۵ 〃
۷۷	قینان	۹۱۰ 〃
۷۸	آنوش	۹۰۵ 〃
۷۹	شیث علیہ السلام	۹۱۲ 〃
۸۰	آدم علیہ السلام	۹۳۰ 〃

Marfat.com

شجرۂ عالیہ نبویہ

سے

چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات

آدم علیہ السلام

نوعِ بشر کے والدِ بزرگوار اور پہلے انسان آدم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا۔ انھوں نے ۹۳۰ برس کی عمر پائی۔ شیث یا سیت علیہ السلام جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرتِ آدم کی عمر ۱۳۰ سال کی تھی۔

قرآنِ مجید میں حضرتِ آدم کو پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے۔

اس جنت کا تعین کرنے میں ہمارے علماً کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوالقاسم بلخی و ابن قتیبہ و ابومسلم اصفہانی کا قول ہے، کہ یہ جنت زمین ہی پر ایک مقام تھا دیگر مفسرین نے اسے آسمان پر بتایا ہے ان میں سے بعض کا

marfat.com

Marfat.com

قول ہے کہ یہ جنت، جنتِ خلد سے الگ تھی اور بعض نے اسے جنتِ خلد ہی بتایا ہے۔

نوح علیہ السلام

رب العزت کی طرف سے بھیجے گئے دنیا میں پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہی ہیں۔ حضرت نوحؑ کی عمر اس وقت ۶۰۰ برس کی تھی جب طوفان آیا۔ نوحؑ کی عمر سے ۶۰۰ء کے دوسرے مہینے کی ۱۷ تاریخ کو طوفان شروع ہوا اور چالیس دن اور چالیس راتوں تک لگاتار آسمان سے بارش نازل ہوتی رہی اور سمندر کے چشموں سے بھی پانی باہر کو اچھلتا اور اُبلتا رہا کہ یہی رضائے خداوندی تھی۔ خدا کا یہ قہر بڑا غضب ناک تھا۔

وہ کشتی جو حضرت نوحؑ نے بنائی تھی بہت بڑی تھی۔ اس کا طول ۳۰۰ ہاتھ، عرض ۵۰ ہاتھ، بلندی ۳۰ ہاتھ تھی۔ اس عظیم کشتی کے اندر تین طبقے تھے۔

۱۵۰ دن کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہوا، اور ۶۰۱ء عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی ۲۷ تاریخ کو حضرت نوحؑ نے زمین پر قدم رکھا۔

اور پھر!

اس عظیم طوفان کے بعد آپ ۳۵۰ سال تک زندہ رہے۔

قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کو آدمِ ثانی قرار دیا ہے۔ کیونکہ طوفان میں تمام ذی روح کے غرق ہو جانے سے حضرت نوحؑ ہی کی نسل آگے بڑھی اور دنیا میں پھیلی:

marfat.com
Marfat.com

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (۳۷ : ۷۷)

"ہم نے نوحؑ ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔"

حضرت نوح علیہ السلام کے تین فرزند نیک اور صالح وہ تھے جن کی نسل آج ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔

ان کا چوتھا فرزند یام تھا جو حضورؑ پر ایمان لانے کا شرف حاصل نہ کرسکا اور اپنے عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے طوفانِ عظیم میں غرق ہو گیا تھا۔

سام

سام کے پانچ بیٹے ہوئے :

۱۔ عیلام ۲۔ اسور ۳۔ ارفک ۴۔ ادو ۵۔ آرام

ارفک کا ایک بیٹا تھا : سلح

سلح کا بھی ایک ہی بیٹا تھا : عیبر

عیبر کے دو بیٹے تھے :

۱۔ فلج ۲۔ یقطان

حام

حام کے چار بیٹے تھے :

۱۔ کوش ۲۔ مصر ۳۔ فوط ۴۔ کنعان

کوش کے چھ بیٹے تھے :

۱۔ سبا ۲۔ حویلہ ۳۔ سبتہ ۴۔ رعمہ ۵۔ سبتیکہ
۶۔ نمرود

Marfat.com

زعمہ کے دو بچے تھے :

١۔ سبا ٢۔ مرماداں

مصر کی سات اولادیں تھیں :

١۔ لودی ٢۔ عنامی ٣۔ بہابی
٤۔ لعتوحی ٥۔ فنزوسی ٦۔ کسلوحی
٧۔ کفتوری

کسلوحی کی ایک اولاد تھی : فلستی

کنعان کے گیارہ بچے تھے :

١۔ صمد ٢۔ حنث ٣۔ یلوسی
٤۔ اموری ٥۔ حسبرجاشی ٦۔ حوسی
٧۔ عرقی ٨۔ سینی ٩۔ اردادی
١٠۔ سماری ١١۔ حماقی

یافث

یافث کی سات اولادیں تھیں :

١۔ جمر ٢۔ یاجوج ٣۔ مادی
٤۔ یونان ٥۔ تزبل ٦۔ مسک
٧۔ تیراس

جمر کے تین بچے تھے :

١۔ سکنار ٢۔ ریفث ٣۔ تجرمہ

یونان کے چار بچے تھے :

١۔ الیسہ ٢۔ ترسیس ٣۔ رکتی ٤۔ دودانی

marfat.com
Marfat.com

یام

یہ حضرت نوحؑ کا چوتھا بیٹا تھا جو غرقِ طوفان ہوا۔

سام کا مختصر حال

سام یا سم حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے۔ جب ان کی پیدائش ہوئی تو حضرت نوح کی عمر ۵۰۲ برس تھی۔

حضرت سام ان تمام قوموں کے باپ اور جملہ اَلسنہ کے معلّم نخستین ہیں جن کا نام یورپین مورخین نے سیمی ٹیک رکھ دیا ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے۔ فونی شین، ارمیک، اسیرین، انخمی اور یک زبانیں بلاشبہ سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تو حقیقت ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی اَلسنہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزائنِ علمی سے مالا مال ہیں۔

مشہور اور قدیم مؤرخ سپرنجر اور سکریدر اپنے قدمؔا کے اتباع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام اور ان کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہی ہے۔

قرآن مجید نے اس آیت کی رُو سے مکّہ کو اُم القریٰ یعنی بستیوں کی ماں قرار دیا ہے اور یہ ارشاد ان مؤرخین کی اس محققانہ جدوجہد کی تصدیق فرماتا ہے:

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ط (القرآن)

marfat.com

Marfat.com

اب تو یہ بات بھی تاریخ سے ثابت ہوگئی ہے کہ زمانہ قدیم میں چند قومیں ریگستانِ عرب سے نکل کر اس کے گرد و نواح کی قابلِ کاشت اراضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اس کا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں سیمی ٹک کیریکٹر (سامی عادات و اطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے کیوں کہ ان کی سادہ بود و باش ہمیشہ یکساں طور پر چلی آئی ہے۔

عبرانی زبان کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی اب نہیں۔ اب تو اس کی یادگار صرف اہلِ علم کے ہاتھ میں میشا کے چند کتبے یا پھر سلوآم کا صرف ایک کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

لیکن !

اہلِ عرب کی زبان ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے اور آج بھی وہی ہے جو زمانہ قدیم میں تھی۔

سلطنتِ یہود کا زوال

اشدودیوں کے ساتھ یہودیوں کی مناکحت

بنی اسرائیل کی اسیری

بیت المقدس کی بربادی

یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہو جانا

یہ ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی زبان اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہ سکی اور ان ہی اسباب و علل کی وجہ سے کچھ ایسا عظیم انقلاب رونما ہوا کہ آخر کار یہود کی اصلی زبان عبرانی کے بجائے آرامیک بن گئی۔

جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر زبانوں کا کیا ذکر !

marfat.com
Marfat.com

فونی شین زبان کی واقفیت اہل تحقیق کو صرف ان کتبات سے حاصل ہوئی جو چار صدی قبل از مسیح کے دستیاب ہوئے ہیں۔ لیکن یہ زبان کچھ اس قدر نسیانی حجاب میں آچکی ہے کہ ان کتبات کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوقاً یقین مشکل ہی سے آتا ہے کہ جو انھوں نے پڑھا ہے وہی درست ہے۔

آرمیک زبان کسی دور میں تمام کنعانیوں کی واحد زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگاہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچتی رہیں یہ زبان بھی وہاں گئی۔

اغلب خیال یہ ہے کہ لفظ ارم جو قرآن میں بکسر اول و فتح ثانی اور توراۃ میں بتخفیف مستعمل ہوا ہے اسی قوم کی یادگار ہے مگر اب تو یہ زبان بھی نقابِ نیستی کے پردہ میں نہاں ہے۔

سامری زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ یہ عربی عبرانی اور آرمیک تینوں زبانوں کے اختلاط سے وجود میں لائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اول تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی دوسرے اب اس زبان کا تلفظ یا لغت بنانے سے ساری دنیا عاجز ہے۔

سریک یا اڈیسن زبان ان عیسائی آرمینیا والوں کی زبان تھی جن کا دارالسلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اڈیسہ تھا مگر اس نوزائیدہ بچی کو بھی زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

عربی

قصہ مختصر یہ کہ عربی زبان ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان باقی

Marfat.com

رہ جاتی ہے جو حضرت سام علیہ السلام کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ و توانا اپنے اَن مٹ وجود کے ساتھ موجود ہے اور شام، عراق، مصر، فلسطین، مراکو اور ٹیونس اب تک اس زبان کے زیر اثر ہیں اور آکسفورڈ سے برازیل تک اسی زبان کی سیر گاہیں ملتی ہیں۔

سامی زبانیں

وہ سامی زبانیں جو مماثلت، مشابہت اور باہمی تعلق اپنے اندر رکھتی ہیں وہ مشابہات یہ ہیں:

۱۔ سہ حرفی مصادر کا پایا جانا
۲۔ اسم اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات
۳۔ اسما ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات
۴۔ تراکیب نحوی میں مشابہت
۵۔ فعل لازم و متعدی کے طریقے

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا ہے۔
صرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا ہے۔
اور!
علم و ادب کا دانا ہے۔

اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ امور میں زبانِ عربی کیسی مکمّل اور ہمہ گیر ہے۔ اور یہی اوصاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبانِ عربی ہی ان تمام زبانوں کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی متمدن حصۂ عالم پر پائی گئی تھیں۔ جیسا کہ حضرت سام علیہ السلام ان ممالک کے جملہ باشندۂ اقوام کے پدر بزرگوار ہیں۔

Marfat.com

سیدنا ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیدنا ابراہیم کے باپ کا نام آذر تھا۔ جو بادشاہ وقت نمرود کا مقرب اور مصاحب تھا۔ نمرود خدائی کا دعویدار تھا۔ اپنے آپ کو خدا کہتا اور کہلواتا تھا۔ نمرود کے بت ہر گھر میں موجود تھے جنہیں لوگ پوجتے تھے۔ یہ بت آذر بناتا تھا کیوں کہ وہ فن بت تراشی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

سیدنا ابراہیم کو بت پرستی سے نفرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھادی تھی کہ عبادت اور سجدے کے قابل وہی ہستی ہو سکتی ہے جس کو فنا نہیں۔ چاند ستارے سورج یہ سب فانی چیزیں تھیں۔ اور بت تو اس قابل ہرگز نہ ہو سکتے تھے کہ وہ انسانی ہاتھوں کی پیداوار تھے۔

عمر گزرتی رہی۔

عجیب و غریب واقعات رونما ہوتے رہے۔

جن میں سے سیدنا ابراہیم کا عبادت گاہ میں اپنے ہاتھوں سے سینکڑوں بتوں کا توڑنا اور آتش نمرود میں کود پڑنا مشہور واقعات ہیں۔

اس وقت آپ کی عمر ۷۵ برس کی تھی جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ اپنی زادبوم اور باپ کے وطن سے ہجرت کر کے کنعان بن حام کے علاقہ میں وارد ہوئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی زوجہ سری (سارہ) اور برادر زادہ لوطؑ تھے۔

خدا نے وعدہ کیا تھا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

پھر وہ مصر گئے۔

فرعون مصر نے سیّدہ سرّی (سارہؑ) کو حسین وجمیل دیکھ کر اپنے محل میں طلب کر لیا۔ سیّدہ نے بارگاہِ ایزدی میں اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کی دعا کی۔ آناً فاناً فرعون پر قہرِ خداوندی نازل ہوا۔ اس نے گڑگڑا کر سیّدہ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اپنی نازیبا حرکت کی معافی مانگی۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیّدہ نے اسے معاف کر دیا اور ہرجانہ کے طور پر اپنی حسین وجمیل بیٹی ہاغار (عبرانی نام) کو لونڈی بنا کر ان کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں سے کنعان واپس آئے۔ تب لُوطاں سے جدا ہو کر دریائے یردن کی ترائی کی طرف چلے گئے اور شہر سدوم میں آباد ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ ۸۶ برس کے تھے جب اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے ابراہیم جب تمھارا بچہ ۸ دن کا ہو جائے تو اس کا ختنہ کیا کرو۔ اور ہمارا یہ ابدی نشان تمھاری نسل میں باقی رہے گا۔

اس وقت اسمٰعیلؑ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب ان کا ختنہ ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی جب بی بی سارہ کے بطن سے اسحاق پیدا ہوئے۔ آٹھ دن کے بعد ان کا ختنہ کیا گیا۔ پھر جوان ہونے پر اسحاق نبی کی شادی ربقہ سے ہوئی جو حضرت ابراہیم کے بھائی نحور کی پوتی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ہے اور ابوالانبیا بھی۔

marfat.com

Marfat.com

کیوں کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد انہی کی نسلِ پاک سے نبی مبعوث ہوتے رہے۔ ان کی اولاد سے باہر پھر کوئی نبی اور کوئی رسول دنیا میں نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیم علیہ السلام ہی کی ذرّیت میں کر دیا۔"

(۲۹ : ۲۷)

اس لیے حضرت ابراہیمؑ کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے۔

آپ نے ۱۷۵ برس کی عمر میں وفات پائی اور انھیں مکفیہ کے مغارہ میں جو ممرے سے آگے ہے دفن کیا گیا۔

اُمّ المسلمین ہاجرہ علیہا السّلام

سیّدہ ہاجرہ بڑے درجے کی خاتون ہیں۔ حضرت اسمٰعیل انہی کے فرزند ہیں۔

آپ کی شانِ نزول ملاحظہ ہو:

۱۔ کبیرۂ مصر

آپ شاہِ مصر کی بیٹی تھیں۔

۲۔ زوجِ خلیل الرحمانؑ علیہ السلام

۳۔ محدثہ ملائک

محدث بفتح دال اسے کہتے ہیں جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہ کے پاس ملائک کا آنا اور باتیں کرنا تورات اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے انھیں محدثہ کہا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

۴۔ والدۂ اسمٰعیل علیہا السلام
۵۔ ام العرب المستعربہ
۶۔ بانیہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ
۷۔ جدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ہاجرہ کا نام عبرانی زبان میں ہاغار ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سائرہ یا سارہ کی کرامت کو دیکھ کر اپنی بیٹی ہاجرہ کو سارہ کے ساتھ کر دیا تھا تب ان کا نام آجر ٹھہرا یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سارہ اور حضرت ابراہیمؑ کو فرعون کے ظلم سے اٹھانی پڑی۔

پھر جب انھوں نے اللہ کے حکم سے ہجرت کی اور انھیں مکہ کی حدود میں لا کر چھوڑ دیا گیا تاکہ ان کی اولاد بیت اللہ شریف کی آبادی اور توحید کی منادی کرے تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔ اور یہی نام مشہور ہوا۔

اولاد نہ ہونے کی وجہ سے سیدہ سارہ نے سیدہ ہاجرہ کو اپنی رضا سے حضرت ابراہیمؑ کی زوجیت میں دیا تھا۔ اور وہ نکاح سے پہلے ہی سال میں حاملہ ہو گئیں۔

ابھی یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے سامنے آ کر سیدہ ہاجرہ کو بشارت دی کہ وہ بیٹا جنے گی اور اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا اور یہ بھی بتا دیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ بنو اسمٰعیل کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے لہٰذا اس کی تقریب یہ ہو گئی کہ ہاجرہ کے حاملہ ہوتے

marfat.com
Marfat.com

ہی ہاجرہؑ کی محبت اور الفت سارہؑ کے دل سے جاتی رہی مشیّتِ ایزدی سے سارہؑ کے دل میں رشک وحسد پیدا ہو گیا اور رقابت کی آگ دل میں بھڑک اٹھی۔

وہ یہ سمجھنے لگیں کہ وہ خود تو اب تک بانجھ پن میں زندگی گزار رہی ہیں لیکن ہاجرہؑ چونکہ حاملہ ہو چکی ہے لہٰذا وہ انھیں حقیر سمجھتی ہے۔ اور خود کو سارہؑ سے بلند جانتی ہے۔

جب اسمٰعیلؑ تولد ہوئے تو سارہ کی آتشِ رقابت شعلۂ جوالہ بن گئی۔

کچھ دنوں کے بعد انھوں نے حضرت ابراہیمؑ پر زور دیا کہ ہاجرہ کو ان کے بچے سمیت الگ کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کو بھی اپنی بندی سارہؑ کی خوشنودی منظور تھی اور پھر خدا کو بنو اسمٰعیلؑ سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا بھی منظور تھا اور اس کام کے لیے کوئی وجہِ جواز کا پیدا ہونا بھی لازمی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ابراہیمؑ کو حکم دے دیا کہ جس طرح تمھاری بی بی سارہ کہتی ہے ویسے ہی کرو اور ہاجرہ کو اسمٰعیلؑ کے ساتھ میرے گھر کے قریب سنسان بیابان میں لے جا کر چھوڑ دو۔

جب ابراہیمؑ ان دونوں کو وہاں لے گئے تو اس واقعہ کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

ابراہیمؑ نے عرض کی:

" اے رب! میں اپنے کنبے کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں (چھوڑے

marfat.com
Marfat.com

جانتا ہوں) کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔"

یہ منظر صحیح بخاری میں یوں درج ہے:

مکہ میں اس وقت نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا جب حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی نے پوچھا:

"ہمیں کس کے پاس چھوڑ چلے؟"

جواب دیا:

"اللہ کے پاس۔"

ہاجرہ نے کہا:

"میں اللہ تعالیٰ کی رضا پہ راضی ہوں۔"

تورات کی کتاب پیدائش میں ہے:

جب بی بی ہاجرہؑ کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اسمٰعیلؑ پیاس کے مارے جاں بہ لب ہو گئے تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ پھر حاضر ہوا اور بی بی ہاجرہؑ سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسمٰعیلؑ کی نسل کی کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ بھی ان کے لیے پیدا کر دیا۔ یہ چشمہ اسمٰعیلؑ کے کرب سے ایڑیاں زمین پہ رگڑنے کی وجہ سے پھوٹ نکلا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ:

بی بی ہاجرہ نے ایک آواز سنی تو انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ:

"اگر تم کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہو تو تم سامنے آ کر بات کرو۔"

marfat.com
Marfat.com

تب جبرئیل سامنے آ گئے۔

انھوں نے زمین پر ایڑی کو زور سے مارا اور زمین سے صاف شفاف پانی پھوٹ پڑا۔

صحیح بخاری اور تورات کی ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہ علیہا السلام کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آ کر ان سے ہم کلام ہوتا اور کبھی آسمان سے ندائے غیبی کی صورت میں ان کو خطاب کرتا اور پھر ان کی کرامت کے لیے چشمہ یا کنواں بھی غیب سے ظاہر ہو گیا۔

حیف صد حیف!

کہ اہلِ کتاب ان فضائل سے آنکھیں موند کر سیدہ ہاجرہ کے درجہ کو گھٹانے کی غرض سے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ:

"وہ تو محض لونڈی تھیں۔"

مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعونِ مصر نے حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خدمت کے لیے انھیں پیش کیا تھا۔

صحیح بخاری کتاب الہبہ میں ہے کہ:

"ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیمؑ اور سارہؑ ہجرت کر کے مصر گئے تھے وہاں سارہؑ کو ہاجرہؑ ہبہ میں ملی اور سارہ نے آ کر ابراہیمؑ سے کہا آپ کو خبر ہے کہ خدا نے کافر کو ذلیل کیا اور اس نے ہمیں ایک لڑکی ہماری خدمت کے لیے دی ہے۔"

marfat.com
Marfat.com

صحیح بخاری عن ابن عباسؓ کتاب الانبیا میں ہے :

" ابن سیرین نے ابو ہریرہؓ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ (شاہِ مصر نے) ہاجرہؑ کو خدمت کے لیے دیا تھا۔"

مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھ لینا کہ حضرت ہاجرہؑ محض لونڈی تھیں بالکل ہی غلط اور نامناسب ہے۔ اہلِ کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں :

یہودیوں کے زبردست مفسرِ تورات شلومو اسحاق نے باب ۱۶ کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہؑ کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کیے ہیں :

" وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے سارہؑ کی کرامت کو دیکھا تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔"

اس شہادت سے صاف واضح ہو گیا کہ :

۱۔ ہاجرہ شاہِ مصر کی دختر تھیں۔

۲۔ شاہِ مصر پر حضرت سارہؑ کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔

مبارک ہے سارہؑ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا۔

مبارک ہے ہاجرہؑ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے

marfat.com
Marfat.com

خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ہوئی۔

ربی شلوموعفسر تورات کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس قدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں:

۱۔ وہ لونڈی غلام جو جنگ میں بطورِ غنیمت حاصل ہوتے ہیں ان کو "شیبوت حرب" بولا جاتا ہے۔

۲۔ وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو "معنت کسف" بولا جاتا ہے۔

۳۔ ایسے بچے جو لونڈی یا غلام سے پیدا ہوتے ہیں ان کو "یلید بایث" کہا جاتا ہے۔

اب تمام تورات کو پڑھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی ایک لفظ بھی بی بی ہاجرہؑ کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ تورات میں یہ لکھا ہے کہ سارہ نے ہاجرہ کو امتی کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ امتہ کا ہم معنیٰ ہے جس کا ترجمہ بعض جگہ لونڈی بھی کیا گیا ہے مگر یہ تو بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ اگر ایک سوت نے اپنی سوت کو غصے کی حالت یا رنج و غم کے عالم میں امتی کہہ دیا ہو تو اسے حقیقی معنیٰ میں صحیح ہی تصور کر لیا جائے۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ فرعونِ مصر نے ہاجرہؑ کو حضرت سارہؑ کی خدمت کے لیے دیا تھا ممکن ہے اعتراض کرنے والے اسی اقرار کو ہاجرہ خاتون کے لونڈی ہونے کی قطعی دلیل

marfat.com
Marfat.com

بتائیں لہٰذا انھیں اوّل کتاب پیدائش کے ۳۰ باب کو بڑے غور و تعمق کے ساتھ پڑھنا چاہیے :

۱. حضرت یعقوبؑ کی بیوی لیاہ خاتون کی لونڈی کا نام زلفہ تھا. اور زلفہ خاتون حضرت یعقوبؑ کے دو فرزندان مسمیان جدؔ اور آشرؔ کی والدہ ہے۔

۲. حضرت یعقوب کی بیوی راحیل خاتون کی لونڈی کا نام بلہہ تھا اور بلہہ خاتون حضرت یعقوبؑ کے دو فرزندان مسمیان دانؔ اور نفتالیؔ کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند جدو، آشر، دان اور نفتالی اسرائیل کے ان بارہ فرزندوں میں سے ہیں جن کو یعقوبؑ و موسیٰؑ اور داؤدؑ و عیسیٰؑ علیہما السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور توراۃ کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بتایا گیا یا لونڈی بچہ نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور بلہہ کے ذکر کو چھوڑ دیجیے خود لیاہ اور راحیل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوبؑ کے ماموں کی لڑکیاں اور توراۃ کی رو سے دونوں حضرت یعقوبؑ کی بیویاں ہیں یہ دونوں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار ان الفاظ میں کرتی ہیں :

"راحیل اور لیاہ نے جواب میں اس سے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے۔ کیا ہم اس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں؟ کہ اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور خود ہمارا مال بھی کھا بیٹھا۔"

marfat.com
Marfat.com

راحیل اور لیاہ وہی دو خواتین ہیں جن کے فرزند موسیٰ اور داؤ د علیہما السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے اپنے زرخرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔

کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہؑ کی شان میں کچھ کہنے کا رہ جاتا ہے۔ حالاں کہ حضرت ہاجرہؑ کے متعلق ایسا کوئی لفظ تورات میں موجود نہیں۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی لیکن کوئی شخص بھی حضرت انسؓ کو غلام نہیں کہتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا محترم کا اصلی نام شیبہ تھا مگر وہ مدت العمر تک اپنے محسن چچا مطلب کی شکر گزاری میں اپنے آپ کو عبدالمطلب کہلاتے رہے حتیٰ کہ یہی لقب ان کے اصلی نام پر غالب آ گیا لیکن کوئی مؤرخ بھی ان کو مطلب کا غلام نہیں لکھتا۔

یعقوب علیہ السلام نے ننھیال سے واپس آ کر اپنے بھائی عیسو کے لیے کچھ تحفے بھیجے تھے اور اپنے ملازم کو تاکید کر دی تھی کہ عیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کرے:

"تیرے غلام یعقوبؑ نے یہ تحفے بھیجے ہیں۔ تیرا غلام یعقوبؑ خود بھی پیچھے آ رہا ہے۔"

غور کا مقام ہے کہ ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوبؑ کو عیسو کا غلام یا نوکر نہیں سمجھتا۔

دہلی کے شریف گھرانوں میں بیٹی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں۔
ان اشارات کے بعد یقیناً کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

marfat.com
Marfat.com

سیدنا اسمٰعیل علیہ السّلام

آپ خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم کے پہلوٹے فرزند ہیں جو ہاجرہ خاتون کے بطنِ اطہر سے پیدا ہوئے۔

باپ نے ان کا نام اسمٰعیل رکھا جو سمیع اللہ کا ہم معنیٰ ہے۔ یہ معنیٰ توراۃ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ ان کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیمؑ نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا کیوں کہ یہ حکم اسی روز نازل ہوا تھا۔

خدا نے ابراہامؑ سے کہا:

"تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمھارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو۔ سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔"

پس اسمٰعیل علیہ السلام وہ عظیم فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدائے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزندِ عہد ٹھہرے۔

حیف صد حیف کہ عیسائی حضرات ایسے مبارک مولود کی اس فضیلت پر غور نہیں کرتے۔

حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

نے اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب شہر مکہ بستا ہے۔ پھر ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام ہی نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی۔

قرآن مجید میں مذکور ہے کہ:

"جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔"

اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنوجرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔

بنوجرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقے کا واحد فرماں روا تھا۔ ایسے اعلیٰ اور عظیم خاندان کی لڑکی کا رشتہ مل جانے کی وجہ صرف سیدہ ہاجرہ کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی جو عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے مخفی نہ رہ سکتی تھی۔

تورات میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی اپنے آبائی وطن مصر میں کسی جگہ کی تھی۔ عین ممکن ہے کوئی مصری عورت بھی اسمٰعیلؑ کی زوجہ ہونے کا شرف رکھتی ہو لیکن یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد جرہمی عرب بیوی ہی سے ہوئی۔

حضرت اسمٰعیلؑ ہی وہ عظیم بزرگ ہیں جن کو ذبیح اللہ کا لقب حاصل ہوا۔

اہل کتاب کا یہ دعوٰی ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ اور جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ مسلمانوں کا حضرت اسحاقؑ کے ذبیح ہونے سے انکار معاذ اللہ

marfat.com
Marfat.com

اس بنیاد پر نہیں جس بنیاد پر اہل کتاب کا ہے۔

اہل کتاب اسمٰعیل علیہ السلام کی ہر ایک فضیلت سے انکار کرنے کو لازمۂ مذہب سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہم السلام دونوں برابر ہیں۔ ہم ہر ایک نبی پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ لہٰذا یہ کسی مسلمان سے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کسی نبی اللہ کی فضیلت کا انکار محض حسد و عناد سے کرے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

چنانچہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت قرآن مجید سے ملتی ہے :

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"ابراہیمؑ نے کہا میں اپنے خدا کی طرف جاتا ہوں۔ وہی میری راہنمائی کرے گا۔ اے خدا مجھے نیک بیٹا عطا کر تب ہم نے اسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی پھر ایسا ہوا کہ ابراہیم اس لڑکے کو لے کر مقام سعی پر پہنچا اور اسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے۔ بیٹا بولا اے باپ کر گزر جو تجھے حکم ملا ہے۔ انشاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا۔ جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکا لی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم اس طرح احسانات والوں

marfat.com
Marfat.com

کو بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا
پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنا دیا اور اس
قربانی کو آنے والی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر
سلام ہو۔ ہم احسانات والوں کو اسی طرح بدلہ
دیا کرتے ہیں اور ابراہیم تو ہمارے ان بندوں میں
سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں اور پھر ہم نے ابراہیمؑ
کو اسحاق کی بشارت دی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔"

(۳۷ : ۹۹ : ۱۱۲)

ان آیات سے وجہ استدلال یہ پیدا ہوئی کہ :

۱۔ ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے
اول ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر
کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے ختم ہو جانے
کے بعد پھر اسحاق کی بشارت کا ذکر فرمایا اب اگر غلام حلیم
وہی اسحاق ہیں تو بَشَّرْنَاہُ بِاِسْحٰقَ فرمانا اس سارے
قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں رہ سکتا۔ اس کی تائید
سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیات سے بھی ہوتی ہے۔
جن میں حضرت اسحاق کی صفت "بغلام علیم" فرمائی گئی ہے۔
گویا اسمٰعیل غلام حلیم تھے اور اسحاق غلام علیم۔

اس استدلال کے خاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے
کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں
یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر۔ یہ امر تورات
سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحاق کی پیدائش حضرت

marfat.com
Marfat.com

اسمٰعیلؑ سے ۱۴ سال بعد ہوئی تھی اس وقت تک اسمٰعیلؑ ہی اکلوتے فرزند تھے اس لیے ظاہر ہے کہ حضرت اسحاقؑ کو اکلوتا نہیں کہا جا سکتا کہ جب ان کا بڑا بھائی موجود تھا۔

قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد اسحاقؑ کی بشارت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی حضرت اسحاقؑ کی ولادت سے قبل وقوع میں آچکا تھا اور چونکہ اس وقت اسمٰعیلؑ ہی واحد پسر اپنے باپ کے تھے اس لیے اکلوتے کی صفت ان ہی پر صادق آتی ہے۔

۲- دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ آیات مندرجہ بالا نے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کیا ہے۔ یعنی اس عظیم قربانی کو آئندہ نسلوں میں ہمیشہ کے لیے جاری رکھا جانا اور فدیہ ذبح قرار دیا گیا ہے۔ اب خدا بنو اسمٰعیلؑ کی قوموں کے حالات اور بنو اسحاقؑ کی قوموں کے حالات ساری دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ان کے رسم و رواج پر نظر ڈالیے۔ ہر ایک شخص بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں ذبح کی یادگار پانچ ہزار سال سے زائد عرصہ سے لگاتار ادا ہوتی چلی آرہی ہے۔ اور کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام و نشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ غور کا مقام ہے۔

اب ہم اس کے ثبوت میں توراۃ ہی کے مندرجات کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے:

"۶- اونٹنیاں کثرت سے تجھے آکے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفا کے اونٹ۔ وہ سب جو سبا کے ہیں

marfat.com
Marfat.com

آئیں گے۔ وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔"

"۷۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی اور بنیت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔"

(۶۰ باب ۶-۷ درس)

ملاحظہ ہو :

مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے۔ یہ سب بنو اسرائیل ہرگز نہیں ہیں۔ قیدار اور بنیت خاص اسمٰعیلؑ کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو خدا کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت والے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا جو اسمٰعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرداگرد ان کی اولاد قیدار اور بنیت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں۔ اس روشن دلیل سے انکار کرنا بلاشبہ بدیہیات سے انکار کرنا ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی فطری نسلی اور قدرتی خصوصیات اور فضیلتیں بھی ذرا ملاحظہ ہوں :

۱۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز، یمن اور حضرموت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

۲- ان کا وجودِ مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔

۳- وہ ابراہیم علیہ السلام کے بہلوٹے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی۔

۴- وہ سیّدہ ہاجرہ کے اکلوتے جگر گوشہ ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں جو مصر کی شہزادی تھیں اور پھر اپنے شوہر کے ساتھ کئی برس تک فلسطین اور شام میں رہنے کے بعد آخر کار خطۂ عرب میں آباد ہوئیں۔

۵- وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔

۶- اسمٰعیل علیہ السلام کا مسکن ایسی جگہ ہے جس کے ایک طرف مصر ہے جہاں ان کے ننھیال ہیں۔ دوسری طرف عراق ہے جہاں ان کے ددھیال ہیں۔ تیسری طرف شام ہے جہاں ان کا بھائی اسحاق رونق افروز ہے۔ چوتھی طرف یمن ہے جہاں ان کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔

۷- عیسو بن اسحاق خود ان کا داماد اور بھتیجا ہے جو اٹلی کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔

۸- اسمٰعیل علیہ السلام کی مادری زبان قبطی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے۔

۹- ان کے سسرال خالص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انہی سے اسمٰعیل علیہ السلام نے عربی زبان پر عبور حاصل کیا تھا۔

ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغِ دین اور اشاعتِ توحید کے جو مواقع قدرتِ ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے

marfat.com
Marfat.com

یہ بتاتے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نامبردار فرزند کُل کائنات کی ہدایت کے لیے چنا جائے اور خدا کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا عظیم لقب "رحمۃ اللعالمین" ہو۔

قرآن مجید میں اسمٰعیل کی تعریف یوں فرمائی گئی ہے :

"ذکر کر کتاب میں اسمٰعیل کا کہ وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ یعنی صدقہ اور پاکیزگی کا حکم دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کریم کا پسندیدہ تھا۔" (سورۃ مریم)

آیتِ بالا میں اسمٰعیل علیہ السلام کو وعدہ کا سچا بتلایا گیا ہے اس وعدہ کا علم ہم کو اس دوسری آیت سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

"ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ سے عہد کر لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔"

(سورۃ البقرہ)

پس دونوں آیتوں کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسمٰعیل سے لیا تھا اسے انھوں نے پورا کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کو اعتقادِ صحیح، اعمالِ صالح، ارکانِ محکم، شرعِ روشن اور واضح ہدایت کی تعلیم فرمائی اور امثال اور تفہیم و تبلیغ کے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو بلا شک و شبہ انہی کی شانِ عالیہ کے شایاں تھے۔

تورات کے مطالعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ گو حضرت

Marfat.com

اسحاقؑ کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی سکونت عرب میں تھی اس کے باوجود دونوں بھائی اکثر اکٹھے مل بیٹھ کر ایک دوسرے کے شریکِ رنج وراحت ہوا کرتے تھے۔ واضح ثبوت اس امر کا یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو انہی دونوں بھائیوں نے مل کر انھیں دفن کیا تھا۔

حضرت اسمٰعیل واسحاق علیہم السلام کی اولاد کے اندر ایک اور بھی عجیب اتفاقیہ مماثلت پائی جاتی ہے۔

حضرت اسمٰعیل کے فرزندِ دوم قیدار کی نسل میں نورِ نبوت کا ظہور ہوا۔ اسی طرح حضرت اسحاقؑ کے بھی فرزندِ دوم حضرت یعقوبؑ کی نسل میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے فرزندِ اوّل نبیت اور حضرت اسحاق کے فرزندِ اوّل عیسو دونوں ہی اس شرف سے محروم رہے۔

تورات کی رُو سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ برس کی عمر پائی اور تاریخِ مکہ میں ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اپنی والدہ کے پہلو میں مطافِ کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔

سبحان اللہ!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کہ:

"اے رب میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔"

اس کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی ان نفوسِ قدسیہ نے جوارِ بیت اللہ شریف کی قربت یعنی ہمسائیگی خانہ کعبہ کو ترک نہیں کیا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند ہوئے جس کی شہادت تورات سے ملتی ہے ان کے نام یہ ہیں :

۱- بنیت ۲- قیدار

۳- ادبئیل ۴- مبسام

۵- دومہ ۶- سمعا

۷- مشا ۸- حدر

۹- تیمہ ۱۰- وطور

۱۱- نفیس ۱۲- قدمہ

آپ کے یہ بارہ بیٹے اپنی اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی ان ہی کے ناموں پر مشہور ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تورات میں ان الفاظ کا اندراج ہوا تھا تب ابنائے اسمٰعیلؑ کی بستیاں اور قلعے ان ہی کے ناموں سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زدِ عام و خاص تھے لیکن آج ان سب کا نشان صحیح اور واضح طور پر نہیں ملتا۔ تاہم جن جن کا نشان ملتا ہے وہ سب کے سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں۔ اور اس طرح تورات کے اس فقرہ سے کہ اسمٰعیلؑ فاران کے بیابان میں رہا ان کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ فاران عرب ہی میں واقع ہے اور بلاشبہ مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

ینبوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام بنیت ہے۔ یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ بنیت ہی کی آبادی ہے۔ اس آبادی سے کچھ فاصلے پر شہر الحضیر ہے جس کے حرف ضؔ کا تلفظ دال سے مشابہ ہے اس لیے یقیناً اس شہر کا ابتدائی نام القیدر تھا۔

marfat.com

Marfat.com

میسام کے نشانات نجد میں ملتے ہیں۔

دومہ مدینہ اور شام کے درمیان موجود ہے۔ اور عرب ہی کے اندر واقع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس جگہ عیسائیوں کی ریاست تھی اور یہ شہر دومۃ الجندل کے نام سے مشہور تھا۔

مشا غالباً یمن میں گیا تھا کیونکہ وہاں موسیٰ نام کی بستیاں آج بھی موجود ہیں۔

حدر کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر بہت بڑا قبیلہ ہے۔

تیمہ نام کی بستی اب تک موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس بستی والوں نے اہل فدک کے ساتھ اسلام کی اطاعت قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل واقع ہے اور راہ خیبر کے بالکل قریب ہے۔

قدمہ بھی غالباً یمن ہی میں تھا۔ مسعودی نے قوم قدمان کا ذکر کرکے انھیں بنو اسمٰعیل بتایا ہے۔

باقی بستیوں کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔

قصہ مختصر یہ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی وہ برگزیدہ نبی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ارجمند ہیں جن کی قربانی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ یہی وہ فرزند ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے باپ ابراہیم کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی عمارت تعمیر کی تھی۔

اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ پر اور ان کی آل و ازواج پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین !

Marfat.com

عدنان

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ ان کا اللہ کی طرف سے محترم ہونا اس امر سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بخت نصر نے عرب پر پہلا حملہ کیا تب ارمیاہ برخیاہ علیہم السلام نے بخت نصر پر یہ بات واضح کردی تھی کہ چونکہ عدنان کی ذات اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اس لیے اس پر حملہ نہ کرنا۔ دوسرے قبیلوں پر حملہ کرنے کی اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے۔

بخت نصر نے عدنان کے قبیلہ کا احترام کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا اور باقی قبائل پر حملہ کرنے کے بعد انھیں قیدی بنا کر ہمراہ لے گیا اور انھیں وادی فرات میں لے جاکر آزاد کردیا۔ وہ قبیلے وہیں آباد ہوگئے اور بعد میں انہی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد رکھی۔

عدنان کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ معد
۲۔ عک

معد وہ ہیں جن کا نام عمود نسب نبوی میں آتا ہے۔

عک وہ ہیں جنھوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔

اس امر کا ثبوت ان کتبات سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو ۱۸۳۴ میں حصن الغراب سے ملے تھے۔

(خطبات احمدیہ)

marfat.com
Marfat.com

مَعَد

بخت نصر نے جب عرب پہ دوسرا حملہ کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے تھے مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کی طرف لے گئے تھے۔ آہستہ آہستہ جب بخت نصر کا دباؤ عرب سے اٹھ گیا۔ تب معد بھی عرب میں واپس آگئے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش شروع کی۔ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ اس قبیلہ میں سے صرف جرہم بن جلہمہ باقی رہ گیا ہے۔ تب معد نے جرہم کی بیٹی سے شادی کرلی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس بی بی سے نزار پیدا ہوا۔

عیسائیوں کی تحقیق کے مطابق حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ ۵۸۰ سال قبل مسیح ہے۔ چوں کہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر اور دوست ہیں اس لیے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عدنان کے درمیان ۱۱۵۸ سال کا عرصہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عدنان تک ۲۱ پشتیں ہیں۔ اس طرح ہر ایک پشت کا اوسطاً زمانہ ۵۰ سال نکلا۔

چوں کہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے اس لیے اس اوسط کی صحت میں کسی قسم کا مبالغہ یا شک نہیں۔

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

۱۔ نزار
۲۔ قنص (اولاد قنصی کہلاتی ہے)۔

ابن سعد نے معد کی اولاد دو سے زیادہ بتائی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نزار

ان کی کنیت ابوایاد ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے :

۱۔ مضر ۲۔ ایاد ۳۔ ربیعہ ۴۔ انمار

نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ وسلاح اور ایاد کو بھیڑیں اور بکریاں اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔

مضر اور ربیعہ کی نسل وسط عرب میں، انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں، ایاد کی اولاد ثغور و اطراف میں پائی جاتی ہے۔

مُضر

اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں مضر ہی سب سے زیادہ دولت مند اور صاحب ثروت و حشمت تھے۔ چوں کہ باپ نے تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں سرخ خیمہ اور دینار وغیرہ ان ہی کو دی تھیں اس لیے وہ مضر الحمرا کے نام سے مشہور ہو گئے۔ مضر دینِ حنیف پہ تھے۔

الیاس

ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب یہ فوت ہو گئے تو ان کی بیوی نے ان کی موت کا اتنا غم کیا کہ اس کے بعد وہ مدت العمر کبھی سایہ میں

marfat.com
Marfat.com

زبیڈیس - ان کا لقب کبیرِ قوم تھا۔
ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے :
الیاس کے تین بیٹے تھے :
۱- مدرکہ ۲- طابخہ ۳- نفیس عیلان
طابخہ کا بیٹا عد اس کا بیٹا مرو اس کا بیٹا تمیم تھا۔
تمیم کی اولاد بنو تمیم کہلاتی ہے۔
نفیس عیلان کے دو بیٹے تھے :
۱- سعد ۲- حصفہ
سعد کا بیٹا غطفان تھا جس کی اولاد بنو غطفان ہے۔
حصفہ کا بیٹا عکرمہ اس کا بیٹا منصور تھا۔
منصور کے دو بیٹے تھے :
۱- ہوازن : اولاد بنو ہوازن ہے۔
۲- سلیم : اولاد بنو سلیم کہلاتی ہے۔
ہوازن کے دو بیٹے تھے :
۱- بکر ۲- ثقیف : اولاد بنو ثقیف ہے۔
بکر کا ایک بیٹا سعد تھا - اسی سے بنو سعد بکر ہیں - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حلیمہ سعدیہ کا نسب اسی خاندان سے جا کر ملتا ہے۔

غطفان کے دو بیٹے تھے :
۱- اشجع : اولاد بنو اشجع کہلاتی ہے۔
۲- رائش اس کا بیٹا بغیض اس کا بیٹا ذبیان تھا جس کی اولاد بنو ذبیان کہلائی - اس کا بیٹا فزار تھا جس کی اولاد بنو فزار کہلاتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

مُدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل تھی۔ مدرکہ اور ان کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر مامور تھے۔ اونٹ بھاگ نکلے۔ عمرو ان کے تعاقب میں دور تک گئے اور اونٹوں کو جا کر قابو کر لیا۔ چھوٹے بھائی نے ان کی واپسی تک کھانا تیار کر لیا تھا۔ باپ نے یہ قصہ سن کر عمرو کو مدرکہ اور چھوٹے بھائی کو طابخہ کا خطاب دیا۔ اور پھر خطاب ہی ان کے اصل ناموں پر غالب آ گئے۔

مدرکہ کی اولاد کا شجرہ یہ ہے :

مدرکہ کے دو بیٹے ہوئے :

۱۔ خزیمہ

۲۔ ہذیل : اولاد بنو ہذیل کہلائی۔

عبداللہ بن مسعود صاحب النعلین والوسادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب گیارہ واسطوں سے ہذیل تک پہنچ جاتا ہے۔

خُزیمہ

ان کی کنیت ابو الاسد تھی۔

ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے :

خزیمہ کے تین بیٹے تھے :

۱۔ کنانہ

۲۔ ہون : ان کی اولاد بنو ہون کہلاتی ہے۔

۳۔ اسد : اولاد بنو اسد کہلائی۔

marfat.com
Marfat.com

بون کا بیٹا قارہ تھا۔

قارہ کے دو بیٹے تھے :

۱۔ دیش : اولاد بنو دیش کہلائی یا دیشی کہلاتی ہے۔

۲۔ عضل : اولاد عضلی کہلاتی ہے۔

اسد کے چار بیٹے تھے :

۱۔ حملہ : اولاد حملی کہلائی۔

۲۔ کاہل : اولاد کاہلی کہلاتی ہے۔

۳۔ عمرو : اولاد عمروی کہلائی۔

۴۔ دودان : اولاد دودانی کہلاتی ہے۔ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودانی ہیں۔

کنانہ

ان کی کنیت ابوالنضر تھی۔

صحیح مسلم کی روایت واثلہ بن الاسقع میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔"

سبحان اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

کنانہ کی اولاد کا شجرہ یہ ہے :

کنانہ کے چھ بیٹے تھے :

۱۔ نضر : اولاد بنو نضر کہلاتی ہے۔

۲۔ مالک : اولاد بنو کنانہ کہلاتی ہے۔

۳۔ عبدمناۃ : اس کا ایک بیٹا خزیمہ یا مصطلق تھا جس کی اولاد بنو مصطلق کہلاتی ہے۔

۴۔ عمر : اولاد عمریوں کہلائی۔

۵۔ احابیش : اس کی اولاد احابیشی کہلاتی ہے۔

۶۔ عامر : اس کی اولاد عامریوں کہلائی۔

نضر

نضر کا اصل نام تو قیس تھا مگر بے حد حسین و جمیل ہونے کی وجہ سے ان کو نضر کہنے لگے تو یہی نام مشہور ہو گیا۔

ان کی کنیت ابو یخلد ہے۔

نضر کا ایک بیٹا تھا :

مالک : جس کی اولاد بنو مالک کہلاتی ہے۔

مالک بن نضر

ان کی کنیت ابوالحارث تھی۔

ان کا سلسلہ نسل یہ ہے : مالک کے دو بیٹے تھے :

۱۔ فہر یا قریش

۲۔ حرث : اولاد مطیبین کہلاتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فہر یا قریش

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے :

"فہر کے وقت میں یمن کا حاکم حسان اپنی فوج کے ساتھ مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور کعبہ یمن میں تعمیر کرلے تاکہ جو توقیر و عظمت خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ کو حاصل ہے وہی شان و شوکت یمن کو حاصل ہو جائے لیکن فہر نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر یمنی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور حسان کو شکست دے دی۔ اسے گرفتار کرلیا گیا۔ تین سال تک فہر نے اسے قید رکھا اور پھر ایک دن اسے آزاد کر دیا۔ وہ یمن کو واپس جا رہا تھا کہ راستہ ہی میں مر گیا۔"

اس فتح سے فہر کی طاقت اور عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔

فہر ہی کا لقب قریش ہے۔

قریش حجاز کی لغت میں وہیل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ عرب کے جملہ قبائل فہر اور اس کی اولاد کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ فہر بھی عرب میں وہیل مچھلی کی حیثیت رکھتا تھا کیوں کہ وہ تمام قبائل سے زیادہ طاقت ور اور نہایت عظیم الشان تھے۔ طاقت اور دولت میں کوئی دوسرا قبیلہ ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

فہر کے دو بیٹے تھے :

۱- غالب

۲- محارب : اولاد بنو محارب کہلاتی ہے۔

غالب

ان کی کنیت ابو تیم تھی۔ اولاد کا سلسلہ یہ ہے :

ان کے دو بیٹے ہوئے :

۱- لوئی

۲- تیم : اولاد بنو تیم یا بنو الادرم کہلاتی ہے۔

لوئی

ان کی کنیت ابو کعب تھی۔

ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے :

لوی کے چار بیٹے ہوئے :

۱- کعب

۲- عوف : ان کی اولاد بنو عوف کہلائی۔

۳- عامر : اولاد بنو عامر کہلاتی ہے۔

۴- حرث : اولاد بنو حارث کہلاتی ہے۔

کعب

اپنے نام کے مطابق کعب بلندی جاہ و حشم اور شان و شوکت میں مسلّم تھا۔ عرب میں ان کا سن پیدائش بھی جاری ہو گیا تھا اور یہ

marfat.com

Marfat.com

سنہ واقعہ فیل تک یعنی تقریباً چار سو سال تک جاری و ساری رہا۔
ان کی کنیت ابو ہصیص تھی۔
ان کا نسلی نسب نامہ یہ ہے :
ان کے سات بیٹے تھے :

۱۔ مرّہ
۲۔ ہصیص : اولاد بنو ہصیص کہلاتی ہے۔
۳۔ سہم : اولاد بنو سہم کہلاتی ہے۔
۴۔ جمح : اولاد بنو جمح کہلاتی ہے۔
۵۔ عدی : اولاد بنو عدی کہلاتی ہے۔
۶۔ جراح : امین الامت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔
۷۔ رزاح : حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب ان ہی سے جا کر ملتا ہے۔

مُرّہ

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں۔
ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے :
مُرّہ کے تین بیٹے ہوئے :

۱۔ کلاب : اولاد بنو کلاب کہلاتی ہے۔
۲۔ تیم : اولاد بنو تیم کہلاتی ہے۔
۳۔ مخزوم : اولاد بنو مخزوم کہلاتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید

marfat.com
Marfat.com

سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی شاخ سے ملتے ہیں۔

کلاب

ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابوزہرہ تھی۔ چوں کہ انھوں نے بہت سے شکاری کتے پال رکھے تھے اس لیے ان کا لقب کلاب ہو گیا تھا اور یہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

کلاب کے دو بیٹے تھے:

۱۔ قصیؔ: اولاد بنو قصی کہلاتی ہے۔

۲۔ زہرہ: اولاد بنو زہرہ اور زہری کہلاتی ہے۔

زہرہ کے دو بیٹے تھے:

۱۔ عبد مناف

۲۔ حارث اس کا بیٹا عبد اس کا بیٹا عوف اس کا بیٹا عبدالرحمٰنؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

عبد مناف کے دو بیٹے تھے:

۱۔ اہیب اس کا بیٹا ابو وقاص مالک اور اس کا بیٹا سعدؓ، یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

۲۔ وہب: حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان ہی بیٹی تھیں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہونے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے چچا اہیب کے زیر سایہ پرورش پائی تھی۔

Marfat.com

قصیؔ

ان کا اصلی نام زید بن کلاب ہے۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا اور ان کی والدہ نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام العذری سے کر لیا جس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قصی نے والدہ کے پاس وہیں رہ کر پرورش پائی۔ جب ذرا جوان ہوئے تو مکہ میں واپس چلے آئے۔

زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے۔ ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں جب قصی واپس مکہ آئے تو زہرہ انھیں دیکھ نہ سکتے تھے لیکن قصی کی آواز اپنے باپ کلاب سے ہو بہو ملتی تھی۔ زہرہ نے اسی آواز سے پہچان کر انھیں اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور پھر ان کے حصہ کی جائداد بھی انھیں تقسیم کر دی۔

ان دنوں مکہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی حبیؔ کی شادی قصی سے کر دی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو دے دیا۔ اور ابو غبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کر دیا۔

حلیل کے فوت ہو جانے کے بعد ابو غبشان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا۔ اس طرح بیت اللہ پر قصی کا قبضہ ہوگیا۔

لیکن بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور قصی کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ دونوں طرف سے جانیں ضائع ہوئیں آخر کار یعمر بن عوف کو فریقین نے ثالث مقرر

imarfat.com
Marfat.com

کر لیا۔ تب یعمر نے یہ فیصلہ کیا کہ :

۱۔ بنو خزاعہ کے جتنے آدمی جنگ میں مارے گئے ہیں قصی ان سب کا خوں بہا ادا کرے۔

۲۔ بنو خزاعہ شہری حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں اور آئندہ مکہ پر قصی حکومت کرے۔

فریقین نے اسی فیصلے پر عمل کیا۔

شہر پر حکومت حاصل ہو جانے کے بعد قصی نے اولادِ فہر کو جا بجا سے طلب کر کے مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت فہر کی اولاد کی بارہ شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب کے سب مکہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ اور اولادِ فہر یعنی قریش کی عزت سارے ملک میں مسلّم ہو گئی۔

قصی کی اولاد کا شجرہ حسب ذیل ہے :

قصی کے تین بیٹے تھے :

۱۔ عبد مناف

۲۔ عبد الدار : عثمان بن طلحہ کا سلسلہ نسب عبد الدار سے ملتا ہے اور اسی خاندان میں کعبہ کی کلید برداری چلی آتی ہے۔ عثمان کے فرزند کا نام شیبہ تھا اس لیے یہ لوگ بنو شیبہ کہلاتے ہیں۔

۳۔ عبد العزیٰ : ان کا بیٹا اسد تھا جس کی اولاد اسدی کہلاتی ہے۔ اسد کا بیٹا خویلد تھا۔

خویلد کے دو بیٹے تھے :

۱۔ عوام ان کا بیٹا زبیرؓ تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

Marfat.com

۲- نوفل : ان کا بیٹا ورقہ تھا جو مومنِ نبوتِ محمدیہ اور حضرت خدیجہ کا چچیرا بھائی تھا۔

۳- خویلد کی ایک بیٹی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ام المومنین یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔

قصی کی دو بیٹیاں تخمر اور برہ تھیں۔ اور یہ سب بہن بھائی ایک ہی والدہ مسماۃ حُبّیٰ کے بطن سے ہیں۔

عبد مناف

ان کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ والدہ انھیں فرمانے لگیں کہ مناۃ پر جاؤ۔ یہ اس بت کا نام تھا جسے مناف بھی کہتے تھے۔ تب عرفِ عام میں یہ عبدِ مناف مشہور ہو گئے۔ یہ حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اس لیے انھیں قمر البطحا بھی کہا جانے لگا۔ یہ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی اور حق شناسی کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا جو حضرت اسمٰعیل کے سسرال تھے۔ صدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر رہی اور بیت اللہ ان کے قبضہ میں رہا۔ پھر عمالقہ کا قبضہ ہوا۔ اور دوسری بار بنو جرہم نے پھر قبضہ کر لیا۔ جب وہ ظلم و ستم کرنے لگے تو عمرو بن لحی خزاعی نے جو بنو جرہم کا ہمشیر زادہ تھا ان کو مکہ سے نکال دیا۔ اس طرح بنو جرہم کا ظلم تو ختم ہو گیا مگر ابن لحی نے بت پرستی کو رواج دے دیا۔ اس نے مصر و شام کے سفر میں قوم عمالقہ کو بت پوجتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اسی اعتقاد سے وہ وہاں سے ایک بت مکہ میں

marfat.com
Marfat.com

اٹھا لایا۔ اس بت کا نام ہُبل تھا۔ اس بت کو اس نے خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کر دیا۔ اور بت پرستی شروع ہوگئی اور ہر قبیلے نے اپنا ایک ایک بت خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل پر رحمت کی بارش کی اور ۴۴۰ء میں خانہ کعبہ کی تولیت قصی کو عطا فرمائی۔ اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا درجہ حاصل ہوگیا۔ اور تمام بت توڑ پھوڑ کر بیت اللہ شریف سے باہر پھینک دیے گئے۔

عبد مناف بن قصی کی اولاد کا شجرہ یہ ہے :

عبد مناف کی تین بیویاں تھیں :

۱۔ عاتکۃ الکبریٰ بنت مرّہ بن ہلال :

ان کے بطن سے تین بیٹے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں :

۱۔ مطلب ۲۔ ہاشم ۳۔ عبدالشمس

۱۔ تماضر ۲۔ برّہ ۳۔ حنّہ ۴۔ ہالہ ۵۔ قلابہ

۲۔ واقدہ بنت عامر بن عبد :

ان کے بطن سے تین بیٹے ہوئے :

۱۔ نوفل ۲۔ ابوعمرو ۳۔ ابو عبیدہ

۳۔ ثقیفہ :

ان کے بطن سے ایک بیٹی ریطہ پیدا ہوئی۔

مطلب باپ کے پہلوٹے بیٹے تھے ان کی اولاد مُطلبی کہلاتی ہے

حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں۔

۱۔ عبیدہ ابوالحارث جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

۲- طفیل ۳- حصین

ان دونوں کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ از ائمہ اربعہ ہیں ان کا نسب نامہ مطلب ہی سے ملتا ہے۔

ہاشم کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

عبدالشمس کا بیٹا امیہ ہے جس کی اولاد بنو امیہ کہلاتی ہے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

نوفل : ان کی اولاد نوفلیون کہلاتی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔

نوفل کے قومی احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر ہرقل سے قوم کی سہولت کے لیے حاصل کیا تھا۔

ابوعمرو اور ابوعبیدہ کے حالات سے اوراق تاریخ صاف ہیں یہاں تک کہ اکثر مورخین نے ان کے نام تک بیان نہیں کیے۔

صحیح بخاری کی روایت عن جبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذی القربیٰ میں سے بنی ہاشم اور بنی مطلب ہی کو حصہ دیا تھا اور امام شافعی کی روایت بھی اسی کے ہم معنیٰ ہے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ بنو نوفل اور بنو امیہ نے بھی اس تقسیم میں سے حصہ ملنے کی درخواست اس بنیاد پہ کی تھی کہ جب بنو مطلب کو حصہ دیا گیا ہے تو پھر ہم بھی ویسا ہی حق

marfat.com
Marfat.com

رکھتے ہیں اس لیے ہمیں بھی حصہ دیا جائے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ :

"بنو ہاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں۔ پھر آپ نے ایک پنجہ کی انگلیوں کو دوسرے پنجہ میں ڈال کر فرمایا اس طرح۔"

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمرو العلاؑ کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب نوفل اور عبد شمس ان کے بھائی تھے۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے برادرزادہ امیہ بن عبد شمس نے ان کی سرداری کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عسفلان کا ایک کاہن منصف قرار دیا گیا اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب کیونکر پڑا ؟

وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک بار اطلاع پائی کہ مکہ میں آٹا نہیں مل رہا۔ اس وقت یہ اپنا مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ یہ جب شام سے واپس لوٹے تو اپنے سب کے سب اونٹوں پر آٹا اور روٹیاں لاد کر لے آئے اور مکہ پہنچ کر دعوتِ عام کی منادی کرا دی۔

گوشت کا شوربا پکوا کر اس میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ہشم ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ ہاشم ٹکڑے کرنے والے کو کہتے ہیں تب آپ کو ہاشم پکارا جانے لگا۔ اور یہی لقب آپ کے اصل نام پر غالب آ گیا۔ اس واقعہ کے

marfat.com

Marfat.com

بعد ہر سال موسم حج میں وہ زوّارِ کعبہ کو عام دعوت دیا کرتے اور یہی کھانا جسے عرب کی لغت میں ثرید بھی کہتے ہیں کھلایا کرتے تھے۔

امیہ کو چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع میں پیدا ہوگیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔

اس طرح ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک طرف اور نوفل اور عبدِ شمس کی اولاد ایک طرف ہوتی تھی۔ سینکڑوں واقعات ان ہر دو گروہوں کی عداوت اور منافرت کے مشہور ہیں۔

ہاشم کی اولاد کا نقشہ یہ ہے :

ہاشم کی چھ بیویاں تھیں :

۱۔ سلمیٰ بنت عمرو بن زید بخاری :

ان کے بطن سے ایک بیٹا شیبہ یعنی عبدالمطلب پیدا ہوا۔ جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی۔

۲۔ ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی :

ان کے بطن سے ایک بیٹا ابا صیفی پیدا ہوا۔

۳۔ قیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزعہ :

ان کے بطن سے ایک بیٹا اسد پیدا ہوا۔

۴۔ امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار

ان کے بطن سے ایک بیٹا نضلہ اور ایک بیٹی شفا دو بچے پیدا ہوئے۔

۵۔ واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)۔

ان کے بطن سے دو بیٹیاں ضعیفہ اور خالدہ پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

۶- عدی بنت حبیب از بنو ثقیف :

ان کے بطن سے ایک بیٹی حنۃ پیدا ہوئی۔

تاریخ میں ابا صیفی، اسد اور نضلہ کے حالات بہت کم ملتے ہیں بنو خزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطّلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نضلہ کا فرزند ارقم اور ابی صیفی کے دو بیٹے ضحاک اور عمرو بھی چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔

عبدالمُطّلب بن ہاشم

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تفاول کے لیے تھا کہ عمر دراز پائی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب آپ تولّد ہوئے تو اس وقت ان کی چند یا میں چند بال سفید موجود تھے جنہیں بزرگی کی نشانی سمجھا گیا۔

جب ان کے والد ہاشم کا انتقال ہوا، اس وقت یہ اپنے ننھیال کے پاس یثرب میں تھے۔ تب ان کا چچا مطّلب ان کو یثرب (مدینہ) سے جا کر لے آیا۔ اور اپنی اولاد سے بڑھ کر بڑے ناز و نعم سے ان کی تربیت اور پرورش کی۔ اس احسانمندی کی قبولیت اور اظہار میں یہ بھی تمام عمر اپنے آپ کو عبدالمطلب یعنی مطلب کا غلام ہی کہلواتے رہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ یہ لقب اصلی نام اور لقب پر اس قدر غالب آگیا کہ عبدالمطلب ہی اصلی نام کی شکل اختیار کر گیا۔ ان کو شیبۃ الحمد، فیاض اور مطعم طیر السماء

marfat.com
Marfat.com

بھی کہا جاتا تھا۔ سیّد قریش اور شریفِ قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں مشہور تھے۔ خاندانِ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے ان خطابات کا منکر نہ تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک "محمدؐ" آپ ہی نے تجویز فرمایا تھا اور حضور کی تربیت و پرورش آٹھ سال تک آپ ہی نے کی تھی اور ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل ظہور پذیر ہوا تھا۔ اس واقعہ کا تفصیلاً ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔

عبدالمطلب کی ہمیشہ یہ نصیحت ہوا کرتی تھی کہ ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق کی سعادت حاصل کرو۔

سردار عبدالمطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہِ زمزم جسے عمرو بن الحرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور امتدادِ زمانہ کی وجہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں تھا کہاں — سردار عبدالمطلب ہی نے کھود کر نکالا۔

روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ :

عبدالمطلب تین شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو پھر خواب ہی میں ان کو چاہ زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ اس خواب سے متاثر ہو کر جب عبدالمطلب اور ان کے بڑے بیٹے حارث نے نشان زدہ جگہ کو کھودنا شروع کیا تو تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی دفن شدہ اشیا ملنے لگیں۔ تلواریں زرہیں شناخت ہائے آہو وغیرہ برآمد ہوئیں۔ قریش خاندان کے افراد جو پہلے تو عبدالمطلب کے اس فعل کو لغو سمجھ کر ہنستے تھے مدفونہ اشیا کی برآمدگی کے بعد وہ چپ ہو گئے اور پھر وہ عبدالمطلب کی منت سماجت کرنے لگے کہ اس شرف و سعادت

marfat.com
Marfat.com

میں انھیں بھی شامل کر لیا جائے لیکن عبدالمطلب نے ان میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے آج لاکھوں زوّار سیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمایا تھا اس لحاظ سے سردارِ قریش عبدالمطلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو کثیر اولاد عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ اس شجرہ سے ظاہر ہے:

شجرۂ اولاد عبدالمطلب بن ہاشم

آپ کی چھ بیویاں تھیں۔
آپ کے پندرہ بیٹے تھے۔
آپ کی چھ بیٹیاں تھیں۔

ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ صفیہ بنت جنیدب بن حجیر بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر (دیکھو ۱۳ شجرہ نسب نبوی):
ان کے بطن سے ایک بیٹا حارث پیدا ہوا۔

۲۔ فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ (دیکھو ۷ شجرہ نسب نبوی):
ان کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے:

۱۔ زبیر ۲۔ ابوطالب ۳۔ عبدالکعبہ
۴۔ عبداللہ: انھیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا والد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ انھیں غریقِ رحمت کرے خدا۔

Marfat.com

ان کے بطن سے چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں :

۱- ام حکیم ۲- بیضا ۳- امیمہ ۴- اروٰی

۵- برّہ ۶- عاتکہ

۳- لبنیٰ بنت ہاجر (از بطن خزاعہ) :

ان کے بطن سے ایک بیٹا ابولہب (عبدالعزیٰ) پیدا ہوا۔

۴- ہالہ بنت وسیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب

(دیکھیے ۶ شجرہ نسب نبوی) :

ان کے بطن سے چار بیٹے ہوئے :

۱- مقوّم ۲- حجل ۳- مغیرہ ۴- حمزہ

۵- تنیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار)

(دیکھیے ۱۹ شجرہ نسب نبوی) :

ان کے بطن سے تین بیٹے ہوئے :

۱- ضرار ۲- قثم ۳- عباس

۶- منعمۃ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)

ان کے بطن سے دو بیٹے ہوئے :

۱- غیداق ۲- مصعب

مندرجہ بالا شجرہ سے واضح ہے کہ عبدالمطلب ۱۵ بیٹوں اور چھ بیٹیوں کا باپ تھا لیکن بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام حجل ہے اور عبدالکعبہ اور مقوّم ایک ہی بیٹے کے دو نام ہیں اور قثم نام کا کوئی بیٹا تھا ہی نہیں۔ تو اس لحاظ سے عبدالمطلب کے نرینہ فرزندوں کی تعداد ۱۲ ہوئی اور حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا گیارہ ہوئے اور زیادہ صحیح ہے یہی ہے کہ عبدالمطلب کے

marfat.com
Marfat.com

۱۲ بیٹے تھے اور ان میں سے ہم کو صرف دس کے حالات میسر آئے ہیں اور سات کے حالات کا تو اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار فتیان قریش میں سے تھے اور جود و جمال میں مشہور تھے یہ آغاز بعثت ہی میں انتقال کر گئے تھے ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۹۔ مقوّم اولاد صلبی تھی مگر نسل جاری نہ ہوئی۔

ہند بنت المقوم کے پسر عبد الرحمٰن بن ابی عمرو کا ذکر علاّمہ ذہبی نے بھی کیا ہے۔

۱۰۔ حجل کے فرزند قسرو کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں جس میں اس نے اپنے دوازدہ اعمام کے نام شمار کیے ہیں۔

۱۱۔ غیداق

۱۲۔ عبد الکعبہ

ان دونوں کے حالات کتب تواریخ میں کہیں نہیں مل سکے۔ لہذا ممکن ہے مقوم ہی کا نام عبد الکعبہ ہو۔

سردار عبد المطلب نے ۸۲ سال کی عمر پائی۔ ان کا سال ولادت ۴۹۷ء اور سال وفات ۵۷۹ء نکلتا ہے۔

ابو طالب عمّ النبی (صلعم)

ان کا اصلی نام عبد مناف ہے مگر کنیت ابو طالب نام پر غالب آگئی تھی۔

آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت تھی اور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمدرد و غم گسار اور ناصر و فدائی رہے۔ ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور

marfat.com
Marfat.com

طالب کے سوا باقی سب صحابی ہیں کیونکہ طالب باپ کے فوراً بعد اور بغیر ایمان لائے مر گیا تھا۔

آپ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں :

۱۔ عقیل ۲۔ جعفر ۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ ۴۔ طالب

آپ کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں :

۱۔ ام ہانی (ہند) ۲۔ جمانہ

حمزہ رضؓ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر المومنین اور اسد اللہ و رسولہ ان کے خطاب ہیں ۶ نبوت میں اسلام قبول کیا اور پھر ہمیشہ ناصرِ اسلام رہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ رضاعی بھی تھے کیوں کہ ہر دو نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ ابو عمارہ اور ابو یعلیٰ کنیت فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگِ احد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملایا اور اسی جنگ میں وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا شہید ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔ ان کی لاش پر غمگین ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا :

"چچا! خدا تم پر رحم کرے۔ تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔ خدا تم پر رحم کرے۔"

Marfat.com
Marfat.com

دشمنوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جگر نکالا۔ کان کاٹ لیے، چہرہ مسخ کر دیا اور پیٹ بھی چاک کر ڈالا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی لاش کی یہ بے حرمتی دیکھی تو اس قدر غم زدہ اور اندوہگین ہوئے کہ اتنا غم اور اس قدر رنج آپ نے کبھی نہ فرمایا تھا۔

ان کے دو فرزند تھے عمارہ اور یعلیٰ۔ عمارہ کا ایک بیٹا اور یعلیٰ کے پانچ بیٹے ہوئے۔ آپ کی دو بیٹیاں ام الفضل اور عمامہ یا امامہ تھیں۔ امامہ وہی لڑکی ہے جس کے حق حضانت کی بابت حضرت زید، جعفر طیار اور علی مرتضیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے دلائل اس طرح پیش کیے تھے:

حضرت زید کا موقف یہ تھا کہ حمزہ مواخات میں میرے بھائی تھے اس لیے ان کی لڑکی کی پرورش کا حق مجھے ملنا چاہیے۔

حضرت جعفر طیار کہتے تھے کہ یہ لڑکی میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے لہذا اس کی پرورش کا ذمہ دار میں ہوں۔

علی مرتضیٰ کہتے تھے کہ حمزہ میرے چچا تھے اور ان کی اس لڑکی نے مکہ سے مدینہ تک کا سفر میری بیوی فاطمہ رضؓ کے ساتھ ایک ہی ہودج میں بیٹھ کر کیا ہے۔ لہذا امامہ کی پرورش کا حق میرا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں کے دلائل سنے تینوں اپنی اپنی جگہ حق بجانب تھے لیکن زیادہ حق حضرت جعفر کا تھا کہ ان کی بیوی امامہ کی خالہ بھی تھیں لہذا آپ نے جعفر طیار کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

یہ واقعہ ۶ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل کے ساتھ درج ہے

marfat.com
Marfat.com

ابولہب بن عبدالمطلب

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ جب آپؐ نے نبوت کا اظہار فرمایا تو یہ آپ کا جانی دشمن ہوگیا جب کہ پہلے آپؐ سے محبت اور الفت رکھتا تھا۔ حضورؐ کے پیدا ہونے کی اسے اتنی خوشی ہوئی کہ جب اس کی لونڈی نے آکر اسے یہ خوش خبری سنائی کہ تمھارے ہاں بھتیجا پیدا ہوا ہے تو اس نے خوش ہوکر اسی وقت اس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا۔ لیکن پھر عداوت اس حد تک بڑھ گئی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں کسی جگہ وعظ فرمایا کرتے تھے تو ابولہب قریب ہی کھڑے ہو کر زور زور سے چلایا کرتا اور لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ:

"اے لوگو!

اس لڑکے کی بات ہرگز نہ سنو۔ یہ دیوانہ ہے۔"

ابولہب پر خدا کا قہر نازل ہوا اور یہ جنگِ بدر سے آٹھ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جسم بازار میں پڑا سڑتا رہا۔ جب سڑاند سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا۔ تب اس کے گھر والوں نے اس کی لاش کو لمبی لمبی بلّیوں سے چارپائی سے نیچے گرا دیا اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس کے ناپاک جُثّے پر پھینکے کہ اس کی لاش پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گئی۔ اس کی بیوی بھی بڑی ظالم تھی اور حضورؐ کی مخالفت اور عداوت میں اس سے دو قدم آگے ہی تھی۔ وہ جنگل سے لکڑیوں کا سر پر گٹھا اٹھائے چلی آرہی تھی کہ اسی رسی کا پھندا اس کے گلے میں پڑ گیا اور وہ ہلاک ہوگئی۔

سورۂ لہب میں ان کی ہلاکت کا حال درج ہے۔

Marfat.com

ابولہب کے چار بیٹے تھے۔

دو بیٹے تو کفر کی حالت میں بری طرح تباہ ہوئے اور دو بیٹے عقبہ اور معتب عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگ حنین میں ہم رکاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معتب کی ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی تھی۔ یہ دونوں بھائی مکہ ہی میں مقیم رہے۔

ابولہب کی ایک بیٹی تھی جس کا نام درہ تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ اپنے چچا حارث کے بیٹے نوفل کے نکاح میں آئی تھی۔ عتبہ ولید اور ابومسلم درہ ہی کے بیٹے تھے۔

عباس بن عبدالمطلب

یہ بھی حضور کے چچا تھے اور عمر میں حضور سے صرف دو سال بڑے تھے ان کی والدہ کا نام تنیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں جنہوں نے بیت الحرام کو حریر اور دیباج کا لباس پہنایا تھا۔

حضرت عباس زمانہ جاہلیت میں بھی رئیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقایہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقایہ کے معنیٰ ہیں پیاؤ لگوانا اور عمارۃ سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کو گالی گلوچ نہ ہونے دیتے تھے اور ان ہی کے حکم سے کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بے ہودہ بات زبان پر نہ لا سکتا تھا۔

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب سے لڑے اور گرفتار کر لیے گئے ان کی مشک بندی زور سے کر دی گئی تھی جس کی تکلیف سے وہ ہائے ہائے کرتے تھے۔ رات کو یہ آواز حضور کے کانوں میں پہنچی تو آپ بڑے کرب کی حالت میں کروٹیں بدلتے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

marfat.com

Marfat.com

آپ آرام کیوں نہیں فرماتے ؟

فرمایا کہ عباس کے کراہنے کی آواز سن کر مجھے نیند نہیں آتی۔

تھوڑی دیر کے بعد یہ آواز حضور نے نہ سنی۔

پوچھا عباس کس حال میں ہے ؟

اسی صحابی نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔

آپ کو سکون مل گیا۔ فرمایا۔ اللہ تجھے خوش رکھے۔ جاؤ اور سب قیدیوں کے ساتھ یہی سلوک کرو۔

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس کافی عرصہ سے اسلام لا چکے تھے۔ لیکن وہ اسے ظاہر نہ کرتے تھے اور حضور ہی کے حکم سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور کفار کی راز دارانہ خبریں حضور تک پہنچایا کرتے تھے اور در پردہ غریب مسلمانانِ مکہ کی امداد بھی فرمایا کرتے تھے۔ اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کے بعد انھوں نے حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں حصہ لیا۔

اسلام لانے کے بعد ان کی عزت حضور کے دل میں دو چند ہو گئی تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ :

" یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں "

حضرت عباس نے ۱۲ رجب ۳۲ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ان کی اولاد کے نام یہ ہیں :

فضل۔ عبداللہ۔ عبیداللہ۔ معبد۔ قثم۔ عبدالرحمٰن اور بیٹی ام حبیب تو ام الفضل کے بطن سے ہیں۔ عون ایک دوسری بیوی سے، تمام وکثیر ایک تیسری بیوی سے اور حارث چوتھی بیوی سے ہیں۔ آپ کی یہ ساری اولاد اسلام و ایمان سے مشرف تھی۔

marfat.com

Marfat.com

زبیر بن عبد المطلب

یہ بھی حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ حضور کی عمر ۲۴ سال کی تھی جب ان کا انتقال ہوا۔ حلف الفضول کے قیام میں انھوں نے بہت کوشش کی تھی۔ جس سے ان کی نیکی اور رحم دلی ظاہر ہوتی ہے۔ زبیر بڑے فصیح البیان شاعر تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے

*

عمّات النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

۱۔ ام حکیم بیضا

یہ حضرت عبداللہ، ابوطالب اور زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی تھا جسے عثمان غنی نے خراسان کا والی مقرر کیا تھا۔ ام حکیم کی دختر کا نام اروی تھا اور یہ بی بی عثمان ذوالنورین کی والدہ ہیں۔

۲۔ امیمہ

ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ ان کے بیٹے کا نام عبداللہ بن جحش ہے جو یوم اُحد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

امیمہ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے

Marfat.com

حضرت زینب کا نکاح حضورؐ نے اپنے متبنیٰ زید سے کیا تھا۔ زید کے حق میں وہ خوش نہ رہ سکیں۔ اور طلاق لے لی۔ پھر ان کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اکرمؐ کے ساتھ ہوا۔

ام حبیبہ (دوسری بیٹی) کا نکاح عبدالرحمٰن بن عوف سے ہوا۔

حمنہ (تیسری بیٹی) کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر سے، دوسرا نکاح طلحہ بن عبداللہ سے ہوا۔ ان سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے۔

۳۔ عاتکہ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عاتکہ کے معنی طاہرہ کے ہیں۔ انھوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ بوقبیس سے ایک پتھر اٹھا کر رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے یہ پتھر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا اور ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا ہے۔ لیکن بنو زہرہ کے گھر ان ریزوں سے محفوظ رہے۔

کافروں نے یہ خواب سنا تو خوب ہنسی اڑائی اور بولے کہ لو اب بنی ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کا اظہار کرنے لگیں لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ خواب سچا تھا۔ یعنی جنگ بدر کا معرکہ ہوا اور قریش کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا اور بنو زہرہ جن کے گھر خواب میں ریزوں سے محفوظ رہے تھے انھوں نے جنگ بدر میں حصہ ہی نہ لیا۔

۴۔ صفیہ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔

ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا۔ وہ مر گیا تو ان کا نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ یہ عوام حضرت

marfat.com
Marfat.com

خدیجۃ الکبریٰ کے حقیقی بھائی تھے۔ اس نکاح سے زبیر بن العوام پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

سائب بن العوام بھی ان کے بیٹے ہیں جنھوں نے غزواتِ بدر و خندق اور جنگِ یمامہ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

صفیہ خود بھی بڑی بہادر خاتون تھیں۔ انھوں نے جنگِ خندق میں ایک کافر کو قتل کیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔

انھوں نے اپنی زبردست قوتِ ایمانیہ اور انتہائے صبر و ضبط کا مظاہرہ اس وقت کیا تھا جب جنگِ احد میں اپنے پیارے بھائی حمزہ کا جسدِ اقدس کو خاک و خون میں لت پت دیکھا۔ لاش کی اس قدر بے حرمتی دیکھی تب بھی آنکھوں میں ایک آنسو تک نہ آیا۔ نہ روئیں نہ چلائیں نہ بین کیے بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

۵۔ برّہ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا۔ ابوسلمہ عبداللہ انہی کے فرزند ہیں جو ام المومنین سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر تھے۔ ابوسلمہ عبداللہ کا شمار اسلام کے حلقہ میں داخل ہونے والوں میں گیارھواں تھا۔

۶۔ اروٰی عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ حضور کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ یہ مسلمان تھیں۔ واقدی نے روایت کیا کہ جب ان کے فرزند طلیب نے اپنے مسلمان ہونے کی خبر سنائی تو آپ نے فرمایا کہ بے شک محمد تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر تیری خدمت اور تیری مدد کا حقدار ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اروی کا نکاح عمیر بن وہیب بن عبد بن قصی بن کلاب سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند طلیب قدیم الاسلام تھے۔ جن کا شمار مہاجرین اوّلین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے پہلے تو حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ کی طرف بھی۔ بعضوں کے نزدیک طلیب ہی وہ پہلے مجاہد تھے جنھوں نے خدا کی راہ میں خون بہایا لیکن بعض کے نزدیک یہ سعادت سعد بن ابی وقاص کو حاصل ہے۔ طلیب جنگِ بدر میں حاضر ہوئے اور واقعۂ اجنادین میں شہید ہوئے۔

عبداللہؓ والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عبداللہؓ باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی اگر خدا اسے دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک فرزند کو خدا کے نام پر قربان کر دے گا۔

جب عبدالمطلب کے گھر میں دس فرزند پیدا ہو کر جوان ہو چکے تب انھوں نے اپنی منّت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ اندازی کی گئی تو عبداللہؓ کا نام برآمد ہوا۔ عبداللہؓ نے باپ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کیلئے بخوشی قربان ہونا قبول کر لیا لیکن ابوطالب نے اپنے معصوم بھائی کے بچاؤ کی کوشش کی اور اس کے ساتھ دیگر سب بہن بھائی بھی شامل ہو گئے مگر عبدالمطلب نہیں مانتے تھے وہ بہر صورت اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتے تھے اس کے بعد برادری کے بڑے بوڑھوں نے سمجھا بجھا کر عبدالمطلب کو اس امر پر راضی کر لیا کہ عبداللہؓ کے بدلے دس اونٹ ذبح کر دیئے جائیں۔ لیکن قرعہ ۱۰۰ اونٹ پر جا کر ختم ہوا۔ اور عبداللہؓ کے بدلے سو اونٹ قربان

marfat.com
Marfat.com

کر دیئے۔

اس میں شبہ نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اس زمانہ تک تقریباً ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی۔ خاص طور پر ہند یونان، مصر، ایران، سپین، افریقہ وغیرہ ممالک میں بڑی عقیدت کے ساتھ یہ رسم منائی جاتی تھی اور عرب میں جہاں اپنی عزتِ نفس کی خاطر معصوم بچیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا وہاں اس رسم کا بھی پایا جانا کچھ بعید از قیاس نہیں۔

ہاں سردار عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی خصوصیت ہے تو یہ کہ اس نے یہ منت خالص خدائے پاک کے لیے مانی تھی کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سردار عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا شوق پیدا ہوا ہو اور اس شوق میں مامور اور غیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انھوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ایک باپ کو فرزند کی قربانی کا حق حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے احسان یہ فرمایا کہ ایک طرف تو اپنے نیک بندے عبدالمطلب کو ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور دوسری طرف حضرت اسمٰعیل کی طرح حضرت عبداللہ کو بھی ذبیح قرار دے کر بچا لیا۔

اس واقعہ سے پہلے عرب میں انسانی دیت یعنی خون بہا کے لیے صرف دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار دس اونٹ سے بڑھ کر سو اونٹ مقرر ہو گئی۔ گویا سردار عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعتِ پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے عرب میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور پھر اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دیت کی مقدار میں دہ چند اضافہ ہو جانے سے

Marfat.com

قتل کی وارداتوں میں نمایاں حد تک کمی واقع ہو گئی۔ اب ایک جان کے بدلے سو اونٹ خون بہا ادا کرنے کی ہمت ہر ایک میں نہ تھی نہیں۔ اس طرح یہ واقعہ سارے عرب اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا موجب بن گیا۔

جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ اللعالمین بننا تھا یقیناً اس کے آبائے کرام کا بھی بنی نوعِ انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا بہت ضروری تھا۔

سردار عبداللہؓ کا نکاح سیدہ آمنہؓ سے ہوا۔ اس شادی کے بعد وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گئے جیسا کہ پہلے بھی وہاں جایا کرتے تھے۔ وہاں بیمار ہو گئے واپسی پر بیماری زور پکڑ گئی تو علاج کے لیے مدینہ میں ٹھہر گئے۔ لیکن اسی جگہ سردار عبداللہؓ خالق حقیقی سے جا ملے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسمائے گرامی پر غور کیا جائے تو اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک اور مقدس نام کیونکر رکھے گئے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاصِ نبوت تھا۔

جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو، اس کے محمود الافعال اور حمید الصفات ہونے اور ساری دنیا کی زبان سے محمد کہلائے جانے پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نورِ عرشہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم۔

سردار عبداللہؓ نے ۲۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

marfat.com

Marfat.com

سیّدہ آمنہ رضؓ اُم النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم

آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہؓ نے اپنے چچا وہیب کی حضانت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی طرح قوم کا سیّد اور سطاع تھا۔

سیّدہ محترمہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

۱۔ باپ کا نام وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھا۔
سیدہ کی والدہ یا وہب کی بیوی کا نام برّہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب تھا۔ (سلسلہ شجرہ ۵ آبائے نبوی)۔
برّہ بنت ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب۔

۲۔ عبدمناف کی بیوی کا نام قیلہ بنت دخیر بن غالب بن حارث (من الخزاعہ)۔
قیلہ بنت سلمیٰ بنت لوّی بن غالب (سلسلہ شجرہ ۱۰ آبائے نبوی)

۳۔ زہرہ کی بیوی کا نام جمل بنت مالک بن قصبیہ بن سعد بن ملیح۔

۴۔ کلاب کی بیوی کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل (من الازد)
فاطمہ بنت ظریفہ بنت قیس۔

حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شجرہ نسب گزشتہ صفحات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی درج کیا جا چکا ہے۔

شجرۂ مندرجہ بالا سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں بھائی آپس میں یک جان دو قالب تھے۔

marfat.com
Marfat.com

سیّدہ آمنہؓ نکاح کے بعد پہلے ہی ہفتہ میں امانت دارِ نورِ نبوی بن گئی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے بعض بزرگ عورتوں نے مشورہ دیا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا یا لوہے کی کوئی چیز اپنی گردن میں لٹکا رکھو یا بازو پر باندھ لو۔ میں نے ویسا ہی کر لیا مگر چند روز کے بعد دیکھا تو وہ کھل کر کہیں گر چکا تھا۔ پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔

سیّدہ آمنہؓ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ اپنے اس بچّے کا نام احمدؐ رکھنا۔

اس خواب کے بعد سیّدہ آمنہؓ کو یقین ہو گیا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔

چنانچہ جب حضورؐ تولّد ہوئے تو ماں نے آپ کا نام احمدؐ رکھا اور دادا نے محمدؐ۔ پس معلوم ہوا کہ محمّدؐ اور احمدؐ دونوں مبارک نام حضورؐ کے ذاتی نام ہیں۔

اس کے بعد جب مائی حلیمہ سعدیہؓ نے اُن حضرت کو گود میں لینے سے اس لیے تامّل کیا کہ حضورؐ تو یتیم ہیں مجھے ان کے ورثا سے کیا ملے گا۔ تب سیّدہ آمنہؓ نے فرمایا:

"اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو۔ اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔"

تب حلیمہؓ نے بچے کو گود میں لے لیا۔

دو سال کے بعد جب حضورؐ کا دودھ چھڑایا گیا تو مائی صاحبہؓ حضورؐ کو مکہ میں لائیں۔ اس وقت مکہ میں کوئی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ حضورؐ کی والدہ نے آپ کو پھر دایہ کے ساتھ ہی واپس بھجوا دیا۔

پانچ سال کی عمر کے بعد دائی حلیمہؓ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

marfat.com
Marfat.com

پھر مکہ میں لے کر آئیں۔ اس وقت شفقتِ مادری سے مجبور ہو کر ماں نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے ساری دنیا کو اپنے نور حقہ سے روشن فرمانا تھا اپنے پاس رکھ لیا اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب اپنے میکے چلی گئیں۔ ویسے ننھیال کے ملنے کا تو ایک بہانہ تھا دراصل بے وطن متوفی شوہر کی قبر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دارانِ نابغہ میں قیام فرمایا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور ام ایمن لونڈی بھی ہمراہ تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷ سال کے بعد جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے تو اپنے بچپن کی باتیں سنایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ ہوا کرتی تھی جس کے ساتھ ہم کھیلا کرتے تھے اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بنائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باؤلی میں میں نے تیرنا سیکھا تھا۔

سیدہ آمنہ یثرب میں ایک ماہ قیام فرما کر مکہ کو واپس ہوئیں تو مقام ابواء پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ بار جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا تھا اپنا کام کر گیا اور یہ پیکرِ الفت و محبت پھر زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکی۔ ان کی وفات سے اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتِ کاملہ پوری ہوئی کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تربیت میں پدر و مادر ہر دو کے بارِ منت سے سبکدوش رہیں۔

ام ایمن کا نسب برکتہ بن ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمر بن النعمان ہے۔ یہ سردار عبداللہ کی لونڈی اور خادمہ تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ورثہ میں ملی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا

marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے کہ :

"میری ماں کے بعد یہی میری ماں ہیں۔"

اور آپ ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر خود جایا کرتے تھے۔

ان کا پہلا نکاح عبید الحبشی سے ہوا تھا جس سے ایمن پیدا ہوا اسی کے نام پر آپ کا نام اُم ایمنؓ مشہور ہوا۔

دوسرا نکاح زیدؓ بن حارثہ سے ہوا جس سے اسامہ پیدا ہوئے۔ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی اپنی خلافت کے ایام میں امّ ایمن کی زیارت کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔

ایمنؓ غزوہ حنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی بہادری اور دلیری کی تعریف کی ہے۔ آپ کے فرزند اسامہؓ بن زیدؓ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمال محبت رکھتے تھے۔ انھوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی۔

سیدہ آمنہؓ بڑی عظیم اور بلیغ خاتون تھیں اپنے شوہر عبد اللہؓ کی وفات پر جو اشعار کہے ان کا ترجمہ یہ ہے :

• ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا۔ وہ لحد میں بہادروں کی بانگ و خروش کے ساتھ جا سویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس کے ساتھ کہتی ہوں کہ موت نے اس کا نظیر بھی دنیا میں نہ چھوڑا۔

اس کے دوست آئے۔

اور شام کے وقت اس کی لاش اٹھا کر لے چلے۔

اور !

ازراہِ محبت وہ باری باری کاندھا بدلتے اور اس کے

Marfat.com

اوصاف بیان کرتے تھے۔

خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا مگر اس میں تو شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔

✦

اللہ تعالیٰ حضورؐ کے والدین پر نزولِ بارانِ رحمت فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نورِ عرشہٖ محمدٍ وّ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ و بارک وسلم۔

✦

حضور علیہ السلام کا شجرہ عالیہ مکمل درج ہو چکا اور اس کے ساتھ ہی حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر حضرت عبداللہ والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پشت در پشت جس قدر مشہور و معروف اور برگزیدہ اور مقدس ہستیاں اس شجرہ کی زد میں تھیں ان سب کا بھی مختصر مگر جامع حال درج کر دیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضورؐ کے اکثر و بیشتر صحابی شجرہ کی کسی نہ کسی پشت میں حضورؐ سے جا ملتے ہیں۔ یہ سب حضورؐ کے اپنے ہی تھے۔ جن میں سے بیشتر نے ہدایت پائی اور بیشتر کفر کی حالت میں مر گئے۔

اب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات پیدائش سے لے کر دنیا سے پردہ کرنے تک درج کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے انھیں مکمل کرنے توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مصنّف)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز

سیدنا محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرتؐ کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمدؐ رکھا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیمؑ (خلیل الرحمٰن وابوالانبیاء) کی اولاد سے ہیں۔ جو ہاجرہؑ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہؑ بادشاہ مصر "رقیون" کی بیٹی تھیں۔ خدا کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ خدا کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور پیغام الٰہی پہنچایا کرتے تھے۔

ہاجرہؑ بی بی کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب مکہ ہے خدا نے اسمٰعیلؑ کے لئے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے بارہ بیٹے دیئے تھے ان میں سے قیدار بہت مشہور ہیں۔ تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے۔ قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں۔ جو چار واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا نام آمنہؓ ہے۔ وہ وہب کی بیٹی ہیں
وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب فہر الملقب بہ قریش
کے ساتھ جاملتا ہے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ددھیال اور ننھیال میں
عرب کے بہترین قبیلہ، بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۔ ۹ ۔
ربیع الاوّل ۱ عام الفیل، مطابق ۲۲ ۔ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ،
سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا
ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ والد بزرگوار کا،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے خود بھی
یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا۔ اپنے ۲۴ سال کے نوجوان پیارے فرزند عبداللہؓ
کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر آئے اور بچے کو خانہ کعبہ
میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور
تمام قریش کو دعوت دی۔

دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا
ہے؟

عبدالمطلب نے کہا۔ "محمدؐ"۔

لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے
سب مروّجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟

کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف
کا شایاں قرار پائے"۔

شرفائے مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو، جبکہ وہ آٹھ دن کے

Marfat.com

ہو جاتے تھے، دودھ پلانے دائیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب وہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے۔

ایامِ رضاعت اسی دستور کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھٹے مہینے لا کر ان کی والدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد، آپؐ کا دودھ چھڑایا گیا۔ مائی حلیمہؓ آپ کو لے کر حضرت آمنہؓ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہؓ نے اس خیال سے کہ (وہاں کی آب وہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب وہوا موافق نہ ہو، پھر مائی حلیمہؓ ہی کے سپرد کر دیا۔

والدہ مکرمہؓ کا انتقال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار برس کی ہوئی تو والدہ مکرمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ برس کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ برس ۱۰ دن کے ہوئے تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور آپؐ کے والد عبداللہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی، نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے!

بحیرہ راہب کی ملاقات اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، جب بارہ برس کے ہوئے تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ، جب کہ

marfat.com
Marfat.com

وہ تجارتِ شام کو جاتے تھے، سفر میں گئے۔ بُصریٰ میں بحیرہ راہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے۔ چچا سے کہا کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ شفیق چچا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُصریٰ ہی سے واپس کر دیا۔

(۱) اس بارے میں جو حدیث ترمذی میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ چچا نے واپس کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بلال رضؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیم رحؒ کہتے ہیں کہ یہ صریح غلطی ہے۔ اول تو اس وقت بلال رضؓ نہ ابو طالب کے پاس تھے نہ ابوبکر رضؓ کے پاس، دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ ان دنوں وہ موجود ہی نہ ہوں۔

(۲) قرآن مجید کی آیت مبارکہ:

"یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر اس کے ذریعہ کافروں پر فتح پانے کی آرزو میں رہا کرتے تھے۔ جب نبی ظاہر ہوا تو پہچان لینے کے باوجود منکر ہو بیٹھے۔" سے ثابت ہے کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ ان کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصرت ہوگی۔ ان کا یہ اعتقاد اس وقت تک رہا جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہ ہوئی۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیونکہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیتے تو اپنے عقیدے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان شواہد کی روشنی میں بحیرہ راہب کی داستان اعتبار کے قابل نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تجارت کا خیال جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے۔ تو آپؐ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا۔ مگر ذاتی روپیہ پاس نہ تھا۔ مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہؓ تھیں۔ وہ بہت مالدار تھیں۔ اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں اور اوصاف سن کر اور آپ کی سچائی۔ دیانتداری۔ سلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود یہ درخواست کی کہ آپؐ ان کے روپے سے تجارت کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مال لے کر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

اس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کی تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر واپس آ کر حضرت خدیجہؓ سے کیا جو سفر میں خود دیکھی تھیں۔ ان اوصاف کو سن کر حضرت خدیجہؓ نے خود درخواست کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر لیا۔ حالانکہ خدیجہؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواستِ نکاح کو رد کر چکی تھیں!

نکاح جب یہ نکاح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وفات کے بعد بھی اکثر ان کا ذکر محبت سے کیا کرتے اور ان کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کرتے۔

اس شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا وقت خدا کی عبادت اور بنی آدم کی بہبود و خیر اندیشی میں گزرا کرتا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

انہی دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کے خطرناک ہونے، مسافروں کے لٹنے، غریبوں پر زبردستوں کے مظالم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہو گئی۔ جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تمیم شامل تھے۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد اقرار کیا کرتے تھے۔

(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔
(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔
(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔
(۴) ہم زبردست کو زیر دست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔

اس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی کافی حفاظت ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار ملوں گا۔

ملک کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو صادق و امین کا نام ملنا ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے ان دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہیں پکارتے تھے بلکہ "الصادق" یا "الامین" کہہ کر بلایا کرتے تھے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ برس کی تھی، جب قریش

marfat.com
Marfat.com

نے کعبہ کی عمارت کو از سرِ نو تیار کیا جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں۔

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے لیکن جب حجرِ اسود کے قائم کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف پیدا ہوا۔ کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش میں سب سے زیادہ عمر کا سردار تھا اُس نے یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں۔ اس رائے کو مانا گیا اور قرار دیا گیا کہ صبح جو کوئی سب سے پہلے حرم میں آئے گا۔ وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا۔

آنحضرتؐ کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

اتفاقاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے تشریف لے آئے۔ آنحضرت کو دیکھتے ہی الصادق الامین کے نعرے لگ گئے۔ (امین آ گیا ہم سب اس کے فیصلے پر رضامند ہیں)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے وہ تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر بچھائی۔ اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر ہر قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو اس مقام تک لائے جہاں اسے قائم کرنا تھا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھا کر کونے اور طواف پر لگا دیا۔

آنحضرت نے اس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد

Marfat.com
Marfat.com

کر دیا۔ ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی معمولی معمولی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برسوں تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

قربِ زمانۂ بعثت

بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہُوا کرتے تھے۔ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس قدر قریب آتا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی چلی گئی۔

غارِ حرا میں عبادتیں کرنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس پرے سنسان سی ایک جگہ کوہ حرا کے ایک غار میں جا بیٹھتے (جس کا طول ۴گز اور عرض پونے دو گز تھا) اور عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی۔ جب تک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں تشریف نہ لاتے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب نظر آنے لگے۔ اور یہ خواب ایسے سچے ہوتے تھے۔ کہ جو کچھ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھ لیتے تھے۔ دن میں وہی سب کچھ من وعن ظہور میں آجاتا!

marfat.com
Marfat.com

نزولِ وحی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو ۹۔ ربیع الاوّل ۴۱ھ میلادی ومطابق ۱۲۔ فروری ۶۱۰ء کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپؐ اس وقت غار حرا میں تھے۔

روح الامین نے کہا۔ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بشارت قبول فرمایئے۔ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریلؑ ہوں"۔

اس واقعہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً گھر آئے۔ اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔

جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے فرمایا۔ "نہیں آپ کو کس بات کا ڈر۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپؐ اقربا پر شفقت فرماتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ رانڈوں، یتیموں، بیکسوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔ اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مصیبت زدوں سے ہمدردی فرماتے ہیں خدا آپ کو کبھی اندوہ گین نہ فرمائے گا۔"

اب خدیجۃ الکبریٰؓ کو خود بھی اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں!

یہ وہ زمانہ تھا جب نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آچکی تھی۔ اس لئے بعثتِ محمدیؐ کے قریب عرب میں وہ

marfat.com
Marfat.com

لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے۔ اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے کہ عنقریب رسول ظاہر ہونے والا ہے جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبید، زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل خصوصیت سے مشہور ہیں۔

زید بن عمرو حضرت عمر فاروق رضؓ کے چچا تھے۔ وہ بزرگوار تھے جنہوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور سفر کیے تھے اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے، اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرتؐ کی نبوت پر

الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی درخواست پر ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریل علیہ السلام کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ وہ جھٹ بول اٹھا۔ "یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو نکال دے گی!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرت سے پوچھا کیا قوم مجھے نکال دے گی؟

ورقہ بولا۔ "ہاں! اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اس سے (ابتدا میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں خدمت کروں!

کچھ دنوں کے بعد جبریل علیہ السلام پھر تشریف لائے

marfat.com
Marfat.com

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے اب تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا، خدائے ذوالجلال کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔

روح الامین نے یہ آیات مبارک پڑھی تھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥	شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے
اقرأ باسم ربك الذی خلق ٥ خلق الانسان من علق ٥	پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا۔ (ہاں)!
اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم یعلم ٥	پڑھتا چلا جا۔ تیرا پروردگار تو بہت کرم کرنے والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی (جس نے) انسان کو وہ سب کچھ سکھایا۔ جو وہ نہ جانتا تھا۔

نماز کا آغاز اس کے بعد روح الامین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دامنِ کوہ میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خود وضو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی۔ روح الامین نے پڑھائی!

آغازِ تبلیغ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ وجہاتی،

marfat.com
Marfat.com

عمرہ برس) ابوبکرؓ (دوست) زید بن حارث (مولیٰ) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے تھے۔

ان اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ ذرا ذراسی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلےٰ صداقت اور راست بازی کی قوی دلیل ہے۔

بلالؓ، عمرو بن عنبسہؓ، خالد بن سعدؓ بن عاص بھی چند روز کے بعد ہی اسلام لے آئے۔

حضرت ابوبکرؓ بڑے مال دار تھے۔ تجارت کرتے تھے بکہ میں ان کی بزازی کی دکان تھی۔ لوگوں سے ان کا میل ملاپ بہت تھا۔ ان کی تبلیغ سے عثمان غنیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، طلحہؓ سعدؓ بن ابی وقاص مسلمان ہوئے۔ پھر ابوعبیدہؓ، عامرؓ بن عبداللہ بن الجراح (جن کا لقب بعد میں امین الامۃ ہوا) عبدالاسدؓ بن بلال، عثمانؓ بن مظعون، عامرؓ بن فہیرہ ازدی، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، سائبؓ بن عثمان مظعون اور ارقمؓ مسلمان ہوئے۔

عورتوں میں خدیجہؓ ام المومنین کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ کی بیوی ام الفضلؓ، اسماءؓ بنت عمیسؓ، اسماءؓ بنت ابوبکرؓ اور فاطمہؓ خواہر عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا۔

ان دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جاکر نماز پڑھا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے۔ اور پتھروں، درختوں، چاند اور سورج کی پوجا سے ہٹا کر خدا کی بندگی سکھایا کرتے تھے

اب خدا کا حکم پہنچا۔

Marfat.com

علانیہ تبلیغ کا حکم

یا ایہا المدثر ۝ قم فانذر ۝ وربک فکبر ۝ وثیابک فطہر ۝ والرجز فاہجر ۝ ولا تمنن تستکثر ۝ ولربک فاصبر ۝

اے درست کرنے والے (عالم کے) اٹھو (گندے) اعمال والوں کو ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگی کو پھیلاؤ اور پاکدامنی اختیار کرو۔ (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ اپنے پروردگار کیلئے رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف میں استقلال رکھو۔

ان آیاتِ مبارک سے ظاہر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مقصد

(۱) نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا۔

(۲) لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی ہر قسم کی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا۔

(۳) اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور جلال و عظمت کا آشکار کرنا۔

(۴) پاکیزگی، صفائی اور پاکدامنی سکھانا۔

(۵) الٰہی تعلیم مفت دینا۔ نہ ان پر احسان جتانا۔ نہ ان سے اپنے کسی فائدے کی توقع رکھنا۔

(۶) اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنے پڑیں سب کو برداشت کرنا۔

marfat.com

Marfat.com

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پر غور کرے گا۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بمدارج ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا۔

تبلیغ کے پنجگانہ مراتب

اوّل ــــ قریب کے رشتہ دار اور خاص خاص احباب۔

دوم ــــ قوم اور شہر کے لوگ۔

سوم ــــ مکہ کے اطراف وجوانب کے قبائل۔

چہارم ــــ عرب کے جملہ حصص اور قبیلے۔

پنجم ــــ دنیا کی جملہ متمدنہ اقوام اور جملہ مشہور مذاہب۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تبلیغ کے لئے نہایت کمال استحکام، استقلال اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی۔ اور اپنی تعلیم کو دلائل بیّن اور براہین محکم سے ثابت کر دکھایا تھا۔

بعثت کے وقت عالم کی حالت

جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ عالم کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس وقت تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت تہذیب اخلاق کے نام شاید کتابوں میں نظر آ سکتے تھے۔ مگر دلوں میں کوئی اثر نہ تھا۔

الف ــــ بنی اسرائیل تو مسیحؑ سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کی

Marfat.com

اولاد کہلانے کے مستحق نہیں رہ چکے تھے۔ اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی قائم ہو چکی تھی۔

(۲) یورپ میں جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔

انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔

(۳) نارتھمبر لینڈ، مڈلینڈ، کورن ٹینز، نارفوک، سوفوک، ساسیکس (اضلاع انگلستان) میں ورڈن کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس، برن ہلڈ، سگ فرٹ، فرے دی گوٹن دی ۔ ل ہے رک، نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جبکہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں۔

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے ایلب کے کنارے معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی ۸۰۴ء کے بعد تک جاری رہی۔ جب کہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر ورڈن میں ہلاک کئے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجے کی وحشی اور ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔

(۴) ایران پر مزدکیہ کا زور تھا۔ جنہوں نے زن، زر، زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو، ملیامیٹ کر دیا۔

(۵) ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور بام مارگی فرقہ غالب یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگانِ خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں۔ اور ان ہی کی پرستش

Marfat.com

کی جاتی تھی - عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش اور غلیظ تصویریں کندہ کی جاتی تھیں - جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہیئے۔

(۵) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بُت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا، کوئی امن کا، اور ہر ایک بُت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا۔
کانفیوشس کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تک اس کا بھی ظہور نہ ہوا تھا۔

(۶) مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور ابنیت کی تعریف و تحدید، توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا اور اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں زندہ جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا۔
یہ مختصر حالات ان ممالک کے ہیں جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے۔ اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے۔

(۷) عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجئے۔ اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ خاطر رکھیئے کہ یہ ایسا ملک تھا جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہوا تھا نہ کسی قانون نے کوئی اثر ڈالا تھا، نہ کوئی ہادی ان کی ہدایت کے لیے پہنچا۔ اس حیوانی آزادی پر بے علمی، جہالت اور اقوام متمدنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نمایاں

Marfat.com

کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔
اس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ واجب الرحم ٹھہرایا۔ اور رب العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونے کو پسند فرمایا۔

اپنے کنبہ میں تبلیغ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ربّانی کے مطابق تبلیغ کا کام شروع فرما دیا۔
قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیت سے تھا۔ وانذر عشیرتک الاقربین۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے ان کی تعداد چالیس یا ایک کم زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لئے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب لوگ کھانا کھانے کے بعد دودھ پی چکے۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اے حاضرین! میں تم سب کے لئے دنیا اور آخرت کی بہبود لے کر آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر اور افضل شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتایئے! آپ میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟"

یہ سن کر سب چپ کے چپ رہ گئے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت علیؓ نے اٹھ کر کہا۔ یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا۔ کہ تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے۔ سُنا کرو۔
یہ بات سن کر مجمع خوب کھلکھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا کہ دیکھو! محمدؐ نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کی بات مانا کرو۔
ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا۔
"تم مجھے بتاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو؟"
سب نے بیک آواز کہا۔ ہم نے کوئی غلط یا بیہودہ بات آپؐ کے منہ سے کبھی نہیں سُنی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ آپ صادق اور امینؐ ہیں!
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "دیکھو! میں پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے ادھر بھی دیکھ رہا ہوں اور اُدھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ ایک مسلح گروہ مجھے نظر آرہا ہے۔ جو تم پر حملہ آور ہونے کے لئے آرہا ہے تو کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟"
لوگوں نے کہا۔ "بے شک! کیونکہ ہمارے پاس آپؐ جیسا راست باز آدمی اور آپؐ کو جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ آپؐ ایسے مقام پر کھڑے ہیں جہاں سے آپؐ دونوں طرف دیکھ سکتے ہیں۔"

Marfat.com

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ سب کچھ تم لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال تھی۔ اب یہ یقین کرلو کہ موت تمہارے سر پر آرہی ہے اور تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور میں عالمِ آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں۔ جیسے دنیا پہ تمہاری نظر ہے!"

اس دل نشین وعظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ نبوت کے لئے ایک مثال پیش کریں۔ کہ کس طرح ایک شخص عالمِ آخرت کو دیکھ سکتا ہے۔ جب کہ ہزاروں دوسرے اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر میلے میں، ہر گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بتوں۔ پتھروں۔ درختوں کی پوجا سے روکتے۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کردینے سے منع فرماتے۔ زنا سے منع کرتے۔ جوا کھیلنے سے روکتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے۔ کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے، کپڑوں کو میل کچیل سے، زبان کو گندی باتوں سے، دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک وصاف رکھیں۔

وعدہ واقرار کی سختی سے پابندی کریں۔

لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔

خدائے بزرگ وبرتر کی ذات کو نقص سے، عیب سے آلودگی سے پاک سمجھیں۔

اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین آسمان، چاند سورج،

marfat.com
Marfat.com

چھوٹے بڑے سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔

دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت و تندرستی دینا، مرادیں پوری کرنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

عرب میں عکاظ، لعینیہ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے۔ دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔

قریش کی مخالفت

مغرور قریش کو، جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پسند نہ آیا۔ اس کی چند وجوہات تھیں!

(۱) وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے اور بعید سمجھتے تھے کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان، انسانوں کے سمجھانے کیلئے آئے۔

(۲) وہ جزا و سزائے اعمال کے سرے سے قائل ہی نہ تھے اس لئے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جواب دہی ہوگی۔ ان کے نزدیک ایک قابلِ تمسخر بات تھی۔

(۳) وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر نہایت مغرور تھے اور انہیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔

(۴) ان میں اکثر قبیلے بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے۔ اور،

marfat.com

Marfat.com

دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا۔

(۵) وہ بُت پرستی پر پوری طرح قانع تھے۔ اور اس سے بر تر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصور میں نہ آتا تھا۔

(۶) وہ زنا، جوا، رہزنی، قتل، عہد شکنی، آوارگی، ہر ایک وعدہ اور قانون کی بندش سے آزاد رہنے، بے شمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے۔ اور اسلام کا قانون اِن کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا۔

اس لیے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر باندھی اور نام ونشانِ اسلام مٹا دینے کا فیصلہ کیا۔

اسلام کے خلاف قریش کی تدبیریں

اوّل یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آجائیں اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں۔

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کئے۔ ان کو جو تکالیف اور اذیتیں دیں۔ ان کا مفصّل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر ان کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگ ہستیوں کا حال رقم کیا جاتا ہے۔

اسلام لانیوالوں پر قریش کے جور و ستم

(۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ امیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب امیّہ نے سنا کہ بلال رضؓ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو گوناگوں عذاب ان کے لئے ایجاد کئے گئے۔

(۱) گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دے دی جاتی۔

marfat.com
Marfat.com

جو انہیں مکہ کی پہاڑیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ رسی کا نشان گردن میں نمایاں ہو جاتا۔

(۲) وادیٔ مکہ کی گرم ریت پہ انہیں لٹا دیا جاتا۔ اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پہ رکھ دیا جاتا۔

(۳) مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا۔

(۴) دھوپ میں بٹھایا جاتا۔

(۵) بھوکا رکھا جاتا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سب حالتوں میں "اَحَدٌ اَحَدٌ" کے نعرے لگاتے رہتے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔

(۲) عمار رضی اللہ عنہ، ان کے والد یاسر رضی اللہ عنہ اور والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا۔ ابوجہل نے انہیں گوناگوں عذاب پہنچانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عذاب سہتے دیکھا تو فرمایا۔

اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنّۃ۔

یاسر والو! صبر کرو۔ تمہارا مقام جنت ہے۔

کم بخت ابوجہل نے بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کے اندامِ نہانی میں نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔

(۳) ابوفکیہ جن کا نام افلح تھا۔ کے پاؤں میں رسی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔

(۴) خباب رضی اللہ عنہ بن ارت کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں، بارہا آگ کے انگاروں پر لٹا دیا جاتا۔

marfat.com
Marfat.com

(۵) لبینہؓ، زنیرہؓ، نہدیہؓ اور ام عبیسؓ بے چاری لونڈیاں تھیں۔ اور ان کے سنگدل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔ قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ وہ اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی ایسی ہی سنگدلی کا برتاؤ کرتے تھے۔

(۶) عثمانؓ بن عفان کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ کم بخت ان کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا۔ اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔

(۷) مصعبؓ بن عمیرؓ کو ان کی والدہ نے گھر سے نکال دیا تھا اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔

(۸) بعض صحابہ کرامؓ کو قریش گائے یا اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے ہوئے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

غرض کہ ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی ان کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ پہلی امتوں نے تو کھوٹے روپیلے کر انبیاؑ کو گرفتار اور قتل تک کرا دیا تھا۔

آنحضرتؐ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں

بسا اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے اندھیرے میں آپؐ کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں تاکہ صحت وجمعیتِ خاطر میں خلل پیدا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فرمایا کرتے کہ "فرزندانِ عبد

Marfat.com

مناف! حق ہمسائیگی خوب ادا کر نے ہو!"

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ کر رسی جیسا بنایا اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے۔ تو چادر کو آپؐ کی گردن میں ڈال دیا۔ اور بل پر بل دینے شروع کئے۔ گردن مبارک بہت بھنچ گئی تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی اطمینان قلب سے سجدے میں پڑے رہے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے۔ انہوں نے دھکے دے کر عقبہ کو پرے ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھی۔

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات ؕ	کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کروہ اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنے روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔

چند شریر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی لپٹ گئے۔ اور ان کو بھی بہت زدوکوب کیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے۔ اوجھڑی پڑی ہوئی ہے کوئی جائے اٹھا لائے اور اس (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اٹھا۔ نجاست بھری،

marfat.com
Marfat.com

اوجھڑی اٹھالایا۔ جب آپؐ سجدے میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رب العزت کی جانب متوجہ تھے۔ کچھ خبر ہی نہ ہوئی۔ مگر کفار ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئے جاتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے تھے۔

ابن مسعودؓ صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا توحوصلہ نہ پڑا۔ مگر معصوم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا وہاں آگئیں۔ انہوں نے باپؐ کی پشت سے اوجھڑی اٹھاکر پرے پھینک دی اور ان سنگ دل لوگوں کو سخت سست بھی کہا۔

قریشِ مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر جو جور وستم ہو رہے تھے، ان کو ہنوز ناکافی سمجھا۔ اس لئے بجائے متفرق کوششوں کے باقاعدہ کمیٹیوں کو تشکیل دیا گیا۔

ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا میرِ مجلس ابولہب تھا۔ اور مکہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے۔

اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ میں آتے ہیں۔ انہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت کیا کہا جائے۔ تاکہ وہ لوگ اس کی باتوں میں نہ پھنسیں اور اس کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔

ایک نے کہا۔ ہم اسے دیوانہ کاہن بتائیں گے۔

ولید بن مغیرہ ایک خرانٹ بڈھا تھا۔ وہ بولا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام۔ ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ایک نے کہا۔ ہم اسے پاگل بتایا کریں گے۔
ولید بولا۔ محمد کو پاگل پن سے کیا نسبت ہے؟
ایک اور بولا۔ اچھا! ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔
ولید بولا۔ ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصنافِ سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں۔ محمد کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں۔
ایک دوسرا بولا۔ ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے۔
ولید نے کہا۔ جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمد رہتا ہے۔ وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی نجس عادتیں اور منحوس صورتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔
اب سب نے عاجز آکر کہا چچا تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا کہا جائے
ولید نے کہا۔ "سچ تو یہ ہے کہ محمد کے کلام میں عجب شیرینی ہے۔ اس کی گفتگو نورس حلاوت ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی شوہر و زن میں جدائی پڑ جاتی ہے۔ اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔
آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا۔
"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔
بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے۔
تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے۔
محمد کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجے کی تکالیف کا نشکار کیا جائے۔

---

marfat.com
Marfat.com

ہجرتِ اولیٰ

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اکرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان ومال اور ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش کو چلا جائے۔

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ جو ۱۲ مردوں اور ۴ عورتوں پر مشتمل تھا' رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش روانہ ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کی فضیلت اس مختصر قافلے کے سردار حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ سیدہ رقیہؓ (بنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے ساتھ تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لوطؑ و ابراہیمؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے۔ جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔"

ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد ۱۸ عورتیں) مکہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہو گئے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا۔ مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکہ کے کافر بھی اس کے پاس تحائف لے کر گئے۔ اور جا کر کہا کہ "ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے جو ہمارے ملک سے بھاگ آئے ہیں۔ اور ہمارے غلام ہیں۔"

مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیار رضی نے دربار میں یہ تقریر کی۔

" اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور سچی ایمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب ونسب' سچائی' دیانتداری' تقویٰ وپاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا۔ کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں وعدہ پورا کیا کریں۔ گناہوں سے دُور رہیں۔ برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں۔ صدقہ دیا کریں۔ روزے رکھا کریں۔ اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا ہم کو ستایا۔ کہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا ترک کردیں۔ اور پھر لکڑی اور پتھر کی پوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور جب حد سے مجبور ہو گئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیئے آئے ہیں۔"

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا۔ "مجھے قرآن سناؤ۔"

حضرت جعفر طیار رضی نے اسے سورۂ مریم سنائی۔

بادشاہ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ زار وقطار رونے لگا۔ اور بولا کہ

marfat.com

Marfat.com

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسولؐ کا زمانہ ملا۔"

پھر بادشاہ نے مکہ کے کافروں کو صاف صاف کہہ دیا۔ کہ وہ، مسلمانوں کو ان کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اور ان کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اور کفار بے نیل و مرام لوٹ گئے۔

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا۔ کہ حبش تک جانے کا بھی، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تو انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا۔ کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لالچ دیا جائے۔ پھر دھمکی سے کام لیا جائے۔ کسی طرح تو وہ مان ہی جائے گا۔ یہ مشورہ کر کے انہوں نے متفقہ فیصلے کے مطابق، مکہ کے ایک مشہور اور مالدار سردار عتبہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اس نے آپؐ کے پاس آ کر یوں تقریر کی۔

"میرے بھتیجے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)!
اگر تم اس نئے دین کی آڑ میں مال و دولت جمع کرنا، چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مالا مال ہو جائے۔ اگر تم عزت کے بھوکے ہو۔ تو ہم تمہیں بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں۔ جو چاہو۔ سو کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے۔ تو ہم تمہارا علاج کرانے کو تیار ہیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال، عزت، دولت حکومت کچھ درکار

marfat.com
Marfat.com

نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی ہرگز نہیں - میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ ۔ تنزیل من الرحمٰن الرحیم ۔ کتاب فصلت اٰیاتہٗ قراٰناً عربیاً لقوم یعلمونہٗ بشیراً و نذیراً فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعونہٗ وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ ..... الخ

یہ فرمان خدا کے حضور سے آیا ہے جو بڑی رحمت والا اور نہایت رحیم ہے۔ یہ برابر پڑھی جانیوالی کتاب ہے۔ عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کیلئے اس میں سب باتیں، کھلی کھلی درج ہیں۔ جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں۔ ان کے واسطے اس، فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں ان کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ ہے

تم اپنی تدبیر کرو ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔ اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تم جیسا ہی بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور خدا کے فرشتے نے بتا دیا ہے۔ کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو شریک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے

marfat.com

Marfat.com

اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک کام کیئے۔ ان کے لیئے آخرت میں بڑا درجہ ہے!"

کلامِ پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ ہاتھوں پر سہارا دیئے گردن پریشت ڈالے سنتا رہا۔ اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔

قریش، جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے۔ سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا۔ کیا دیکھا؟ کیا کہا؟ کیا سنا؟

عتبہ بولا۔" معشر قریش! میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے۔ نہ شعر ہے۔ نہ جادو ہے نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو اور میری رائے پر چلو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔" لوگوں نے یہ رائے سن کر کہا۔" لو عتبہ پر بھی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان کا جادو چل گیا۔"

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی۔ تب سارے قبیلے اکٹھے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس آئے۔ اور یوں تقریر کی۔

"ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو، جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے تھے اتنا سخت سست کہنے لگا ہے کہ اب ہم برداشت اور صبر نہیں کر سکتے آپ اسے اکیلے میں سمجھا کر چپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے۔ اور آپ اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکیں گے!"

ساری قوم کی عداوت دیکھ کر شفیق چچا کا دل درد اور محبت

marfat.com
Marfat.com

سے بھر آیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ اور سمجھایا۔ کہ بت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ ورنہ حالات کے قابو سے باہر ہو جانے پر میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہ کر سکوں گا۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب سے فرمایا۔ "چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر لا رکھیں۔ تب بھی میں تبلیغ حق سے باز نہ آؤں گا۔ اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ خواہ اس کام میں میری جان بھی جاتی رہے۔

یہ سن کر ابو طالب خاموش ہو رہے۔

اس ناکامی کے بعد قریش مکہ نے مشورہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیئے۔

اس مشورے کے بعد انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ سردارانِ قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اور کعبے کے اندر جمع ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش وہاں گئے۔ کیونکہ آپ کو ان کے ایمان لے آنے کی بڑی آرزو تھی۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ کر تشریف فرما ہوئے۔ تو ان لوگوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کے لئے بلایا ہے۔ بخدا! ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اس قدر مشکلات لایا ہو جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔

Marfat.com

اب تو یہ بتا کر اگر تو اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم تیرے لیئے مال و دولت کے انبار لگا دیں۔ اور تو اتنا مال دار ہو جائے کہ ہم میں سے کوئی اس قدر نہ ہو۔ اور اگر تو شرف و عزت کا خواہش مند ہے تو ہم تجھے اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں۔ اور اگر تو سلطنت کا طالب ہے تو تجھے اپنا بادشاہ مقرر کر لیں۔ اور اگر تو سمجھتا ہے کہ وہ چیز جو تجھے دکھائی دیتی ہے اور تجھ پر غالب ہے۔ اور جس کے حکم پر تو یہ سب کرتا ہے وہ کوئی جن ہے۔ تو ہم اس قسم کے تیرے علاج کے لئے ٹونے ٹوٹکے کرائیں۔ خواہ ہمارا کتنا ہی مال خرچ ہو، تاکہ تو تندرست ہو جائے۔ یا قوم کے نزدیک تو معذور سمجھا جائے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ بڑے تحمل سے سُنا۔ اور فرمایا۔ "تم نے جو کچھ کہا۔ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔ جو تعلیم میں لے کر آیا ہوں وہ نہ طلبِ اموال کے لیئے ہے نہ جلبِ شرف یا حصولِ سلطنت کے واسطے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب اتاری ہے مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے۔ میں نے اپنے ربّ کے پیغام تمہیں پہنچا دیئے ہیں۔ اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرو گے تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔ اور اگر رد کرو گے۔ تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا۔ کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لیئے کیا حکم بھیجتا ہے؟"

قریش نے کہا۔ "اچھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سنو! تمہیں معلوم ہے کہ ہم کس قدر

marfat.com
Marfat.com

سختی اور تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے اور گزران بے حد مشکل ہے۔ اب تم خدا سے کہہ کر ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔ تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ نیز ہمارے لئے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام اور عراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے۔ ان زندہ ہونے والوں میں قصی بن کلاب ضرور ہو۔ کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا اور سچ بولا کرتا تھا۔ ہم اس سے تیری بابت بھی دریافت کریں گے۔ اگر اس نے تیری باتیں درست اور سچ تسلیم کریں اور تو نے ہمارے دوسرے سوال بھی پورے کر دیئے۔ تب ہم بھی تجھے سچا جان لیں گے اور مان لیں گے۔ کہ ہاں! خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے۔ اور اس نے تجھے، فی الحقیقت رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔"

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں ان کاموں کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف تعلیم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں نے خدا کے پیغامات تمہیں سنا دیئے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لو تو یہ تمہاری دنیا اور آخرت کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہے اور اگر تم اسے رد کرو گے تو میں خدا کے حکم کا انتظار کروں گا۔ جو کچھ اسے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہے۔ وہ خود فرمائے گا۔"

قریش نے کہا۔ "اچھا اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے۔ تو اپنے ہی لئے خدا سے سوال کرو۔ کہ

(۱) وہ تمہارے ساتھ ایک فرشتے کو مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ یہ شخص سچا ہے اور ہم کو تمہاری مخالفت سے منع بھی کردے۔

(۳) ہاں! تم اپنے لیے یہ سوال بھی کرد کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں۔ خزانے میں سونا چاندی جمع ہوجائے۔ جس کی تمہیں ضرورت بھی ہے۔ اب تم خود ہی بازار میں جاتے اور معاش تلاش کیا کرتے ہو۔ ایسا ہو جانے کے بعد ہم تمہاری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کرلیں گے۔ اور تمہیں خدا کا رسول سمجھ لیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں ایسا نہ کروں گا اور نہ خدا سے ایسا سوال کروں گا۔ اور ان باتوں کے لیے میں مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو۔ تو تمہارے لیے خزانۂ دارین ہے۔ ورنہ میں صبر کروں گا اور خدا کے حکم کا منتظر رہوں گا۔"

قریش نے کہا۔ "اچھا تم آسمان کا ٹکڑا ہی توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کرسکتا ہے۔ پس جب تک تم ایسا نہ کرد گے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ خدا کے اختیار میں ہے وہ اگر چاہے تو ایسا کرے۔"

قریش نے کہا۔ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ تو بتاؤ کہ تمہارے خدا نے تمہیں پہلے سے یہ نہ بتایا کہ ہم تمہیں بلائیں گے۔ ایسے ایسے سوال کریں گے۔ یہ چیزیں طلب کریں گے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور خدا کا منشا ایسا کرنے کا ہے، چونکہ تمہارے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے۔ وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے، جس کا نام رحمان ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وہی تجھے یہ باتیں بتاتا ہے۔ اور ہم رحمٰن پر کبھی ایمان لانے والے نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عذرات تمہیں سنا دیئے ہیں۔ اب ہم قسمیہ تمہیں یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں اس تعلیم کا پرچار کبھی نہ کرنے دیں گے۔ یہاں تک ہم مر جائیں یا تم مر جاؤ۔"

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی کہ کفار میں سے ایک نے کہا۔

"ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں۔ جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔"

دوسرا بولا۔ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم تیری بات کا یقین، نہیں کریں گے جب تک خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری بات سن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اُنؐ کے ساتھ ہی عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی کھڑا ہو گیا۔ یہ آپؐ کا پھوپھی زاد بھائی (عاتکہ بن عبدالمطلب کا بیٹا) تھا۔ اس نے کہا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھو! تمہاری قوم نے اپنے لیئے تم سے کچھ چیزوں کا سوال کیا۔ وہ بھی تم نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے یہ چاہا کہ تم خود ہی اپنے لیئے ایسی علامات کا اظہار کرو۔ جن سے تمہاری قدر و منزلت کا ثبوت مل سکے۔ اسے بھی تم نے قبول نہیں کیا۔ پھر انہوں نے اپنے لیے تھوڑا سا وہ عذاب بھی مانگا۔ جس کا تم انہیں خوف دلایا کرتے ہو تم نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ پس! اب میں تم پہ کبھی ایمان نہیں لاؤں گا خواہ تم میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جاؤ اور میرے سامنے اس زینے سے نیچے اترو۔ اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں۔ اور وہ تمہاری شہادت بھی دیں۔ تو تب بھی میں تم پہ ایمان نہ لاؤں گا۔"

اس کے بعد یہ بات چیت بے نتیجہ ختم ہو گئی!

Marfat.com

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم اس ردّ اور انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی دعوت و ہدایت دیتے رہے۔ اور اکثر فرماتے۔

"میری تعلیم ہی میں تمہارے لیے سب کچھ موجود ہے۔ جن دانش مندوں نے اسلام قبول کیا اور تعلیمِ نبویؐ پر کاربند ہوئے۔ انہیں اس سے زیادہ معارف و فوائد حاصل ہوں گے جس کا سوال کفار نے کیا تھا۔"

ہم کو اس موقع پر انجیل مقدس کا وہ مقام یاد آتا ہے۔ جس میں مسیحؑ کی آزمائش کے لئے شیطان نے کئی سوال کیئے اور مسیح علیہ السلام نے ان کا جواب انکار میں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ رسول اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے صفتِ ایمان بالغیب باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ اس کے برعکس کبھی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لئے ان معصوم رسولوں سے معجزات کا صدور بڑی کثرت سے ہوتا رہتا ہے۔

امیر حمزہؓ کا قبولِ اسلام یہ نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف فرما تھے۔ ابوجہل وہاں جا پہنچا۔ اس ناہنجار نے پہلے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکیں۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواباً خاموش رہے تو اس کم بخت نے ایک پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک پر پھینک مارا۔ سر سے خون چلنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہؓ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، لیکن قرابت اور محبت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور اس کے

marfat.com
Marfat.com

سر پر اس زور سے اپنی کمان کھینچ ماری۔ کہ ابوجہل شدید زخمی ہوگیا۔ اس کے بعد حمزہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ اور کہا۔

"بھتیجے! خوش ہو جا۔ میں نے ابوجہل سے تیرا بدلہ لے لیا"

آپؐ نے فرمایا۔ "چچا! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں! مجھے حقیقی خوشی اس وقت ہوگی۔ جب آپ مسلمان ہو جائیں گے"۔

یہ سن کر حمزہؓ اسی وقت اسلام لے آئے۔

عمر فاروقؓ کا اسلام لانا

حضرت امیر حمزہؓ کے اسلام لانے کے تین روز بعد عمرؓ بن خطاب مسلمان ہوئے۔ یہ بڑے دلیر، بہادر اور شجاع تھے۔ بے حد نڈر اور جواں مرد تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان کے ذمے تھا۔ ایک روز عمرؓ اپنی بہادری اور شجاعت کے بھروسے پر اور ابوجہل کی شہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے۔ بدن پر تمام ہتھیار سجا رکھے تھے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ ایک مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت نعیمؓ نے ان کو بتایا۔ کہ ان کے بہنوئی اور بہن دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ طیش کے عالم میں اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ ان دونوں کے اقرار اسلام پر انہوں نے بہن اور بہنوئی کو مار مار کر ادھ مؤا کر دیا۔ مگر انہوں نے اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ ان پر اس جاں نثاری اور اسلام سے وفاداری کا بڑا گہرا اثر ہوا۔ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور بہن سے کہا۔

"اچھا! جو کلام تم پڑھتے ہو مجھے بھی سناؤ!"

marfat.com
Marfat.com

ان کی بہن اور بہنوئی ان کے آنے سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرتؓ سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ لیکن وہ حضرت عمرؓ کے آنے پر ان کے خوف سے چھپ گئے تھے۔ وہ اب باہر آئے۔ اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو قرآن حکیم کی "سورۃ طٰہٰ" کا پہلا رکوع تلاوت کر کے سنایا۔

حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کلام الٰہی سن رہے تھے اور زار زار رو رہے تھے۔ ان کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ یہ اسی وقت گھر سے نکلے۔ اور حالت یہ تھی کہ جس تلوار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے چلے تھے۔ وہ گلے میں لٹک رہی تھی۔ اسی طرح بے اختیار روتے اور گرتے پڑتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچے (جو ان کے انتظار میں تھے خدا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے قبول اسلام کے لئے آنے کی خوشخبری دے دی تھی۔) اور دستِ نبوت پر بیعت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ نظر بن گئے۔

جو گھر سے قاتل بن کر نکلے تھے۔ وہ جاں نثاری کے اس درجے تک پہنچے۔ جس پر کوئی دوسرا فائز نہ ہو سکا۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "فاروق" کا لقب عطا فرمایا۔

ان کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمان (جو گھروں اور غاروں میں چھپ کر نمازیں ادا کرتے تھے) کعبہ میں جا کر کھلم کھلا نماز پڑھنے لگے۔ یہ صرف حضرت عمرؓ کی شخصیت کا اثر اور ہیبت تھی۔ کفار کچھ تو کہہ نہ سکے۔ لیکن ان کے مظالم میں کچھ اور شدت آ گئی۔

marfat.com
Marfat.com

حضورؐ کا اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہنا

شعب کا مطلب ہے۔ "گھاٹی"۔ یعنی ابی طالب کی گھاٹی۔ درحقیقت جب کفار نے دیکھا کہ ایسی اذیتوں، سزاؤں اور تکلیفوں کے بعد بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم پر سختی اور مضبوطی سے قائم ہیں اور بے نظیر جرأت اور ان تھک محنت سے اپنا کام کیے جارہے ہیں۔ تو انہوں نے آپس میں صلاح، مشورہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ بنو ہاشم جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے، اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں۔ اس لئے ان سے ہر قسم کا رشتہ و ناطہ ختم کر لیا جائے۔ انہیں گلیوں اور بازاروں میں پھرنے نہ دیا جائے۔ اور ان کو کسی قسم کی کوئی چیز فروخت نہ کی جائے۔ نہ مستعار دی جائے۔

یہ فیصلہ محرم ۷ نبوت میں کیا گیا۔

اس فیصلے کو معاہدے کی صورت میں لکھ کر کعبے میں لٹکا دیا گیا۔

کفار کے فیصلے اور بے پناہ مظالم کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا قبیلہ اس بات پر مجبور ہوگئے کہ وہ اپنا گھربار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو جائیں۔ کفار نے اجناسِ خوردنی کی ترسیل بالکل بند کر دی۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک اور پیاس کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آوازیں گھاٹی سے باہر تک سنائی دیتیں۔

marfat.com
Marfat.com

تین برس تک بنو ہاشم نے اس حصار میں گزارے۔ یہ زمانہ اتنا کٹھن گزرا کہ محصورین نے طلح کے پتے کھا کھا کر پیٹ بھرا۔

حضرت سعد بن وقاصؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کے اندھیرے سوکھے ہوئے چمڑے کا ٹکڑا میرے ہاتھ لگ گیا۔ میں نے اس کو پانی سے دھویا۔ پھر آگ پر بھون لیا اور پانی کے ساتھ حلق سے اتارا۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ بچے جب بھوک سے بلبلا کر روتے تھے تو آواز شعب سے باہر جاتی تھی۔ قریش ان آوازوں کو سن کر خوش ہوتے تھے۔ مگر بعض رحم دلوں کو ترس بھی آتا تھا۔

ایک حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیجے۔ راستے میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور گیہوں چھین لینا چاہے۔ اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آ گیا۔ وہ اگرچہ کافر تھا لیکن اس کو رحم آ گیا اور بولا کہ اگر ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لیے بھیجتا ہے تو تو کیوں روکتا ہے۔

متواتر تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام آلِ ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں ہی کے دلوں میں رحم ڈالا اور خود انہی کی طرف سے اس معاہدہ کو توڑنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

ہشام عامری خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلہ میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا اور وہ چوری چھپے تھوڑا بہت غلہ بنو ہاشم کو بھیجتا رہتا تھا۔ ایک دن وہ زہیر جو عبدالمطلب کا نواسہ تھا کے پاس گیا اور کہا:

Marfat.com

"کیوں زہیر! تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم خود تو کھاؤ پیو اور ہر قسم کا لطف اٹھاؤ اور تمھارے ماموں اور اس کے خاندان والوں کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو؟"

زہیر نے جواب دیا:

"میں کیا کروں تنہا ہوں۔ ایک شخص بھی تو میرے ساتھ نہیں۔ اگر ایک حمایتی ہی میرا ساتھ دے دے تو میں اس ظالمانہ معاہدہ کو ابھی پھاڑ کر پھینک دوں۔"

ہشام نے کہا:

"تو پھر چلو میں جو موجود ہوں۔ اس اچھے کام میں تمھارا ساتھ میں دوں گا۔"

دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ ابوالبختری۔ ابن ہشام زمعہ بن الاسود بھی ساتھ مل گئے۔ یہ سب مل کر حرم میں گئے۔ زہیر نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے اہل مکہ! یہ کیسا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو کھائیں پئیں اور آرام سے رہیں اور بنو ہاشم ایک دانہ کو ترسا کریں۔ خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا میں چین سے نہ بیٹھوں گا۔"

ابوجہل قریب سے بولا:

"خبردار! میرے ہوتے ہوئے ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

زمعہ نے کہا:

"تو جھوٹ بکتا ہے۔ جب یہ معاہدہ لکھا گیا تھا ہم تو

marfat.com
Marfat.com

اُس وقت بھی راضی نہ تھے۔"

اور پھر مطعم نے آگے بڑھ کر دستاویز کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔

اس کے بعد مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، زہیر، اور ابوالبختری ہتھیار بند ہو کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور ان سب کو درہ میں سے نکال کر لے آئے۔ یہ ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب سے باہر آئے چند ہی روز گزرے تھے کہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔

ابوطالب کی وفات کے وقت حضور ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ آپ نے ابوطالب سے فرمایا:

"مرتے مرتے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیجیے کہ میں خدا کے ہاں آپ کے ایمان کی شہادت دوں۔"

ابوجہل نے کہا:

"اے ابوطالب! کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟"

ابوطالب نے کہا:

"میں عبدالمطلب کے ہی دین پر مرتا ہوں۔"

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں وہ کلمہ ضرور کہہ دیتا جو تو نے کہا ہے لیکن قریش

marfat.com
Marfat.com

کہیں گے کہ ابوطالب موت سے ڈر کر ایمان لے آیا "۔

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے دکھ سے فرمایا :

" اچھا چچا جان میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا مجھ کو اس سے منع نہ کر دے "۔

یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

لیکن ابنِ اسحاق کی روایت ہے کہ جاں کنی کے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ عباس جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے انھوں نے کان لگا کر سنا تو حضورؐ سے کہا :

" تم نے جس کلمہ کے لیے کہا تھا ابوطالب وہی کلمہ پڑھ رہے ہیں "۔

اسی بنا پر ابوطالب کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح ترین مانی جاتی ہے۔ اس لیے محدّثین زیادہ تر ان کے ایمان نہ لانے ہی کے قائل ہیں۔

ابوطالب نے حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو جاں نثاریاں کیں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اپنے جگر گوشوں کو حضورؐ پر سے نثار کرتے تھے۔ آپ نے اپنے بھتیجے کی محبت اور حمایت کی وجہ سے سارے اہلِ عرب کو اپنا دشمنِ جاں بنا لیا تھا۔ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خاطر آپ شعبِ ابی طالب میں محصور ہوئے۔ فاقے کیے۔ پورے تین برس تک آپ کا کھانا پینا بند رہا۔ لیکن حضورؐ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ کیا ابوطالب کی یہ محبت، گرمجوشی اور یہ جاں نثاریاں سب ضائع جائیں گی ؟

marfat.com
Marfat.com

ابو طالب عمر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۵ برس بڑے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ایک بار ابو طالب بیمار پڑے۔ آپؐ ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو ابو طالب نے آپؐ کی طرف دیکھ کر پیار سے کہا :

" محمدؐ ! جس خدا نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا اس کے آگے دعا کرو کہ مجھے اچھا کر دے۔"

آپؐ نے دعا کی۔ ابو طالب فوراً شفا پا گئے۔ مسکرا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے :

" بھئی واہ تیرا خدا تو تمھارا کہنا بہت مانتا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا :

" جی ہاں ! آپ بھی اگر خدا کا کہنا ماننا شروع کر دیں تو وہ بھی آپ کا کہنا ضرور مانے گا۔" (اصابہ فی احوال الصحابہ ذکر ابو طالب)

ابو طالب کی وفات کے چند ہی روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی انتقال کر گئیں۔ اور اس طرح آپ کے دونوں مددگار اور غم گسار دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے بعد کا زمانہ اسلام کے لیے سخت ترین زمانہ ہے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال فرمایا کرتے تھے۔ (مواہب لدنیہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۶۵ برس تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے۔ اس وقت تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔

(ابن سعد)

ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اٹھ جانے کے بعد قریش

Marfat.com

کو اب کس کا پاس و لحاظ تھا ؟ اب وہ نہایت سنگدلی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ ایک بار آپ پیدل کہیں جا رہے تھے۔ کسی شقی القلب نے آپ کے سر پر خاک ڈال دی۔ آپ اسی حالت میں گھر پہنچے۔ آپ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لے آئیں۔ وہ آپ کا سر دھوتی جاتی تھیں اور جوشِ محبت سے روئے بھی جا رہی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جانِ پدر ! مت رو۔ خدا تیرے باپ کی حفاظت کرے گا۔"

(طبری و ابن ہشام ذکر وفات حضرت خدیجہؓ)

اہلِ مکہ سے تو ہدایت پانے کی بجائے ظلم و ستم ہی کی امید تھی لہذا آپ نے دعوتِ اسلام کے لیے طائف جانے کا ارادہ کیا کیونکہ وہاں بڑے بڑے امرا اور اربابِ اثر رہتے تھے۔ ان میں عمیر کا خاندان رئیس الاقبائل تھا۔ یہ تین بھائی تھے :

۱۔ عبد یالیل ۲۔ مسعود ۳۔ حبیب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک نے کہا :

"اگر تجھ کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے۔"

دوسرے بھائی نے جواب دیا :

"کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملتا تھا۔"

تیسرے نے عجیب بات کہی :

"میں بہر حال تجھ سے کوئی بات نہیں کروں گا کیوں کہ اگر تو سچا ہے تو تجھ سے گفت گو کرنا خلافِ ادب ہوگا اور اگر تو جھوٹا ہے تو گفت گو کے قابل نہیں۔"

marfat.com
Marfat.com

ان تینوں بدبختوں نے طائف کے لوگوں کو بھی برانگیخت کیا اور اس امر پر جوش دلایا کہ وہ آپ کا مذاق اڑائیں۔ بس پھر کیا تھا شہر کے آوارہ اور اوباش ہر طرف سے امنڈ آئے۔ یہ لوگ بازار میں دو رویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ بازار سے گزرے تو ان لوگوں نے آپ کے دونوں پاؤں پر پتھر مارنے شروع کر دیے یہاں تک کہ آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ زخموں سے نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تو لوگ آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے۔ جب آپ چلنے لگتے تو پاؤں پر پھر سے پتھر برسانے لگتے۔ اور ساتھ ساتھ گالیاں بھی بکتے جاتے اور تالیاں بجا بجا کر شور مچا مچا کر خوب ہنسی اڑاتے۔

آخرکار آپ نے ایک باغ کے اندر پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ جو تھا تو کافر لیکن بے حد شریف النفس اور نیک طینت رحم دل شخص تھا۔ اس نے آپ کو جب اس زخمی حالت میں دیکھا تو اپنے غلام عداس کے ہاتھ انگور کا خوشہ ایک طشتری میں رکھ کر پیش کیا۔

(مواہب لدنیہ بحوالہ موسیٰ بن عقبہ، طبری و ابن ہشام)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر نخلہ میں چند روز قیام کیا۔ پھر حرا میں تشریف فرما ہوئے اور مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ :

"کیا تم محمد کو اپنی حمایت میں لے سکتے ہو ؟"

مطعم نے حمایت کی حامی بھر لی۔

کیونکہ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی کسی سے حمایت اور پناہ کا طالب ہوتا تو چاہے وہ جانی دشمن ہی کیوں نہ ہوتا پناہ دینے والا

marfat.com

Marfat.com

انکار نہ کرتا تھا۔

مطعم بن عدی نے اپنے بیٹوں کو بلا کر حکم دیا کہ ہتھیار لگاؤ اور محمدؐ کے ساتھ حرم میں چلو۔"

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے اس حالت میں کہ مطعم بن عدی اپنے اونٹ پر سوار تھا۔ جب وہ حرم کے قریب آیا تو بلند آواز میں بولا:

"مکے والو! سن لو کہ میں نے محمدؐ کو پناہ دی ہے۔"

کسی میں مزاحمت کی ہمت نہ ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں گئے۔ بڑے سکون کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر دولت خانہ کو واپس چلے گئے۔ مطعم اور اس کے بیٹے آپ کو تلواروں کے سائے میں لائے۔ (ابن سعد ص۱۴۲)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب حج کا زمانہ آتا اور عرب کے قبائل چاروں طرف سے آ کر مکہ کے آس پاس اترتے تو آپ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور تبلیغ اسلام فرماتے۔ عرب میں مختلف مقامات پہ میلے لگتے تھے جن میں دور دور سے آ کر قبائل شرکت کرتے تھے۔ آپ ان تمام میلوں میں خاص طور پہ تشریف لے جاتے اور اسلام و توحید کی تبلیغ کا فرض انجام دیتے۔

آپ جہاں جہاں تشریف لے جاتے ابولہب سائے کی طرح ہر جگہ ساتھ جاتا اور جب آپ کسی گروہ کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر فرماتے تو ابولہب فوراً چلا اٹھتا:

"لوگو! اس کی بات مت سنو۔ یہ اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے۔" (مستدرک جلد اول ص۱۵)

marfat.com
Marfat.com

بنی حنیفہ جو یمامہ میں آباد تھے ان لوگوں نے بڑی سنگدلی کا مظاہرہ کیا مسیلمہ کذاب جس نے بعد میں نبوت کا دعویٰ کر دیا اسی قبیلے کا رئیس تھا.

قبیلہ بنو ذہل بن شیبان کے پاس آپ گئے تو ابو بکر صدیق بھی ہمراہ تھے. حضرت ابو بکر نے مفروق سے کہا :

" تم نے کسی پیغمبر کا تذکرہ سنا ہے ، وہ یہی ہیں."

مفروق نے آپ کی طرف رخ کر کے کہا :

" برادرِ قریش ! تم کیا کہتے ہو ؟"

آپ نے ارشاد فرمایا :

" خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں."

پھر آپ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں :

" اے پیغمبر! کہہ دو کہ آؤ میں تمھیں سناؤں کہ خدا نے کون کون سی چیزیں حرام کی ہیں. یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کا حق خدمت بجا لاؤ. اور اپنے بچوں کو افلاس کے خیال سے قتل نہ کرو. ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی دیں گے. فحش باتوں کے پاس نہ جاؤ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور آدمی کی جان جس کو خدا نے حرام کیا ہے ناحق ہلاک نہ کرو." (انعام - ۱۹)

اس قبیلہ کے رؤسا مفروق، مثنیٰ اور ہانی بن قبیصہ تھے اور یہ سب اس موقع پر موجود تھے. ان سب نے کلام اللہ کی تحسین کی اور کہا :

" مدتوں کا خاندانی دین یکسر چھوڑ دینا زود اعتقادی ہے اس کے علاوہ ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں اور معاہدہ بھی ہو چکا ہے کہ ہم کسی اور کے اثر میں نہ آئیں گے."

marfat.com
Marfat.com

آپ نے ان لوگوں کی راست گوئی کو سراہا اور فرمایا کہ کوئی بات نہیں خدا اپنے دین کی آپ مدد کرے گا۔ (روض الانف بحوالہ قاسم بن ثابت)

جب آپ قبیلہ بنو عامر کے پاس گئے تو ایک شخص نے جس کا نام بحیرہ بن افراس تھا آپ کی تقریر سن کر کہا کہ اگر یہ شخص مجھ سے اتحاد کر لے تو میں تمام عرب کو مسخر کر لوں۔

پھر اس نے آپ سے پوچھا :

" اگر ہم تمہارا ساتھ دیں اور تم اپنے مخالفوں پر غالب آجاؤ تو کیا تمہارے بعد عرب کی حکومت ہمیں ملے گی ؟ "

آپ نے فرمایا :

" یہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے دے۔ "

اس نے جواب دیا :

" واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کام کے لیے قربانی تو ہم دیں اور حکومت غیروں کے ہاتھ آئے۔ ہم کو یہ منظور نہیں۔ "

الغرض قریش نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور مخالفت کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضورؐ کو اس قدر ستائیں کہ آپ مجبور ہو کر تبلیغ اسلام سے دست بردار ہو جائیں۔

اتفاق کی بات یہ تھی کہ جو کفار آپ کے عزیز رشتہ دار اور دوست اور ہمسائے تھے مثلاً ابو جہل (عکرمہ کا باپ)، ابو لہب، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، منبہ بن حجاج، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص سب کے سب قریش کے سربرآوردہ رؤسا تھے اور یہی سب سے بڑھ کر آپ کے دشمن تھے۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے،

Marfat.com

نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے، سجدہ کی حالت میں آپؐ کی گردن پر اوجھڑی لاکر ڈال دیتے، گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچتے کہ آپؐ کی گردن مبارک پر نشان پڑجاتا، آنکھیں باہر کو نکل پڑتیں آپؐ انتہائی حد تک صبر و ضبط سے کام لیتے۔ آپ کی اس روحانی قوت کے اثر کو دیکھ کر لوگ آپؐ کو جادوگر کہتے، دعوائے نبوت کو سن کر مجنون اور دیوانہ کہتے، گھر سے باہر نکلتے تو شریر لڑکے پیچھے پیچھے غول باندھ کر چلتے۔ نماز جماعت میں قرآن بلند آواز سے پڑھتے تو قرآن، قرآن کے لانے والے (رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کے اتارنے والے (رب العزّت، معبودِ حقیقی جلّ شانہٗ) کو گالیاں دیتے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۶۸۶)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع میں جو کچھ پیش آیا گو نہایت درد انگیز اور حسرت خیز تھا لیکن تعجب انگیز ہرگز نہ تھا۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ نامانوس اور اجنبی صدائیں بہ رغبت سن لی گئی ہوں۔ حضرت نوح علیہ السّلام کو تو سینکڑوں برس تک قوم کی نفرت و حقارت اور وحشت کا سامنا کرنا پڑا۔

یونان جو کہ دنیا کی تہذیب و شائستگی کا گہوارہ اور معلّم اوّل ہے تاہم اسی حکمت کدہ میں سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو دار و رسن کا منظر پیش آیا۔

لہٰذا اسی بنا پر قبیلہ قریش اور دیگر عربوں میں نفرت کا جذبہ اگر ابھر رہا تو یہ سلسلۂ واقعات کی غیر معمولی کڑی نہ تھی لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ اس سلوکِ ناروا کے بدلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com
Marfat.com

کیا کیا؟

سقراط زہر کا پیالہ پی کر ختم ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے نافرمان قوم کی مخالفت سے تنگ آ کر ایک قیامت خیز طوفان کی استدعا کی جو بارگاہِ ایزدی میں قبولیت کا شرف حاصل کر کے طوفانِ باراں کا باعث ہوئی۔ چالیس روز تک رات دن شدید موسلا دھار بارش آسمان سے برسی۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں میلوں تک جل تھل ہو کر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کا منظر پیدا ہوا اور دنیا کی سرزمین کا ایک بڑا حصہ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام صرف تیس یا چالیس پیروکاروں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہی کو راہِ راست پر لا سکے اور پھر نصاریٰ کی روایت کے مطابق سولی پر چڑھا دیئے گئے۔

لیکن!

ہمارے نبیٔ اکرم سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے جو فرض ربّ العزّت نے لگایا تھا وہ ان سب سے بالاتر اور انتہائی حد تک مشکل تھا۔ آپ اپنی قوم کے ہاتھوں شدید تکالیف اٹھانے کے باوجود اس کے حق میں بد دعا نہ کر سکتے تھے اس لیے کہ نبوّت کے ساتھ ساتھ آپ کو قدرت نے ایک ایسا لقب بھی عطا فرمایا تھا جو صرف آپ ہی کے لیے مخصوص رہا۔ یعنی آپ رحمۃ اللعالمین بھی تھے۔

ایک بار خبابؓ بن الارت نے جب قریش کی ایذا رسانی کی انتہا دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہمدرد و غم گسار بن کر

marfat.com
Marfat.com

عرض کی کہ آپؐ ان نافرمانوں کے لیے بددعا کیوں نہیں فرماتے ؟
تو آپؐ کا چہرۂ اقدس غصے سے سرخ ہوگیا۔ پھر فوراً ہی اپنی حالت پر قابو پاکر بڑے پیار سے ارشاد فرمایا :
" خبابؓ ! تم نہیں جانتے بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھ سے پہلے مبعوث ہونے والے بعض انبیاء کی طرح قوم کے لیے بددعا کرکے اسے تباہ کردوں۔ سابقین کا کردار تو کسی حد تک درست بھی تھا کہ ان کے بعد اور بھی نبی آنے والے ہوتے تھے جو تبلیغ کے نامکمل کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتے تھے لیکن میرے بعد تو اب قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا جو گمراہ لوگوں کو سیدھی راہ پر لائے گا اس لیے اب اس ادھورے کام کو مجھے ہی پورا کرنا ہے۔ اور اگر میں نے بددعا دے کر اپنی قوم ہی کو ختم کردیا تو پھر میں تبلیغ توحید و رسالت کس کے آگے کروں گا خدا کی قسم ہر روز تین بار اللہ کا فرشتہ میرے پاس آتا ہے اور ان لوگوں تباہ و فناہ کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور میں ہر بار ایسا کرنے سے انکار کر دیتا ہوں اور وہ لوٹ جاتا ہے اور پھر جب میری بددعا قبول ہوسکتی ہے تو میری دعا کیوں نہیں قبول ہوگی۔ میں اپنی قوم کے لیے بددعا کی بجائے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک کام کرنے کی توفیق دے۔ اسے ہدایت دے اور اسے اسلام و ایمان کی راہ پر چلائے۔ خبابؓ میرے بھائی۔ تم گھبراؤ نہیں بلکہ یقین رکھو ان ہی نافرمان لوگوں کی نسلوں میں ایسے ایسے نیک اور بہادر مسلمان پیدا ہوں گے جو اللہ کے مقرب بندے ہوں گے وہ نبی تو نہ ہوں گے لیکن نبیوں کی سی صفات ان میں ضرور ہوں گی۔

marfat.com
Marfat.com

سوا گر ان بدبخت لوگوں کو بد دعا کے ذریعے ختم کرا دیا گیا تو ان کی نسل کیونکر چلے گی اور وہ نیک لوگ کیسے پیدا ہوں گے۔ یاد رکھو خدا خود اس کام کو پورا کرے گا۔ اور وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب ایک شتر سوار تن تنہا صنعا سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا۔"

بتائیے!
کیا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری نہیں ہو رہی؟

marfat.com
Marfat.com

واقعۂ معراج

بعض اصحاب نے اس واقعے کی صرف عمومی کیفیت ہی بیان کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ پھر مختلف امور کے متعلق اختلافات کی بحثیں چھیڑیں لیکن یہاں صرف وہ حقائق اجمالا پیش کر دینا بے حد ضروری ہے جن سے معراج کی حقیقت ذہن نشین کر لینے میں مدد مل سکے۔

مولانا حکیم عبدالرؤف مرحوم داناپوری فرماتے ہیں:

"جب آپ کی عمر اکاون برس نو مہینے کی ہوئی تو معراج کا واقعہ پیش آیا۔ زمزم اور مقام ابراہیمؑ کے مقام مابین سے آپ براق پر سوار ہو کر حضرت جبرئیل کی معیت میں سب سے پہلے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے تقرب الٰہی کے انتہائی منازل میں بلائے گئے جہاں ملائکہ مقربین بھی نہیں جا سکتے اور اسی رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔"

(اصح السیر ص ۵۷)

قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

"۲۷ رجب سنہ نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملکوت السماوات والارض کی سیر کرائی۔ اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک آپ تشریف لے گئے۔ وہاں امامت کر جماعتِ انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کی اور انبیاؑ سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت معمور تک پہنچے۔ وہاں سے قربِ حضوری حاصل ہوا اور گوناں گوں وحی سے مشرف ہوئے۔"

(رحمۃ للعالمین جلد اوّل صفحہ ۸۶)

قاضی صاحب مرحوم حاشیے میں فرماتے ہیں:

"واضح ہو کہ عروجِ جسدی کا انکار آجکل کے فلسفۂ عشک کی بنیاد پر فضول ہے کیوں کہ جس قادرِ مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو بغیر کسی ستون کے خلا میں تھام رکھا ہے وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لیجانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ جب کہ آجکل نائٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور غباروں کے اندر انسان ہوا میں معلق رہ کر اڑ رہے ہیں تو اس لیے خداوندِ کریم کا اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ سواری براق (جو برق سے مشتق اور الیکٹرسٹی کی طاقتِ مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوت السماوات کی سیر کرانا کچھ بعید از قیاس نہیں ہے لہٰذا میرا عقیدہ یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بیداری کی حالت میں ہوئی۔"

(رحمۃ للعالمین صفحہ ۸۶ حاشیہ)

سیرۃ النبی مجلّد سوم میں اسریٰ یا معراج کا بیان کم وبیش اسّی صفحات پر پھیلا ہوا ہے (صفحہ ۳۵۵ تا ۴۳۵) اس میں مختلف پہلو پوری وضاحت کے ساتھ لکھ دیئے گئے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

مثلاً : انبیائے کرام کی سیر ملکوت، معراجِ نبوی، اس کا وقت، تاریخ اور تعدادِ وقوع، صحیح روایتیں، واقعے کی کیفیت، کفار کی تکذیب، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا؟ معراج جسمانی تھی یا روحانی؟ اس کے بعد پوری سورۃ بنی اسرائیل کو واقعہ معراج پر منطبق کر دیا گیا ہے۔ مثلاً: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی القبلتین ہوئے۔ بنی اسرائیل کی مدتِ تولیت ختم ہو گئی۔ کفارِ مکہ کے متعلق آخری اعلان کر دیا گیا۔ معراج کے احکام و وصایا، ہجرت اور عذاب، نماز پنجگانہ کی فرضیت، ہجرت کی دعا، نبوت، قرآن، قیامت، معراج اور معجزات، حضرت موسیٰؑ کے واقعات سے استشہاد، معراج کے انعامات اور اس کا پراسرار منظر۔

مندرجہ بالا تمام عنوانوں پر مفصل بحث تو اس وقت ممکن نہیں البتہ صحیح روایات کی بنا پر اصل واقعے کی مسلسل کیفیت مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری ہے۔

مولانا سید سلیمان فرماتے ہیں :

احادیث و سیر کی کتابوں میں اس واقعے کو کثیر التعداد صحابہ نے بیان کیا ہے۔

علامہ زرقانی نے پینتالیس صحابہ کرامؓ کو نام بنام گنوایا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے تفسیر بنی اسرائیل میں اکثر روایتوں کو یک جا کر دیا ہے۔ ان میں صحیح، قوی، ضعیف، موقوف، مرسل، منکر، سبھی قسم کی روایتیں موجود ہیں۔

صحاحِ ستہ میں سے معراج کا واقعہ مستقلاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے۔

ترمذی اور نسائی وغیرہ سب میں ضمناً اور اختصاراً یہ واقعات

marfat.com
Marfat.com

مختلف ابواب میں کہیں کہیں آگئے ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اس واقعہ کو حضرت ابوذرؓ، مالکؓ بن صعصعہ، انسؓ بن مالک، عبداللہؓ بن عباس، ابوہریرہؓ، جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سات اکابر صحابہ سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے چار پچھلے صحابیوں نے صرف چند متفرق جزئیات ہی بیان کیے ہیں۔

مولانا سیّد سلیمان فرماتے ہیں:

"جب اسلام کی سخت اور پُرخطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا اور ہجرت کے بعد سکون و اطمینان کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ مبارک شب اور وہ ساعتِ ہمایوں آئی جو دیوانِ قضا میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرِ ملکوت کے لیے مقرر تھی۔ روح الامین علیہ السلام وہ سواری لے کر حرمِ کعبہ میں حاضر ہوئے جو بجلی سے زیادہ تیزگام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام تھی اور جو صرف خطۂ لاہوت کے مسافروں کے لیے مخصوص ہے۔"

حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے:

"حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انھوں نے آپؐ کا سینۂ اقدس چاک کیا۔ پھر اسے آبِ زمزم سے دھویا۔ سونے کا ایک طشت ایمان وحکمت سے بھر کر لائے۔ سینۂ اقدس میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پہ لے گئے۔ وہاں حضرت آدمؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت موسیٰؑ،

marfat.com
Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر حضرت جبرئیل آپؐ کو اور اوپر لے گئے۔ اس مقام پہ پہنچ گئے جہاں قلم کے چلنے کی آواز آتی تھی۔ اسی موقع پہ امت کے لیے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ پھر آپؐ کو سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی گئی۔ حضرت جبرئیل آپؐ کو جنّت میں بھی لے گئے۔"

بعض دوسری روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر گئے۔ خواب و بیداری کی درمیانی حالت تھی اور آپ حطیم میں لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ بیت معمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔

سدرۃ المنتہیٰ پر شانِ ربّانی کا پرتو تھا۔ آسمان سے اتر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لائے اور بیت المقدس میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ انبیا علیہم السلام کا مجمع ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام نماز میں مصروف تھے۔ اسی اثنا میں نمازِ فجر کا وقت ہو گیا اور سرورِ کائنات منصب امامت سے سرفراز ہوئے۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ :

حضرت عائشہؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت حسن بصریؒ سے یہ قول ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ معراج میں آپؐ کی روح کو لے جایا گیا اور آپؐ کا جسم کھویا نہیں گیا۔ یعنی وہ اس دنیا میں اپنی جگہ پر موجود تھا لیکن یہ کہنا کہ معراج منام یعنی حالتِ خواب میں تھی اور یہ کہنا کہ بذریعہ رُوح کے تھی جسم کے ساتھ نہ تھی تو ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ سونے والا جو کچھ دیکھتا ہے اس کی محسوس صورتیں

marfat.com
Marfat.com

سامنے آجاتی ہیں۔ اسرائے روحی سے مراد یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی لیکن خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ درجہ اتم واکمل اور اشرف و اعلیٰ ہے لہٰذا علمائے جمہور کا قول یہ ہے کہ اسریٰ جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھا۔

اور یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب بارگاہِ ایزدی سے جو کچھ حاصل ہوا وہ اس سے بھی زیادہ کا حامل تھا جو کچھ روح کو جسم سے جدا ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے چوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خرقِ عادات کے مقام میں تھے یہاں تک کہ آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا گیا اور ان اقدام سے زندہ ہونے کے باوجود آپ کو تکلیف نہیں ہوئی۔ اسی طرح خود روح مبارک اوپر چڑھائی گئی بغیر اس کے کہ آپ پہ موت طاری ہو۔ اور پھر آپ کے سوا کسی اور کی روح کو موت اور مفارقتِ تن کے بغیر یہ عروج نصیب نہیں ہوا۔ انبیاء کی روحیں جو وہاں ٹھہری ہوئی تھیں وہ تمام کی تمام مفارقتِ جسم کے بعد وہاں پہنچی تھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک زندگی کے عالم میں وہاں گئی اور وہاں سے عالمِ حیات ہی میں واپس لوٹی۔

شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

معراج کی شب آپ کو پہلے مسجدِ اقصیٰ میں لے جایا گیا۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور پھر جہاں جہاں تک خدا نے چاہا آپ کو لیجایا گیا۔ یہ سب کچھ جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالمِ مثال اور عالمِ ظاہر کے درمیان اور دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے اس لیے جسم پہ روح کے احکام

marfat.com
Marfat.com

ظاہر ہوئے اور روح پر معاملاتِ روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے۔ ان واقعات میں سے ہر واقعے کی ایک تعبیر ہے۔

سید صاحب فرماتے ہیں :

۱- سینہ چیرنے اور اسے ایمان سے بھرنے کی حقیقت یہ ہے کہ ملکیت کے انوار کا غلبہ ہوا اور طبیعتِ بشری کا شعلہ ایک دم بجھ گیا۔

۲- براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے نفسِ ناطقہ نے اس روحِ حیوانی پر استیلا حاصل کر لیا جو کمالِ حیوانی ہے یعنی آپؐ کی روحِ اقدس (روحِ بشری) کے احکام روحِ حیوانی پر غالب آ گئے۔

۳- مسجد اقصےٰ اس لیے لے جائے گئے کہ یہ مقام شعائرِ الٰہی کا مظہر، ملاءِ اعلیٰ کے ارادوں کی تعلق گاہ اور انبیاء علیہ السلام کی نظر گاہ ہے۔ گویا وہ ملاءِ اعلیٰ کی طرف ایک روشندان ہے جہاں سے روشنی چھن چھن کر کرۂ انسانی پر فائض ہوتی ہے۔

۴- انبیاؑ علیہم السلام سے ملاقات اور ان کی امامت اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ سب ایک ہی رشتہ میں خطیرۃ القدس سے مربوط ہیں اور آپؐ کی ان حیثیات کمال کا ظہور ہے جو ان تمام پیغمبروں میں آپؐ کی ذات سے مخصوص تھیں۔

۵- آسمانوں پر درجہ بہ درجہ چڑھنے اور کھنچ کر عرشِ الٰہی تک پہنچنے کی حقیقت یہ ہے کہ ہر آسمان پر جو فرشتے متعین ہیں

marfat.com
Marfat.com

اور کامل انسانوں میں سے جو جس جس درجے پر پہنچ کر ان سے مل گیا ہے ان کے حالات سے، نیز اس تدبیر سے جو ہر آسمان میں خدا نے وحی کی اور اس مباحثے سے جو اس آسمان میں فرشتوں کی جماعت میں ہوتا ہے اس سے آگاہی حاصل ہو۔

۶۔ سدرۃ المنتہیٰ وجود کا درخت ہے اس کا ایک دوسرے پر مترتب ہونا، پھر تدبیر واحد میں مجتمع ہوتا ہے۔ جس طرح درخت شاخوں کے اختلاف کے باوجود کہ ایک وجود دوسرے پر مترتب ہے پھر سب کا سب قوت غاذیہ اور قوت نامیہ کی تدبیر میں متحد و مجتمع ہوتا ہے۔

۷۔ جو انوار اس درخت کو ڈھانکے ہوئے تھے وہ تنزلات الٰہیہ اور تدبیرات رحمانیہ ہیں جو اس عالم ظاہر میں وہاں چمکتی ہیں جہاں ان کے قبول کی استعداد ہوتی ہے۔

۸۔ نہروں کا سوتوں میں وہاں نظر آنا رحمت، حیات اور نشو و نما کا منبع ہے جو عالم ملکوت میں اسی طرح جاری ہے جس طرح عالم ظاہر میں۔

۹۔ بیت معمور کی حقیقت وہ تجلی الٰہی ہے جس کی طرف انسانوں کے تمام سجدے اور بندگیاں متوجہ ہوتی ہیں۔ وہ گھر کی صورت میں اس لیے نمایاں ہوا کہ ان قبلوں کی طرح ہو جو انسانوں کے درمیان کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کی صورت میں ہیں۔

اب ذرا!

سلف الصالحین کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو:

marfat.com
Marfat.com

مولانا سید سلیمان ندوی سلف صالحین کا عقیدہ ابن اسحٰق کی عبارت میں یوں بیان فرماتے ہیں :

" آپ کے اس سفر شبانہ اور جو کچھ اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے اس میں آزمائش، کافر و مومن کی تمیز، خدا کی قدرت اور سلطنت میں سے کوئی الٰہی شان ہے اور اس میں اہل عقل کے لیے عبرت ہے۔ جو اللہ پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ خدا کے کاموں پر یقین رکھتا ہے۔ اس کے لیے اس میں ہدایت، رحمت اور ثابت قدمی ہے پس اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا جس طرح چاہا اور جیسے چاہا تا کہ اسے اپنی نشانیوں میں سے جو چاہے، دکھائے، یہاں تک کہ آپ نے خدا کی شان اور اس کی عظیم القدر قوت کے مناظر دیکھے اور اس قدرت کو بھی دیکھا جس سے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔"

سید سلیمان مرحوم فرماتے ہیں :

عموماً سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں معراج کا بیان سورۂ بنی اسرائیل کی صرف ابتدائی تین چار آیتوں میں ہے لیکن ہم سورۂ بنی اسرائیل کو جب بھی شروع کرتے تو ہر بار اس یقین کے ساتھ ختم کرتے رہے کہ یہ پوری سورت معراج ہی کے اسرار و حقائق، نتائج و عبر اور احکام و اعلانات سے معمور ہے۔ اور ہم نے اس سورت کی آیات کو ان عنوانات کے ساتھ تقسیم کیا :

۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی قبلتین ہونا (آیت ۱)
۲- بنی اسرائیل کی مدت تولیت کا اختتام (آیت ۲ تا ۷)
۳- کفار مکہ کے نام آخری اعلان (آیت ۸ تا ۲۱)

marfat.com
Marfat.com

۴- معراج کے احکام و وصایا۔ (آیت ۲۲ تا ۳۹)
۵- ہجرت اور عذاب (آیت ۷۵ تا ۷۷)
۶- نمازِ پنج گانہ کی فرضیت (آیت ۷۸)
۷- ہجرت کی دعا (آیت ۷۹)
۸- نبوت، قرآن، قیامت، معراج اور معجزات۔ (۲۲ تا ۱۰۰)
۹- حضرت موسیٰؑ کے واقعات سے استشہاد (۱۰۱ تا ۱۰۴)

سیّد سلیمان لکھتے ہیں :

معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو اور خاص عطیات عنایت ہوئے :

۱- یہ بشارت کہ امّتِ محمدیہ میں سے جو شخص شرک کا مرتکب نہ ہوگا دامن مغفرت کے سائے میں اسے پناہ مل سکے گی
۲- سورۂ بقرہ کا اختتامی رکوع اسی بارگاہ میں فرمانِ خاص کے طور پہ مرحمت ہوا۔ اس رکوع کی آیات میں سب سے پہلی مرتبہ ایمان کی تکمیل کے اصول اور عفو و مغفرت کے سبق انسانوں کو سکھائے گئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ پہلے عطیہ کی بشارت درحقیقت انہی آیات میں مذکور ہے۔

سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے معراج کے روحانی مناظر کا بیان صرف دو لفظوں میں ختم کر دیا :

لِنُرِيَهُ مِنْ آيٰتِنَا — ہم نے اپنے بندے کو سیر اس لیے کرائی کہ ہم کچھ نشانیاں اسے دکھائیں۔
(بنی اسرائیل ۱)

یہ نشانیاں کیا تھیں ؟

marfat.com
Marfat.com

کیا ان نشانیوں کی تفصیل کے لیے عاجز و درماندہ انسان کی زبان میں کچھ الفاظ ہیں ؟

ہاں ہیں ! مگر ناتمام !

ہمارا فہم، ہمارا علم، ہمارا خیال، ہمارا قیاس غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے، اس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور ہمارے تعلقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور سارے ذخیرۂ لغت میں انہی کے لیے الفاظ ہیں۔ اس بنا پر وہ معانی جو نہ عام محسوسات انسانی کے حدود میں داخل ہیں اور نہ تعقل و تصور کے احاطے کے اندر ہیں الفاظ و کلمات میں کیونکر سما سکتے ہیں ؟

اگر اللہ تعالیٰ اپنے کمالِ قدرت سے انھیں حروف و کلمات کا جامہ پہنا بھی دے تو دماغِ انسانی ان کے فہم و تحمل کی قدرت کہاں سے لائے گا۔

Marfat.com

یثرب

مدینۃ النبیؐ

مدینہ کا اصلی نام یثرب ہے۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں آکر قیام فرمایا تو اس کا نام مدینۃ النبیؐ یعنی نبیؐ کا شہر پڑ گیا۔ اور پھر مختصر ہو کر ہمیشہ کے لیے مدینہ مشہور ہو گیا۔

یہ شہر مدتوں سے آباد ہے۔ بہت قدیم زمانہ میں یہودی یہاں آکر آباد ہوئے۔ ان کی نسلیں کثرت سے پھیلیں اور مدینہ کے اطراف ان کے قبضہ میں آگئے۔ انھوں نے یثرب اور اس کے حوالی میں چھوٹے چھوٹے قلعے بنا لیے تھے اور ان میں سکونت پذیر تھے۔

انصار دراصل یمن کے رہنے والے اور قحطان کے خاندان سے تھے۔ یمن میں جب مشہور سیلاب آیا جس کو سیلِ عرم کہتے ہیں تو یہ لوگ یمن سے نکل کر مدینہ میں آباد ہوئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ ایک کا نام اوس اور دوسرے کا نام خزرج تھا۔ تمام انصار انہی دو بھائیوں کی اولاد ہیں۔

یہ خاندان جب یثرب میں آیا تو یہود نہایت با اقتدار اور با اثر تھے۔ آس پاس کے مقامات ان کے قبضہ میں تھے۔ یہ لوگ

Marfat.com

دولت اور اولاد سے مالا مال تھے چوں کہ اولاد کی کثرت سے بیس اکیس قبیلے بن گئے تھے اس لیے انھوں نے دور دور تک بستیاں بسالی تھیں۔ انصار کچھ عرصہ تک تو ان سے الگ رہے لیکن ان کا زور اور اثر دیکھ کر آخر کار ان کے حلیف بن گئے۔ جو قبیلے آپس میں ایک دوسرے کی اعانت و شرکت کا بہ حلف معاہدہ کر لیتے تھے وہ ایک دوسرے کے حلیف کہلاتے تھے۔

ایک مدت تک یہ حالت قائم رہی لیکن اب انصار کا خاندان پھیلتا جاتا تھا اور اقتدار بھی حاصل کرتا جارہا تھا۔ اور پھر یہودیوں نے پیش بینی کے طور پر ان سے معاہدہ توڑ دیا۔

یہودیوں میں ایک شخص فطیون پیدا ہوا۔ جوان ہو کر یہود کا سربراہ بن گیا۔ یہ بے حد عیاش اور بدکار تھا۔ اس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جو دوشیزہ لڑکی بیاہی جائے وہ پہلی سہاگ رات اپنے شوہر کے بجائے فطیون کے شبستانِ عیش میں گزارے۔

یہودیوں نے تو بخوشی اس حکم کو گوارا کر لیا تھا لیکن انصار نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا مگر چونکہ وہ یہودیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے خاموش ہو رہے۔

اس زمانہ میں انصاریوں کا سردار مالک بن عجلان تھا۔ اس کی بہن کی شادی ہوئی تو وہ بہت پریشان رہنے لگی۔ آخر کار اسے اپنے بھائی کو غیرت دلانے کی ایک ترکیب سوجھی۔

عین شادی کے دن وہ گھر سے بے پردہ نکلی اور بازاروں میں گھومتی ہوئی اپنے بھائی کے سامنے سے بھی گزری۔ مالک کو بڑا غصہ آیا۔ وہ غصے میں بھرا ہوا گھر پہنچا اور بہن کو اس بے پردگی پر لعنت

marfat.com
Marfat.com

ملامت کی۔

بہن نے طنز یہ مسکراہٹ سے کہا :

"بھائی! آج بازار میں مجھے بے پردہ دیکھ کر تجھے بڑا طیش آیا ہے لیکن مجھے یہ تو بتاؤ کہ جب میرا نکاح آج ہو چکے گا تو رات کو مجھے تم اپنے ہاتھوں سے فطیون کے عیش محل میں پہنچانے جاؤ گے تو اس وقت کیا تجھے غیرت نہیں آئے گی جب فطیون میری عزت وعصمت کی دھجیاں اڑائے گا؟"

مالک بن عجلان کی سمجھ میں ساری بات آ گئی کہ اس کی بہن نے جان بوجھ کر یہ حرکت کیوں کی ہے۔ اس نے بڑے پیار سے بہن کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا :

"میں تیرا شکر گزار ہوں میری بہن کہ تم نے میری سوئی ہوئی غیرت کو جگا دیا۔ تو فکر نہ کر۔ میرے جیتے جی فطیون تو کیا کوئی اور ظالم بھی تیری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔"

رات کو حسب دستور مالک کی بہن دلہن بن کر فطیون کی خلوت گاہ میں پہنچا دی گئی۔ اس کی چند سہیلیاں اسے ساتھ لے کر گئی تھیں اور زنانے کپڑوں میں ملبوس مالک بن عجلان بھی ان سہیلیوں کے جھرمٹ میں خفیہ طور پر خلوت گاہ میں پہنچ گیا۔ اور پھر پیشتر اس کے کہ فطیون مالک کی بہن کی عزت لوٹتا مالک نے تلوار کے ایک ہی وار سے شرابی اور بدمست فطیون کی گردن اڑا دی۔ اس نے اپنی بہن کو ساتھ لیا اور اس کے دولہا کے گھر پہنچا دیا اور خود شام کی طرف بھاگ گیا۔ یہاں غسانیوں کی حکومت تھی اور ابوجبلہ حکمران تھا۔ اس نے مالک کی زبانی یہ ظالمانہ حالات سنے تو اسے بہت طیش آیا۔ وہ ایک بڑی

marfat.com

Marfat.com

فوج لے کر مدینے پر حملہ آور ہو گیا۔ اوس اور خزرج قبائل اس کے ساتھ مل گئے۔ بڑے بڑے رؤسا یہودی قتل کر دیئے گئے۔ ابو جبلہ نے اوس و خزرج کے رؤسا کو خلعت اور صلے دیئے۔ اس طرح یہود کا زور ٹوٹ گیا اور انصار نے قوت حاصل کر لی۔

انصار نے یثرب اور اس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے قلعے کثرت سے تعمیر کر لیے۔ اوس و خزرج ایک مدّت تک باہم شیر و شکر رہے لیکن پھر ان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ آخری اور بڑی لڑائی جنگِ بعاث تھی جو ظہورِ اسلام کے بعد اور ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔

اس خانہ جنگی میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور عام آدمی بڑی تعداد میں مارے گئے اور ان کی قوت ختم ہو گئی۔ آخر کار دونوں قبیلوں نے تھک کر صلح کر لی اور فیصلہ یہ ہوا کہ کسی کو اپنا حکمران بنا لیں تاکہ ان کی قوت متحد رہے اور آئندہ جھگڑا نہ ہو۔ خزرج میں سے قبیلہ عوف کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کی حاکمیت پر سب نے اتفاق کر لیا لیکن ابھی عبداللہ بن ابی کو حاکم مان لینے کی رسم باقاعدہ طور پر ادا نہ ہوئی تھی کہ آفتابِ اسلام کی منور یز کرنیں یثرب کی فضا میں جلوہ آرا ہو گئیں۔ پھر ہجرت کر کے رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لے آئے اور ابن ابی کے متعلق پورا منصوبہ درہم برہم ہو کر رہ گیا اور یہی صورتِ حالات عبداللہ بن ابی کے نفاق اور اس کے منافق بن جانے کا باعث ثابت ہوئی۔

عبداللہ بن ابی نسلاً یہودی نہ تھا بلکہ خزرجی انصاری تھا مگر یہودیوں میں رہنے کی وجہ سے یہودیت کا معترف تھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

یہاں مستقل طور پر تشریف فرما ہوگئے اور ان کی آمد کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کا حکمران بننے کا منصوبہ دھرے کا دھرے ہی رہ گیا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن بن گیا۔ چونکہ اوس و خزرج دونوں قبائل میں سے بیشتر لوگ مسلمان ہوچکے تھے اس لیے عبداللہ بن ابی اپنے قبیلوں میں کسی کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب نہ ہوسکا تب اس نے یہودیوں کی طرف رجوع کیا۔ وہ تو پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف تھے لہذا انھوں نے عبداللہ بن ابی کو سر آنکھوں پہ بٹھایا اور سب سے پہلے اسے یہودیت اختیار کرنے کی دعوت دی جسے عبداللہ بن ابی نے قبول کر لیا۔ ویسے بھی انصار گو صدیوں سے بت پرستی کرتے چلے آرہے تھے اور جب وہ یثرب میں آکر آباد ہوئے تو یہودی یہاں پہلے سے موجود تھے اور کافی طاقت ور بھی تھے۔ دینِ موسوی کے پیروکار تھے اور تورات کے عامل تھے۔

انصار گو یہود سے رقابت رکھتے تھے لیکن ان کے علمی فضل و کمال کے معترف بھی تھے۔ یہود نے یثرب میں جو تعلیمی مدارس قائم کیے تھے جن کو بیت المدارس کہا جاتا تھا ان میں تورات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ انصار چونکہ جاہل تھے اس لیے ان پہ یہود کے علمی تفوق کا خواہ مخواہ اثر پڑتا تھا۔ ان کی ذہنی حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ انصار میں سے جس کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی وہ یہ منت مانتا تھا کہ اگر بچہ زندہ رہے گا تو اسے یہودی بنا دیا جائے گا۔

یہودی عموماً یہ یقین رکھتے تھے کہ ابھی ایک پیغمبر اور آنے والا ہے۔ اور یہودیوں کے اس یقین سے واقف ہونے کی بنا پہ انصار بھی ایک پیغمبرِ موعود کے نام سے آشنا تھے۔

marfat.com
Marfat.com

سوید بن صامت

اہلِ یثرب کو اسلام سے متعارف و آشنا کرانے کا سہرا سوید بن صامت کے سر ہے یہ اپنے دور کا بہت بڑا شاعر تھا یہ بہادری اور جنگی شجاعت میں بھی وہ درجۂ خاص حاصل کر چکا تھا جس کے حامل کو اہلِ عرب "کامل" کہا کرتے تھے۔ سوید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کا خالہ زاد بھائی تھا۔

آغازِ ذی قعدہ سے آخر محرم تک تین متواتر مہینوں میں حج کے لیے اور ماہ رجب میں عمرہ کے لیے پورے عرب کی فضا امن و سکون سے لبریز ہو جایا کرتی تھی اور ان مہینوں میں خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبائلی علاقوں کا دورہ فرمایا کرتے تھے اور جو لوگ باہر سے ادائے عمرہ و حج کے لیے آتے تھے انھیں بھی پیغامِ حق پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوید بن صامت کی آمد کا علم ہوا تو آپ نے اس کے ڈیرے پر پہنچ کر اسلام کی دعوت دی۔

سوید نے کہا:

"شاید آپ کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی کہ میرے پاس ہے"۔

حضور صلعم نے پوچھا:

"تمھارے پاس کیا چیز ہے؟"

سوید نے جواب دیا:

"میرے پاس حکمت لقمان ہے"۔

سوید نے اس میں سے پڑھنا شروع کیا۔

Marfat.com

سوید نے تھوڑا سا پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اس میں اچھی باتیں ہیں لیکن جو کلام میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں اعلیٰ و افضل ہے کیوں میرا کلام مجھ پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ وہ اللہ ایک ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا۔ تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ زمین اور آسمانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ سورج چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔ انسانوں کے کام کرنے کے لیے دن بنایا اور تھکاوٹ دور کرنے اور آرام سے سونے کے لیے رات بنائی۔ اور یہ شرف صرف اسی کا بخشا ہوا ہے کہ میں لوگوں کو نیکی کا راستہ بتاؤں۔"

چنانچہ حضور صلعم نے سوید کو قرآن مجید کی چند آیات سنائیں جن کو سن کر سوید نے بڑا احترام کیا اور اعتراف بھی کیا کہ یقیناً یہ کلام بہت اچھا اور متاثر کرنے والا ہے۔

لیکن نہ تو وہ انکاری ہوا اور نہ ہی وہ اسلام سے مشرف ہوا۔ جب وہ واپس یثرب گیا تو اس نے حضور صلعم کی بہت تعریف کی اور کلام الٰہی کا ذکر بھی اچھے الفاظ میں کیا۔ پھر وہ اوس و خزرج کی خانہ جنگی کے کسی ہنگامہ میں مارا گیا۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے پہلے کا ہے۔ سوید کے ہم قوموں کا بیان ہے کہ مرتے وقت سوید کی زبان پہ کلمہ محمدی کا ذکر جاری تھا۔

ایاس بن معاذ

پھر ایک دفعہ جب قبیلہ اوس نے خانہ جنگی میں قبیلہ خزرج سے شکست کھائی تو انھوں نے اپنی حفاظت کی غرض سے ایک وفد مکّہ میں بھیجا تاکہ حریف قبیلے کے مقابلے میں قریش سے حلیفانہ معاہدہ طے کر لیا جائے اور ضرورت کے وقت ان سے مدد لی جا سکے۔ اس وفد کا رئیس ابوالحیسر انس بن رافع

marfat.com

Marfat.com

تھا۔ اس وفد میں بنو عبدالاشہل کا ایک نوجوان ایاس بن معاذ بھی شامل تھا۔ جب یہ وفد مکہ پہنچ کر قیام پذیر ہوا تو معمول کے مطابق حضور صلعم اس وفد کے پاس بھی پہنچے اور دعوت دی کہ :

۱۔ صرف اللہ کی عبادت کرو۔
۲۔ شرک سے بچو۔

آپ نے انھیں قرآن مجید کی چند آیات بھی پڑھ کر سنائیں۔

ایاس بن معاذ کا دل آئینے کی طرح صاف تھا۔ وہ حضور صلعم کی دعوت سنتے ہی بے اختیار بول اٹھا :

" بھائیو! خدا کی قسم ہمارے لیے اس دعوت کا قبول کر لینا اس کام سے بہتر ہے جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔"

یہ سن کر وفد کا قائد ابو الحیسر غصے میں بھر گیا اور اس نے زمین پر سے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر ایاس کے منہ پر دے ماریں۔ اور کڑک کر بولا :

" بس بس چپ رہ۔ ہم صرف وہی کام انجام دیں گے جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔"

ایاس اس وقت تو خاموش ہو گیا لیکن کہا جاتا ہے کہ اس نے بعد میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان وہیں کر دیا تھا۔ جب یہ واپس یثرب گیا تو یہ بھی کسی لڑائی میں مارا گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر بھی تکبیر و تہلیل جاری تھی۔

چھ انصاری اور اسلام

۱۱ سنہ نبوی کے موسمِ حج میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم معمول کے مطابق دعوت و تبلیغ کے لیے نکلے اور عقبہ میں جا پہنچے جو جبلِ حرا اور منیٰ کے

marfat.com
Marfat.com

کے درمیان سے تو چند افراد نظر آئے۔ عادت شریف کے مطابق حد درجہ شفیقانہ انداز میں ان کا پتا پوچھا۔ معلوم ہوا خزرجی ہیں جو یثرب میں یہود کے ہمسائے تھے۔

حضور صلعم نے فرمایا:

"کیا آپ لوگ بیٹھ کر میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں؟"

وہ بیٹھ گئے تو آپ نے قرآن مجید کی آیات پڑھیں۔

چوں کہ انصاری کئی مرتبہ یہود کی زبان سے سن چکے تھے کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ اور یہودیوں کی اس بات پر دل سے یقین بھی رکھتے تھے اور اس نبی کے منتظر بھی تھے۔

یہود یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ہم اس نبی کے ساتھ مل کر بت پرستی اور شجر و حجر پوجا کا قلع قمع کر دیں گے۔

خزرجی انصاریوں نے دعوتِ حق اور آیاتِ قرآن سن کر مسرّت و حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ایک بولا:

"بھائیو! مجھے تو سو فیصد یقین ہو گیا ہے کہ یہی وہ نبیِ برحق ہیں جن کا ذکر یہودی اکثر کرتے رہتے ہیں اور جن کا انھیں ہر وقت انتظار رہتا ہے۔"

باقی پانچ انصاریوں نے اس کی تصدیق و تائید کی اور پھر مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ:

"یہود کو چوں کہ ابھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ نبیِ برحق جس کا انھیں انتظار تھا مکہ میں مبعوث ہو چکا ہے تو اب ہمیں یہود کو بازی لے جانے کا موقع ہرگز نہ دینا چاہیے۔ یہ بنیادِ دین قبول کر کے یہود سے پہلے ہمیں

marfat.com
Marfat.com

یہ سعادت حاصل کر لینی چاہیے۔ اور بت پرستی کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے ہمیں اس نبی کا ساتھ دینا چاہیے۔"

چناں چہ انھوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ یہی چھ خوش بخت انصاری تھے جن کے قبولِ اسلام نے یثرب کے لیے مرکزِ اسلام بننے کی راہ ہموار و استوار کر دی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت سے یثرب کا مقدس نام "مدینۃ النّبی یا مدینۃ الرسول" مشہور ہوا اور یہ شہر دیگر شہروں میں نگینِ خاتم کی مانند چمک اٹھا۔

اقبال اس خواب گاہِ مصطفےٰ کو خطاب کرتے ہوئے کیا ہی خوب فرماتے ہیں ؎

تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظّم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی
نام لیوا جس کے شہنشاہ عالم کے ہوئے
جانشیں قیصر کے، وارث مسندِ جم کے ہوئے
آہ یثرب! دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطۂ جاذب تأثر کی شعاعوں کا ہے تو
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

سنہ نبوی اور سنہ نبوت لکھتے وقت اکثر مصنف حضرات غلطی کر جاتے ہیں اور دونوں طرح سے لکھنے میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مصنفین جن کی دس بیس نہیں سینکڑوں علمی دینی اور مذہبی تصانیف چھپ کر بک سٹالوں اور دکانوں پر فروخت ہو رہی ہیں وہ بھی بلا تمیز و امتیاز جہاں چاہا سن کے ساتھ نبوی لکھ دیا اور جہاں چاہا

Marfat.com

نبوت لکھ دیا۔

حالاں کہ نبوی اور نبوت کے معنیٰ میں ظاہر طور پر بھی خاصا فرق ہے مثلاً جب میں سنہ ۱ نبوی لکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا عمر کا پہلا سال۔ اور اگر میں سنہ ۱ نبوت لکھوں تو میں یہ ظاہر کروں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے یا انھیں نبوت ملنے کا پہلا سال۔

اب میں اسی تمیز و امتیاز کو ملحوظ رکھتے ہوئے سنین کو تحریر کروں گا ملاحظہ فرمائیے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی تھی اور نبوت بھی ۹ ربیع الاول سنہ ۱ھ نبوی ہی کو ملی۔ اگرچہ نزولِ قرآن سنہ ۱ھ نبوی ہی سے شروع ہو گیا تھا جسے ہم سنہ ۱ نبوت بھی کہہ سکتے ہیں لہٰذا تیرھواں سالِ نبوت بھی ۹ ربیع الاول ہی کو پورا ہوتا ہے اور اسی سنہ ۱۳ نبوت کے سال میں آپ نے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی۔

ان چھ خوش قسمت انصاری خزرجیوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :

۱۔ ابو امامہؓ اسعد بن زرارہ	بنی نجار، خزرج
۲۔ عوفؓ بن حارث	"
۳۔ رافعؓ بن مالک	بنی زریق "
۴۔ قطبہؓ بن عامر	بنی سلمہ "
۵۔ عقبہؓ بن عامر	"
۶۔ جابرؓ بن عبداللہ بن رباب	بنی عبید "

Marfat.com

بیعت عقبۂ اُولیٰ

مندرجہ بالا چھ مسلمان انصاریوں کی بدولت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اوس اور خزرج قبائل تک پہنچ گیا۔

سنہ ۱۲ نبوت کے موسم حج کے لیے اوس و خزرج میں سے ۱۲ اصحاب مکہ آئے اور اسی گھاٹی میں جسے عقبہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی جہاں گزشتہ سال چھ خزرجی ملے تھے۔ ان بارہ میں سے پانچ تو وہی تھے جو گزشتہ سال آئے اور اسلام قبول کر گئے تھے اس سال چھٹے صاحب جابر بن عبد اللہ بن ریاب کسی وجہ سے نہیں آسکے تھے۔

باقی سات اصحاب کے نام یہ ہیں :

۱- معاذؓ بن حارث	بنی نجار	خزرج
۲- ذکوانؓ بن عبد قیس	بنی زریق	"
۳- عبادہؓ بن صامت	بنی عوف	"
۴- ابو عبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ	بنی بلی حلیت	"
۵- عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ	بنی سالم	"
۶- ابوالہیثم مالک بن تیہان	بنی عبدالاشہل	اوس
۷- عویمؓ بن ساعدہ	بنی عمرو بن عوف	"

بیعت کی شرطیں

ان بارہ اصحاب نے مندرجہ ذیل باتوں پر بیعت کی :

۱- ہم خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

۲- چوری اور زنا سے باز رہیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔
۴۔ کسی پر جھوٹا الزام یا کوئی بہتان نہیں لگائیں گے اور نہ ہی کسی کی چغلی کھائیں گے۔
۵۔ تمام اچھی باتوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان بردار رہیں گے۔

ان اصحاب نے یہ درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کوئی معلم بھیج دیجیے جو ہمیں دین کی تعلیم دیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ یثرب بھیج دیا۔ یہ عبدالدار کے گھرانے کے دولت مند جوان تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پیشتر جب گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتے تو نہایت قیمتی پوشاک زیب بدن ہوتی اور ان کے آگے پیچھے غلام چلتے تھے لیکن جب اسلام لے آئے تو تمام آسائشیں اور راحتیں یکسر ترک کر دیں۔ صرف ایک کمبل کو کانٹوں سے اٹکا کر تن پوشی کر لیتے۔ اہلِ یثرب انھیں المقری یعنی پڑھانے والے یا استاد کہا کرتے تھے اور اس وقت تبلیغ بھی زیادہ تر قرآن مجید سنانے ہی پر موقوف تھی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو بھی اسلام کی تعلیم و تبلیغ کے لیے یثرب بھیج دیا گیا۔

مصعبؓ بن عمیر ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں سے تھے۔

غزوۂ بدر میں لشکر کی علم برداری کا منصب مصعبؓ ہی کو ملا تھا۔

وہ مدینہ میں آ کر اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز و متمول رئیس تھے۔ مصعبؓ بن عمیر نے اپنا روز کا یہ معمول بنا لیا

marfat.com
Marfat.com

کہ انصار کے ایک ایک گھر کا دورہ کرتے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے۔ اس تبلیغی اثر سے متاثر ہو کر روزانہ ایک دو نئے آدمی اسلام قبول کر لیتے۔

اس طرح رفتہ رفتہ مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ صرف خطمہ، وائل اور واقف کے چند گھرانے بچ رہے تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں یہ واقعات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔

Marfat.com

ہجرت
سنِ ہجری کی ابتدا

اس وقت جب کہ دعوتِ حق کے جواب میں ہر طرف سے تلوار کی جھنکار سنائی دے رہی تھی، مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا لیکن خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے حکمِ خدا کے منتظر رہے۔

مکہ کے باہر اطراف وجوانب میں جو صاحب اثر افراد مسلمان ہو چکے تھے وہ جاں نثارانہ اپنی طرف سے حضورؐ کی حفاظت کی خدمت کے لیے پیش کش کرتے تھے۔

قبیلہ دوس ایک محفوظ قلعہ کا مالک تھا اس کے رئیس طفیل بن عمرو نے اپنا قلعہ پیش کیا کہ آپؐ یہاں ہجرت کر آئیں لیکن آپ نے انکار فرمایا۔

اسی طرح بنی ہمدان کے ایک شخص نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا لیکن کارسازِ قضا و قدر نے یہ شرف صرف انصار ہی کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ اور جس مقام کو حضورؐ کے قدوم میمنت لزوم کی وجہ سے جامۂ تقدیس پہننا تھا اس کا نام یثرب تھا جسے حضورؐ کے جسدِ اقدس کے اتصال کی وجہ سے مدینہ منورہ کا مقدس نام حاصل ہونا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا اور جب اکثر صحابہ کرام ہجرت کرکے یثرب پہنچ چکے تو حکمِ خداوندی ہوا کہ اب آپؐ بھی یثرب کی طرف ہجرت فرمائیں۔

قریش نے محسوس کیا اور دیکھا کہ مسلمان کافی تعداد میں یثرب جا چکے اور اب طاقت ور ہوتے جا رہے ہیں اور وہاں دن بہ دن اسلام کا نور پھیلتا جا رہا ہے تو ایک دن انھوں نے اپنے دارالشوریٰ میں ایک عام اجلاس منعقد کیا جس میں تمام قبیلوں کے رؤسا نے شرکت کی۔ ان میں عتبہ، ابوسفیان، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابوالبختری، زمعہ بن اسود بن مطلب، ابن ہشام، حکیم بن حزام، عمرو بن ہشام (ابوجہل) نبیہ، منبہ، امیہ بن خلف کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں :

ایک نے کہا :

"محمدؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں نظربند کر دیا جائے۔"

دوسرے نے کہا :

"جلاوطن کر دینا ہی کافی ہے۔"

ابوجہل نے کہا :

"ہر قبیلہ سے ایک بہادر شخص منتخب کیا جائے اور پھر یہ پورا مجمع ایک ساتھ حملہ کرکے تلواروں سے محمدؐ کا خاتمہ کر دے۔ اس طرح مقتول کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور تمام قبائل بہ یک وقت اس قتل کے ذمہ دار ہوں گے اور آلِ ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ ہرگز

marfat.com
Marfat.com

نہ کر سکیں گے۔"

ابوجہل کی اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ اور سب نے مل کر اسی شام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ اہلِ عرب اخلاقی طور پر کسی کے مکان میں گھسنا معیوب خیال کرتے تھے اس لیے باہر ہی ٹھہرے رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوں ہی باہر نکلیں ان کا کام تمام کر دیا جائے۔

گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کو حد درجہ عداوت تھی مگر اس کے باوجود آپ کی دیانت پر انھیں اب بھی کلی اعتماد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان حالات میں بھی جس شخص کو اپنا مال اسباب امانت رکھنا ہوتا تو آپ ہی کے پاس لا کر رکھتا تھا اور اس وقت بھی آپؐ کے پاس لوگوں کی بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپ کو قریش کے انتہائی ارادے کی خبر پہلے سے مل چکی تھی۔ اسی بنا پر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"اے جانِ عمؓ! جان لو کہ مجھ کو ہجرت کا حکم مل چکا ہے اور میں آج ہی یثرب کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر بے خطر سو رہو صبح ہوتے ہی سب امانتیں ان کے گھروں میں خود جا کر دے آنا۔"

یہ موقع سخت خطرے کا تھا۔ حضرت علی کو بھی علم تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور مکان کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔ اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترِ خواب قتل کی سیج ہے لیکن اس جان نثار کے لیے قتل گاہ کی یہ زمین کسی طرح بھی فرشِ گل سے کم نہ تھی۔

Marfat.com

ہجرت سے دو تین دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ دستور کے مطابق دروازے پر دستک دی۔ اجازت ملنے کے بعد اندر داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا:

"کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو۔"

عرض کیا:

"یہاں آپ کی حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔"

اس وقت حضرت عائشہ سے حضورؐ کا نکاح ہو چکا تھا۔

آپؐ نے فرمایا:

"مجھ کو ہجرت کا حکم مل چکا ہے۔"

حضرتِ صدیقؓ نے بے تابی سے عرض کیا:

"میرا باپ آپؐ پر فدا ہو کیا مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا؟"

ارشاد ہوا:

"ہاں!"

حضرتِ صدیقؓ نے اسی موقع (ہجرت کے سفر) کے لیے چار ماہ سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں۔ عرض کیا:

"ان میں سے اپنے لیے ایک آپ پسند فرمائیں۔"

محسنِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ کسی کا احسان مند ہونا گوارا نہ ہو سکتا تھا اس لیے ارشاد فرمایا:

"اچھا! مگر میں اس کی قیمت ادا کروں گا۔"

Marfat.com

حضرت صدیقؓ نے مجبوراً قبول کیا کیونکہ انکار کا یارا نہ تھا۔

حضرت عائشہ تو اس وقت کم سن تھیں ان کی بڑی بہن حضرت اسماء نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ تھیں۔ سفر کا سامان تیار کرنا شروع کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا۔ نطاق جس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

کفار نے جب آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گزر گئی تو قدرت نے ان کو بے خبر کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سوتا چھوڑ کر باہر آئے۔ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا:

"اے مکہ! تو مجھ کو ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن کیا کروں تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے مگر غم نہیں انشاءاللہ تعالیٰ ہم بہت جلد پھر ملیں گے۔"

حضرت صدیقؓ سے پہلے ہی پروگرام طے ہو چکا تھا۔ دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے۔

یہ غارِ ثور آج بھی اسی شان و شوکت کے ساتھ موجود ہے اور بوسہ گاہِ خلائق ہے۔

حضرت صدیقؓ کے فرزند عبداللہ جو اُس وقت نوخیز جوان تھے شب بھر غار میں موجود رہتے اور صبح منہ اندھیرے شہر واپس چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں۔ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر عرض کر دیتے۔

حضرت صدیقؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چراتا ہوا آتا اور

marfat.com
Marfat.com

بکریوں کا دودھ خدمتِ اقدس میں پیش کرتا۔

کفارِ مکہ کی پریشانی

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ حضور تو جا چکے اور ان کے بستر پر علی ہیں۔ ظالموں نے آپ کو پکڑ لیا۔ حرم میں لے گئے تھوڑی دیر تک محبوس رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے اور تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے تک آگئے۔ باہر آہٹ پاکر حضرت صدیق غمزدہ ہوئے اور عرض کی:

"اب تو دشمن اس قدر قریب آگئے ہیں کہ اگر اپنے قدموں پر ان کی نظریں پڑجائیں تو ہم دیکھ لیے جائیں گے۔"

ارشاد ہوا:

"گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

یہ لوگ تھوڑی دیر وہاں رُکے اور پھر آگے نکل گئے۔

چوتھے دن آپ غار سے باہر نکلے۔ عبداللہ بن اریقط جو تھا تو کافر ہی لیکن بااعتماد شخص تھا اسے راہنمائی کے لیے اجرت پر مقرر کرلیا گیا۔ وہ آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔ ایک رات دن برابر سفر کرتے رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت بڑی تیز دھوپ تھی ایک چٹان کے نیچے سایہ پاکر تھوڑی دیر آرام فرمایا اور پھر روانہ ہوگئے۔

گرفتاری پر انعام

قریش نے منادی کرادی کہ جو کوئی محمدؐ اور ابوبکرؓ کو گرفتار کرکے لائے گا اس کو ایک خوں بہا کے برابر (سو اونٹ) انعام دیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

کفار میں ایک شخص تھا سراقہ بن جعشم۔ اس نے یہ منادی سنی تو انعام کے لالچ میں تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اور پھرتے پھراتے غارِ ثور تک آ پہنچا۔ اور عین اس وقت جب آپؐ غار میں سے نکل کر سفر کے لیے روانہ ہو رہے تھے سراقہ نے آپؐ کو دیکھ لیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر قریب آنا چاہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ سنی تو مڑ کر پیچھے دیکھا۔ ان کے دیکھتے ہی گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سوار سمیت گر پڑا۔ اٹھا پھر گھوڑے پر سوار ہوا پھر آگے بڑھا۔ پھر حضورؐ نے پیچھے دیکھا اور گھوڑا پھر ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ تیسری بار پھر اس نے ہمت کی اور اب کے گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔

اب تو وہ بہت گھبرایا۔ حواس بجا نہ رہے۔ انعام کی حرص جاتی رہی۔ سمجھ گیا۔ کہ یہ سب کچھ محمدؐ کے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ گھوڑے کو وہیں چھوڑا۔ تلوار پھینک دی اور ہاتھ لہراتا اور الامان پکارتا ہوا پیدل بھاگنے لگا۔

دونوں اونٹ روک لیے گئے۔

قریب پہنچ کر قدم بوس ہوا اور امان چاہی اور قریش کی منادی کا واقعہ بیان کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" سراقہ ! اللہ اور اس کا رسولؐ تم سے خوش ہوئے۔ اب تو یہیں ٹھہر اور جو کافر ہمیں تلاش کرتا ہوا ادھر آئے اسے دوسری راہ پر ڈال دینا تاکہ وہ ہمارے پیچھے نہ آئے۔ اللہ تجھے دولتِ ایمان سے نوازے گا اور وہ وقت بھی آئے گا جب اللہ کا ایک بھید

marfat.com
Marfat.com

مقرب بندہ فتحِ ایران کے بعد شہنشاہ کسریٰ کے مرصّع کنگن خود تیرے ہاتھوں میں پہنا کر ہماری اس پیش گوئی کو پورا کرے گا۔

روایت میں بتایا گیا ہے کہ جب عہدِ فاروقیؓ میں ایران فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے کسریٰ کے کنگن سراقہ کو پہنائے۔ اس وقت سراقہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور نورِ ایمان سے مالا مال تھے۔

ورودِ مسعود تشریف آوری کی خبر یثرب میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر ہمہ تن چشم انتظار بنا ہوا تھا۔ لوگ ہر روز صبح سویرے ہی گھروں سے نکل کر شہر کے باہر میدان میں جمع ہو جاتے تھے اور سارا دن انتظار کے لمحات گزار کر شام کو واپس لوٹ جاتے تھے۔

ایک دن سب لوگ انتظار کر کے واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے قلعہ پر سے دیکھا اور اندازے سے پہچان کر پکارا:

"اے اہلِ عرب تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آ گیا۔"

بس پھر کیا تھا سارا شہر تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اور انصار جسم پر ہتھیار سجا سجا کر گھروں سے حضورؐ کی پیشوائی کے لیے باہر نکلنے لگے۔

مدینہ منورہ سے قریباً تین میل کے فاصلے پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔ ان میں سب سے زیادہ ممتاز خاندان عمرو بن عوف کا تھا۔ اور کلثومؓ بن الہدام اس خاندان کے امیر تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہنچے تو تمام خاندان نے نہایت

marfat.com
Marfat.com

جوشِ مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ یہ فخر ان کی قسمت میں تھا کہ میزبانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کی مہمانی قبول کی۔ انصار ہر طرف سے جوق جوق آتے اور جوشِ عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔

اکثر صحابہ کرامؓ جو پہلے مدینہ میں آچکے تھے وہ بھی کلثومؓ بن الہدام ہی کے گھر میں اترے ہوئے تھے۔ جناب امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے کے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے وہ بھی پہنچ گئے اور یہیں ٹھہرے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ چودہ دن قیام فرمایا۔

یہاں آپؐ کا پہلا کام مسجد کی تعمیر تھا۔

مسجد کی تعمیر

حضرت کلثومؓ بن الہدام کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ اسی زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور وہ یہی پہلی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

"یہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ صاف اور ستھرا رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (سورہ توبہ - ۱۳)

مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپؐ خود بھی کام کرتے تھے لیکن یہاں مزدوروں کا کام خود صحابہ کرامؓ ہی کر رہے تھے۔ بھاری بھاری پتھروں کے اٹھاتے وقت جسم نبویؐ خم ہو جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ باری باری آتے اور عرض کرتے:

marfat.com

Marfat.com

"ہمارے ماں باپ آپؐ پہ فدا ہوں آپؐ چھوڑ دیں پتھر
ہم خود اٹھالیں گے۔"

آپؐ مسکرا کر ان کی درخواست قبول فرما لیتے پتھر ان میں سے کسی ایک کو دے دیتے لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ شاعر تھے وہ بھی مزدوروں کا کام کر رہے تھے اور جس طرح مزدور لوگ کام کرنے کے وقت تھکن مٹانے کی غرض سے گاتے جاتے ہیں وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

"وہ کامیاب ہے
جو مسجد تعمیر کرتا ہے

اور!
اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے

اور!
رات کو جاگتا رہتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ اپنی آواز دوسروں کے ساتھ ملاتے جاتے تھے۔

قبا میں داخلہ کی تاریخ

قبا میں آپؐ کا داخلہ اسلام کے دورِ خاص کی ابتدا ہے اس لیے مؤرخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب آپؐ نے قبا میں قدم رنجہ فرمایا تو اس دن ربیع الاول ۱۳ سنہ نبوت کی آٹھ تاریخ تھی۔ دن جمعرات کا تھا۔ اور ۶۲۲ سنہ عیسوی ماہ ستمبر کی ۲۰ تاریخ تھی۔ فارسی ماہ تیر کی چوتھی اور رومی ماہ ایلول ۹۳۳ سنہ سکندری کی دسویں تاریخ تھی۔

marfat.com
Marfat.com

جمعہ کی پہلی نماز اور پہلا خطبہ

چودہ دن کے بعد جمعہ کے روز آپؐ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں بنی سالم کے محلّے میں نماز کا وقت ہو گیا لہذا جمعہ کی نماز یہیں ادا کی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔

یہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی نمازِ جمعہ اور سب سے پہلا خطبۂ نماز تھا۔

لوگوں کو جب تشریف آوری کا علم ہوا تو ہر طرف سے پیش قدمی کے لیے دوڑے۔ آپؐ کے ننھیالی رشتہ دار بنو نجّار ہتھیار سج سج کر آئے۔ قبا سے مدینہ تک جاں نثاروں کی دو رویہ صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان تھے۔

ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا:

"حضورؐ! یہ گھر ہے، یہ مال اور یہ جان حاضر ہے۔"

آپؐ منت کا اظہار فرماتے اور دعائے خیر دیتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔ شہر قریب آگیا تو عقیدت مندوں کے جوشِ مسرت کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین عورتیں چھتوں پر چڑھ کر جلوسِ نبوی کا نظارہ کرنے لگیں اور بلند آواز میں گانے لگیں:

چاند نکل آیا ہے
کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے
ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔
جب تک!
دعا مانگنے والے
دعا مانگیں۔

Marfat.com
Marfat.com

معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں :

"ہم خاندانِ نجار کی لڑکیاں ہیں۔
محمدؐ کیا اچھا ہمسایہ ہے۔"

آپؐ نے ان لڑکیوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا :

"کیا تم مجھ کو چاہتی ہو؟"

انھوں نے جواب دیا :

"ہاں!"

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

"میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔"

میزبانی کا شرف

جہاں اب مسجد نبوی ہے اس سے متصل حضرت ابوایوبؓ انصاری کا گھر تھا۔ ابوایوبؓ کا نام خالد تھا۔ جب کوکبۂ نبویؐ شہر میں داخل ہوا تو سخت کش مکش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو؟ جب قرعہ ڈالا گیا تو یہ سعادت ابوایوبؓ کے حصے میں آئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ چوں کہ ہر شخص حضور کو اپنے گھر میں اتارنے اور ان کا میزبان بننے کا خواہش مند تھا۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دیا جائے وہ خدا کی جانب سے مامور ہے جس گھر میں اللہ تعالیٰ مجھے ٹھہرانا چاہے گا۔ ناقہ اسی گھر کے دروازے کے آگے اپنے آپ بیٹھ جائے گا۔

ناقہ کو بے مہار چھوڑ دیا گیا اور وہ پھرتے پھراتے حضرت ابوایوبؓ کے گھر کے دروازے کے سامنے جاکر بیٹھ گیا اس لیے آپ نے انہی کے گھر میں قیام فرمایا۔

Marfat.com

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان دو منزلہ تھا۔ انھوں نے احتراماً بالائی منزل پیش کی لیکن آپ نے زائرین کی آسانی کے لیے نیچے کا حصہ پسند فرمایا۔ ابوایوبؓ دونوں وقت آپ کی خدمت میں کھانا بھیجتے اور آپ جو چھوڑ دیتے ابوایوبؓ اور ان کی زوجہ کے حصے میں آتا اور کھانے میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا ابوایوبؓ بھی تبرکاً وہیں انگلیاں ڈالتے۔

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر

مدینہ میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ اور اپنے غلام ابورافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر بھیجا کہ مکہ جاکر صاحبزادیاں اور حرم نبویؐ کو لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کہلا بھیجا کہ وہ بھی اپنی ماں اور بہنوں کو لے کر چلے آئیں۔

حضور کی صاحب زادیوں میں سے حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبش میں تھیں۔ حضرت زینبؓ کو ان کے شوہر نے آنے نہ دیا۔ اس لیے زیدؓ صرف حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت ام کلثومؓ اور حضورؐ کے حرم پاک حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ آئیں۔

مدینہ میں اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد سب سے پہلا ضروری کام یہاں شہر میں ایک خانۂ خدا (مسجد) کی تعمیر تھی۔ اب تک تو یہی معمول تھا کہ جہاں جگہ ملتی نماز ادا کر لی جاتی۔

دولت کدہ کے قریب خاندانِ نجار کی زمین تھی جس میں کچھ قبریں تھیں کچھ کھجور کے درخت تھے۔ یہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی۔ آپؐ نے ان یتیموں کو بلا بھیجا۔ ان سے زمین خرید نا چاہی تو انھوں نے بلا قیمت ہی زمین

marfat.com
Marfat.com

دینے کی پیش کش کی لیکن آپ نے گوارا نہ کیا۔ حضرت ابوایوبؓ نے قیمت ادا کی۔ اس کے بعد قبریں اکھڑوا کر زمین ہموار کر دی گئی اور مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی۔ دو جہانوں کا شہنشاہؐ ایک بار پھر مزدوروں کے شانہ بشانہ نظر آیا صحابہؓ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے حضورؐ خود بھی ان کی آواز میں آواز ملاتے اور فرماتے :

" اے خدا !

کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے۔

اے خدا !

مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔"

یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری اور اسلام کی سادگی کی تصویر تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں، برگ خرما کا چھپر، کھجور کے تنوں کے ستون تھے۔ اس مسجد کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا کیونکہ اس وقت تک نماز اسی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی تھی لیکن جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو پھر شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کر دیا گیا۔

فرش چونکہ بالکل خام تھا۔ بارش میں زمین پر کیچڑ جمع ہو جاتی تھی ایک دفعہ بارش کے بعد جب صحابہ نماز کے لیے مسجد میں آئے تو جھولیوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں بھر کر لیتے آئے اور اپنی اپنی نشست گاہ پر بچھا لیں۔ اس طرح کیچڑ کا نام و نشان تک نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو بے حد پسند فرمایا اور سنگریزوں کا فرش بنوا دیا۔

مسقّف چبوترہ — صفّہ

مسجد کے ایک سرے پر ایک مسقّف چبوترہ تھا جو صفّہ کہلاتا تھا۔ یہ ان لوگوں کے لیے تھا جو اسلام لاتے تھے اور گھر بار نہیں رکھتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

صفہ عربی زبان میں سائبان کو کہتے ہیں۔ اس سائبان کے نیچے رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔

صحابہؓ میں سے اکثر تو مشاغل دینی کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے کاروبار یعنی تجارت یا زراعت وغیرہ بھی کرتے تھے لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پذیری پہ نذر کردی تھی۔ ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے اور جب ان میں سے کوئی شادی کرلیتا تھا تو پھر وہ اس حلقہ سے نکل جاتا تھا۔ ان میں سے ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی اور بازار میں بیچ کر اپنے بھائیوں کے لیے کچھ کھانا مہیا کرتی۔

یہ لوگ دن کو بارگاہِ نبوی میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے اور رات کو اسی چبوترہ پر آرام کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہمد دونوں چیزیں کبھی ایک ساتھ مہیا نہ ہوسکیں۔ چادر کو وہ گلے سے اس طرح باندھ لیتے کہ رانوں تک لٹک آتی۔ اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے اور چھت میں لگا دیتے۔ کھجوریں جو ٹپک کر گرتیں یہ لوگ انھیں اٹھا کر کھا لیتے۔

کبھی انھیں دو دو دن کھانے کو نہ ملتا تھا اکثر ایسا ہوتا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے یہ لوگ آکر نماز میں شامل ہوتے لیکن بھوک اور ضعف کی وجہ سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کہیں سے صدقہ آتا تو سارا اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو

Marfat.com

بلا لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔

اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو مہاجرین اور انصار پر تقسیم فرما دیتے۔ یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک یا دو دو اصحابِ صفہ کو اپنے ساتھ گھر لے جائے اور ان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔

ازواج النبیؐ کے لیے حجروں کی تعمیر

مسجدِ نبویؐ جب تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل ہی آپ نے ازواجِ مطہراتؓ کے لیے مکان بنوائے۔ اس وقت صرف حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح میں تھیں اس لیے دو ہی حجرے بنے۔ جوں جوں ازواج عقد میں آتی گئیں تو ان کے لیے اور مکانات بنتے چلے گئے۔

یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے۔ ان کے اندرونی حجرے بھی ٹٹیوں کے تھے۔ جن کی ترتیب یہ تھی :

حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب، حضرت جویریہ حضرت میمونہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکانات شامی جانب تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مقابل جانب تھیں۔

یہ مکانات مسجد سے اس قدر متصل تھے کہ جب آپ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواجِ مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کے بال دھو دیا کرتی تھیں۔

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تفصیل کے ساتھ اگلے صفحہ پہ ملاحظہ فرمائیں :

Marfat.com

اسمائے گرامی

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام	قبیلہ		عمر بوقت نکاح	سن نکاح
۱۔ خدیجہؓ بنت خویلد قرشیہ	اسد قریش	بیوہ	۴۰ برس	۵۹۵ء
۲۔ سودہؓ بنت زمعہ	عامر قریش	بیوہ	۳۰ "	۶۲۰ء
۳۔ عائشہؓ بنت ابوبکرؓ	تیم قریش	کنواری	۹ "	۶۲۰ء
۴۔ حفصہؓ بنت عمرؓ بن خطاب	عدی قریش	بیوہ	۱۸ "	۶۲۵ء
۵۔ ام سلمہ ہند بنت حذیفہ المغیرہ۔	مخزوم قریش	بیوہ	۲۹ "	۶۲۶ء
۶۔ زینبؓ بنت خذیمہ بن حارث قیسیہ۔	عامر بنو صعصعہ قریش	بیوہ	۳۰ "	۶۲۶ء
۷۔ زینبؓ بنت جحش ام الحکم	اسد قریش	مطلقہ	۳۸ "	۶۲۶ء
۸۔ جویریہؓ بنت حارث بن ابی ضرار۔	مصطلق خذاعہ	(ملک آزاد) بیوہ	۲۰ "	۶۲۷ء
۹۔ ریحانہ بنت زید نضریہ	بنی نضیر الناظر یہودیہ	ملک	۲۰ "	۶۲۷ء
۱۰۔ ماریہؓ قبطیہ	مصری	ملک	۲۰ "	۶۲۸ء
۱۱۔ رملہ ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان	شمس قریش	بیوہ	۳۵ "	۶۲۸ء
۱۲۔ صفیہؓ بنت حی بن احطب۔	بنو نضیر یہودی	(ملک آزاد)	۱۷ برس	۶۲۸ء
۱۳۔ میمونہؓ بنت حارث ہلالی بن حزن۔	عامر صعصعہ ہلالی قریش	بیوہ	۲۷ برس	۶۲۹ء

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ؎

marfat.com
Marfat.com

اذان کی ابتداء

اسلام کے تمام عبادات کا اصلی مرکز وحدت واجتماع ہے۔ اس وقت تک کسی خاص علامت کے نہ ہونے کی وجہ سے نماز جماعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لوگ وقت کا اندازہ کرکے آتے اور نماز پڑھتے تھے۔ لیکن حضور کو یہ بات پسند نہ تھی۔

کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ کچھ لوگ مقرر کر دیئے جائیں جو وقت پر لوگوں کو گھروں سے بلا کر لے آیا کریں لیکن اس میں بڑی زحمت تھی۔

حضورؐ نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔

لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔

کسی نے کہا نماز کے وقت مسجد پر ایک علم کھڑا کر دیا جائے جسے دیکھ کر سب سمجھ لیں گے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔

آپ نے اسے پسند نہ فرمایا۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے یہاں اعلانِ عبادت کے جو طریقے تھے ان کا ذکر بھی خدمتِ اقدس میں کیا گیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ اپنا طریقہ دوسرے تمام مذاہب کے طریقوں سے مختلف ہو۔

بڑی سوچ بچار کے بعد حضورؐ کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ایک آدمی خصوصی طور پر مقرر کیا جائے جو ہر نماز سے کچھ وقت پہلے مسجد کے اندر کھڑا اور قبلہ رخ ہو کر چند مخصوص الفاظ میں بلند آواز سے پکارے۔ لوگ اس آواز کو سن کر فوراً مسجد میں پہنچ جائیں گے۔ اس طرح ہر شخص کو نماز باجماعت پڑھنے کا موقع بھی مل جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

حضورؐ اس تجویز و طریقہ کو سن کر بے حد خوش ہوئے۔ آپؐ نے اسے بہت پسند فرمایا۔ حضرت عمرؓ کو دعا دی۔

اس طریقہ کو اذان کا نام دیا گیا۔

اب ان الفاظ کا تعین مدِ نظر تھا۔ حضرت عمرؓ نے ہی ان الفاظ کو تجویز کیا۔ جن میں حضورؐ نے کچھ تبدیلی کر کے مروّجہ اذان مکمل کر دی اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان کہیں۔ اس کے بعد حضورؐ کی وفات تک بلال ہی اذان کہتے رہے۔

مواخاۃ

مہاجرین مکہ سے بالکل بے سرو سامان ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے۔ حالاں کہ ان میں بہت سے دولت مند اور خوش حال بھی تھے لیکن چونکہ وہ کفار سے چھپ کر نکلے تھے اس لیے کچھ بھی ساتھ نہ لا سکے تھے۔

اگرچہ مہاجرین کے لیے انصار کا گھر مہمان خانۂ عام تھا تاہم ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ مہاجرین نذر اور خیرات پر بسر کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ دست و بازو سے کام لینے کے خوگر تھے۔ لیکن اب وہ بالکل بکھرے تھے اور ایک حبّہ تک پاس نہ تھا اس لئے حضورؐ نے خیال فرمایا کہ انصار اور مہاجرین میں رشتۂ اخوت قائم کر دیا جائے۔

ایک دن آپؐ نے انصار کو طلب فرمایا۔

مہاجرین کی تعداد ۴۵ تھی۔

حضورؐ نے انصار سے فرمایا :

" دیکھو یہ تمھارے بھائی ہیں۔ اور تم ان کے بھائی ہو۔"

پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو دو شخصوں کو بلا کر فرماتے گئے کہ آج سے یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔

marfat.com
Marfat.com

اب وہ درحقیقت بھائی بھائی تھے۔

ہر انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو ساتھ لے جاکر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دے دیا کہ آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا۔

سعدؓ بن الربیع جو عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے بھائی قرار پائے تھے ان کی دو بیویاں تھیں۔ عبدالرحمٰنؓ سے بولے :

" ایک بیوی کو میں طلاق دے دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کرلیں۔"

لیکن انھوں نے اس بات کو گوارا نہ کیا اور بڑی احسان مندی کے ساتھ انکار کر دیا۔

انصار کا مال و دولت جو کچھ بھی تھا صرف نخلستان ہی تھے۔ روپے پیسے تو اس زمانہ میں تھے نہیں۔ انھوں نے خدمتِ اقدس میں گزارش کی کہ یہ باغ ہمارے بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیئے جائیں۔

مہاجرین تجارت پیشہ تھے اور اس وجہ سے کھیتی کے فن سے بالکل ناآشنا تھے۔ اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ان کی طرف سے انکار کر دیا۔

تب انصار نے یہ فیصلہ کیا کہ سب کاروبار ہم خود انجام دے لیں گے جو کچھ پیداوار ہوگی اس میں نصف حصہ مہاجر بھائیوں کا ہوگا۔

یہ مواخاتی رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا۔ جب کوئی انصاری مرتا تو اس کی جائداد اور مال مہاجر کو ملتا تھا اور مرحوم کے اپنے بھائی بند جائداد سے محروم رہتے تھے اور یہ اس فرمانِ الٰہی کی تعمیل تھی جس پر انصار دل وجان سے اور فخر یہ عمل کرتے تھے :

" جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ

Marfat.com

دی اور ان کی مدد کی، یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔" (انفال)

اخوّت کے رشتے

مواخات کے رشتے سے جو لوگ آپس میں بھائی بھائی بنے ان میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں :

مہاجرین	انصار
حضرت ابوبکرؓ	حضرت خارجہؓ بن زید
حضرت عمرؓ	حضرت عتبانؓ بن مالک
حضرت عثمانؓ	حضرت اوسؓ بن ثابت
حضرت ابوعبیدہ جراحؓ	حضرت سعدؓ بن معاذ
حضرت زبیر بن عوامؓ	حضرت سلامہؓ بن وقش
حضرت مصعبؓ بن عمیر	حضرت ابوایوبؓ
حضرت عمارؓ بن یاسر	حضرت حذیفہؓ بن یمان
حضرت ابوذر غفاریؓ	حضرت منذرؓ بن عمرو
حضرت سلمان فارسیؓ	حضرت ابوالدرداءؓ
حضرت بلالؓ	حضرت ابورویحہؓ
حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ	حضرت عبادؓ بن بشر
حضرت سعید بن زید	حضرت ابی کعبؓ

مواخاتی رشتے یوں تو بظاہر ایک عارضی ضرورت کے تحت ہی قائم کئے گئے تھے تاکہ بے خانماں مہاجرین کا چند روزہ انتظام ہوجائے۔ لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان اغراضِ اسلامی کی تکمیل کا سامان تھا۔

marfat.com
Marfat.com

شانِ نبوت

اسلام تہذیبِ اخلاق اور تکمیلِ فضائل کی شہنشاہی ہے اس سلطنتِ الٰہیہ کے لیے وزراء، اربابِ تدبیر، سپہ سالاران لشکر اور ہر قابلیت کے لوگ درکار ہیں۔ شرفِ صحبتِ اقدس کی برکت سے مہاجرین میں ایسی ہی قابلیتوں کا حامل ایک گروہ تیار ہو چکا تھا اور ان میں یہ وصف پیدا ہو چکا تھا کہ ان کی درس گاہِ تربیت سے دیگر اربابِ استعداد بھی تربیت پا کر نکلیں۔ اس بناء پر جن لوگوں میں رشتۂ اخوت قائم کیا گیا ان میں خاص طور پر اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ استاد اور شاگرد میں وہ اتحادِ مذاق موجود ہو جو تربیت پذیری کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

اتنی کم مدت میں سینکڑوں اشخاص کی طبیعت اور فطرت اور مذاق کا صحیح اور پورا اندازہ انتہائی مشکل امر تھا لیکن یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ شانِ نبوت کی خصوصیات میں سے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم
کا شجرۂ طیبہ
والدہ مطہرہ
کی طرف سے

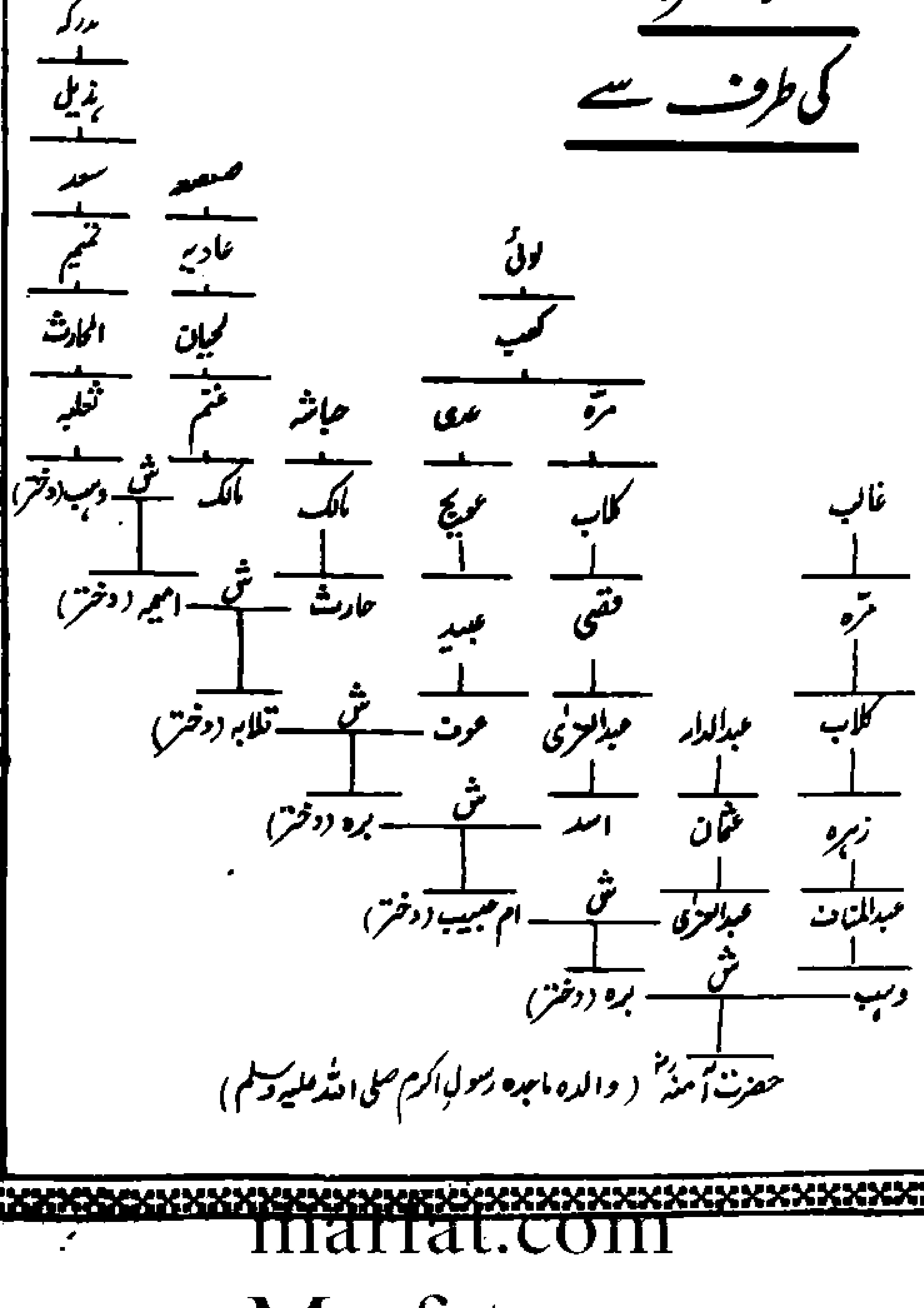

marfat.com
Marfat.com

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور

چہار یارانِ رسولؐ کا تعلقِ نسبی

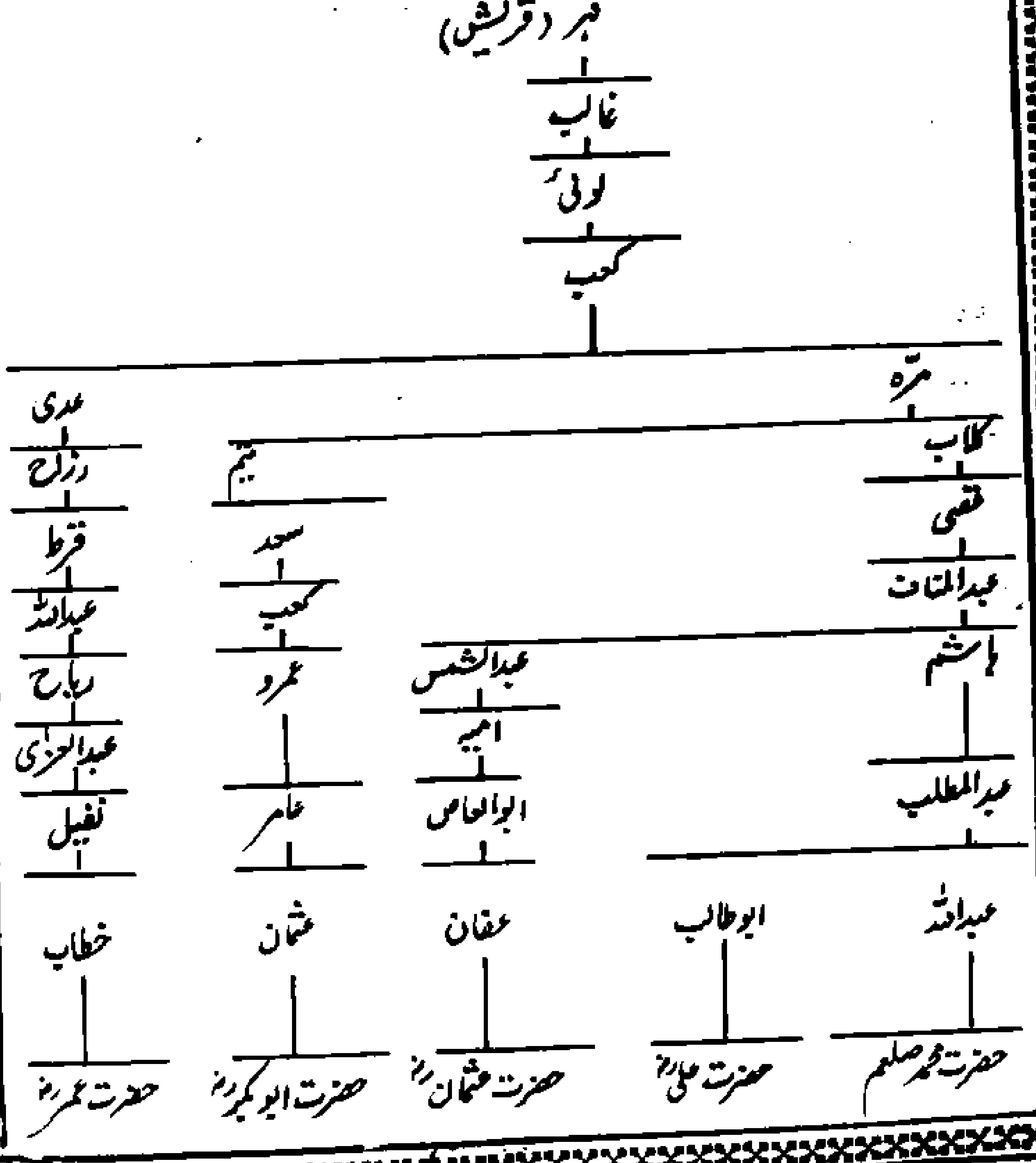

Marfat.com
Marfat.com

تفصیلات

شجرہ مبارک

+ آلِ عبدالشمس بن عبدالمناف

اور

+ آلِ ہاشم بن عبدالمناف، سید الشہدا حضرت حسینؓ تک

(۱)

آلِ عبدالشمس کی تفصیل

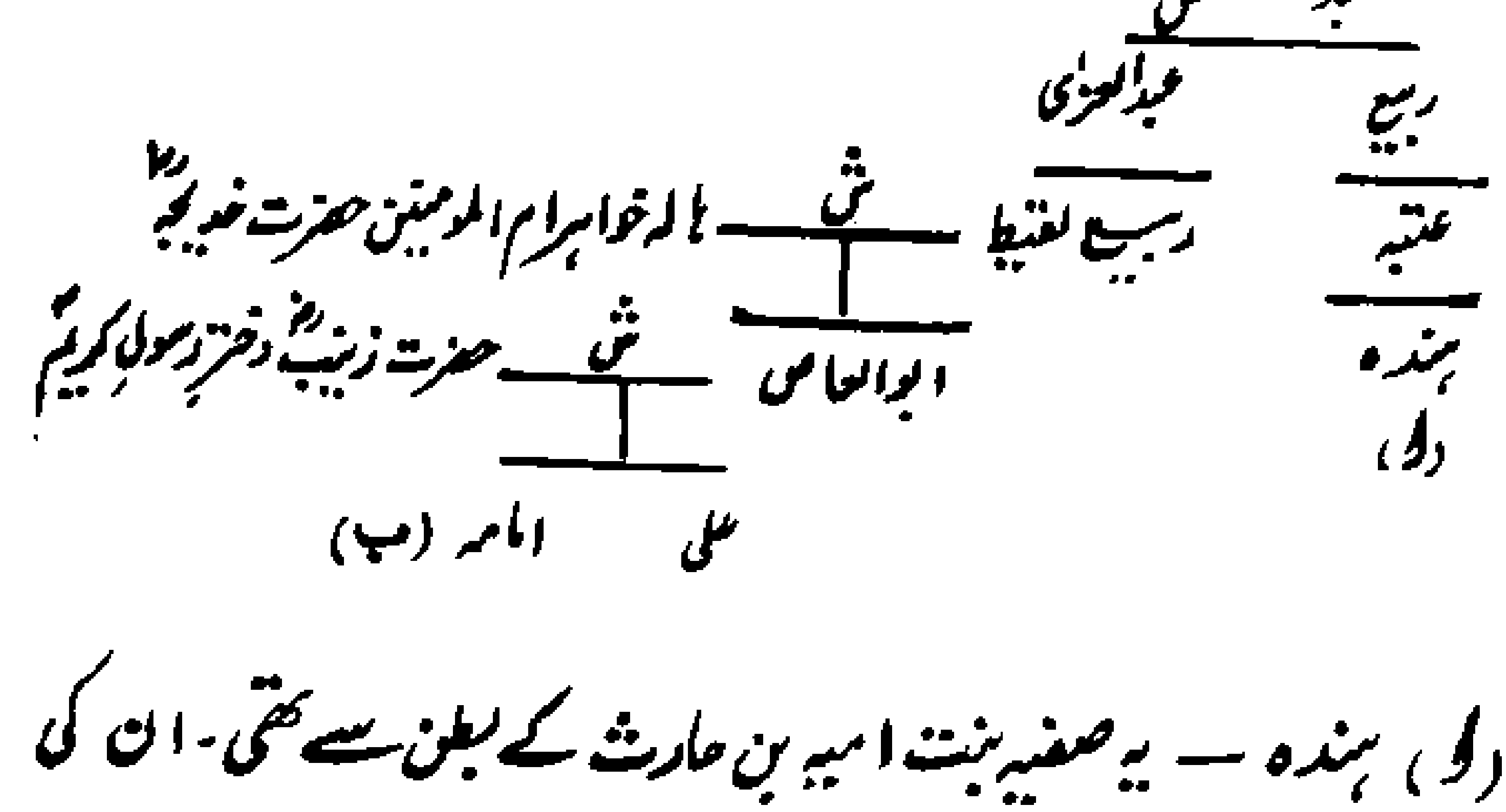

(ا) ہندہ — یہ صفیہ بنت امیہ بن حارث کے بطن سے تھی۔ ان کی

Marfat.com

شادی پہلے فاکہ بن مغیرہ سے ہوئی۔ ان سے جدائی کے بعد ابوسفیان بن حرب سے نکاح کیا جن سے حضرت معاویہؓ پیدا ہوئے۔ یہ وہی ہندہ بنت عتبہ ہے جس نے حضرت امیر حمزہؓ عم رسولِ کریمؐ کی نعش مبارک کا میدانِ اُحد میں سینہ چاک کر کے جگر چباڈالا تھا۔

(ب) امامہؓ بنت ابوالعاص :

حضرت فاطمہؓ بنت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے ہوئی۔ حضرت علیؓ سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جناب امیر معاویہؓ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا جسے آپ نے حضرت علیؓ کی وصیت کی مطابقت میں ردّ فرما کر حضرت مغیرہؓ بن نوفل سے شادی کر لی اور حضرت مغیرہؓ سے آپ کا ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا۔

۱۔ عبدالشمس بن عبدالمناف :

یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم بن عبدالمناف کے حقیقی بھائی تھے۔

۲۔ فاطمہ بنت اسد :

ان کی شادی حضرت ابوطالب عم رسول کریمؐ سے ہوئی اور حضرت علیؓ آپ کے بطن سے تولّد ہوئے۔

۳۔ ابوطالب بن عبدالمطلب :

ان کا اصلی نام عبدالمناف تھا۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔

۴۔ ام حکیم بیضا بنت عبدالمطلب :

کریز بن ربیعہ حبیب بن عبدالشمس سے ان کی شادی ہوئی۔

marfat.com
Marfat.com

۵۔ عاتکہؓ بنت عبدالمطلب :

ان کی شادی ابوامیہ بن المغیرہ مخزوم سے ہوئی۔ ان کے اسلام لانے میں اختلاف رائے ہے۔

۶۔ بّرہ بنت عبدالمطلب :

ان کی شادی عبدالاسد بن ہلال مخزومی سے ہوئی جن سے حضرت ابوسلمہؓ پیدا ہوئے۔ ان کا دوسرا نکاح ابودہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا جن سے ابوہریرہ پیدا ہوئے۔

۷۔ امیمہؓ بنت عبدالمطلب :

ان کی شادی جحش سے ہوئی۔

۸۔ اروٰی بنت عبدالمطلب :

ان کی شادی عمیر بن وہب سے ہوئی۔ ان کے اسلام لانے میں گو اختلاف ہے تاہم اغلباً اسلام قبول کر لیا تھا۔

۹۔ الغیداق بن عبدالمطلب :

ان کا اصلی نام مصعب تھا۔ بعض روایتوں میں ان کا نام نوفل بھی لکھا گیا ہے۔

۱۰۔ حَجل مغیرہ بن عبدالمطلب :

آپ لاولد تھے۔ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بعض الحفیں اور الغیداق کو ایک ہی شخص مانتے ہیں۔

۱۱۔ صَفیہ بنت عبدالمطلب :

ان کی پہلی شادی حارث بن حرب سے ہوئی اس کے بعد آپ نے العوام بن خویلد سے نکاح کیا۔ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

Marfat.com

۱۲- المقوّمؓ بن عبدالمطلب :

آپ بے اولاد تھے۔ اسلام قبول کر لیا تھا۔ بعض روایتوں میں ان کو اور حارث کو ایک ہی شخص مانا جاتا ہے۔

۱۳- حمزہؓ بن عبدالمطلب :

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ میدانِ اُحد میں اسلام کے شہید ہیں۔ یہ سابقون الاوّلون میں سے تھے۔ آپ کی ایک بیوی سے یعلیٰ اور عامر پیدا ہوئے۔ اس بیوی کا نام الملتہ بنت مالک ہے۔ دوسری بیوی خولہ بنت قیس سے عمارہ اور تیسری بیوی سلمیٰ بنت عمیس سے امامہ پیدا ہوئیں۔

۱۴- زبیرؓ بن عبدالمطلب :

آپ بے حد خوب دلیر اور بہادر تھے۔

۱۵- عباسؓ بن عبدالمطلب :

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کی شادی ام الفضل بنت حارث لبابۃ الکبریٰ سے ہوئی۔

۱۶- ابولہب بن عبدالمطلب :

یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ اس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس کی بیوی کا نام ام جمیل تھا۔ دونوں میاں بیوی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے اور اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھے۔ قرآن مجید میں سورۂ لہب انہی دونوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

۱۷- عمارہؓ بنت حمزہؓ :

ان کی شادی ام سلمہ کے بیٹے سلمہؓ بن حذیفہ سے ہوئی۔

marfat.com
Marfat.com

۱۸۔ اروٰیؓ بنت ام حکیم :
ان کی شادی عفان سے ہوئی اور ان کے بطن سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

۱۹۔ امِ حبیبہ بنت امیمہ :
ان کی شادی عبدالرحمٰن بن عوف سے ہوئی۔

۲۰۔ زینبؓ بنت امیمہؓ :
ان کے باپ کا نام جحش تھا۔ ان کی پہلی شادی حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوئی۔ جب زیدؓ سے طلاق حاصل کرلی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

۲۱۔ حمنہؓ بنت امیمہؓ :
ان کا پہلا نکاح مصعبؓ بن عمیر سے ہوا۔ دوسرا نکاح طلحہؓ ابن عبداللہؓ سے ہوا جن سے دو فرزند محمدؓ اور عمرانؓ پیدا ہوئے جو اسلام کے علمبردار بنے۔

۲۲۔ عبدؓاللہ بن عباس :
یہ لونڈی کے بطن سے تھے۔ واردانِ کربلا کی شہادت کے بعد اہلِ بیت کے سرپرست بنے۔

۲۳۔ جعفرؓ بن ابوطالب :
ان کی شادی حضرت اسمؓا بنت عمیس سے ہوئی۔

۲۴۔ عقیلؓ بن ابوطالب :
ان ہی کے بیٹے ابومسلمؓ کوفہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمائندے بن کر گئے تھے۔ ان کو ظالم کوفیوں نے وہیں شہید کر دیا تھا۔

Marfat.com

۲۵۔ ام ہانیؓ بنت ابو طالب :

ان کا اصلی نام فاختہؓ تھا اور ہبیرہؓ بن عمر بن عابد مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ ان کی اولاد میں زیادہ تر حضرت عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ مشہور ہیں۔

۲۶۔ عبیدہؓ بن حارث :

آپ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

۲۷۔ حضرت زینبؓ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم :

آپ کی شادی ابو العاصؓ بن ابن ربیع سے ہوئی۔

۲۸۔ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

آپ کی شادی حضرت عثمان غنیؓ سے ہوئی تھی۔ آپ نے چیچک کے عارضہ سے اکیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

۲۹۔ قاسمؓ
۳۰۔ طاہرؓ } بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :
۳۱۔ ابراہیمؓ

یہ تینوں فرزند بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔

۳۲۔ ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمان سے کر دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "عثمان ذو النورینؓ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے یعنی دو نوروں والا۔

۳۳۔ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

آپ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔ نکاح کے

marfat.com
Marfat.com

وقت آپ کی عمر ۱۵ سال ساڑھے چھ ماہ کی تھی۔ آپ کا مہر ۴۸۰ درہم تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی زرہ حطیمہ فروخت کرکے ادا کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سہ شنبہ کی رات ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ۲۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۳۴۔ عونؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ :

میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے۔

۳۵۔ محمدؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ :

شہیدِ کربلا۔

۳۶۔ امامہؓ بنت ابو العاص :

آپ کی والدہ کا نام زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب حضرت فاطمہ خاتونِ جنتؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے امامہؓ سے نکاح کر لیا۔ جب حضرت علی شہید ہو گئے تو امامہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن نوفل سے نکاح کر لیا۔

۳۷۔ عبداللہؓ بن علیؓ بن ابو طالب :

شہیدِ کربلا۔

۳۸۔ عباسؓ بن علیؓ بن ابو طالب :

شہیدِ کربلا۔ انہی کو عباسؓ علمدار کہتے ہیں۔ ۳۴ برس عمر پائی۔

۳۹۔ جعفرؓ بن علیؓ بن ابو طالب :

۲۱ برس کی عمر میں میدانِ کربلا میں شہادت پائی۔

۴۰۔ عثمانؓ بن علیؓ بن ابو طالب :

شہیدِ کربلا۔

Marfat.com

۴۱۔ علی اکبر بن حسینؓ :
یہ بھی کربلا کے میدان میں اپنے باپ کی آنکھوں کے سامنے شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس کی تھی۔ آپ نہ صرف یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو بہو ہم شکل تھے بلکہ سیرت گفتار اور رفتار میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس تھے۔ ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت ابو مرہ بن عروہ بن مسعود بن عبد الثقفی ہے اور جو حضرت میمونہؓ بنت ابو سفیانؓ کی بیٹی تھیں۔ لیلیٰ حضرت معاویہؓ کی بھانجی اور یزید کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

۴۲۔ علی اصغرؓ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ :
حضرت علی اصغر نے شیر خواری کے زمانے ہی میں میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔

۴۳۔ قاسمؓ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ :
ان کی والدہ کا نام رملہ تھا۔ یہ بھی شہید کربلا ہیں۔

۴۴۔ عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ :
شہید کربلا۔

۴۵۔ ابوبکرؓ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ :
یہ بھی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔
ان کی والدہ محترمہ کا نام امؓ اسحاق بنت طلحہ التیمی تھا۔ ان کا اصل نام عبداللہ الاکبر بتایا جاتا ہے۔

۴۶۔ سکینہ بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ :
بی بی سکینہ ۵۷ھ مطابق ۶۷۶ء میں پیدا ہوئیں۔ ان

marfat.com
Marfat.com

کی والدہ کا نام رباب تھا۔ یہ میدانِ کربلا میں موجود تھیں۔ اسی میدان میں فاطمہؓ کا نکاح قاسمؓ بن حسن کے ساتھ کیا گیا تھا اس کے بعد قاسم نے شہادت پائی۔ حضرت سکینہؓ نے تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں ۱۱۷ھ مطابق ۷۳۶ء میں مدینۃ المنورہ میں انتقال فرمایا۔

۴۷۔ حسنؓ بن علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت حسنؓ کو ۵۰ھ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دے کر شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ یا ۴۸ برس کی تھی۔

۴۸۔ حسینؓ بن علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت حسینؓ نے ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق ۱۰۔ اکتوبر ۶۸۰ء کو میدانِ کربلا میں شہادت پائی۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱؎ فاطمہؓ بنت حسینؓ

marfat.com

Marfat.com

مدینہ کے یہود اور ان سے مُعاہدہ

عرب کے مؤرخین کا بیان ہے کہ مدینہ کے یہود نسلاً یہودی تھے۔ اور اس تقریب سے عرب آئے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو قوم عمالقہ کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا۔ یہود گو تمام دنیا میں پھیلے لیکن انھوں نے اپنے نام کہیں نہیں بدلے۔ آج بھی وہ جہاں کہیں ہیں اسرائیلی نام ہی رکھتے ہیں۔ بخلاف اس کے عرب کے یہودیوں کے نام نضیر، قینقاع، مرحب، حارث وغیرہ ہوتے تھے جو خالص عربی نام ہیں نسلی یہودی عموماً بزدل اور دنی الطبع ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں لڑنے کا حکم دیا تو بولے:

> "تم مع اپنے خدا کے جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔"
> (مائدہ : ۴)

اس کے برعکس مدینہ کے یہود نہایت دلیر، شجاع اور بہادر تھے۔ لہٰذا مؤرخین عرب کا یہ بیان تصدیق شدہ معلوم نہیں ہوتا۔

ان قرائن عقلی کے علاوہ ایک بڑے مؤرخ یعقوبی نے صاف تصریح کی ہے کہ قریظہ اور نضیر عرب تھے جو یہودی بن گئے تھے۔ مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے:

> "پھر بنو نضیر کا معرکہ ہوا۔ یہ قبیلہ جذام کا ایک خاندان تھا لیکن اسرائیلی (یہودی) مذہب اختیار کر گیا تھا اور اسی طرح بنو قریظہ بھی۔"

marfat.com
Marfat.com

مؤرخ مسعودی نے بھی کتاب الاشراف میں ایک روایت لکھی ہے کہ یہ جذام کے قبیلہ سے تھے۔ کسی زمانہ میں عمالقہ سے ان کی بت پرستی کی وجہ سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پہ ایمان لائے اور پھر ملک شام سے نقلِ مکان کر کے حجاز چلے آئے۔

یہ تین قبیلے تھے :

بنو قینقاع - بنو نضیر اور بنو قریظہ۔

یہ تینوں قبیلے مدینہ کے اطراف میں آباد ہو گئے اور یہاں انھوں نے مضبوط بُرج اور قلعے بنالیے۔

انصار کے دو قبیلے تھے :

اوس اور خزرج ۔

ان میں کافی عرصہ سے جنگ چلی آ رہی تھی۔ ان میں باہم جو آخری معرکہ ہوا تھا اسے جنگِ بعاث کا نام دیا گیا۔ اس معرکہ نے انصار کا زور بالکل توڑ دیا۔ یہود ہمیشہ اس مقصد کو پیشِ نظر رکھتے تھے کہ انصار ایک دوسرے سے کبھی متحد نہ ہونے پائیں۔

انصار اور یہود معاہدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں کے تمام حالات پر نظر ڈالی اور فیصلہ کیا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی تعلقات واضح اور منضبط ہونا چاہئیں۔ ان ہی اسباب و حالات کی بنا پر آپ نے انصار اور یہود کو بلا کر حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو فریقین نے بخوشی منظور کر لیا۔ یہ معاہدہ کتاب ابن ہشام میں پورا مذکور ہے۔ اور بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے :

خلاصہ یہ ہے :

marfat.com
Marfat.com

۱۔ خوں بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے اب بھی قائم رہے گا۔
۲۔ یہود کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔
۳۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔
۴۔ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے اگر لڑائی پیش آگئی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔
۵۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔
۶۔ اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوا تو دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شریک جنگ ہوں گے۔
۷۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس شرط سے مستثنیٰ ہوگی۔

چند ابتدائی واقعات

اسی سال انصار میں سے دو نہایت معزز افراد نے جو مقربین خاص میں سے تھے، وفات پائی۔ حضرت کلثومؓ بن الہدم اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ۔ کلثومؓ وہی شخص ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا میں تشریف لائے تو انہی کے مکان میں ٹھہرے۔ اکثر بڑے بڑے صحابہ بھی انہی کے گھر میں اترے تھے۔ حضرت اسعدؓ بن زرارہ ان چھ افراد میں سے ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مکہ شریف میں حاضر ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ابن سعدؒ کی روایت کے موافق ان چھ شخصوں میں سے جس نے سب سے پہلے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا یہی اسعدؓ تھے اور پھر یہ فخر بھی انہی کو حاصل ہے کہ سب سے پہلے انھوں نے ہی مدینہ میں آکر جمعہ کی نماز قائم کی۔

marfat.com
Marfat.com

قبیلہ بنی نجار کے نقیب

حضرت اسعدؓ بن زرارہ چونکہ قبیلہ بنو نجار کے نقیب تھے اس لیے ان کی وفات کے بعد اس قبیلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے بجائے کوئی شخص اس منصب پر مقرر فرمائیں۔ چونکہ اس بات کا احتمال تھا کہ جو بھی شخص مقرر ہوگا تو دوسروں کو رشک ہوگا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

"میں خود تمھارا نقیب ہوں۔"

چونکہ آپؐ کی ننھیال اسی قبیلہ میں تھی اس لیے دوسروں کو رشک و حسد اور منافست کا موقع نہ تھا۔

حضرتِ اسعدؓ کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت صدمہ ہوا، اس لیے منافقین اور یہود نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ :

"اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہوتے تو ان کو یہ صدمۂ جان کاہ کیوں پہنچتا۔"

آپؐ نے سنا تو فرمایا :

"میں اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے خدا کے ہاں ہرگز کوئی اختیار نہیں رکھتا۔" (طبری صفحہ ۱۲۶۱)

یہ اتفاق ہی تھا کہ انھی دنوں دو بڑے رئیسانِ کفر نے بھی وفات پائی یعنی ولید بن المغیرہ جو حضرتِ خالدؓ کا باپ تھا اور عاص بن وائل سہمی جس کے بیٹے حضرت عمروؓ بن عاص ہیں جو فاتحِ مصر اور حضرت امیر معاویہؓ کے وزیرِ اعظم تھے۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت

اسی زمانہ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی ولادت ہوئی۔ ان کے والد

Marfat.com

حضرت زبیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور ان کی والدہ حضرت اسماؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔

اب تک مہاجرین میں سے کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی اس لیے یہ مشہور ہو گیا تھا کہ یہودیوں نے جادو کر دیا ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو مہاجرین نے خوشی کا نعرہ مارا۔ آواز اس قدر گونجی کہ مکانوں کے در و دیوار لرز کر رہ گئے۔ اور ڈر اور ہیبت کے مارے یہودیوں کے دل دہل گئے۔

اب تک نمازوں میں صرف دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں اب ظہر و عصر و عشا میں چار چار رکعتیں فرض کی ہو گئیں لیکن سفر کے لیے اب بھی وہی دو رکعتیں برقرار رہیں۔

marfat.com
Marfat.com

قبلہ کی تبدیلی

ہر گروہ، ہر قوم اور ہر مذہب کے لیے ایک خاص امتیازی شعار ہوتا ہے جس کے بغیر اس قوم کی مستقل ہستی قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے یہ شعار قبلۂ نماز کو قرار دیا۔

مذہب اسلام کا رکنِ اعظم نماز ہے جس سے ہر روز پانچ وقت کام پڑتا ہے۔ نماز کی اصلی صورت یہ ہے کہ جمعیت اور افرادِ کثیر کے ساتھ ادا کی جائے۔ مقتدیوں کی ہر حرکت ایک امام کے اشاروں کی تابع ہوتی ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ان سب کا مرجعِ عمل بھی ایک ہی ہو۔ اسی اصول کے تحت ایک قبلہ قرار پایا۔

تحویلِ قبلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے تب دو ضرورتیں ایک ساتھ درپیش تھیں۔ ملتِ ابراہیمی کی تاسیس و تجدید کے لحاظ سے کعبہ کی طرف رخ کرنے کی ضرورت تھی، لیکن یہ مشکل تھی کہ قبلہ کی جو اصلی غرض ہے یعنی امتیاز اور اختصاص وہ نہیں حاصل ہوتی تھی کیونکہ مشرکین اور کفار بھی کعبہ ہی کو اپنا قبلہ سمجھتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیم کے سامنے نماز ادا کرتے تھے جس کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا اس طرح دونوں قبلے سامنے آجاتے تھے۔

مدینہ میں دو گروہ آباد تھے۔ ایک مشرکین کا گروہ جن کا قبلہ کعبہ تھا اور دوسرے وہ اہلِ کتاب جو بیت المقدس کی سمت رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

شرک کے مقابلے میں یہودیت اور نصرانیت دونوں کو ترجیح تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدت تک یعنی تقریباً ۱۶ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی لیکن جب مدینہ میں اسلام زیادہ پھیل گیا تو اب کوئی ضرورت نہ تھی کہ اصل قبلہ کو چھوڑ کر دوسری طرف رخ کیا جاتا۔ اس بنا پر یہ آیت اتری اور دفعتہً قبلہ بدل گیا۔

"تم اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو، اور جہاں کہیں رہو اسی طرف منہ پھیر دو۔" (بقرہ : ۱۸)

یہودیوں کی ناراضگی

تحویل قبلہ نے یہودیوں کو سخت برہم کر دیا کیونکہ ان کو مشرکین کے مقابلے میں مذہبی تفوق کا دعویٰ تھا اور اسلام سے پہلے مشرکین بھی ان کے مذہبی امتیاز کے معترف تھے یہاں تک کہ جیسا ابو داؤد میں روایت ہے کہ جن لوگوں کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی وہ منتیں مانتے تھے کہ اگر بچہ زندہ رہا تو ہم اس کو یہودی بنا دیں گے۔ اسلام نے ان کے اس مذہبی اعزاز کو صدمہ پہنچایا۔ تاہم چونکہ اب تک اسلام کا قبلہ بیت المقدس ہی تھا اس لیے وہ فخر کرتے تھے کہ مسلمان بھی انہی کے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ جب اسلام نے قبلہ بدل دیا تو ان کی ناراضی اور برہمی کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ اب انھوں نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چونکہ ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتے ہیں اس لیے قبلہ بھی مخالفت ہی کے ارادے سے بدل دیا ہے۔ دو دلے اور ضعیف الایمان مسلمانوں کو یہ بات کھٹکتی تھی کہ قبلہ بدلنے کی چیز نہیں اور اس سے بے استقلالی اور اعتقاد کے تزلزل کا اظہار ہوتا ہے اس بنا پر قبلہ کی اصلیت اور ضرورت اور تحویلِ قبلہ کے مصالح کی تصریح میں چند آیات کا نزول ہوا جن سے

marfat.com
Marfat.com

یہ مشکلات حل ہوگئیں :

" سفہا یہ اعتراض کریں گے کہ مسلمانوں کا جو قبلہ تھا اس سے ان کو کس نے پھیر دیا، کہہ دو کہ مشرق و مغرب سب خدا ہی کا ہے، تیرا جو پہلے قبلہ تھا (یعنی کعبہ) اس کو جو ہم نے پھر قبلہ کر دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کا پَیرو کون ہے اور پیچھے پھر جانے والا کون ہے اور بے شبہ یہ قبلہ نہایت گراں اور ناگوار ہے بجز ان لوگوں کے جن کو خدا نے ہدایت کی ہے۔ پورب پچھم کی طرف رُخ کرنا صرف یہی کوئی ثواب کی بات نہیں ہے، ثواب تو یہ ہے کہ آدمی خدا پر، قیامت پر، ملائکہ پر، خدا کی کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور خدا کی محبت میں عزیزوں کو، یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنی دولت صرف کرے۔" (بقرہ : ١٧ و ٢٢)

بہت سے یہودی منافقانہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور نماز میں بھی شریک ہوتے تھے اور یہ اسلام کے لیے مارِ آستیں سے کم نہ تھے لیکن تحویل قبلہ کے بعد ان کے نفاق کا راز فاش ہوگیا۔ کیونکہ کوئی یہودی ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ بیت المقدس سے اس کا رشتہ ٹوٹ جائے۔

marfat.com
Marfat.com

غزوات وسرایہ

مکی زندگی میں آپؐ کافروں کی تمام ایذا رسانیوں اور زیادتیوں کا مقابلہ نہایت صبر وتحمل سے کرتے رہے۔ جب کفّار کی مخالفت حد سے تجاوز کر گئی تو اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد جب کفّارِ مکہ نے مسلمانوں کو یہاں بھی چین سے نہ رہنے دیا تو آخر کار خداوندِ کریم عزّ وجل نے اپنے بندوں کو ان کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ حکم ماہ صفر المظفر سنہ ۲ ہجری میں اس آیت کے ذریعہ نازل ہوا:

"ایسے لوگوں کو جہاد وقتال کی اجازت دی گئی کہ جن سے کافر لڑتے ہیں، یہ اجازت اس لیے دی گئی کہ یہ لوگ بڑے مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پہ قادر ہے۔"

(سورۃ الحج : ۳۹)

اس کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس جہاد میں آپؐ بنفسِ نفیس شریک ہوئے اسے غزوہ کا نام دیا گیا اور جس لڑائی میں آپ نے شمولیت نہیں فرمائی اس کو سریّہ کہتے ہیں۔

تعداد

غزوات کی مجموعی تعداد ۲۳ یا ۲۷ ہے جن میں سے صرف ۹ غزوات میں لڑائی کی نوبت آئی اور بقیہ غزوات میں مقابلہ نہیں ہوا۔

سریوں کی کل تعداد ۴۳ یا اس سے کچھ زائد بتائی جاتی ہے

Marfat.com

یہ بڑی عجیب اور حیرت انگیز بات ہے کہ حق و باطل کے ان تمام معرکوں میں باوجود مسلمان مجاہدین کی قلت اور بے سرو سامانی کے حق غالب رہا۔ باطل سرنگوں ہوا۔ ہر چھوٹی اور بڑی لڑائی میں مسلمان ہی فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے اور کافروں نے شکست کھائی۔ صرف جنگِ اُحد میں تھوڑی دیر کے لیے مسلمانوں کو شکست ہوئی جو ایک اصولی غلطی کا نتیجہ تھا مگر بالآخر مسلمانوں کو اس جنگ میں بھی فتح ہوئی اور کفار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

قریش کے تجارتی قافلے

قریش مکہ اسلام کے مٹانے پر تلے ہوئے تھے اور مدینہ والوں کو ان پر حملہ کر کے فنا کر دینے اور ان کی عورتوں پر قبضہ کر لینے کی دھمکی بھی دے چکے تھے اور انصارِ مدینہ پر حرمِ کعبہ کے دروازے بند کرنے کا فیصلہ کر رہے تھے۔ دیگر قبائلِ عرب بھی ان کے زیر اثر تھے اس لیے اہلِ مدینہ کی حفاظت اور آنے والے خطرہ کا انسداد بہت ضروری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی قوت کمزور کرنے کے لیے ان کے تجارتی قافلوں کا تعاقب شروع کیا۔

دنیا کی مہذب اور متمدن قوموں میں کسی مطالبہ کے تسلیم کرانے کا پُرامن اور معتدل ذریعہ اقتصادی ناکہ بندی ہی ہوتا ہے چنانچہ اسی مقصد کے لیے آپؐ نے مجاہدین کی جماعتیں بھیجنا شروع کیں، اور گرد و نواح کے قبائل کو اپنے ساتھ جوڑنے کی کوششیں بھی تیزی سے شروع کر دیں۔

تجارتی قافلوں کے تعاقب کا منشا محض یہ تھا کہ قریش متاثر ہوں اور ان کی طرف سے پیدا ہونے والے خطرہ کا انسداد ہو، اور

Marfat.com

حسب دستور سابق بے خطر بیت اللہ شریف کا داخلہ ہو۔

چنانچہ جہاد کی اجازت مل جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ حضرت عبیدہؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ کی سرکردگی میں یکے بعد دیگرے مہاجرین کے تین دستے مختلف مقامات کی طرف روانہ فرمائے۔

سریۂ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ہجرت کے سات ماہ بعد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس مہاجرین پر امیر لشکر بنا کر ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کر دیا تاکہ قریش کا جو قافلہ ابوجہل کی سرکردگی میں شام سے آ رہا تھا اس کا تعاقب کریں۔ وہاں پہنچ کر جب فریقین آمنے سامنے ہوئے تو ایک شخص مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان ہو کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ حضرت حمزہؓ مدینہ واپس چلے آئے اور قافلہ مکہ کی طرف چلا گیا۔

سریۂ عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی سال ماہ ربیع الاوّل ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسّی مہاجر سواروں کا ایک دستہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں رابغ کی طرف قریش کی ایک جماعت کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو تیر اندازی شروع ہو گئی۔ پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھینکا اور یہ خدا کی راہ میں پھینکا جانے والا پہلا تیر تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آٹھ تیر تھے۔ انھوں نے

marfat.com
Marfat.com

آٹھوں تیر چلائے اور ان میں سے کوئی بھی خطا نہ گیا۔ کفار یہ خیال کر کے کہ مسلمانوں کی پشت پر کافی امدادی فوج موجود ہے راہِ فرار اختیار کر گئے اور تلوار کی لڑائی تک نوبت ہی نہ آئی۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان جو کفار کے دباؤ کی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکے تھے لشکرِ کفار کے ساتھ اس غرض سے ہو لیے تھے کہ موقع ملا تو مسلمانوں سے جا ملیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات موقع پا کر کفار کے گروہ سے نکل کر مسلمان مجاہدین کی جماعت میں آ ملے۔

سریّہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیسرا سریّہ بیس مہاجرین کا تھا

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت پا پیادہ خرار کی طرف روانہ فرمایا مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ان کے جانے سے پہلے قریش کا قافلہ نکل کر جا چکا تھا اس لیے یہ مجاہدین مدینہ واپس لوٹ آئے۔

بعض کے نزدیک مندرجہ بالا تینوں سریّے ۱ھ میں واقع ہوئے لیکن محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ ۲ھ میں روانہ کیے گئے۔

اسی سال یعنی ۲ھ میں شعبان کے آخری عشرہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ صدقہ فطر اور نمازِ عید کا حکم نازل ہوا:

"فلاح پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ فطر ادا کی اور عید کی نماز پڑھی۔" (سورۃ اعلیٰ)

اسی سال بقر عید کی نماز اور قربانی واجب ہوئی:

"اللہ کے لیے عید کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔" (سورۂ کوثر)

marfat.com
Marfat.com

درود شریف

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم بھی ۲ھ میں نازل ہوا، لیکن بعضوں کے نزدیک اس کا حکم شب معراج میں دیا گیا۔

مال کی سالانہ زکوٰۃ بھی اسی سال فرض ہوئی۔

غزوۂ ابوا :

ابوا مدینہ سے مکّہ کی جانب ۲۳ میل کے فاصلہ پر جحفہ کے قریب فرع کے مضافات میں ایک بستی ہے جسے ودّان بھی کہتے ہیں۔

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں آپؐ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا اور ۱۲ صفر ۲ھ کے دن ساٹھ مہاجرین کو ہمراہ لے کر قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب کے لیے جو شام سے واپس آ رہا تھا تشریف لے گئے۔ جب آپؐ ابوا پہنچے تو قریش کا قافلہ نکل چکا تھا اس لیے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ البتہ آپؐ نے یہاں چند روز قیام فرما کر بنو ضمرہ سے ایک معاہدہ کر لیا۔

معاہدے کی شرائط حسب ذیل تھیں :

۱۔ بنو ضمرہ کا جان و مال محفوظ رہے گا۔

۲۔ اگر کسی دشمن نے ان پر حملہ کیا تو اس کے مقابلہ کے لیے بنو ضمرہ کی ہر طرح سے مدد کی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ بنو ضمرہ اللہ کے دین میں کوئی مزاحمت نہ کریں۔

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو مدد کے لیے بلائیں تو وہ فوراً حاضر ہوں گے۔

marfat.com
Marfat.com

غزوہ بواط

بواط مدینہ منورہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ینبع کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ربیع الاول ۲ھ میں جب کہ ہجرت کو ۱۳ مہینے گزر چکے تھے آپؐ قریش کے ایک تجارتی قافلہ کا تعاقب کرنے کے لیے ۲۰۰ مہاجرین کے ہمراہ بواط کی طرف تشریف لے گئے۔ بواط پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قافلہ گزر چکا ہے لہذا بلا قتال واپس لوٹنا پڑا۔

غزوہ سفوان

سفوان بدر کے قریب ایک موضع ہے اس لیے اس غزوہ کو غزوہ بدرِ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ قریش کے ایک رئیس اعظم کرز بن جابر فہری نے موقعہ پا کر مدینہ منورہ پر چھاپا مارا، اور اہلِ مدینہ کے چند اونٹ پکڑ کر لے گیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر فرمایا اور خود مہاجرین کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر سفوان تک کرز بن جابر فہری کا تعاقب کیا مگر کرز بن جابر وہاں سے جا چکا تھا۔ ہاتھ نہ آیا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا قتال واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ کے بعد کرز بن جابر فہری مدینہ منورہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور ایمان لے آیا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صحبت میں رہا اور فتح مکہ میں شہادت پائی۔

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ عُشیرہ

عشیرہ ینبوع کے قریب بنی مُدلج کی ایک جگہ کا نام ہے۔

قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ جارہا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰۰ مہاجرین کو ہمراہ لے کر ان کے تعاقب کو نکلے لیکن آپؐ کے پہنچنے سے پہلے ہی قافلہ نکل چکا تھا۔ آپ بنی مُدلج سے معاہدہ کرکے واپس چلے آئے۔ بنی مُدلج بنو ضمرہ کے حلیف تھے اور پہلے ہی اسلام کے معاہدہ میں داخل ہوچکے تھے اس لیے انھوں نے نہایت آسانی کے ساتھ انہی شرائط پر معاہدہ قبول کرلیا جن پر بنو ضمرہ نے کیا تھا۔

ان مہمات میں جن کا ذکر ہوچکا ہے دشمنانِ دین کو کوئی جانی یا مالی نقصان تو نہیں پہنچایا جاسکا مگر اصل مقصد جو جہاد فی سبیل اللہ کی تکمیل تھی پورا ہوتا رہا لیکن کامیابی اور کامرانی تو صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے اور بندوں کے اختیار سے باہر ہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً دو مہینے غزوۂ بدر سے پہلے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ۱۲ مجاہدین کا ایک چھوٹا سا سریہ مکہ والوں کے ایک قافلہ پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ اس میں آٹھ مہاجر تھے۔ ان بارہ آدمیوں کے پاس صرف ایک اونٹ تھا جس پر یہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ چلتے وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہدایت نامہ بند کر کے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے کر فرمایا کہ اپنے سفر کی دو منزلیں طے کرنے کے بعد اس کو پڑھنا اور اپنے ساتھیوں کو سنا دینا

marfat.com
Marfat.com

اور کسی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری منزل پر پہنچ کر وہ ہدایت نامہ پڑھا اور لوگوں کو سنایا۔ اس ہدایت نامہ میں مقام قیام اور حملہ کا پروگرام بتایا گیا تھا۔ آخر میں کامیابی کی دعا تھی۔ چنانچہ سب لوگ امیر کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گئے۔ کسی نے ساتھ نہیں چھوڑا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق چل دیے۔

جب وہ نجران کے قریب پہنچے تو ان کا اونٹ گم ہو گیا۔ یہ سعدؓ اور عتبہؓ کا اونٹ تھا۔ یہ دونوں اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور باقی دس مجاہدین نے مقام نخلہ پر پہنچ کر قیام کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد قریش کا قافلہ وہاں سے گزرا جو طائف سے سامان تجارت لے کر آ رہا تھا۔ یہ قافلہ عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، نوفل بن عبداللہ اور عثمان بن عبداللہ چار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہدایت نامہ میں قافلہ پر حملہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس میں صرف خبر لانے اور حالات معلوم کرنے کی ہدایت تھی۔ قافلہ پر حملہ کرنے کا اقدام حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فیصلہ تھا۔ آپؓ نے خیال کیا کہ اگر قافلہ والوں کو اس وقت گرفتار نہ کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں خبر پہنچانے تک یہ لوگ مکہ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے آپس میں مشورہ کے بعد یہی طے ہوا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر لینا چاہیے اور ان کے سامان پر بھی قبضہ کر لینا چاہیے۔ چنانچہ قافلہ پر حملہ کر دیا گیا۔

اس مقابلہ میں قافلہ کا سردار عمرو بن حضرمی قتل ہو گیا۔ باقی تینوں کو گرفتار کر لیا گیا اور سامان بھی قبضہ میں لے لیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

مالِ غنیمت

جس دن یہ واقعہ پیش آیا اُس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن ان مجاہدین کا گمان تھا کہ آج جمادی الثانی کی تیس تاریخ ہے۔ جب مسلمان واپس مدینہ حاضر ہوئے تو تمام مال اور تینوں قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے گئے۔

کفارِ قریش نے یہ مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے اشہر حرام کے احترام کو ترک کر دیا اور اس میں جنگ اور خون ریزی کو جائز کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور مالِ غنیمت کو وحیِ الٰہی کے انتظار میں روک رکھا اور تب یہ آیات نازل ہوئیں:

"لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے کو دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس مہینہ میں جنگ کرنا بڑے گناہ کی بات ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا اور مسجدِ حرام سے روکنا اور مسجدِ حرام سے اس کے اہل یعنی مسلمانوں کو نکال دینا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس لڑائی سے بھی بڑا گناہ ہے اور ایسی فتنہ انگیزی، اس خون ریزی سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔"

اس آیت کے نازل ہونے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مالِ غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد باقی مال کو مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔

قیدیوں کا فدیہ

قریش نے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو آپ نے ارشاد فرمایا

marfat.com
Marfat.com

کہ جب تک میرے ساتھی سعدؓ اور عتبہؓ واپس نہ آجائیں اس وقت تک تمہارے قیدیوں کو رہا نہیں کیا جائے گا۔

اس کے چند روز بعد جب سعدؓ اور عتبہؓ واپس مدینہ پہنچ گئے تو آپؐ نے فدیہ لے کر حکم بن کیسان، نوفل بن عبداللہ اور عثمان بن عبداللہ تینوں قیدیوں کو رہا کر دیا۔

حکمؓ بن کیسان کا ایمان لانا

حکمؓ بن کیسان نے اپنے ان ایام اسیری میں جب اپنی آنکھوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پرتاثیر عملی زندگی کا نظارہ دیکھا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا دل نورِ ایمان سے منور کر دیا۔

جب انھیں قید سے رہائی ملی تو وہ مکہ واپس نہ گئے بلکہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اور پھر مکہ واپس جانے کے بجائے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں رہنے ہی کو ترجیح دی۔

marfat.com
Marfat.com

غزوہ بدر

قرآن حکیم نے جن اہم غزوات کا تذکرہ کیا ہے ان میں سب سے نمایاں حیثیت غزوۂ بدر کو حاصل ہے۔ بدر دراصل ایک کنویں کا نام ہے جس کی نسبت سے یہ وادی بھی بدر ہی کہلاتی ہے۔ حرمین شریفین کے راستہ میں مدینہ منورہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اسی جگہ وہ اہم غزوہ پیش آیا جس نے دنیا کی تاریخ ادیان و ملل ہی کا نہیں بلکہ ہر شعبۂ حیات کا رخ پلٹ کر ظلم سے عدل کی جانب پھیر دیا۔

معرکۂ بدر کے ظاہری اسباب

۱۔ کفار شروع ہی سے مسلمانوں کے مٹانے پر تلے ہوئے تھے ہجرت نے ان کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں محفوظ دیکھ کر برداشت نہ کر سکے۔ منافقین اور یہود کے ساتھ سازباز شروع کر دی۔ اہل مدینہ کو تاخت و تاراج کر دینے کی دھمکیاں دیں اور حملہ کی تیاری کرنے لگے۔

۲۔ ابتدا میں قریش کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں مدینہ کے ارد گرد گشت کرنے لگیں۔

۳۔ کرز فہری مدینہ کی چراگاہوں تک آکر لوٹ مار کر گیا۔

۴۔ سامان جنگ کی فراہمی کے لیے ابو سفیان کی قیادت میں تقریباً ستر رئیس التجار قریشیوں کا ایک تجارتی قافلہ جس میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار سے زائد دینار کا مال تھا ملک شام بھیجا گیا۔ طے شدہ پروگرام یہ تھا کہ اجتماعی

marfat.com
Marfat.com

منافع سے سامانِ جنگ حاصل کرکے مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔

۵۔ یہ قافلہ ابھی شام سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ عمرو بن حضرمی کے قتل کا واقعہ اتفاقاً پیش آگیا جس نے کفّارِ قریش کی آتشِ غضب کو اور بھڑکا دیا۔

معرکۂ بدر کے حقیقی اسباب

۱۔ کفّار کا ظلم وستم اور مسلمانوں کی مظلومیت حد سے تجاوز کرچکی تھی۔ آزمائش کی وہ سب منزلیں طے ہوچکی تھیں جن پر فتح ونصرت کا مدار اور وعدہ تھا۔

۲۔ پیغمبر کے ہوتے کسی پر عذاب نہیں آتا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس کی برکت سے مکہ والوں پر سے عذابِ خداوندی رکا ہوا تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدینے کی طرف ہجرت کا حکم دیا تاکہ مکہ آپؐ کے وجود سے خالی ہوجائے اور پھر مکہ والوں پر قہرِ الٰہی کا نزول ہوسکے۔

۳۔ کفّار نے جب آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو بلاوجہ اور بلاقصور ان کے گھروں سے نکال دیا تو وہ اپنے ظلم اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی پاداش میں عذابِ الٰہی کا مزہ چکھنے کے لیے میدانِ بدر کی طرف ہانکے گئے۔

بصیرتیں

مشرکینِ مکہ کے کاروانِ تجارت کو روکنا اور ان پر قابض ہونا ہرگز لوٹ کھسوٹ نہیں بلکہ جنگی نقطۂ نظر سے اور مسلمانوں کی جماعتی بقا وحفاظت کے اعتبار سے

marfat.com
Marfat.com

یہ اقدامات بے حد ضروری تھے۔

مجاہدین کی روانگی

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ قریش کا تجارتی قافلہ شام سے واپس آرہا ہے تو آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور فرمایا :

"کیا تعجب ہے کہ اس قافلہ سے جب مڈبھیڑ ہو تو اللہ تعالیٰ ہمیں مالِ غنیمت سے نوازیں۔"

لیکن بہت سے لوگوں نے اس مہم پر جانے سے پہلو تہی کی کیونکہ اس اقدام سے انھیں کسی بڑی جنگ کا خطرہ نظر نہ آتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ابتداءً اقدام کرکے جانا انصار کے معاہدہ میں شامل نہ تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ نے بخوشی اس قافلہ کے تعاقب کے لیے آمادگی کا اظہار کیا۔

اس طرح مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر جس کی تعداد ۳۱۳ تھی اور جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے سامانِ حرب سے بے پروا ہو کر صرف آٹھ تلواریں، دو گھوڑے اور ستر اونٹ جن پر باری باری سواری کی جاتی تھی لے کر قافلے کے تعاقب کو نکلا۔

حضرت ابولبابہؓ اور حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے۔ یہ دونوں خدمتِ اقدس میں بار بار عرض کرتے کہ :

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اونٹ پر سوار بیٹھے رہیں، ہم آپؐ کے بدلے میں پیدل چلیں گے۔"

لیکن آپؐ بڑی شفقت سے ارشاد فرماتے :

"تم پیدل چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو، اور میں تم سے زیادہ خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں ہوں۔"

Marfat.com

مدینہ سے ایک میل باہر جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا جائزہ لیا اور کم سن بچوں کو واپس کر دیا۔ عمیرؓ بن وقاص کو جب جہاد سے روکا گیا تو وہ رونے لگے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز برداری فرمائی۔ حضرت سعدؓ بن وقاص نے کم سن بھائی کے گلے میں تلوار حمائل کر دی۔ حضرت ابو لبابہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے واپس کر دیا گیا۔

لشکرِ کفار کی روانگی

ابو سفیان کو اس صورتِ حال کا علم ہوا تو اس نے ایک تیز رو قاصد ضمضم غفاری کے ذریعہ مکہ والوں کو خبر بھیجی کہ اپنے قافلہ کی جلد خبر لو۔

ابو جہل مشتعل ہو گیا اور تمام سردارانِ قریش ایک ہزار مسلح اور جنگ آزمودہ سپاہی لے کر بزعمِ خویش مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے تکبر و غرور کے نشے میں بدمست اتراتے چل پڑے۔

جوشِ جہاد

مسلمان جب وادیٔ صفرا کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبسؓ بن عمرو اور عدیؓ بن ابی کو تجارتی قافلہ کا سراغ لگانے کے لیے مقامِ بدر کی جانب اس راستہ پر بھیجا جو مدینہ سے مکہ کو جاتا ہے اور حضرت طلحہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو شام کی جانب روانہ کیا۔ جب لشکر وادیٔ صفرا سے گزر کر ذفران پہنچا تو بسبسؓ اور عدیؓ نے آکر اطلاع دی کہ عنقریب ابو سفیان کا قافلہ میدانِ بدر میں پہنچنے والا ہے۔

اب شام کی طرف سفر کرنا بے کار تھا کیونکہ اب بدر ہی ایسا مقام تھا جہاں قافلے کو پکڑا جا سکتا تھا۔

مگر جب یہ معلوم ہوا کہ کفارِ قریش کا ایک جرار لشکر بڑے کرّوفر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا مسلمانوں سے لڑنے کی غرض سے بدر کی جانب

marfat.com
Marfat.com

بڑھتا چلا آرہا ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا اور دوبارہ مشورہ کرنا ضروری سمجھا اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں: ایک تجارتی قافلہ اور دوسرا فوجی لشکر۔ خداوند کریم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ:

"دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو غلبہ عطا فرماؤں گا۔"

اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

صحابہ کرامؓ چونکہ جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے صرف قافلہ کے تعاقب کے لیے نکلے تھے۔ اس لیے اپنی تعداد اور قلتِ سامان کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے، کیونکہ آپؐ کا طبعی رجحان یہ تھا کہ قافلے کا تعاقب کرنے کے بجائے قریش کے لشکر کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک جماعت پر فتح کا وعدہ ہے اس صورت میں اگر قافلے کو غنیمت بنایا جائے تو لشکرِ کفار سے شکست کا اندیشہ ہے۔

آپؐ کے منشائے مبارک کو پا کر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے جذبۂ وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے ایسی پُرزور تقریریں کیں جن کے الفاظ میں جاں نثاری اور سرفروشی کی بجلیاں تڑپ رہی تھیں۔

آپؐ نے پھر مشورہ طلب کیا تو انصار سمجھے کہ روئے سخن ہماری طرف ہے۔ تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ:

"یارسول اللہ! ہم آپؐ پر ایمان لا چکے ہیں۔ آپؐ کی اطاعت

marfat.com
Marfat.com

کا عہد و پیمان کر چکے ہیں۔ اللہ کا جو حکم ہے آپؐ اس پر عمل کیجئے۔ اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے آپؐ کو حق و صداقت کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے آپؐ کا اشارہ چاہیے ہم سمندر میں کودنے کو تیار ہیں۔"

حضرت سعدؓ نے یہ بھی عرض کیا :

"یا رسول اللہؐ ! آپؐ کو غالباً یہ احساس ہے کہ آپؐ ایک ارادہ سے چلے تھے لیکن دوسرا معاملہ آپؐ کے سامنے آگیا۔ آپؐ قطعاً خیال نہ فرمائیں۔ ہم ہر حال میں آپؐ کے ساتھ ہیں۔ آپؐ جس سے چاہیں جوڑیں جس سے چاہے اعلانِ جنگ کریں اور جس سے چاہیں مصالحت کریں ہم بہر حال آپؐ کے ساتھ ہیں۔ ہمارا مال آپؐ کا ہے جو چاہیں لیں اور جو چاہیں ہمیں دیں اور خدا کی قسم جو آپؐ منظور فرمائیں گے وہ ہمیں زیادہ محبوب ہوگا اس سے جو ہمارے پاس رہ جائے گا۔"

حضرت مقدادؓ نے عرض کیا :

"یا رسول اللہؐ ! ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو بلکہ ہم تو آپؐ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہو کر لڑیں گے۔"

یہ سن کر آپؐ کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمک اٹھا اور آپؐ نے ارشاد فرمایا :

"اللہ کا نام لے کر چلو۔ تمہیں بشارت ہو' اللہ کا وعدہ سچا ہے میں سردارانِ قوم کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔"

ابوجہل کا تکبر ابوسفیان نے اپنا راستہ بدل کر ساحلی راستہ اختیار کیا اور قافلے کو بچا کر لے گیا۔ جب قافلہ زد سے نکل گیا تو ابوسفیان نے ابوجہل کو دوبارہ پیغام بھیجا کہ اپنا

Marfat.com

قافلہ صحیح سلامت بچ نکلا ہے تم اپنا لشکر لے کر مکہ واپس لوٹ جاؤ۔ مگر ابوجہل کی ضدی طبیعت جو پہلے ہی بہانے تلاش کر رہی تھی واپسی پر آمادہ نہ ہوئی اور کہا کہ ہم بدر ضرور جائیں گے۔

اور بڑے غرور میں آکر کہا:

"بدر میں چند روز ٹھہر کر خوشیاں منائیں گے۔ رقص و سرود کا رنگ جمائیں گے اور شراب و کباب کی محفلیں گرم کریں گے تاکہ عرب بھر میں ہماری دھاک بیٹھ جائے اور کوئی ہمارا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے"

لیکن اسے کیا خبر تھی کہ وہ اور اس کے ساتھی اپنی ہی ذلت اور رسوائی کی طرف رواں دواں ہیں۔ قدرت کی طرف سے ان کے لیے تباہی بربادی مقدر ہو چکی ہے۔ فرشتۂ اجل بدر کے میدان میں ان کا منتظر ہے۔

الغرض قریش کا لشکر مسلمانوں کو ختم کرنے کا عزم لے کر بڑھتا چلا گیا مگر اخنس بن شریق نے ابوجہل کی اس بات کو نہ مانا اور اپنے تمام (ساتھیوں) بنی زہرہ کو لے کر واپس چلا گیا۔

ہلاکتِ امیّہ کی پیشگوئی

امیّہ نے اپنی ہلاکت کی نسبت حضرت سعدؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ذکر سنا ہوا تھا۔ اس لیے بدر آنے سے پہلو تہی کر رہا تھا لیکن ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط نے اس کے پاس سرمہ دانی اور آتش دان لے جا کر اس کو طعنہ دیا تھا کہ تم عورت ہو۔

وہ ناچار اپنی جورو سے جو اسے جنگ میں شریک ہونے سے روکتی تھی یہ وعدہ کر کے روانہ ہو گیا کہ جونہی کوئی موقع ہاتھ لگا لشکر سے الگ ہو کر واپس آجاؤں گا مگر قضا و قدر نے بھاگنے کا موقع ہی نہ دیا۔ بدر پہنچ کر جنگ میں صحابہ کے ہاتھوں فی النار والسقر ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

عتبہ اور شیبہ

جب عتبہ اور شیبہ جنگ کی تیاری کرنے لگے تو ان کے غلام عداس نے جو مسلمان ہو چکا تھا انہیں روکا اور کہا کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کا خیال تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

یہ سن کر ان دونوں نے روانگی کا ارادہ ملتوی کر دیا لیکن ابوجہل نے ان کو بزدلی کا طعنہ دیا اور اس وقت تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک ان کو چلنے پر آمادہ نہ کر لیا اور اسی بزدلی کی تہمت اور طعنہ کے سبب دونوں نے لڑائی میں پیش قدمی کی۔

خاندانِ بنی ہاشم نے بھی مجبوراً جنگ میں شرکت کی۔

عاتکہؓ کا خواب

ادھر مدینہ منورہ میں روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو یہ خبر دی کہ مجھے بدر کے میدان میں اہلِ مکہ کی قتل گاہیں مشاہدہ کرائی گئی ہیں اور اُدھر مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت عاتکہؓ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور اس کنکریلی زمین پر رک کر کھڑا ہو گیا۔ اور زور سے چیخ کر پکارا:

"اے آلِ غدر (کفارِ قریش) تین دن کے اندر اندر اپنی اپنی قربان گاہوں کی جگہ نکل جاؤ۔"

لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ پھر وہ آگے بڑھا اور کعبہ میں آ گیا۔ یہاں بھی اس نے یہی اعلان کیا۔ پھر وہ کوہِ قبیس پر آیا اور ایک بڑی وزنی چٹان اٹھا کر نیچے پھینک دی جو پہاڑ سے لڑھکتی ہوئی پاش پاش ہو کر مکہ کے ہر گھر کو گراتی چلی گئی۔ کوئی مکان ایسا نہ رہ گیا جو اس کی تباہ کاری سے محفوظ رہا ہو۔

marfat.com
Marfat.com

عاتکہؓ آنحضرت کی پھوپھی اور حضرت عباسؓ کی بہن تھیں۔ ان دونوں بہن بھائیوں کے دلوں میں ایمان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتے تھے مگر ابھی باقاعدہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اسی وجہ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

عاتکہؓ نے اپنے بھائی حضرت عباسؓ سے اپنے خواب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ معلوم ہوتا ہے ساری قوم پر کسی بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا مگر دیکھنا اس خواب کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا۔

حضرت عباسؓ گھر سے نکلے اور اپنے دوست ولید بن عتبہ سے اس خواب کا تذکرہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ کسی اور سے نہ کہنا۔ مگر ولید نے اپنے باپ عتبہ سے اس خواب کا ذکر کر دیا۔ اس طرح ہوتے ہوتے یہ بات تمام مکہ میں پھیل گئی۔ ابوجہل کو علم ہوا تو اس نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اب تمھاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگی ہیں لیکن اسی اثنا میں ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیغام لے کر پہنچ گیا کہ

"اے گروہِ قریش! اپنے قافلے کی خبر لو اور ابوسفیان کی مدد کو پہنچو۔ مسلمانوں کا ایک لشکر قافلے پر حملہ کرنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہو چکا ہے۔"

یہ خبر سنتے ہی قریش روانگی کی تیاری میں لگ گئے اور پورے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور جب بدر کے میدان میں معرکۂ حق و باطل بپا ہوا تو کفارِ قریش نے اس خواب کی تعبیر اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

ایک اور خواب

قریش بڑے کرّ و فر اور تکبّر و رعونت کے نشے میں بدمست ہو کر گاتے بجاتے

Marfat.com

مقامِ جحفہ میں پہنچے تو جہیم بن صلت نے بھی ایک خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ہمارے قریب آکر کہنے لگا:

"لوگو سنو! عتبہ، شیبہ، ابوجہل اور امیہ بن خلف لڑائی میں مارے گئے۔ پھر اس سوار نے اونٹ کے پیٹ میں برچھا مار کر لشکر میں چھوڑ دیا۔ وہ بھاگنے لگا اور لشکر میں ہمارا کوئی خیمہ ایسا نہ بچا جس پر اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔"

ابوجہل نے یہ خواب سنا تو تمسخر سے بولا:

"لو بھئی اب بنی عبدالمطلب میں یہ ایک اور نبی پیدا ہو گیا۔"

مجاہدین کی روانگی

ذفران سے روانہ ہو کر آپ ﷺ نے اصافر کی گھاٹیوں کا راستہ اختیار کیا اور بدر کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ حضرت حباب بن منذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کا انتخاب وحیِ الٰہی کے حکم سے ہوا ہے یا کسی فوجی مصلحت کی بنا پر آپ نے اپنی رائے سے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی رائے سے تجویز کیا ہے۔

حضرت حبابؓ نے عرض کیا کہ میرے خیال میں یہ جگہ پڑاؤ کے لیے موزوں نہیں ہے اس سے آگے ایک جگہ زیادہ موزوں اور مناسب ہے اور وہ جگہ پانی سے بہت قریب ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حباب بن منذرؓ کے مشورے سے آگے بڑھ کر چشمہ کے قریب جو قریش سے بھی نزدیک تر تھا پڑاؤ کر دیا۔ اور چشمے پر بھی قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں کا قیام بلندی پر تھا۔ زمین ریتلی تھی جہاں چلنا مشکل تھا۔ آدمیوں اور سواریوں کے پاؤں ریت میں دھنس جاتے تھے۔ اس سے مسلمانوں

marfat.com
Marfat.com

کو بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ باراں کے لیے دعا فرمائی۔ حق تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے زور کا مینہ برسایا۔ بارش سے ریت جم گئی۔ چلنا پھرنا آسان ہو گیا۔

کفار کا پڑاؤ عقنقل نامی ٹیلے کے پیچھے نرم اور نشیبی زمین پر تھا۔ بارش کی وجہ سے وہاں دلدل اور کیچڑ ہو گئی۔ چلنا پھرنا دشوار ہو گیا اور وہ مسلمانوں سے پہلے پانی کے چشمہ پر قبضہ نہ کر سکے کیونکہ مسلمانوں نے ان سے پہلے پہنچ کر چشمہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے ایک بڑا حوض اور چند ایک چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا جس کی وجہ سے چشمے کا پانی قریش کے پاس جانے سے رک گیا اس طرح کفار کے لشکر میں پانی کی سخت قلت ہو گئی۔ لیکن رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حکم دیا کہ دشمن کے کسی آدمی کو پانی سے نہ روکا جائے کہ یہ ظلم ہے اس طرح کفار کو پانی کے لیے کوئی دقت نہ رہی۔

عریشِ نبوی

حضرت سعد بن معاذؓ کی تجویز کے مطابق آپؐ کے لیے ایک ٹیلہ پر کھجور کی شاخوں سے ایک چھپر تیار کیا گیا تاکہ آپ وہاں بیٹھ کر رفتارِ جنگ کا معائنہ کر سکیں اور احکام نافذ فرماتے رہیں۔

بارش سے مسلمانوں کو کچھ ایسا سکون ہوا کہ سب کو نیند آ گئی لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذاتِ بابرکات ہی ایسی تھی جو بیدار تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر یادِ خدا میں مصروف رہے اور گریہ و زاری کرتے رہے۔ زبانِ اقدس پہ یا حیُّ یا قیومُ کا ورد جاری تھا۔ آپؐ نے اپنے لشکر کی بے سروسامانی کو دیکھ کر دعا فرمائی کہ :

marfat.com
Marfat.com

الٰہی! یہ ننگے ہیں انھیں کپڑا دے!
الٰہی! یہ بھوکے ہیں انھیں کھانا دے!
الٰہی! یہ پا پیادہ ہیں انھیں سواری دے!
ایک صحابی کا بیان ہے کہ جنگِ بدر کی فتح کے بعد ہم میں سے کوئی ایسا نہ رہا جس کے پاس سواری، کپڑا اور نقدی موجود نہ ہو۔

غیبی امداد

ابلیس اور اس کی فوجیں کفار کی مدد کے لیے میدان میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کے لیے آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا۔ پہلے ایک ہزار اور پھر تین ہزار فرشتوں سے مدد کی گئی۔ چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ نے خود اپنی آنکھوں سے فرشتوں کا لشکر پہاڑ پر سے اترتے دیکھا اور اکثر صحابہ نے تو یہ بھی دیکھا کہ کفار کے سر ان کے سامنے گرتے ہیں مگر سر کاٹنے والا نظر نہیں آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے مسلمانوں کو دشمنوں کی تعداد کم دکھائی تاکہ مسلمان مرعوب نہ ہوں اور مشرکین کو شروع میں مسلمان مٹھی بھر دکھائی دیئے تاکہ کافر خوف زدہ ہو کر جنگ سے منہ نہ موڑلیں اور جب لڑائی شروع ہوئی تو کفار کو مسلمانوں کی تعداد دگنی نظر آتی تھی یہ اس لیے کہ کفار مرعوب ہو جائیں اور دل ہار بیٹھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو چند ہدایات دیں:

۱۔ صف بندی کو نہ توڑا جائے۔
۲۔ جب تک اجازت نہ دی جائے لڑائی شروع نہ کریں۔
۳۔ دشمن زد سے باہر ہو تو تیر چلا کر اسے ضائع نہ کریں۔ زد پر آئے

marfat.com
Marfat.com

تب تیر برسائیں۔ جب زیادہ نزدیک آجائے تو نیزوں سے روکیں اور سب سے آخر میں تلوار رکھنے والے تلواریں نکالیں۔

جنگ کا آغاز جب معرکہ برپا ہوا تو دونوں جانب سے نبرد آزما ایک دوسرے کے مقابل ہو کر ھل من مبارز پکارنے اور دادِ شجاعت دینے لگے۔ قریش کے لشکر سے تین بہادر عتبہ بن ربیعہ سپہ سالارِ لشکر، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں آئے اور اِدھر سے حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ نکلے۔ ان کو دیکھ کر عتبہ نے لاف وگزاف بکنا شروع کر دیا۔

حضرت حمزہؓ نے فرمایا:

"اپنی زبان بند کرو۔ یہاں تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔"

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے تینوں کا فر خاک وخون میں تڑپ کر رہ گئے۔ حضرت عبیدہ زخمی ہوئے اور حضرت علیؓ انھیں اٹھا کر آپؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اس کے بعد بڑے سکون سے آپؐ کے قدموں میں یہ شہیدِ اسلام دنیا سے رخصت ہوا۔

اب قریش کی طرف سے عبیدہ بن سعید بن عاص صف سے نکلا حضرت زبیرؓ نے ہمیشہ کے لیے اسے موت کی نیند سلا دیا۔ اس کے بعد سعید بن عاص آیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے خنجر خونخوار کا لقمہ بنا۔

کفار میں سے جو لوگ مسلمانوں سے حسنِ سلوک روا رکھتے رہے اور اس جنگ میں شریک تھے ان کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے آپؐ نے اعلان فرما دیا کہ:

"ابوالبختری اور عباس کو قتل نہ کیا جائے۔ ان کے علاوہ خاندانِ ہاشم کے افراد کو بھی صرف گرفتار کیا جائے قتل نہ کیا جائے، کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ مجبوراً آئے ہیں۔"

جنگِ مغلوبہ

اب عام حملے شروع ہو گئے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو مسلمان جنگِ مغلوبہ لڑنے لگے۔

ادھر میدانِ کارزار گرم تھا اُدھر اللہ کا رسولؐ میدان سے کچھ دور اپنے چھپر کے نیچے سجدے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہا تھا اور خدا کے حضور عرض کر رہا تھا کہ :

" الٰہی ! گنتی کی یہ چند جانیں اگر آج صفحۂ عالم سے مٹ گئیں تو پھر قیامت تک رُوئے زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی "

آپؐ کبھی سجدہ کرتے اور کبھی ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتے۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ چادر شانۂ مبارک سے گر گر پڑتی اور آپؐ کو خبر تک نہ ہوتی۔ دیر ہو گئی مگر گریہ وزاری کی یہی کیفیت رہی۔

رفیقِ غارؓ نے جو اس عریش میں بھی سایہ کی طرح ساتھ تھے، آگے بڑھ کر عرض کیا :

" یارسول اللہ ! آپ خداوندِ کریم سے کافی دیر التجا کر چکے آپؐ کی دعا یقیناً قبول ہوگی اور اللہ تعالےٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا اب آپؐ باہر تشریف لے چلیے۔"

ادھر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیتِ دعا کے آثار مشاہدہ فرمائے تو اسی حالت میں غنودگی سی طاری ہو گئی۔ اور خدا کی طرف سے فتح کی بشارت بھی مل گئی۔ آپؐ عریش سے باہر تشریف لائے اور بلند آواز سے اعلان فرما دیا کہ :

" مجاہدو سن لو ! عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔"

marfat.com

Marfat.com

پھر آپ اسی آیت کی تلاوت فرماتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ آقا کے ساتھ ساتھ ان کے جاں باز رفقاءؓ بھی دشمن پر بجلی بن کر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کا رن پڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور

شاهت الوجوه　　　چہرے سیاہ ہو جائیں

کہہ کر دشمن کی طرف پھینک دی۔ اب تو میدانِ جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا خدائے برحق کی معجزانہ قدرت نے ہوا کے ذریعے اس کے ذرّات تمام مشرکین کی آنکھوں میں ڈال دیئے اور وہ اِس ناگہاں پریشانی سے مضطرب ہو کر آنکھیں ملنے لگے اور اس طرح یہ جنگِ مغلوبہ ایکدم جنگِ غالبہ کی شکل میں بدل گئی۔

فتح مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت کافروں کے دل میں گھس گئی اور ان کے بڑے بڑے بہادروں اور سرداروں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ان کے رئیسوں کا مارا جانا تھا کہ ان کے پیر اکھڑ گئے اور مسلمانوں کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔

کفار اپنے ساتھیوں کی ستر نعشیں چھوڑ کر اور ستر قیدی مسلمانوں کے قبضے میں دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی ؎

نقشِ اسلام نہ اعدا کے مٹانے سے مٹا
مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

مجاہدین میں سے صرف چودہ حضرات نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان میں چھ مہاجر اور آٹھ انصاری تھے۔

marfat.com
Marfat.com

ابوجہل کی ہلاکت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ جنگ کے میدان میں انصار کے دو کم عمر نوجوان معاذؓ اور معوذؓ عفرا کے بیٹے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ناتجربہ کاروں کا ساتھ ہے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا:

"چچا جان! سنا ہے کہ کوئی کافر جس کا نام ابوجہل ہے ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ گالیاں دیتا ہے۔ اس میدان میں وہ کون شخص ہے؟"

دوسرے لڑکے نے بھی یہی سوال کیا۔

میں نے ان سے کہا:

"وہ ادھر سامنے دیکھو صفِ جنگ میں جو شخص چکّر لگا رہا ہے وہی ابوجہل ہے جسے تم پوچھتے ہو۔"

یہ سنتے ہی وہ دونوں بھرے ہوئے باز کی طرح اپنے شکار کی طرف جھپٹے۔ معاذؓ نے تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کا پاؤں نصف ساق تک کاٹ دیا۔ وہ مجروح ہو کر گر پڑا تو معوذؓ نے ایک کاری ضرب لگا کر اسے خاک و خون میں تڑپا دیا اور اسے مُردہ سمجھ کر چھوڑ آئے لیکن وہ ابھی زندہ تھا۔

اب معاذؓ اور معوذؓ دونوں بھائی بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے ابوجہل کے قتل کا دعویٰ کیا۔ آپؐ نے دونوں کی تلواریں دیکھ کر فرمایا:

"اچھا! کیا واقعی تم دونوں نے مل کر اس دشمنِ اسلام کو قتل کر دیا ہے؟"

marfat.com
Marfat.com

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ابوجہل کا انجام معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس وقت وہ دم توڑ رہا تھا۔ حضرت عبداللہؓ اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور کہا :

"او دشمن خدا دیکھ اللہ نے تجھے کیسا ذلیل کیا۔"

مگر یہ ظالم نشۂ حکومت و سرداری اور نخوت و غرور میں اتنا خود سر تھا کہ جب ابن مسعودؓ اس کا سر کاٹنے لگے تو بولا :

"ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ سردار کے سر کی شناخت ہو سکے۔"

پھر بولا کہ افسوس مجھے کسانوں نے مار ڈالا۔ کاش میرا قاتل کوئی اور ہوتا۔ اس کے بعد کہنے لگا :

"میرا یہ پیغام اپنے نبی تک پہنچا دینا کہ میرے دل میں آج کے دن تمہاری عداوت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔"

حضرت عبداللہؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ آپؐ نے اس کا سر دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا :

"آج اس امت کا فرعون مر گیا۔"

عکرمہ بن ابوجہل

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی بڑی کوشش تھی کہ کسی طرح معاذؓ سے اپنے باپ کا بدلہ لے۔ چنانچہ عکرمہؓ نے موقع پا کر بے خبری میں پیچھے سے آ کر اس زور سے تلوار ماری کہ معاذ کا بازو کٹ گیا جو جلد کے سہارے پہلو سے لٹکتا رہا۔ خون بہ رہا تھا۔ اسی حالت میں حضرت معاذؓ نے عکرمہ پر حملہ کر دیا۔ مقابلہ شروع ہو گیا۔ چونکہ ہاتھ کے لٹکنے سے حضرت معاذؓ کو مقابلہ کرنے میں سخت دقت پیش آ رہی تھی اس لیے حضرت معاذ لٹکتے ہوئے ہاتھ کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھا اور زور سے کھینچ کر الگ کر دیا اور پھر مقابلہ کرنے لگے۔ عکرمہؓ نے ان کی کمال شجاعت اور

marfat.com
Marfat.com

بے پناہ جرأت دیکھی تو خوف زدہ ہوگیا اور مقابلے سے منہ موڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت معاذؓ نے اس کا تعاقب کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا۔

معجزہ

حضرت معاذؓ اپنا کٹا ہوا بازو اٹھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آپؐ نے لعابِ دہن لگا کر بازو کو اس کی جگہ پر چپکا دیا تو وہ پہلے کی طرح بالکل ٹھیک ہوگیا۔

صحابہ کرامؓ کی قوتِ ایمانی کے مظاہر

صحابہ کرامؓ نے اللہ اور رسولؐ کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ یہاں تک کہ خونی رشتے اور قرابت کے تعلقات بھی قربان کر دیے۔ جنگِ بدر میں مہاجرین کے سامنے کسی کا باپ تھا کسی کا لختِ جگر، کسی کا بھائی تھا کسی کا بھتیجا، کسی کا چچا تھا کسی کا ماموں اور پھر عام رشتہ داری تو سبھی سے تھی۔ قوم اور وطن کا تو کیا ذکر ہے صحابہ کرامؓ نے تو اپنے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے اور خویش و اقارب کو خدا اور اس کے رسولؐ کی خاطر چھوڑ دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لختِ جگر عبدالرحمٰن نے میدان میں نکل کر للکارا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے۔

یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور خود بڑھ کر مقابلے کے لیے تیار ہو گئے لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ بیٹے کی جنگ کا خوف ناک منظر گوارا نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مقابلہ پر جانے کی اجازت نہ دی۔

عتبہ بن ربیعہ میدان میں آیا تو اس کے فرزند حضرت ابوحذیفہؓ خود مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے باپ نے ان پر

marfat.com
Marfat.com

حملہ کیا تو آپؓ نے تلوار کے ایک ہی وار سے باپ کو اسلام پر قربان کر دیا۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو واصلِ جہنّم کیا۔ حضرت عوفؓ بن حارث کپڑے اتار کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور اسلام پر اپنی جان قربان کر دی۔ حضرت عمیرؓ بن حمام کے کانوں میں آواز پڑی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس میدانِ جہاد میں شہید ہونے والوں کو جنت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ شوقِ شہادت سے مخمور ہو گئے۔ تلوار بے نیام کر کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے آخر کار جامِ شہادت نوش فرمایا۔ کم سن مجاہد عمیرؓ بن ابی وقاص اعدا کے نرغے میں آ گئے۔ دیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے آخر عمرو بن عبدِ وُدکافر کی تلوار نے ان کی تمنائے شہادت پوری کر دی۔

شہدأ کی تدفین

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف ۱۴ مجاہدوں نے شہادت پائی جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ آپ نے شہدأ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کو دفن کر دیا۔

دوسری طرف کفّار کی اصل طاقت ٹوٹ گئی۔ رؤسائے قریش ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ستّر آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے آپؐ نے دیکھا کہ کفّار کی لاشیں زیادہ تھیں اور ان کا الگ الگ دفن کرنا مشکل تھا۔ اس لیے ان تمام لاشوں کو ایک غیر آباد کنویں میں پھینکوا کر اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔

فتح بدر کے تیسرے دن آپؐ اس کنویں کے کنارے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور مقتولینِ بدر کے نام لے لے کر آواز دی کہ

"اے عتبہ، اے شیبہ، اے امیہ، اے ابا جہل (وغیرہ) تم کو

marfat.com

Marfat.com

یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ تحقیق جس چیز کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو حق پایا۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا؟"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا:

"یارسولؐ اللہ! کیا آپ بے جان لاشوں سے کلام فرماتے ہیں؟"

ارشاد فرمایا:

"اے عمرؓ! قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میرے کلام کو ان بے جان لاشوں یعنی مُردوں سے زیادہ نہیں سنتے مگر وہ جواب نہیں دے سکتے۔"

مدینہ کی طرف روانگی

تین دن کے بعد مدینہ کو روانگی ہوئی اور مقام صفراء میں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نضر بن حارث کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر جب مقام عرق الظبیہ میں پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسیروں اور ان کے محافظ دستے کو پیچھے چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط دونوں آپؐ کے شدید ترین دشمن تھے اور عناد، بغض اور ایذا رسانی میں ابوجہل کے ہمسر تھے۔ استہزا، تمسخر اور سب وشتم کر کے آپؐ کی توہین کیا کرتے تھے۔ عقبہ وہی ہے جس نے آپؐ کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈالا تھا اور پھر ایک دن سجدہ کی حالت میں آپؐ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھ لاکر رکھ دی تھی۔

سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے دونوں کو الگ الگ مقام پر قتل کیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

قیدیوں کے ساتھ برتاؤ

عرب کے اس دور میں جیل خانہ نہیں تھا۔ لوگ قیدیوں کو تسمے سے کس کر باندھ دیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اس ہدایت پر یہاں تک عمل کیا گیا کہ صحابہ کرامؓ اپنے قیدیوں کو اچھا کھانا کھلاتے اور خود کھجوروں پر قناعت کرتے۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بھائی ابوعزیز جو قیدی تھا کا بیان ہے کہ میں جن لوگوں کی قید میں تھا وہ جب کھانا کھانے لگتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوروں پر قناعت کرتے۔ مجھے بے حد شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ دوبارہ روٹی مجھے واپس کر دیتے۔

حضرت عباسؓ کو قید کی حالت میں مسجد میں رکھا گیا۔ ان کی بندش ذرا سخت تھی اس لیے وہ تکلیف کے مارے کراہتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات بے چین رہے۔ آپؐ کی بے چینی کے بارے میں صحابہ کرامؓ کو علم ہوا تو انھوں نے حضرت عباسؓ کا تسمہ ذرا ڈھیلا کر دیا۔ آپؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو دعا دی اور دوسرے تمام قیدیوں کے بندھن بھی ڈھیلے کروا دیے۔

سہیل بن عمرو مکہ کا مشہور شاعر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر اگلا کرتا تھا۔ جنگِ بدر میں گرفتار ہوا تو حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی کہ اس کے اگلے دو دانت توڑ دیے جائیں تاکہ یہ تقریر نہ کر سکے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو منظور نہ فرمایا اور اجازت نہ دی۔ آپؐ نے سختی سے منع فرما دیا تھا کہ کسی قیدی پر ظلم نہ کیا جائے۔

Marfat.com

قیدیوں کا قتل یا فدیہ

جنگِ بدر میں جب کافر مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہو کر مدینہ لائے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق دو صورتیں مسلمانوں کے سامنے رکھیں۔

۱۔ قتل کر دینا

۲۔ فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس شرط پر کہ آئندہ سال مسلمانوں کے اتنے ہی آدمی قتل ہوں گے جتنے یہ قیدی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے رائے دی :

"یا رسول اللہ ! یہ سب قیدی اپنے ہی خویش اقارب اور بھائی بند ہیں۔ بہتر ہے فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیا جائے۔ کیا عجب ہے کہ ان کو اسلام کی توفیق نصیب ہو اور یہ ہمارے دست و بازو بن جائیں اور فدیہ کے طور پر جو مال ہاتھ آئے وہ جہاد کی تیاری اور دینی امور پر صرف کیا جائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طبعی میلان بھی رحم دلی اور صلہ رحمی کی بنا پر اسی طرف تھا اور صحابہ کرامؓ کی عام رائے بھی یہی تھی یعنی دینی منافع کی بنا پر اور بعض مالی فائدہ کے پیشِ نظر اس رائے سے متفق تھے لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن معاذ نے اختلاف کیا۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی :

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ! یہ لوگ کفر و شرک کے معمار اور کفار کے سردار ہیں اگر ان کو قتل کر دیا جائے تو کفر و شرک کی جڑیں کٹ جائیں گی اس لیے مناسب ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے عزیز رشتہ دار کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔"

marfat.com

Marfat.com

آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ آپ کی مثال حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسی ہے اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تمہاری مثال حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہم السلام جیسی ہے۔ اس کے بعد آپؐ بغیر کچھ کہے سنے آستانِ مبارک میں تشریف لے گئے۔

سیرت الکبریٰ میں فتح الباری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے اصحاب کو اختیار دے دیجئے کہ قیدیوں کے قتل یا ان کے فدیہ میں سے ایک بات قبول کرلیں۔ لیکن اگر فدیہ لیں گے تو اگلے سال اسی قدر مسلمان مارے جائیں گے جتنے یہ قیدی ہیں۔ اس پر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو اختیار دے دیا۔ صحابہ کرامؓ نے قیدیوں کے قبولِ اسلام کی توقع اور صلہ رحمی کی بنا پر فدیہ لینا ہی منظور کیا اور ستر مسلمانوں کے قتل کو اس خیال سے قبول کرلیا کہ وہ شہادت فی سبیل اللہ کا بلند ترین مقام حاصل کریں گے۔

مگر فدیہ کو اختیار کرنا اس وقت کے حالات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند خاطر نہ ہوا اور اسے صحابہ کرامؓ کی اجتہادی غلطی قرار دیا گیا کیونکہ کسی درجہ میں مالی فائدے کے خیال سے دشمنانِ دین کو زندہ چھوڑ دینا اور ستر مسلمانوں کے قتل پر راضی ہوجانا صحابہؓ کی شانِ عالی اور منصبِ جلیلہ کے منافی سمجھا گیا۔ تاہم اس عمل کو برقرار رکھتے ہوئے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت ہوگئی۔

فدیہ کی مقدار حسبِ حیثیت ایک ہزار سے چار ہزار درہم تک تھی اور جو لوگ نادار تھے فدیہ ادا نہیں کرسکتے تھے وہ بلا کسی معاوضہ کے آزاد کردیے

marfat.com
Marfat.com

گئے اور جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان کے لیے حکم ہوا کہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں اور رہا ہو جائیں۔

حضرت عباسؓ کا قبولِ اسلام

حضرت عباسؓ کی والدہ محترمہ مدینہ منورہ کے قبیلہ خزرج سے تھیں اس لیے انصار کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ عباس ہمارا بھانجا ہے اس لیے ہم اس کا فدیہ چھوڑتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت نہ دی اور حضرت عباسؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابوطالب کا فدیہ ادا کریں۔

وہ کہنے لگے کہ میں تو مسلمان تھا قریش نے مجھ کو جبراً جنگ میں شریک کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے اسلام سے حق تعالیٰ زیادہ واقف ہوں گے اگر آپ کا بیان صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آپ کو اس کا اجر ضرور ملے گا مگر بظاہر تو آپ ہم پر چڑھ کر آئے تھے اس لیے فدیہ دیجئے۔

حضرت عباسؓ نے اپنی ناداری کا عذر پیش کیا۔

آپؐ نے فرمایا کہ آپ کا یہ عذر بھی قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ آپ کے گھر میں وہ رقم اس وقت بھی جوں کی توں محفوظ اور موجود ہے جو آپ روانگی کے وقت اپنی زوجہ محترمہ ام الفضل کو دے آئے تھے کہ ضرورت کے وقت کام آئے گی۔

اس رقم کا علم حضرت عباسؓ اور ان کی بیوی کے سوا کسی اور کو نہ تھا اس لیے حضرت عباسؓ نے جب آپؐ کا یہ ارشاد سنا تو بے ساختہ

marfat.com
Marfat.com

پکار اٹھے کہ واقعی آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپؐ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔

پھر آپؓ نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کرکے رہائی حاصل کی اور صدق دل سے ایمان لے آئے۔ چونکہ ان کا مکہ میں رہنا زیادہ مفید تھا اس لیے ان کو مکہ میں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔

دامادِ رسولؐ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بھی قیدیوں میں شامل تھے۔ ان کی بیوی حضورؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ تھیں انھوں نے اپنے گلے کا ہار اتار کر اپنے شوہر کے فدیہ کے لیے بھیجا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار دیکھا تو آپؐ کو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور آپؐ غمزدہ ہو گئے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم سب مناسب سمجھو تو زینبؓ کا ہار اسے واپس کر دو کیونکہ یہ اس کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یادگار اس کے پاس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے امیر اور رسول تھے آپؐ کے اک ذرا سے اشارے پر مسلمان اپنی جانیں قربان کر دینا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اس موقعہ پر اگر آپؐ اپنی رائے اور اختیار سے یہ ہار واپس کرکے ابوالعاص کو بلا فدیہ رہا کر دیتے تو کوئی اعتراض بھی نہ کرتا مگر چونکہ اس معاملہ کا تعلق آپؐ کی ذاتِ خاص سے تھا۔ آپؐ کی بیٹی اور آپؐ کے داماد کا معاملہ تھا اسی لیے آپؐ نے بذاتِ خود کوئی فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ ضابطہ اور قاعدہ کی پابندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاملہ مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا۔

جیسے ہی مسلمانوں کو اس رقت انگیز صورت حال کا علم ہوا، سب نے

marfat.com
Marfat.com

درخواست کی کہ ماں کی یادگار بیٹی کو واپس کر دی جائے چنانچہ مسلمانوں کے فیصلہ کے بموجب ہار ابوالعاص کو لوٹا دیا گیا اور وہ بلا فدیہ رہا کر دیے گئے لیکن ان سے یہ وعدہ لے لیا گیا کہ مکہ پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے چنانچہ مکہ پہنچ کر حسبِ وعدہ انھوں نے حضرت زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیا۔

ابوالعاصؓ بہت بڑے تاجر تھے۔ کچھ عرصہ بعد ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گئے تو واپسی پر مسلمانوں کے دستہ نے مع مال و اسباب ان کو گرفتار کر لیا۔ اسباب سپاہیوں میں تقسیم ہو گیا اسی دوران ابوالعاص بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور چھپتے چھپاتے اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے پاس جا پہنچے۔ انھوں نے پناہ دینے کا اعلان کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو انھوں نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو ابوالعاص کا سامان واپس کر دو کیوں کہ وہ میری بیٹی کی پناہ میں ہے اور پھر اس کا شوہر بھی ہے۔

پھر تسلیم کی گردنیں جھک گئیں اور سپاہیوں نے ایک ایک دھاگا تک لا کر واپس کر دیا۔

اب یہ وار ایسا نہ تھا جو خالی جاتا ابوالعاصؓ بہت متاثر ہوئے۔ وہ فوراً مکہ پہنچے لوگوں کا حساب چکا کر فارغ ہوئے اور اپنی پیاری بیوی سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق مدینہ منورہ لوٹ آئے اور سچے دل سے اسلام قبول کر لیا۔

ابوعزہ کا قتل ابوعزہ مکہ کا مشہور شاعر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قصیدے کہا کرتا تھا۔ جب فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو کہنے لگا کہ میں نادار اور عیال دار ہوں مجھ پر احسان فرمایئے

marfat.com
Marfat.com

آپ نے بلا فدیہ رہا کر دیا اور وعدہ لے لیا کہ آئندہ ہمارے مقابلے پر نہ آؤ گے۔ مگر جنگِ اُحد کے موقع پر پھر کفار کا ساتھ دیا اور پھر گرفتار ہو کر پیشِ خدمت ہوا تو التجائیں کرنے لگا۔

مگر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اب کے تم مکہ واپس جا کر شیخی بگھارو گے کہ میں اس مرتبہ پھر مسلمانوں کے نبی کو چکمہ دے آیا ہوں جیسا کہ تم نے پہلے کہا تھا لیکن یاد رکھو مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ اس کے بعد اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

نوفل بن حارث

اسیرانِ بدر میں آپؐ کے چچازاد بھائی نوفل بن حارث بھی تھے۔ آپؐ نے فرمایا فدیہ دے کر رہا ہو جاؤ۔

نوفل بن حارث نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم جدّے والے نیزے فدیہ میں دے سکتے ہو۔ ہم وہی قبول کر لیں گے۔

یہ سن کر نوفل حیرت زدہ ہوئے۔ اب ان کو یقین ہو گیا کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ نیزے منگوا کر فدیہ کے طور پر پیش کیے رہائی پائی اور پھر مسلمان ہو گئے۔

بدر کی روانگی کے وقت آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں چھوڑا اور خود روانہ ہو گئے۔

صاحبزادیؓ کا انتقال ہو گیا۔

لوگ انھیں سپردِ خاک کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مدینہ میں بدر کی فتح کی خبر آ پہنچی۔

marfat.com
Marfat.com

ابولہب کی ہلاکت

ابولہب جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا لیکن قہرِ خداوندی بہر حال اس پر نازل ہو کے رہا۔ قریش کی ذلت آمیز شکست سے وہ بہت غمزدہ رہنے لگا۔ چند دن کے بعد اس پر چیچک کا حملہ ہو گیا۔ عرب لوگ اس بیماری سے بہت گھبراتے تھے اور اس مریض کے پاس نہیں جاتے تھے چنانچہ ابولہب کے لڑکوں نے اسے باہر ڈال دیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کی لاش کو گھسیٹ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ اس طرح یہ دشمنِ رسولؐ بھی بے حد ذلیل وخوار ہو کر مرا۔

ایک یہودی عورت

اس عورت کا نام عصما تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھی اور لوگوں کو آپؐ سے اور اسلام سے برگشتہ کرتی تھی۔ آپؐ ابھی بدر سے واپس نہیں لوٹے تھے کہ اس نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے۔

عمیرؓ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا صحابی تھے ان کے خون نے جوش مارا تو انھوں نے قسم کھائی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے بخیر وخوبی واپس آگئے تو میں اس عورت کو ضرور قتل کر دوں گا۔

چنانچہ جب آپ بدر سے فاتح بن کر واپس تشریف لے آئے تو عمیرؓ آدھی رات کے وقت تلوار لے کر روانہ ہوئے اور اس عورت کے گھر میں داخل ہو گئے۔ ٹٹولتے ہوئے اس کی چارپائی کے قریب پہنچے۔ تلوار کی نوک اس کے سینہ پر رکھ کر اتنے زور سے دبایا کہ وہ پشت سے پار ہو گئی اور اس نے وہیں جان دے دی۔

صبح کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر کے فارغ ہوئے

Marfat.com

تو اس واقعہ کی روداد سنا کر عرض کیا :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس بارے میں قیامت کے دن کچھ مواخذہ تو نہ ہوگا "

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

" نہیں ! "

بوڑھے یہودی کا قتل

اس یہودی کا نام ابو عفک تھا۔ اس کی عمر ۱۲۰ برس کی تھی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے حد گستاخانہ اشعار کہا کرتا تھا اور مدینے کے لوگوں کو آپؐ کی عداوت پر ابھارتا تھا۔ جب اس کافر کی دریدہ دہنی اور گستاخی حد سے تجاوز کر گئی تو ایک دن آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ :

" کون ہے جو میری عزت و حرمت کی خاطر اس خبیث بوڑھے ابو عفک کا کام تمام کر دے "

حضرت سالم بن عمیرؓ تو اس کے قتل کی پہلے ہی قسم کھا چکے تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے آپ کو اس فرض کی انجام دہی کے لیے پیش کر دیا۔

رات کو حضرت سالمؓ تلوار سونت کر روانہ ہوئے۔ گرمیوں کی رات تھی۔ بوڑھا یہودی غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ چارپائی کے قریب پہنچ کر تلوار کی نوک اس کے جگر کے مقام پر رکھی اور پھر اس زور سے دبایا کہ اسے کاٹتی ہوئی بستر کو بھی پار کر گئی۔

واپس آکر یہ خوشخبری سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سالمؓ کے لیے دعائے خیر کی۔

marfat.com

Marfat.com

غزوہ بنی قینقاع

عہد شکنی اور بغاوت قبائلِ یہود میں بنو قینقاع سب سے زیادہ جری اور بہادر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ایک اجتماع کیا اور نہایت خیر خواہانہ انداز میں اسلام کی دعوت دی اور عذابِ الٰہی سے ڈرایا تو انھوں نے نہایت بے باکانہ اور گستاخانہ جواب دیا اور کہا کہ جنگِ بدر کی کامیابی سے دھوکے میں نہ رہیں۔ ہم سے اگر پالا پڑا تو پتہ چل جائے گا کہ لڑائی کیا ہوتی ہے۔

جنگِ بدر کے بعد یہود کا جذبہ اور ان کی سیاست کا تقاضا یہ تھا، کہ اب مسلمانوں کو اتنی مہلت نہ دینی چاہیے کہ وہ زیادہ مضبوط ہو سکیں اس لیے وہ اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت کو دبانا چاہتے تھے۔ چنانچہ غزوہ بدر کے بعد ایک مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ ان یہودیوں نے علمِ بغاوت بلند کر دیا اور عہد نامے کے پرخچے اڑا دیے اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔

اسباب یوں پیدا ہوئے کہ ایک انصاری عورت کسی یہودی کی دکان پر سودا لینے گئی تو یہودی نے اسے مذاق کیا اور اس کی بے حرمتی کی۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر بے قابو ہو گیا۔ اس نے یہودی کو زدوکوب کیا۔ اتفاق سے یہودی مر گیا۔ اس پر یہودیوں نے جو کہ پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے اور کوئی بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔ انھوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا اور لڑائی کا فتنہ کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر یہودی تو اپنے گھمنڈ اور اپنی طاقت کے نشے میں بدمست تھے اس لیے کسی طرح بھی صلح پر راضی نہ ہوئے۔

Marfat.com

آخرکار مجبور ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو صف بندی کا حکم دیا اور بنی قینقاع پر دھاوا بول دیا۔ وہ بھاگے اور قلعہ بند ہو گئے آپؐ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن کے بعد یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپؐ نے ان سب کی مشکیں باندھنے کا حکم دیا۔ غداری کی سزا تو قتل ہی تھی مگر آپؐ نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی سفارش پر ان کی جان بخشی فرمائی اور حکم دیا کہ وہ فوراً ہی مدینہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جائیں۔ یہودی اس بات پر رضامند ہو گئے اور ملک شام کی طرف چلے گئے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

اسی سال (۲ ہجری) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحب زادی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے ساتھ کر دیا۔ چار سو درہم مہر مقرر ہوا جس کی مقدار ڈیڑھ سو تولہ چاندی کے برابر ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک چارپائی، ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے، ایک تکیہ، چاندی کے دو بازوبند، ایک مشکیزہ، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے، ایک جانماز جہیز میں عطا فرمائے۔

marfat.com

Marfat.com

غزوہ غطفان

سنہ ۳ ھ

بنو غطفان قریش کے کاروانی راستہ پہ مدینہ کے شمال مشرق میں آباد تھے۔ ان کا پیشہ لوٹ مار کرنا تھا۔ یہ لوگ اطرافِ مدینہ میں لوٹ مار کرنے کے لیے نجد میں جمع ہو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپؐ پیش قدمی کر کے ان کی سرکوبی کے لیے نکلے لیکن ان پر مجاہدین کا ایسا رعب طاری ہوا کہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور بھاگ کھڑے ہوئے اور پہاڑوں میں چھپ کر پناہ لی۔

آپؐ نے واپس ہوتے ہوئے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور اپنے ساتھیوں سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے سایہ میں لیٹ کر آرام فرمانے لگے۔ قریب بنو غطفان کا سردار دعثور ایک پتھر کی آڑ میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ حضورؐ سو گئے اور مسلمان بھی دور ہیں تو اپنی کمین گاہ سے نکلا اور آہستہ آہستہ دبے پاؤں چلتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گیا حضورؐ کی تلوار اٹھالی اور کہنے لگا :

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آپ کو میری تلوار سے کون بچائے گا ؟"

آپؐ تو جاگ ہی رہے تھے صرف آنکھیں بند کیے لیٹے تھے۔

آپؐ نے مسکرا کر فرمایا :

"اللہ !"

اتنا فرمانا تھا کہ اسی وقت تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری

marfat.com
Marfat.com

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آپڑی اور اچانک ہی دعثور بھی بلبلی کھا کر چت گر پڑا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ہاتھ میں لے کر دعثور سے فرمایا:

"اب تو بتا! تجھے میری تلوار سے کون بچائے گا؟"

اس نے کہا: کوئی نہیں۔

آپؐ کو اس کی بے چارگی پر رحم آگیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ وہ بہت متاثر ہوا اور فوراً مسلمان ہو گیا۔

دعثور کا بیان ہے کہ غیب سے میرے سینے پر اس زور کا مکا لگا کہ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی اور میں زمین پر گر پڑا۔ میں نے یقین کر لیا کہ آپؐ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں اور مکا مارنے والا کوئی فرشتہ ہی ہو سکتا ہے جو دکھائی نہیں دے رہا۔ میرے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجزن ہو گئی اور میں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

یہ یہودی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عداوت رکھتا تھا۔ واقعہ بدر کے بعد لوگوں کو آپؐ کی مخالفت پر ابھارتا تھا۔ آپؐ نے محمد بن مسلمہؓ کو اس کی سرکوبی کے لیے مامور فرمایا۔ یہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں کچھ غلہ قرض دے دیں۔

اس نے کہا کہ اس کے عوض آپ اپنے بچے میرے پاس گروی رکھ دیں تب غلہ ملے گا۔

محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس رہن رکھ دیتے ہیں۔

کعب نے اس کو منظور کر لیا اور کہا کہ رات کے وقت اپنے ہتھیار

Marfat.com

لے کر آجانا غلہ دے دیا جائے گا۔

چنانچہ حسبِ وعدہ محمد بن مسلمہؓ اپنے ہتھیار لے کر گئے۔ کعب بن اشرف کو گھر سے باہر بلایا اور ہتھیار پیش کیے۔ اس نے کہا جتنا غلہ تم مانگتے ہو اس حساب سے یہ ہتھیار کم ہیں۔ اسی تکرار میں جھگڑا بڑھ گیا۔ یہودی گالیاں بکنے لگا۔ محمد بن مسلمہؓ کو طیش آیا انھوں نے ایک ہی وار سے یہودی کی گردن اڑا دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔

جب یہود کو پتہ چلا تو اکٹھے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے سردار کو آپ کے آدمیوں نے قتل کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس میں زیادتی تمھارے سردار کی تھی اس نے میرے آدمیوں کو گالیاں دی تھیں اور پھر اس کا بڑا جرم یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذائیں دیتا اور ذلیل کرتا تھا اور لوگوں کو ہمارے خلاف جنگ پہ آمادہ کرتا اور ابھارتا تھا۔ اور معاہدے کی خلاف ورزی کیا کرتا تھا۔

یہودیوں نے اپنے مقتول سردار کے خلاف الزامات سنے تو اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور چپ ہو گئے کوئی جواب نہ دے سکے۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک نیا عہد نامہ لکھوا لیا کہ یہودیوں میں سے آئندہ کوئی اس قسم کی حرکتیں نہیں کرے گا ورنہ وہ اس معاہدے کی رو سے قتل کا مستوجب ہو گا۔

ابو رافع یہودی کا قتل

کعب بن اشرف کے مارے جانے کے بعد ابو رافع یہودی نے سر اٹھایا۔ یہ خیبر کا رہنے والا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی شان میں

marfat.com
Marfat.com

نازیبا کلمات کہنا اس کا شیوہ تھا اور لوگوں کو آپ کے مقابلہ پہ ابھارنا اور ان کی مالی امداد کیا کرتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ انصاری کو اس کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ یہ رات کو اس کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ ابورافع سو رہا تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ انھوں نے ابورافع کا نام لے کر اسے پکارا۔

ابورافع نے پوچھا۔ کون ہے؟

اس کی آواز سن کر حضرت عبداللہ کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کہاں ہے یہ اس طرف متوجہ ہوئے اور تلوار کی نوک اس کے پیٹ پہ رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت سے پار ہو گئی۔

واپس ہوئے تو اندھیرے کی وجہ سے سیڑھی پہ سے پاؤں پھسل گیا یہ زمین پہ گرے اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ واقعہ بیان کیا۔ خوش خبری سنائی کہ ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ تکلیف سے کراہے تو حضورؐ نے پوچھا۔ اے عبداللہ کیا ہوا؟

عرض کیا کہ جلدی جلدی سیڑھیاں اتر رہا تھا کہ پاؤں پھسلنے سے گر پڑا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

آپؐ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔

انھوں نے ٹانگ پھیلا دی۔

آپؐ نے ٹانگ پہ دست مبارک پھیر کر فرمایا اب کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میری ٹانگ ٹھیک ہو گئی یوں لگا جیسے ٹانگ میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ سبحان اللہ۔

Marfat.com

سریہ زید بن حارثہؓ

واقعۂ بدر کے بعد قریش پر مسلمانوں کا خوف غالب ہو گیا اور ان کا شام کی طرف جانے والا تجارتی راستہ بھی مخدوش ہو گیا کہ کہیں مسلمان حملہ کر کے قافلہ کو لوٹ نہ لیں ۔ آخر کار انھوں نے اس راستہ سے قافلہ لے جانا ترک کر دیا اور عراق کی طرف سے شام کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لیا۔

ان کا ایک قافلہ اسی نئے راستہ سے مالِ کثیر لے کر مکّہ سے روانہ ہوا تاکہ اس تجارت کے اجتماعی منافع سے جنگی تیاری کر کے مسلمانوں پر چڑھائی کریں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ کی روانگی کی خبر ملی تو آپؐ نے ایک سو صحابہؓ کو زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں اس قافلہ کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔

انھوں نے بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے بہت جلد قافلہ کو جا لیا اور جاتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ قافلہ والے اس اچانک افتاد اور حملہ کے لیے بالکل تیار نہ تھے اس لیے قافلہ کا سردار ابوسفیان اور اس کے ساتھی جانیں بچا کر بھاگ گئے صرف فرات بن حیان گرفتار ہوا جس نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ اور ایک لاکھ درہم کی مالیت کا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد

اُحد مدینہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور مدینہ سے شمال کی طرف دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر شوال ۳ھ ہجری (۶۲۵ء) میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان ایک یادگار معرکۂ حق و باطل برپا ہوا۔

بدر کی تباہ کن اور ذلت آمیز شکست کے بعد قریش مکہ نے پوری قوت کے ساتھ حملہ کرنے کی جد وجہد شروع کر دی۔ شام کی تجارت کا ۵۰ ہزار مثقال سونا اور ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہیں ہوئے تھے، لڑائی کی تیاری کے لیے مخصوص کر لیے گئے

قبیلہ اوس کا سردار ابو عامر مدینہ کا رہنے والا تھا جب مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا تو یہ مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے انصار سے خطاب کیا اور انھیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا چاہا لیکن انصار نے اسے برا بھلا کہا اور منہ توڑ جواب دیا۔ جب یہ انصار کی رفاقت سے مایوس ہو گیا تو مدینہ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا اور قریش سے جا ملا۔ ان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ اسی نے کفار کو جنگ کے لیے تیار کیا اور انھیں یقین دلا دیا کہ انصار جنگ کے میدان میں جب مجھ کو دیکھیں گے تو مسلمانوں کو چھوڑ کر مجھ سے آملیں گے اور پھر مسلمانوں کی طاقت آدھی بھی نہیں رہ جائے گی۔ وہ تو انصار ہی کے بل بوتے پر اکڑتے ہیں۔

کفار کو ابو عامر کی باتوں پر یقین آگیا اور وہ حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ادھر ابو عزہ شاعر کفار نے گشت لگا کر اپنے اشعار سے دوسرے قبائل میں جوش پیدا کر دیا اور بنو کنانہ کو بھی قریش کی مدد پر آمادہ کر لیا۔

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ قریش کے ساتھ دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے چل پڑے۔ یہاں تک کہ ان کی عورتیں بھی ساتھ آئیں تاکہ مردوں کو غیرت دلا کر پسپا ہونے سے روک سکیں۔

تین ہزار بہادروں پر مشتمل کفار کا یہ مسلح لشکر دندناتا ہوا مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور جبلِ اُحد کے قریب خیمہ زن ہو گیا۔

مسلمانوں کی تیاری

آپؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ سے ایک تیز رو قاصد کے ذریعہ لشکرِ کفار کی روانگی سے آپؐ کو مطلع کر دیا۔ آپؐ نے خبر ملتے ہی اپنے دو آدمیوں کو پتہ لینے کیلئے روانہ کیا۔ انھوں نے آکر بتایا کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب پہنچ گیا ہے۔

آپؐ نے ہر طرف پہرہ لگوا دیا اور صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ آپؐ کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ آسانی اور بے حد کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید آپؐ کے ایک خواب سے بھی ہوتی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سے بھی رائے لی گئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے موافق تھی لیکن اکثریت کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنا اپنے آپ کو کمزور اور بزدل ظاہر کرنا ہے اور اس موقع پر ان پُرجوش صحابہؓ نے جنھیں بدر کی جنگ میں شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور اب شوقِ شہادت ان کو بے چین کر رہا تھا اصرار کیا کہ ہمیں مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے کہ یہی ہماری مردانگی ہے۔

مسلمانوں کا جوش اور شوقِ شہادت دیکھتے ہوئے آپؐ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اس دوران میں اکابر صحابہؓ نے ان ساتھیوں کو

Marfat.com

ان کی رائے پر ملامت کی جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے اختلاف کیا تھا۔ وہ بہت شرمندہ ہوئے۔

آپؐ زرہ پہن کر باہر آئے تو ان نوجوانوں اور شمعِ اسلام کے پروانوں نے اپنی مخالفانہ رائے پر اظہارِ ندامت کیا اور عرض کیا :

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صرف اپنی رائے پر عمل کریں وہ رائے صحیح ہے۔ ہم سب اس پر متفق ہیں۔ لہٰذا ہم مدینے کے اندر رہ کر ہی دشمن کا مقابلہ کریں گے۔"

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"ایک نبی کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ خدا کی راہ میں ہتھیار لگا کر انھیں بغیر جنگ کیے اتار دے۔ اب اللہ کا نام لے کر میدان میں نکلو اور میں جیسا حکم دوں ویسے ہی کرو۔ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہو گے اللہ کی نصرت اور فتح تمھارے ساتھ رہے گی۔"

کم سن بچے

شہر سے باہر نکل کر فوج کا جائزہ لیا گیا اور کمسن بچوں کو واپس کر دیا گیا مگر ان کے جوشِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ رافع بن خدیجؓ جو ابھی نوعمر تھے پنجوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ ان کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور وہ فوج میں رکھ لیے گئے۔

جب سمرہ بن جندبؓ صغیر سن قرار دے دیے گئے تو وہ رونے لگے اور عرض کیا یارسول اللہ! اگر رافع شریکِ جنگ ہو سکتا ہے تو میں کیوں نہیں ہو سکتا جب کہ میں رافع کو کشتی میں پچھاڑ دیتا ہوں۔ آخرکار دونوں کی کشتی کرائی گئی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا تو وہ بھی مجاہدین میں شامل کر لیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کا جوشِ جہاد دیکھ بہت خوش ہوئے۔ اور انھیں دعا دی۔

marfat.com
Marfat.com

رئیس المنافقین کی منافقت جب آپ مدینہ سے باہر تشریف لائے تو ایک ہزار کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا مگر عبداللہ بن ابی نے عین موقع پر دھوکا دیا اور اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو یہ کہہ کر واپس لے گیا کہ جب ہماری رائے نہیں مانی گئی اور ہمارے مقابلہ میں ناتجربہ کار نوجوانوں کی رائے کو ترجیح دی گئی تو ہم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔

بعض لوگوں نے اسے سمجھایا بھی کہ عین موقع پر کیوں بھاگتے ہو اگر سچے مسلمان ہو تو آؤ اللہ کی راہ میں لڑو ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے میں تھوڑا بہت حصہ تو لو۔ اس نے جواب دیا کہ ہم تو اس لڑائی کو جائز ہی نہیں سمجھتے ورنہ ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔

عبداللہ بن ابی اور اس کے ۳۰۰ ساتھیوں کی علیحدگی سے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دلوں میں کچھ کمزوری سی پیدا ہو گئی اور مسلمانوں کی عددی قلت کو دیکھ کر دل چھوڑنے لگے اور خیال آیا کہ میدان سے سرک جائیں مگر حق تعالیٰ نے دستگیری فرمائی۔ ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ مسلمانوں کا بھروسہ تعداد اور سامان پر نہیں بلکہ تنہا خدائے واحد کی اعانت اور اس کی نصرت ہی پر ہونا چاہیے۔

نقشۂ جنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود جنگ کا نقشہ ترتیب دیا۔ فوجی قواعد کے مطابق صفیں قائم کیں۔ صفیں درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا۔ آپ نے ۵۰ تیر اندازوں کو جن کے سردار عبداللہ بن جبیر تھے اس درہ پر مامور فرمایا اور تاکید کر دی کہ فتح و شکست کسی حال میں بھی اپنی جگہ ہرگز

Marfat.com

نہ چھوڑیں تاکہ پشت کی جانب سے دشمن حملہ آور نہ ہو سکے۔

آغازِ جنگ اور غلبہ

فوج کو پوری ہدایات دینے کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ آپؐ نے فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا؟ بہت سے صحابہؓ نے اس تلوار کو لینے کی تمنا کی مگر آپؐ نے یہ تلوار ابو دجانہؓ کو عطا فرمائی۔ معرکۂ کارزار گرم تھا۔ غازیانِ اسلام بڑھ چڑھ کر شجاعت دکھا رہے تھے۔ حضرت ابو دجانہؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور دیگر مجاہدینِ اسلام کفار کی صفوں میں گھس کر مردانگی کے جوہر دکھانے لگے۔ ان کی بسالت اور ان کی بے جگری کے سامنے کفار کی کمریں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان کے بائیس سردار یکے بعد دیگرے مارے جا چکے تھے۔ اب ان کو فرار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

ابو دجانہؓ فوجوں کو چیرتے اور لاشوں پر لاشیں گراتے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک جگہ ہند سامنے آ گئی۔ ابو دجانہؓ نے اس کے سر پر تلوار رکھ اٹھالی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی یہ شان نہیں کہ کسی عورت کو قتل کرے۔

کفار کو شکست فاش ہو گئی اور وہ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی عورتیں بھی جو غیرت دلانے کے لیے ساتھ آئی تھیں ادھر ادھر بھاگتی نظر آ رہی تھیں۔

حکم عدولی

ہزیمت خوردہ مشرکین جب بدحواس ہو کر بھاگنے لگے تو اکثر مسلمان مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے ان کے تعاقب میں دوڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں پکارتے ہی رہے کہ آگے مت جاؤ۔ میری طرف آؤ مگر کسی نے کان نہ دھرا۔

Marfat.com

یہ منظر جب درہ پر متعین تیر انداز مجاہدین نے دیکھا کہ دشمن کی فوج بھاگ رہی ہے اور اب فتح کامل ہو چکی ہے اور مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے ہیں تو انھوں نے سوچا کہ اب یہاں ان کا ٹھہرے رہنا بیکار ہے دشمن کا تعاقب کرنا اور مالِ غنیمت حاصل کرنے میں حصہ لینا چاہیے۔ یہی سوچ کر وہ گھاٹی سے اتر کر دوڑ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد چیخ چیخ کر ان کو یاد دلایا مگر انھوں نے بھلتے بھاگتے چلّا کر جواب دیا کہ آپؐ کے ارشاد کا منشا تو ہم پورا کر چکے ہیں اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں آپؓ بھی چلے آئیے ہمارے پیچھے۔ لیکن حضرت عبداللہؓ نے اس جگہ کو چھوڑنا حکم عدولی پر محمول کیا اور اپنے گیارہ جانباز و جاں نثار ساتھیوں کے ساتھ وہیں ڈٹے رہے۔

فتح شکست میں بدل گئی

دشمن نے جب گھاٹی کو خالی دیکھا تو خالد بن ولید نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پہاڑ کا چکر کاٹ کر پیچھے درہ کی طرف سے حملہ کر دیا۔ دس بارہ تیر انداز ان تین سو سواروں کی طوفانی یلغار کو بھلا کہاں تک روک سکتے تھے۔ تاہم انھوں نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اسی میں جان دے دی۔ مجاہدین اپنے عقب سے مطمئن تھے کہ ناگہاں مشرکین کا رسالہ خالد بن ولید کی قیادت میں تعاقب کرنے والے مجاہدین کی پشت پر پہنچ کر حملہ آور ہو گیا۔ اور سامنے سے مشرکین کی وہ فوج بھی ایکدم پلٹ کر حملہ آور ہو گئی جو شکست کھا کر بھاگی جا رہی تھی۔ اب مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور لڑائی کا پانسہ بالکل پلٹ گیا۔ مسلمانوں کی فتح ان کی شکست میں بدل گئی۔ تھوڑی سی کوتاہی سے بنا بنایا کام بگڑ گیا۔

marfat.com
Marfat.com

کتنے ہی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ حضرت حذیفہؓ کے والد یمانؓ بھی اسی کش مکش میں مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے ان پر مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں۔ حضرت حذیفہؓ چلّاتے ہی رہ گئے کہ انھیں نہ مارو یہ تو مسلمان ہیں اور میرے والد ہیں مگر کون سنتا تھا۔ کسی نے ان کی آواز پہ کان نہ دھرا اور یمانؓ شہید کر دیے گئے۔

سیّد الشہداءؓ جنگِ بدر کے قیدیوں کی رہائی یا قتل کے بارے میں دو تجویزیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے رکھی تھیں:

۱۔ ان قیدیوں کو جن کی تعداد ستر تھی قتل کر دیا جائے۔

۲۔ زرِ فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیا جائے اس شرط پر کہ آئندہ سال ان قیدیوں کی تعداد کے برابر مسلمان قتل ہوں گے۔

اس وقت مسلمانوں نے زرِ فدیہ لینا اور ستّر مسلمانوں کی شہادت قبول کرلی تھی۔ اللہ تعالیٰ تو اپنا ہر وعدہ پورا کرتے ہیں۔ جنگِ اُحد ہی وہ موقع تھا جس میں ستّر مسلمانوں کو قتل ہونا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو مسلمانوں کو فتح مند کر کے اپنا ایک وعدہ پورا کیا کہ نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب ط اور پھر فوراً ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی اور نافرمانی کی سزا کے طور پر مسلمانوں کو شکست سے دوچار کر کے مسلمانوں کو قتل کرا دیا۔ اور اپنا دوسرا وہ وعدہ بھی پورا کر دکھایا کہ آئندہ سال اسیرانِ بدر کی تعداد کے برابر مسلمان قتل کیے جائیں گے۔ اور یہ اس بات کا مسلّم ثبوت تھا کہ جب شہدائے اُحد کی گنتی کی گئی تو ان کی تعداد ستّر تھی۔ اس بات کو ظہور میں لا کر اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے ایک بار پھر مسلمانوں پہ واضح کر دیا کہ ان کا معبود ہر بات اور ہر چیز پہ قادر ہے۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور جاں نثار صحابی حضرت حمزہؓ کی شہادت اس واقعہ کا زبردست اور نہایت المناک سانحہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی نعش مبارک دیکھنے کے بعد ان کو سیّد الشہدا کا لقب عطا فرمایا۔

جنگِ بدر میں حضرت حمزہؓ نے جبیر بن مطعم کے چچا اور ہندہ زوجہ ابوسفیان کے والد عتبہ کو قتل کیا تھا۔ جبیر نے اپنے غلام وحشی سے حضرت حمزہؓ کے قتل کے عوض آزادی کا اور ہندہ نے بہت سا انعام دینے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ بڑے شہ زور پہلوان تھے وہ جنگِ احد کے میدان میں دو دستی تلوار مارتے ہوئے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ بیسیوں کفار صرف انہی کی تلوار سے لقمۂ اجل بن چکے تھے۔

وحشی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ شیر کی طرح بپھرے ہوئے میری ہی طرف چلے آ رہے ہیں۔ میں بھاگا اور کترا کر ایک پتھر کی آڑ میں چھپ گیا۔ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ جونہی وہ میرے برابر پہنچے میں نے ایکدم گھات میں سے نکل کر اپنا چھوٹا نیزہ تاک کر مارا جو ان کی ناف کے نیچے لگا اور پشت سے پار ہو گیا۔ وہ میری طرف جھپٹے لیکن کھڑے نہ رہ سکے لڑکھڑا کر گرے اور زمین پر گرتے ہی انھوں نے دم توڑ دیا۔ پھر میں ڈرتے ڈرتے ان کے قریب گیا اور اپنا نیزہ نکال لیا۔

جُنبی حالت میں جہاد

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان پر حملہ کیا کہ اچانک ایک کافر نے ان کے وار کو روکا اور خود وار کر کے ان کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں

marfat.com
Marfat.com

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش تلاش کی گئی تو سر اور چہرے سے پانی ٹپک رہا تھا۔ ان کی بیوی سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جلدی میں تھے اور جنابت کی حالت ہی میں جہاد کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ (سیرت المصطفیٰ۔ جلد ۲ ص ۱۹۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت شہید ہو گئے

اس اچانک اور دو طرفہ حملہ سے مسلمان بہت سراسیمہ ہوئے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کفار بڑھتے بڑھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک آ پہنچے۔ مصعب بن عمیرؓ نے مدافعت کی تو ایک کافر ابن قمیہ نے حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ کفار کا زیادہ زور اور دباؤ اسی طرف تھا۔ اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد صادر ہوا کہ:

"کون مجھ پر قربان ہونے کو تیار ہے؟"

یہ ارشاد مبارک سن کر پانچ انصاری آگے بڑھے اور سب نے مدافعت کرتے کرتے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر مارا جس سے آپ کے دو دانت ٹوٹ گئے اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا۔ ابن قمیہ نے آپ کے رخِ انور پر اس زور سے تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں چہرۂ اقدس میں کھب گئیں۔ عبداللہ بن شہاب نے پتھر مار کر آپ کی پیشانی مبارک کو زخمی کر دیا۔ آپ کا بدنِ اطہر لہولہان ہو گیا۔ اسی حالت میں آپ کا پاؤں لڑکھڑایا اور آپ ایک قریب کی گھاٹی میں گر پڑے۔ اس پر کافروں نے یہ مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل (شہید) کر دیے گئے۔ یہ خبر سنتے ہی مسلمانوں پر سناٹا طاری ہو گیا اور ان کے

Marfat.com

ہوش خطا ہو گئے ۔ بعض نے تو بالکل ہمت ہار دی۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو ان کی قوت ایمانی نے جوش مارا ۔ وہ چلا کر بلند آواز سے بولے :

"سنو! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی شہید ہو گئے ہیں تو لاریب انھوں نے اللہ کی راہ میں جان دی ہے ۔ اب تم زندہ رہ کر کیا کرو گے ۔ اپنے آپ کو سنبھالو اور اللہ کی راہ میں [illegible]"

یہ کہہ کر آپ نے دشمن پر پوری طاقت اور جوش سے حملہ کر دیا کئی کافروں کو قتل کیا اور لڑتے لڑتے [illegible] زخم کھا کر شہید ہو گئے

اس اضطراب [illegible] تھوڑے تھے جان نثار جم کر مقابلہ کر رہے تھے لیکن اکثر ادھر ادھر [illegible] بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] لوگوں کو پکارا :

"اللہ کے بندو [illegible]

[illegible]

[illegible]

marfat.com

Marfat.com

شمعِ رسالت کے پروانے

[illegible] کا رخ حضور [illegible] کی ذات پاک کی طرف [illegible] پھیر دیا۔ [illegible] مگر [illegible] حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو طلحہ [illegible] حضرت [illegible] عبدالرحمن بن عوف [illegible] کے [illegible] ہو گئے [illegible] کا یہ عالم تھا کہ وہ حملہ کرنے والوں کی تلوار [illegible] بیکار ہو کر رہ گئے۔

[illegible]

کا بازو شدید زخمی ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص [illegible] اس وقت آپ کے قریب تھے۔ [illegible] دیا اور [illegible]

[illegible] ختم نہیں ہوں گے [illegible]

marfat.com

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن ایک ہزار تیر چلائے مگر ترکش ابھی بھرا ہوا تھا۔

حضرت ابو طلحہؓ بھی مشہور تیر انداز تھے۔ انھوں نے اس قدر زیادہ تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ گئیں۔ پھر وہ ایک ڈھال کے ذریعہ آپؐ کی حفاظت کرنے لگے کہ آپؐ پر کوئی وار نہ کر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی گردن اٹھا کر دشمن کی فوج کی طرف دیکھنے لگتے تھے تو ابو طلحہؓ عرض کرتے :

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ یوں گردن اونچی نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے۔"

حضرت ابو دجانہؓ بھی سپر بن کر آپؐ کے آگے کھڑے تھے اور دشمن کے تیروں کو اپنی پیٹھ پر روک رہے تھے۔ تیر بارش کی طرح چلے آ رہے تھے اور ابو دجانہؓ کی پشت ان کا نشانہ بنی ہوئی تھی مگر اس اندیشے سے حرکت تک نہ کرتے تھے کہ کہیں تیر آپؐ کو نہ لگ جائے۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوت ختم تھے، اسی طرح آپؐ پر محبوبیت بھی ختم تھی اور اسی طرح صحابہ کرامؓ پر آپؐ کا عشق ختم تھا۔ چشمِ فلک نے ایسی جاں بازجماعت نہ پہلے کبھی دیکھی تھی اور نہ قیامت تک دیکھے گی۔

معجزہ

قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ پر ایک تیر آ کر لگا اور ان کی آنکھ نکل کر رخسار پر آگئی۔ آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اللہ کی قدرت سے آنکھ صحیح سالم پہلے سے تیز اور خوب صورت ہوگئی۔ سبحان اللہ۔

marfat.com
Marfat.com

لڑائی بڑے زور شور سے جاری تھی اور آپ کے گرد بیشتر صحابہؓ جمع ہو چکے تھے۔ اب کفار کے حملے سست پڑنے لگے۔ صحابہ کرامؓ نے کافروں کو مار مار کر ہٹا دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا تاکہ کفار کے نرغہ سے نکل کر پہاڑ کو پشت پہ لے لیں اور لڑائی کا ایک نیا محاذ قائم ہو جائے چنانچہ یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی۔ آپ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ پہاڑ کی ایک بلندی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے بھی پیچھا کرتے ہوئے پہاڑ پر چڑھنا چاہا لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے چند ہمراہیوں کو لے کر پتھراؤ کیا اور ابوسفیان کی کوشش کو ناکام بنا کے رکھ دیا۔ اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ایک کافر کا قتل

جو لوگ منتشر ہو گئے تھے وہ پہاڑ کی بلندی پر آ کر جمع ہونے لگے اور مسلمانوں کی جمعیت بڑھنے لگی۔ اب کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی مگر ایک کافر ابی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ کی نیت سے آگے بڑھا۔ صحابہؓ کرام نے اسے روکنا چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ آنے دو یہ میرا شکار ہے۔

ابی بن خلف قریب پہنچ کر آپ پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے ایک صحابی سے نیزہ لے کر اس پر وار کیا۔ جس سے اس کی گردن پر خراش آ گئی۔ بظاہر تو یہ زخم معمولی سا لگتا تھا لیکن وہ کافر یہ زخم کھا کر نہایت بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلا اور اسی زخم کی وجہ سے واپسی میں مکہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں مر گیا۔ صرف یہی ایک کافر تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے زخم لگا کر واصل جہنم کیا۔ وہ بھی اس لیے کہ حضورؐ نے اسے قتل کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ

Marfat.com

ابی بن خلف دوسرے کافروں سے کچھ زیادہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اس مردود نے ایک گھوڑا اسی نیت سے پرورش کیا تھا۔ اور آپ سے کہا کرتا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھو یہ گھوڑا میں نے صرف تمہیں قتل کرنے کے لیے پالا ہے۔ اسی پر سوار ہو کر میں تمہیں قتل کروں گا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیشہ یہی جواب دیا کہ انشاء اللہ وقت آنے پر میں ہی تجھے قتل کروں گا۔

فرمانِ رسول کیونکہ فرمانِ خدا کا درجہ رکھتا تھا پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ابی بن خلف قتل کرنے کے ارادے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو اور الٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اسے قتل نہ کر دیتے۔

جنگ ختم ہو گئی جب مسلمان پہاڑ پر چڑھ کر مورچہ بند ہو گئے تو اب ... کفار کو لڑائی جاری رکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اسی دوران میں ابو سفیان نے پہاڑ کے نیچے پر چڑھ کر اونچی آواز میں چلا کر دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں!

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جواب نہ دیا جائے بلکہ خاموش رہیں۔

چنانچہ کسی نے جواب نہ دیا۔

ابو سفیان نے دوبارہ پوچھا کیا تم میں ابن قحافہ (ابوبکر صدیق) موجود ہیں؟

اب بھی کسی نے جواب نہ دیا۔

اس نے تیسری بار دریافت کیا کہ کیا تم میں عمر ابن خطاب موجود ہیں؟

Marfat.com

اس کا جواب بھی خاموشی میں ملا۔

ابوسفیان بولا کہ یقیناً یہ سب قتل ہو چکے ہیں کیونکہ اگر یہ تینوں زندہ ہوتے تو جواب ضرور ملتا۔

اب تو یہ سن کر حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ انہوں نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب دینے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر آپ نے بلند آواز سے جواب دیا:

"او اللہ کے دشمن تو جھوٹ بکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے ہم سب کو تیرے قتل کے لیے باقی رکھا ہے۔"

ابوسفیان نے اعلیٰ ہبل تین بار کہہ کر اپنے بت ہبل کی جے کا نعرہ لگایا کہ اے ہبل تو اونچا رہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تین بار نعرہ لگایا:

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ

اللہ تعالیٰ ہی سب سے اونچا اور بزرگ تر ہے۔

ابوسفیان نے پھر طیش میں آ کر کہا:

"ہمارا مددگار عزیٰ ہے تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔"

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمرؓ اس کو جواب دو:

"اللہ ہمارا والی اور مددگار ہے تمہارا کوئی والی اور مددگار نہیں۔"

حضرت عمرؓ نے ایسے ہی کہہ دیا۔

پھر ابوسفیان نے پکار کر کہا کہ اے مسلمانو! جان لو کہ یہ بدر کی شکست کا بدلہ ہے۔ اب ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال پھر بدر

marfat.com

Marfat.com

کے میدان میں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا گیا کہ ہمیں منظور ہے اس کے بعد کفار کے لشکر نے مکہ کی طرف کوچ کر دیا۔

اب لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چہرۂ اقدس میں خود کی گھسی ہوئی کڑیاں اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالیں جس سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ اس موقعہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بے قراری کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ پہنچیں۔ اس وقت چہرۂ اقدس سے خون بہہ رہا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی احتیاط فرما رہے تھے کہ کوئی قطرہ زمین پر نہ گرے ورنہ خدا کا قہر نبی کے خون کا بدلے گا اور ساری قوم تباہ ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پرانے کپڑے کا ٹکڑا جلا کر زخم میں بھرا۔ خون دھو کر صاف کیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا۔ تب آپ کو کچھ افاقہ ہوا۔

بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور بیٹھ کر ہی ظہر کی نماز کے لیے امامت فرمائی۔

ابن عمیرؓ کی شہادت

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے بڑے ہی لاڈ پیار اور ناز و نعم سے پرورش پائی تھی۔ ان کے والد عمیر دو دو تین تین سو درہم کا قیمتی جوڑا سلوا کر مصعبؓ کو پہنا کر خوش ہوا کرتے تھے لیکن اسلام لے آنے کے بعد حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہد و فقر کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب انؓ کے پاس صرف ایک ہی چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

اسی جنگ یعنی غزوۂ اُحد میں مہاجرین کا جھنڈا مصعب بن عمیرؓ ہی کے ہاتھ میں تھا۔ جب مسلمان پریشانی اور افراتفری کے عالم میں ادھر ادھر منتشر ہو رہے تھے تو یہ اپنی جگہ پر جمے رہے۔ ایک کافر نے تلوار مار کر ان کا ہاتھ کاٹ دیا تاکہ جھنڈا گر جائے اور مسلمانوں کو کھلی شکست ہو لیکن حضرت مصعبؓ نے جھنڈا فوراً دوسرے ہاتھ میں تھام لیا۔ اس کافر نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ انھوںؓ نے دونوں ٹنڈ منڈ بازوؤں کو جوڑ کر جھنڈے کو سینے سے چمٹا لیا اور پھر کسی شقی القلب نے دور سے تیر مار کر انھیں شہید کر دیا لیکن یہ بہادری دلیری اور بے جگری انہی کا حصہ تھا کہ جب تک جسم میں جان باقی رہی جھنڈے کو گرنے نہیں دیا۔ ان کی شہادت کے بعد بھی جھنڈے کو ان کے ٹنڈ منڈ بازوؤں کے جکڑ بند سے کھینچ کھینچ کر بڑی مشکل سے نکالا گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مرنے کے بعد بھی جھنڈے کو ہرگز چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ شاید اس لیے کہ وہ جھنڈا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جان سے بھی زیادہ عزیز اور سر بلند رکھنے کے لیے بڑی محبت سے عطا فرمایا تھا۔

جب ان کو دفن کیا گیا تو صرف ایک چھوٹی سی پھٹی پرانی چادر ان کے بدن پر تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی اگر سر کو ڈھانپتے تو پاؤں برہنہ رہ جاتے اور اگر پاؤں کو ڈھانپتے تو چہرہ ننگا ہو جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"چادر کو سر کی جانب سے پورا کر کے چہرے کو ڈھانپ دیا جائے اور پاؤں کو ڈھانپنے کے لیے ان پر گھاس ڈال دی جائے۔"

چنانچہ اسی طرح مصعب بن عمیرؓ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

قزمانِ دوزخی

جنگِ احد میں مسلمانوں کی طرف سے قزمان نامی ایک شخص نے بڑی بہادری سے کفار کا مقابلہ کیا اور کئی مشرکین کو قتل کیا۔ آخرکار وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ اس کی سانس اکھڑنے لگی۔ لیکن ابھی وہ ہوش میں تھا کہ قتادہ بن نعمانؓ ایک صحابی لڑتے لڑتے اس کے قریب پہنچے اور بولے:

"قزمان تجھ کو شہادت مبارک ہو۔"

قزمان نے فوراً جواب دیا:

"کیسی شہادت قتادہؓ؟ میں نے تمہارے دینِ اسلام کے لیے تو قتال نہیں کیا میں نے تو اپنی قوم اور اپنے قبیلے کی حفاظت کے لیے یہ جنگ لڑی ہے۔"

قتادہ نے حیران ہو کر پوچھا:

"تو کیا تو مسلمان نہیں تھا جیسا کہ ہم سمجھتے رہے ہیں؟"

مسلمان ضرور تھا لیکن ظاہری طور پر۔

پھر وہ زخم کی تکلیف کی شدت سے کراہنے لگا اور جب یہ تکلیف اس سے برداشت نہ ہو سکی تو اس نے اپنی تلوار سے خودکشی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ظالم نے درست کہا وہ منافق تھا اور اب دوزخی ہے۔

معجزہ

اسی جنگ کے دوران لڑتے لڑتے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی وہی چھڑی مرحمت فرما دی جو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں تھی۔ جب حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کھجور کی ایک چھڑی ہاتھ میں لی تو وہ تلوار بن گئی۔

اسی طرح غزوہ بدر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ بن محصن اور سلمہ بن حریش کو کھجور کی ایک ایک شاخ مرحمت فرمائی۔ یہ شاخیں ان کے ہاتھوں میں جاتے ہی تلواریں بن گئیں۔

مشرکین مکہ کی درندگی

کفار مکہ نے جنگ احد میں درندوں اور خونخوار حیوانوں کی طرح شہداء کی نعشوں کے ناک کان کاٹ ڈالے اور پیٹ چاک کر کے دلوں اور جگروں کو نیزوں کی انیوں سے چھید چھید کر اپنے دلوں کے بخار نکالے۔ سب سے زیادہ بے حرمتی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کی ہوئی۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سیدالشہداء کا سینہ چاک کر کے ان کا جگر نکالا اور چبا گئی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھائی کی لاش دیکھنے کے لیے تشریف لائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کے صاحبزادے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں منع کیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے بھائی کی نعش کی بے حرمتی کے بارے میں سب کچھ سن چکی ہوں۔ میں نوحہ کرنے نہیں آئی۔ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہوں اور صبر کروں گی۔ میں اپنے بھائی کا آخری دیدار کرنا چاہتی ہوں۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لاش کے قریب گئیں۔ عزیز بھائی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے دیکھے۔ صبر کیا۔ دعائے مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کوئی آنسو بہائے بغیر لوٹ گئیں۔ سبحان اللہ۔

marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کے جذبات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر جب مدینہ پہنچی تو مدینہ کے مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سبھی بے تابی کے عالم میں میدانِ جنگ کی طرف چل پڑے۔

انصار کی ایک خاتون جس کا باپ، بھائی اور شوہر تینوں ہی اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے لیکن جب اس بہادر عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنی تو بے چین ہو گئی اور بے اختیار میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو گئیں کہ اس خبر کی حقیقت سے آگاہ ہو سکے۔ راستے ہی میں اسے اپنے جاننے والوں کی زبانی اپنے باپ، بھائی اور شوہر کی شہادت کا علم ہوا لیکن اس نے کہا کہ:

"سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر جو میں نے سنی ہے وہ صحیح ہے یا غلط"

لوگوں نے جواب دیا کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔"

اس نے کہا:

"الحمد للہ! لیکن میرے دل کو تو قرار اس وقت آئے گا جب میں روئے اقدس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ پھر آگے چل دی۔

اور پھر جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح سلامت دیکھ لیا تو دل کو قرار مل گیا۔ بولیں:

"اللہ تیرا شکر ہے کہ آقائے دوجہاں سرورِ کائنات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ آپؐ کے سلامت ہوتے ہوئے میری ہر مصیبت بے حقیقت ہے۔"

marfat.com
Marfat.com

صبر کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی نعش دیکھ کر بڑے رنج سے فرمایا کہ میں حمزہؓ کے بدلے میں کافروں کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم کافروں سے بدلہ لینے لگو تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنا یقیناً صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی بہتر ہے۔"

ایک بار مشرکین مکہ کے وحشیانہ مظالم کو دیکھ کر آپؐ نے چند نامور کفار کے حق میں بددعا کرنے کا ارادہ فرمایا۔

اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا:

"اے پیغمبر ان (کفار) کے معاملہ میں تمہیں کوئی اختیار نہیں خواہ اللہ ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو سزا دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں۔"

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرنا چاہتے تھے چند ہی روز کے بعد ان سب کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے قدموں میں لا ڈالا۔

Marfat.com

سنہ ۳ ہجری کے بعض اہم واقعات

۱۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سال رمضان یا شوال میں پیدا ہوئے۔

۲۔ اسی سال وراثت کا قانون نازل ہوا۔ عرب میں لڑکیاں ترکہ پانے کی مستحق نہیں سمجھی جاتی تھیں لیکن احکام الٰہی نے قانون وراثت میں ان کا بھی حصہ مقرر فرما دیا۔

۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں سے نکاح فرمایا۔

۴۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم سے ہوا۔

۵۔ اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ کثرت صدقہ کی بنا پر ام المساکین کے نام سے مشہور تھیں۔

۶۔ اسی سال شراب حرام ہوئی۔ مگر بعض روایات کے مطابق شراب ربیع الاول سنہ ۴ ہجری میں حرام ہوئی۔

۷۔ مشرکہ عورت کا نکاح اب تک مسلمان سے جائز تھا مگر اس سال اسے حرام اور ناجائز قرار دے دیا گیا۔

Marfat.com

غزوہ حمراء الاسد

جب میدانِ احد سے ابوسفیان نے اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا تو کچھ دور جا کر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ابھی فتح تو نامکمل رہ گئی۔ نہ سارے مسلمان قتل کیے جا سکے اور نہ ہی کسی کو قیدی بنایا جا سکا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے [illegible] مسلمانوں پر بھرپور حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی خبر مل گئی آپ [illegible]

[illegible] حمراء الاسد [illegible]

[illegible]

فرمانِ نبوی [illegible]

[illegible] رسول صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تیار [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ ان صحابہ کی جمعیت لے کر [illegible] حمراء الاسد تک پہنچے

Marfat.com

جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد بڑی عقیدت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جنگِ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کی تعزیت کی اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کا علم ہوا۔ آپؐ سے رخصت ہو کر وہ ابو سفیان سے جا کر ملا اور پوچھا:

"اب کدھر جا رہے ہو؟"

ابو سفیان نے جواب دیا:

"دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے جا رہا ہوں۔"

معبد نے اسے ڈراتے ہوئے کہا:

"جس قدر فتح تجھے مل چکی ہے اسی پر اکتفا کر کے واپس لوٹ جاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے ورنہ جان لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ تمہارے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب اگر تمہارا سامنا مسلمان مجاہدین سے ہو گیا تو تمہارا ایک آدمی بھی بچ کر نہیں جا سکے گا۔"

یہ سن کر کہ مسلمان مجاہدین الٹا اسی کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں ابو سفیان کے دل میں مسلمانوں کا سخت رعب اور بے حد خوف پیدا ہو گیا۔ اس پر اور اس کے تمام ساتھیوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ ابو سفیان نے دل میں سوچا کہ معبد ٹھیک ہی کہتا ہے۔ اب ہماری فتح کا نام تو ہو ہی گیا ہے دوبارہ کہیں شکست ہو گئی تو بڑی بدنامی ہو گی۔ یہ سوچ کر اس نے حملہ کا ارادہ ملتوی کر دیا اور بڑی تیز رفتاری سے لشکر سمیت مکہ کی طرف بھاگ نکلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم باشوکت و عظمت مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

Marfat.com

سریہ ابوسلمہ

یکم محرم ۴ھ ہجری کو خبر ملی کہ طلیحہ اور سلمہ دونوں بھائی آپؐ کے مقابلہ کی زبردست تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپؐ نے ابوسلمہؓ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا لیکن وہ لوگ ان کے آنے کی خبر پاکر فرار ہوگئے۔ بہت سے اونٹ اور بکریاں مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔ ہر مجاہد کے حصے میں خمس نکالنے کے بعد سات سات اونٹ اور سات سات بکریاں آئیں۔

یہی طلیحہ بن خویلد بعد میں مسلمان ہوگئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مرتد ہوگئے اور نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مقابلہ کے لیے خالد بن ولید کو روانہ فرمایا۔ طلیحہ بھاگ کر شام کی طرف چلے گئے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد تائب ہوکر دوبارہ حلقۂ اسلام میں شامل ہوئے اور اس کے بعد مسلمانوں کے ساتھ برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت ۲۱ھ میں معرکۂ نہاوند میں شہید ہوئے۔ ان کے دوسرے بھائی سلمہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ بدرِ ثانی

۴ھ

جنگِ اُحد کے ختم ہونے پر ابو سفیان سے وعدہ ہو چکا تھا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر پھر لڑائی ہو گی۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرامؓ کو ہمراہ لے کر جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور اُدھر ابو سفیان مکہ سے فوج لے کر نکلا مگر تھوڑی دور چل کر کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ رعب چھا گیا اور قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ کو واپس لوٹ جائے مگر صورتِ واپسیں بھی ایسی چاہتا تھا کہ عزت و ناموس اور بہادری اور دلیری پر کوئی حرف بھی نہ آئے اور سارا الزام مسلمانوں پر رہے۔

اس نے ایک شخص کو کچھ رقم دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی ایسی خبریں اڑائے کہ جنہیں سن کر مسلمان ڈر جائیں اور لشکر لے کر جنگ کے لیے روانہ نہ ہوں۔

اس شخص نے مدینہ پہنچ کر چلا چلا کر کہنا شروع کر دیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامانِ حرب جمع کیا ہے تاکہ مسلمانوں سے زبردست مقابلہ کیا جا سکے اس لیے مسلمانوں کے لیے ابو سفیان سے جنگ کرنا موت کی وادی میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے۔

لیکن !

ان افواہوں کا اثر الٹا ہوا۔

یہ باتیں سن کر مسلمانوں کے دلوں میں جوشِ ایمان بڑھ گیا اور ان سب

Marfat.com

کی زبان سے یہی نکلا :

" ساری دنیا کے مقابلہ میں اکیلا خدا ہی ہم کو کافی ہے "

اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں :

" یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمھارے مقابلہ کے لیے اب کے بڑا سامان جمع کیا ہے لہذا تم ان سے ڈرتے رہنا۔ پھر اس خبر نے ان کے ایمان کو اور زیادہ قوی کر دیا اور انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کافی اور بہت ہے اور وہ خوب کارساز ہے چنانچہ یہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل سے مالامال ہو کر اس طرح واپس آئے کہ ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچی اور یہ لوگ رضائے الٰہی کے پیرو رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔"

(آل عمران پارہ ۴)

آخر کار جب مسلمان حسبِ وعدہ میدانِ بدر میں پہنچے تو مسلمانوں کی جرأت و مستعدی کی خبر سن کر مشرکین راستہ ہی سے لوٹ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز وہاں قیام فرمایا۔ وہاں ایک بہت بڑی تجارتی منڈی لگتی تھی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مسلمانوں نے تجارت کر کے خوب نفع کمایا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش و خرم مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

مندرجہ بالا آیات کے بارے میں دو قول بیان کیے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ ان کا تعلق غزوہ حمراء الاسد سے ہے دوسرے یہ کہ ان آیات کا تعلق غزوۂ بدرِ ثانی سے ہے۔

٭

marfat.com
Marfat.com

کفّار کی غدّاری

۴ھ

ایک نہایت ظالمانہ قتل

ایک مشرکہ عورت کے دو بیٹے حضرت عاصم بن ثابتؓ کے ہاتھ سے جنگِ اُحد میں مارے گئے تھے۔ اس عورت نے یہ عہد کیا تھا کہ عاصمؓ کے سر کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی اور عاصمؓ کے قاتل کو سو اونٹ انعام میں دوں گی۔

سفیان بن خالد نے انعام کی طمع میں سات آدمی قبیلہ عضل اور قارہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے اس درخواست کے ساتھ کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہو گیا ہے اس لیے چند آدمیوں کو ہمارے ہاں احکامِ اسلام سکھانے کے لیے بھیج دیجئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حسبِ منشا دس آدمی ان کے ساتھ کر دیے جن کے امیر اتفاق سے حضرت عاصم بن ثابتؓ مقرر ہوئے۔ جب یہ لوگ مقام رجیع پر پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی نے سفیان بن خالد کو جا کر اطلاع کر دی۔ اس نے دو سو تیر اندازوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر عاصم بن ثابتؓ کی جماعت کو گھیر لیا۔ انھوں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر پناہ لی۔

تیر اندازوں نے کہا کہ تم نیچے اتر آؤ ہم تمھیں پناہ دیتے ہیں۔

حضرت عاصمؓ نے کہا کہ میں کسی کافر کی پناہ میں نہیں آتا۔ اور پھر اپنے سات ہمراہیوں سمیت لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

marfat.com
Marfat.com

باقی تین آدمیوں نے کافروں پر اعتماد کر لیا اور ٹیلے سے نیچے اتر آئے لیکن کافروں نے بدعہدی کی اور ان تینوں کی مشکیں کس لیں۔ ان میں سے ایک نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو مشرکین نے اسے بھی بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔

اب سفیان بن خالد نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کی نعش کی طرف توجہ کی اور چاہا کہ ان کا سر کاٹ کر ساتھ لے جائے تاکہ مشرکہ عورت سے اپنا انعام حاصل کیا جا سکے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شہید کے بدن کی حفاظت کے لیے شہد کی مکھیوں کو متعین کر دیا جنہوں نے سفیان بن خالد اور اس کے کسی ساتھی کو نعش کے قریب بھی نہ آنے دیا۔ جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پانی کا ایک ریلا سیلاب کی صورت میں بھیجا جو حضرت عاصم بن ثابتؓ کی نعش کو بہا کر نہ جانے کہاں لے گیا۔

اس طرف سے مایوس ہو کر سفیان بن خالد باقی دو مسلمانوں خبیبؓ اور زید بن دغنہؓ کو مکّہ میں لے آیا اور غلام بنا کر بیچ دیا۔

ایک دن مکّہ والے حضرت زید بن دغنہؓ کو قتل کرنے کی غرض سے میدان میں لے آئے۔ اہل مکہ گروہ در گروہ یہ تماشا دیکھنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے۔ قاتل نے تلوار ہاتھ میں لی تو ابو سفیان نے کہا:

"زید! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اس وقت اپنے اہل و عیال میں ہوتے اور ہم بجائے تمہارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یوں ہی قتل کر رہے ہوتے؟"

حضرت زید بن دغنہؓ نے جواب دیا:

"خدا کی قسم میں تو اپنی جان کو اس کے برابر بھی عزیز نہیں رکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔"

Marfat.com

ابوسفیان اور دوسرے تمام کفار حبِ رسول میں یہ الفاظ سن کر دنگ رہ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے زید کو شہید کر دیا۔

حضرت زید بن دثنہؓ کے بعد حضرت خبیبؓ قتل گاہ میں لائے گئے تو انہوں نے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت طلب کی۔

کفار نے اجازت دے دی۔

حضرت خبیبؓ نے جلدی جلدی دو نفل ادا کرنے کے بعد کہا :

"دل تو چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں لیکن اس خیال سے نماز جلدی پڑھ لی تاکہ تم یہ نہ کہو کہ قتل کے ڈر سے نماز کو طویل کر کے بہانہ بنا لیا۔ لہٰذا میں نے نماز مختصر کر دی ہے۔"

مشرکین نے حضرت خبیبؓ سے کہا :

"اگر تم اسلام کو چھوڑ دو تو تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

حضرت خبیبؓ نے کہا :

"اگر روئے زمین کی سلطنت بھی ملے تو اسلام کو ترک نہیں کر سکتا۔"

پھر کفار نے پوچھا :

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے بدل میں سُولی دے دی جائے اور تم صحیح سلامت اپنے گھر اہل و عیال میں پہنچ جاؤ۔"

حضرت خبیبؓ نے کہا کہ :

"خدا نہ کرے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔"

یہ سن کر ایک بار پھر مشرکین حیران و ششدر رہ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سُولی پر لٹکا دیا گیا اور ہر طرف

marfat.com
Marfat.com

سے نیزے مار مار کر ان کے جسم کو کچوکے دینا اور چھیدنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اسی طرح ظالمانہ اور وحشیانہ طریق سے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت خبیبؓ نے جس ثابت قدمی سے نیزوں کے کچوکوں کو برداشت کیا اور جس دلیری اور جوانمردی کے ساتھ جان دی تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے ہر دور میں یکسر قاصر رہی ہے۔

کفّار نے حضرت خبیبؓ کی نعش کو کئی دن سولی ہی پر لٹکائے رکھا تاکہ مسلمانوں کو روحانی تکلیف پہنچے۔ لاش کے گرد سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو حکم دیا کہ وہ جیسے بھی ہو ہمارے شیدائی کی نعش کو اتار کر لائیں۔ یہ دونوں حضرات رات کے وقت وہاں پہنچے۔ پہرے داروں پر اس وقت نیند کا غلبہ طاری تھا۔ انہوں نے چپکے سے نعش کو اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر چل دیئے۔ نعش کو وہاں لٹکے ہوئے چالیس دن گزر چکے تھے لیکن اس کے باوجود نعش بالکل تروتازہ تھی۔ اس پر کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا تھا۔

جب مشرکین کی آنکھ کھلی تو نعش کو غائب پایا۔ ٹولیاں بنا کر چاروں طرف تلاش میں دوڑے بالآخر ایک ٹولی نے ان کو جا پکڑا۔ حضرت زبیرؓ نے نعش کو اتار کر زمین پر رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین فوراً شق ہو گئی اور نعش کو نگل لینے کے بعد پھر اصلی حالت پر آگئی۔

marfat.com
Marfat.com

سریہ عبداللہ بن انیسؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عاصمؓ اور اس کے ساتھیوں کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کافروں کی بدعہدی پر آپؐ کو بڑا رنج ہوا۔ آپؐ نے عبداللہ بن انیسؓ انصاری کو سفیان بن خالد کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ عبداللہؓ وہاں پہنچے اور موقع پاکر اس کے خیمے میں داخل ہوگئے اور پھر اس کا سر کاٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور عبداللہ بن انیسؓ کو ایک عصا مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ :

"لو یہ عصا جنت میں اپنے ساتھ رکھنا !"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت وصیت کی کہ یہ عصا میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔

بیر معونہ کا حادثہ

عامر بن مالک ابو براء کا ایک رئیس قوم بنی عامر میں سے تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ میرے ساتھ اپنے صحابیوں کی ایک جماعت میری قوم کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے بھیج دیجیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نجد والوں پر اعتبار نہیں۔

عامر بن مالک نے عرض کیا کہ میں ان لوگوں کا ضامن ہوں۔

آپؐ نے اس کے اعتبار پر ستر مبلغ اس کے ساتھ کر دیئے۔ منذر بن عمرو

marfat.com
Marfat.com

کو ان پر امیر مقرر کیا اور ایک خط رؤسائے نجد اور بنی عامر کے نام لکھ کر ان کو دیا یہ مبلغ لوگ نہایت مقدس اور درویش تھے جو دن بھر جنگل سے لکڑیاں چنتے شام کو انھیں فروخت کرتے۔ اس رقم میں سے کچھ اپنے لیے رکھ لیتے اور باقی رقم اصحابِ صفہ کی نذر کر دیتے۔

جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو انھوں نے حرام بن ملحان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ دے کر اس علاقہ کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اس نے حرام بن ملحان کو قتل کرا دیا اور دیگر قبائل بنی سلیم، بنی رعل اور بنی ذکوان کی مدد سے بقیہ جماعت کو گھیرے میں لے کر شہید کر ڈالا۔ ان میں سے عمرو بن امیہ بچ گئے جنھوں نے مدینہ پہنچ کر اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ مہینہ بھر آپ کے دل و ذہن پر یہ غم چھایا رہا۔

عامر بن طفیل عامر بن مالک کا بھتیجا تھا اسے اس حرکت کا بہت رنج ہوا کہ اس کی امان میں اس کے بھتیجے نے فتور ڈالا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد شرمندہ تھا اسی غم میں چند ہی روز کے بعد وہ مر گیا۔

اس حادثہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ بھی شہید ہوئے۔ جب دشمن اس شہید کی لاش کی بے حرمتی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی آنکھوں کے سامنے آسمان پر اٹھا لیا۔ کفار خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ یہ معجزہ دیکھ عامر بن فہیرہ کے قاتل جبار سلمی ایمان لے آئے۔

marfat.com
Marfat.com

غزوہ بنی نضیر

ربیع الاول ۴ھ

مدینہ منورہ کے مشرقی جانب چند کوس کے فاصلہ پر ایک قوم یہود کی بستی تھی اور یہ قوم بنی نضیر کہلاتی تھی۔ یہ لوگ بڑے جتھے والے سرمایہ دار تھے۔ اپنے مضبوط قلعوں پر ان کو بڑا ناز تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو شروع میں انھوں نے آپؐ سے معاہدہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے ہاتھ سے یا بنی نضیر کے کسی آدمی کے ہاتھ سے مارا جائے تو فریقین پر اس کا خون بہا دینا ضروری ہوگا۔

بیرمعونہ کے حادثہ میں صرف عمرو بن امیہؓ زندہ بچے تھے جنھوں نے مدینہ پہنچ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثہ جانکاہ کی خبر دی تھی۔ حضرت عمرو بن امیہؓ نے واپسی پر انتقام کی خاطر بنی عامر کے ان دو آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امان اور پناہ دے چکے تھے۔ لیکن حضرت عمرو بن امیہؓ کو اس بات کا علم نہیں تھا ورنہ وہ ہرگز یہ اقدام نہ کرتے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپؐ کو بڑا رنج ہوا۔ چوں کہ یہ حرکت عمرو بن امیہ سے نادانستگی میں سرزد ہوئی تھی لہذا انھیں معاف کر دیا گیا اور اب بنی نضیر کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی رُو سے ان دو مقتولوں کا خون بہا ادا کرنا فریقین پر لازم تھا اس لیے آپؐ نے بنی نضیر سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہوئے بذاتِ خود اپنے

marfat.com
Marfat.com

چند صحابہ کرامؓ کے ہمراہ ان کی آبادی میں تشریف لے گئے۔

بنو نضیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے آپ کی باتوں کا جواب دیا اور خوں بہا میں شرکت اور ہر طرح سے تعاون کرنے کا وعدہ بھی کر لیا لیکن درپردہ یہ سازش کی کہ کوئی شخص قلعہ پر چڑھ کر اوپر سے ایک وزنی پتھر آپ پر اس طرح گرائے کہ آپ اس کی زد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ اسی پروگرام کے تحت یہود بنی نضیر نے آپ کو قلعہ کی دیوار کے سائے میں بٹھا دیا۔

سلام بن مشکم نے کہا :

"ایسا ہرگز نہ کرو۔ خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبردار کر دے گا۔" اس نے کہا کہ "یہ بدعہدی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی یہودیوں کے اس ناپاک منصوبہ کی اطلاع دے کر واپسی کا حکم فرمایا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت وہاں سے اٹھ کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ یہود کو جب آپ کے یوں لوٹ جانے کا علم ہوا تو بیحد شرمندہ ہوئے۔

کنانہ یہودی نے ملامت کرتے ہوئے کہا کہ :

"خدا کی قسم ان کو تمہاری اس غداری کا علم ہو گیا ہے۔ بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اب وہ تمہیں سزا دیں گے۔"

بنی نضیر کو اپنے ہتھیاروں اور سنگین قلعوں پر ناز تھا۔ انھوں نے چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ آپ نے بنو نضیر کی متعدد غداریوں کی وجہ سے ان پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیے رکھا ان کے باغوں اور درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم فرما دیا۔

منافقین مدینہ نے خفیہ طور پر بنو نضیر کو کہلا بھیجا کہ خبردار ہتھیار نہ

marfat.com
Marfat.com

ڈالنا۔ ہم ہر طرح تمہارے ساتھ ہیں۔

اس امدادی اطلاع کو پاکر بنو نضیر اور بھی تکبّر میں آگئے لیکن کسی منافق کو ان کا ساتھ دینے اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آخر کار مجبور و لاچار ہو کر بنو نضیر امن کے آرزومند ہوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ تم مدینہ خالی کر دو اور اپنے اہل و عیال کو لے کر جہاں جی چاہے چلے جاؤ اور جو کچھ اپنے سامان میں سے ہمراہ لے جانا چاہو لے جا سکتے ہو۔"

چنانچہ بدعہد بنو نضیر کے بعض خاندان خیبر کی طرف اور بعض شام کی طرف چلے گئے اور جس قدر سامان اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے اٹھا کر لے گئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا باقی ماندہ مال و اسباب اور جائداد مہاجرین پر تقسیم کر دی تاکہ انصاری بھائیوں پر سے مہاجر بھائیوں کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ انصار میں سے صرف ابودجانہ اور سہیل بن حنیف دو افراد ایسے تھے جو مفلس اور تنگ دست تھے لہٰذا انھیں بھی بنو نضیر کے مال غنیمت میں سے معقول حصہ دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے گھر کا اور ہر وارد و صادر کا سالانہ خرچ اسی قسم کے مال میں سے لیا کرتے تھے اور پھر جو بچ رہتا اسے اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے تھے۔

اس غزوۂ بے نظیر میں یہود بنی نضیر کے دو آدمی یامین بن عمیر اور سعید بن وہب مسلمان ہو گئے اس لیے ان دونوں نومسلم حضرات کا تمام مال و اسباب ہر طرح سے محفوظ رہا۔

سورۃ الحشر کا نزول اسی غزوہ میں ہوا اور تحریم خمر کا حکم

Marfat.com

سنہ ۴ ہجری کے مشہور واقعات

۱۔ اسی سال ماہِ شعبان میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

۲۔ اسی سال ماہِ شوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

۳۔ اسی سال حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ یہود کی زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھیں۔

۴۔ اسی سال پردہ کرنے کا حکم نازل ہوا۔

۵۔ اسی سال ماہ جمادی الاوّل میں آپؐ کے نواسے حضرت عثمانؓ کے لختِ جگر حضرت عبد اللہؓ کا چھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

۶۔ اسی سال میں ایک یہودی اور یہودیہ کو زنا کے جرم میں سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا۔

۷۔ اسی سال میں تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔

۸۔ اسی سال میں نمازِ قصر کا حکم نازل ہوا۔

۹۔ اسی سال ام المومنین حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔

۱۰۔ اسی سال میں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کے غائب ہونے کا معجزہ ظہور پذیر ہوا۔ اور کفار اس شہیدِ محترم کی نعش کی بے حرمتی کرنے سے قاصر رہے۔

Marfat.com

غزوہ ذات الرقاع

۵ھ

قریش اور یہود کی متفقہ سازش سے بعض قبائل نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سب سے پہلے قبیلہ غطفان کی دو شاخوں بنی انمار اور بنی ثعلبہ نے یہ ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادے کی خبر ہوئی تو آپ چار سو صحابہؓ کے ہمراہ جہاد کے لیے روانہ ہوئے لیکن مجاہدین کی آمد کی خبر سن کر وہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے اور ان کے ساتھ لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔

اس غزوہ کے سفر میں چلتے چلتے مجاہدین کے پاؤں پھٹ گئے۔ انھوں نے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لیے تھے اسی لیے اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔

معجزہ

واپسی میں ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا۔ آپ آنکھیں بند کیے لیٹے تھے کہ ایک کافر غورث بن حارث چپکے سے قریب آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔

للکار کر بولا:

"اے مسلمانوں کے نبی! بتاؤ اب تمھیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا—؟"

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان سے اور مسکرا کر اپنی شہادت

marfat.com
Marfat.com

کی انگلی سے آسمان کی طرف سے اشارہ کر کے فرمایا :

"میرا اللہ !"

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ انھوں نے غورث کے سینے پر مکا رسید کیا۔ وہ لوٹنی کھا کر دور جا گرا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے قریب آ پڑی۔ آپؐ نے تلوار اٹھا لی اور فرمایا :

"اے نادان ! اب تو بتا ! تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟"

اس نے گھبرا کر جواب دیا :

"کوئی نہیں !"

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

"ارے نابکار کہہ اللہ ! وہی تجھے بھی بچا سکتا ہے۔ جا ! میں نے تجھے معاف کیا۔"

آپؐ کے اس کریمانہ سلوک سے کافر بہت متاثر ہوا اور فوراً ایمان لے آیا اور پھر اپنے قبیلے میں جا کر انھیں اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ غزوۂ عسفان کے دوران بھی پیش آیا جس کا بیان پیشتر ازیں کیا جا چکا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور بعضوں کا خیال ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں۔ واللہ اعلم۔

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ دومۃ الجندل
۵ ھ

دومۃ الجندل شام کے قریب ایک شہر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ ربیع الاوّل کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے کیوں کہ آپ کو خبر ملی تھی کہ وہاں کے کفار مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

جب آپؐ وہاں پہنچے تو مشرکین ڈر اور خوف کے مارے بھاگ نکلے اور پہاڑوں کی غاروں اور کھوہوں میں جا کر چھپ گئے اور اپنے بے شمار اونٹ، سینکڑوں بکریاں اور لاتعداد غلہ میدان میں چھوڑ گئے۔

آپؐ نے اس مالِ غنیمت پر قبضہ کیا۔

اور اسے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ واپس پہنچے۔

اور !

مقابلہ کی نوبت ہی نہ آئی۔

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ مریسیع یا غزوۂ بنی المصطلق

شعبان ۵ھ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنی المصطلق کا جنگجو سردار حارث بن ضرار جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے اور اس نے بہت سے دیگر قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا کر بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے۔ آپؐ نے فوراً مسلمانوں کو بھی تیاری اور روانگی کا حکم دے دیا۔

اس مرتبہ مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لالچ میں منافقین کا ایک کثیر گروہ بھی مجاہدین کے ساتھ ہو لیا۔

مریسیع ایک چشمہ کا نام تھا۔ جب دونوں لشکر اس چشمہ کے قریب ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو جنگ چھڑ گئی۔ کفار مسلمانوں کے حملے کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا گئے۔ ان کے دس آدمی قتل ہوئے تو بے حوصلہ ہو کر سب نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مرد عورت بچے بوڑھے جوان سبھی گرفتار کر لیے گئے۔

اس غزوہ میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں اور دوسری بہت قیمتی اشیا مالِ غنیمت میں ہاتھ آئیں۔

بنتِ ضرار کا نکاح

قیدیوں میں بنی المصطلق کے سردارِ لشکر حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ کو آزاد کر دیا۔ انھوں نے

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی درخواست کی جو قبول کرلی گئی اور آپ نے سردار حارث کی بیٹی جویریہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

صحابہ کرامؓ کو جب معلوم ہوا تو یہ کہہ کر تمام اسیرانِ بنی المصطلق کو آزاد کردیا کہ :

"جو قبیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرابت دار بن گیا ہو۔ اس کو قیدی اور غلام بنا کر نہیں رکھا جاسکتا۔"

اس کے ساتھ ہی قیدیوں کا تمام سامان بھی انھیں واپس کردیا گیا۔ اس طرح ہیولوں کے ایک قبیلہ کے ساتھ اس نکاح کی برکت سے دشمنی محبت میں بدل گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک ہی دن میں اس کے قیدی قبیلے کے کم از کم ایک سو گھرانے آزاد ہوئے۔

منافقین کی منافقت

غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کے دوش بدوش منافقین کا ایک گروہ بھی شامل تھا۔ اتفاق سے پانی کے ایک چشمہ پہ ایک مہاجر اور ایک انصار کا آپس میں جھگڑا ہوگیا دونوں نے اپنی حمایت کے لیے اپنی اپنی جماعت کو پکارا جس پر اچھا خاصا ہنگامہ ہوگیا۔

یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تک پہنچ گئی۔ اس نے کہا :

"اگر ہم مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو یہ آج ہم سے نہ لڑتے۔ اس سفر سے واپس ہوکر جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو مسلمانوں کو ذلیل کرکے مدینہ سے نکال دیں گے۔ یہ اس قابل نہیں ہیں کہ ہم ان کے ساتھ مل کر رہیں۔"

marfat.com
Marfat.com

ایک صحابی زید بن ارقمؓ نے یہ باتیں سن کر انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دیا۔

آپؐ نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو وہ جھوٹی قسمیں کھا گئے کہ ہم نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ زید بن ارقمؓ نے ہم پر بہتان باندھا ہے تاکہ ہم آپؐ کی نظروں سے گر جائیں۔

لوگ زید بن ارقمؓ پر آوازے کسنے لگے۔ وہ بے چارے سخت نادم ہوئے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انھوں نے اسی حالت میں آسمان کی طرف دیکھا اور دل میں کہا :

"پاک پروردگار ! لوگ مجھے لاکھ جھوٹا کہیں مجھے ان کی پروا نہیں خود تو تو جانتا ہے نا کہ میں سچا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کو زید بن ارقمؓ کی حالت پر رحم آ گیا۔ فوراً وحی کا نزول ہوا اور سورۂ منافقون کی چند آیات اتریں جن سے زید بن ارقمؓ کی سچائی ظاہر ہو گئی اور تب ان لوگوں نے زید بن ارقمؓ سے معافی مانگی جنہوں نے ان کا مذاق اڑایا تھا۔

رسولؐ کی محبت

اس بات کے بھید کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی تو دشمنِ اسلام اور منافقین کا سردار تھا اور اس کا بیٹا عبداللہؓ بن عبداللہ اسلام کا شیدائی اور مخلص ترین مومن تھا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بارے میں نازیبا کلمات کہے ہیں تو حضرت عبداللہ فوراً اپنے باپ کے پاس پہنچے اور انھیں گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر لیا اور کہا :

"خدا کی قسم میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا اور اس وقت تک تجھے مدینہ واپس نہ جانے دوں گا جب تک تو یہ اقرار نہ کرے گا کہ

Marfat.com

تُو ہی ذلیل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں"۔
چنانچہ باپ نے جب یہ اقرار کیا تبھی بیٹے نے گریبان چھوڑا۔
مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:
"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے سنا ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم صادر کرنے والے ہیں۔ اگر آپ کا حکم ہو تو میں خود اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں لا کر ڈال دوں۔"
آپ نے حضرت عبداللہؓ کو باپ کے قتل سے منع فرمایا اور اس کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے کا حکم دیا۔

معلوم ہوا کہ:

۱۔ ایمان کامل ہو تو حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت خون کے تمام رشتوں سے بالاتر ہے ۔

محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

۲۔ والدین کے ساتھ مروّت اور حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

۳۔ دشمن کی تیاریِ مقابلہ کی خبر سنتے ہی اس کی طرف از خود اقدام کرنا اور اس کو حملہ کرنے کی مہلت نہ دینا قومی اور ملکی دفاع کی بہترین تدبیر ہے اور حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں سے ہے۔

٭

Marfat.com
Marfat.com

تیمّم کی اجازت

بعضوں کے نزدیک تیمم کی آیت اسی غزوہ میں سفر کے دوران نازل ہوئی مگر علمائے محققین فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں نہیں بلکہ کسی دوسرے سفر میں تیمم کی اجازت مرحمت ہوئی۔

روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ اسلامی لشکر نے ایک ایسے مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں دور دور تک پانی کا نشان تک نہ تھا۔ اتفاق سے حضرت صدیقہؓ رفع حاجت کے لیے لشکر سے کافی دور نکل گئیں اور انھیں واپسی میں کافی دیر ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو تلاش کرنا پڑا۔ ادھر نماز کا وقت ہو چکا تھا اور لشکر کو بہت جلد کسی ایسی جگہ پہنچنا تھا جہاں پانی مل سکتا لیکن ام المومنینؓ کی وجہ سے لشکر کو کافی دیر رکنا پڑا۔ اور پھر پیاس کی شدت اور تکلیف نے بھی مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ الگ پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ جب حضرت صدیقہؓ واپس تشریف لائیں تو آپ بہت خفا ہوئے اور غصے سے کہا:

"عائشہ! تجھے کب سمجھ آئے گی تو ہر سفر میں لوگوں کے لیے مصیبت اور پریشانی کا باعث کیوں بن جاتی ہے۔"

باپ کی ڈانٹ ڈپٹ سے پیاری بیٹی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً وحی کے نزول کے آثار ظاہر ہوئے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"مسلمانو! خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالٰی نے بنتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل تمہاری ایک بہت بڑی پریشانی دور کر دی ہے۔ اللہ تعالٰی نے ابھی ابھی مجھ پر وحیٔ صادق کے ذریعے حکم نافذ فرمایا کہ اپنی قوم سے کہہ دوں کہ کہیں سے پانی میسر نہ آ سکتا ہو یا کوئی شخص اتنا بیمار ہو کہ پانی کے استعمال سے اسے کوئی نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو وہ پاک جگہ پر ہاتھ مار کر ہاتھوں بازوؤں اور چہرے پر پھیر کر تیمم کر کے نماز ادا کر لیا کرے۔ یہ بات بھی ایسی ہی ہے جیسے پانی سے وضو کر لیا جائے۔"

لوگوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیے کہ تیمم کے نزول کا تعلق ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ کیونکر ہوا؟"

آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ابھی تھوڑی دیر پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا جنگل میں چلی گئی تھیں وہاں انھیں دیر ہو گئی اور وہ جلدی لوٹ کر نہ آ سکیں اور ہمیں وضو کے پانی کے لیے جلدی یہاں سے کوچ کرنا تھا جو اُن کی وجہ سے ہم نہ کر سکے اور نماز کا وقت تھوڑا رہ گیا۔ جب وہ واپس آئیں تو ابوبکر بہت غصے میں تھے انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹا تو ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ پس اپنی نیک بندی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اللہ تعالٰی کی رحمت جوش میں آ گئی اور اپنی بندی کی عزت اور اس کا وقار قوم کی نظروں میں اور بھی زیادہ کرنے کے لیے وضو کے لیے تیمم کی سہولت مرحمت فرما دی۔"

سبحان اللہ!

بے شک اس آسانی اور رعایت کا مرحمت ہونا تمام مسلمانوں کی گردن پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا وہ احسان ہے جس سے اُمتِ محمدیہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

marfat.com
Marfat.com

دیگر غزوات

غزوۂ بنو لحیان

یہ غزوہ بنو لحیان کے خلاف تھا جو واقعہ رجیع کے ذمہ دار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول ۶ھ ہجری میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ دو سو آدمی اور بیس گھوڑے ساتھ تھے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو خفیہ جگہ مقیم رہتے۔ آپؐ بطن غران میں پہنچے۔ اس کے اور عسفان کے درمیان پانچ میل کا فاصلہ تھا۔ بطن غران ہی میں اصحاب رجیع کو غداری کی مصیبت سے سابقہ پڑا تھا۔ بنو لحیان خوف کے مارے پہاڑ کی چوٹیوں پر بھاگ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عسفان تک گئے۔ چند سواروں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سرکردگی میں آگے بھی بھیجا لیکن بنو لحیان کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی اور آپؐ واپس تشریف لے آئے۔

غزوۂ غابہ

غابہ جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر شمال میں واقع ہے وہاں چراگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ ایک غفاری مرد اور ایک عورت ان کے نگران تھے۔ اچانک عیینہ بن حصن نے غطفان کے رسالے کے ساتھ ان پر چھاپا مارا نگرانوں کو مار کر اونٹنیاں ہنکا کر لے گیا۔

سلمہ بن الاکوعؓ کو یہ خبر سب سے پہلے ملی تو انھوں نے چھاپہ ماروں کا تعاقب کیا۔ بہترین تیر انداز تھے۔ تاک کر ایسا تیر مارتے کہ دشمن بے بس ہو کر رہ جاتا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک جمعیت لے کر پہنچ گئے

Marfat.com

اور دشمن پر چھا گئے۔

غزوہ ذی قرد

غزوۂ غابہ کو غزوۂ ذی قرد بھی کہتے ہیں کیوں کہ چھاپا مارنے والوں نے بھاگتے ہوئے چشمۂ ذی قرد پر گھبراہٹ کے عالم میں رک کر پانی پیا تھا اور پھر اسی جگہ گھیر لیے گئے۔ مجبور ہو کر حتی الامکان انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن آخر کار شکست سے دوچار ہوئے۔ اس غزوہ میں دو صحابیوں نے شہادت پائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اور ایک رات یہاں قیام فرمایا۔

ثمامہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو نجد کی طرف روانہ کیا۔ یہ جماعت نجد سے ایک دشمنِ اسلام رئیس ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے لے آئی۔ یہ رئیس بنوحنیفہ میں سے تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد کے ایک ستون سے بندھوا دیا۔ جب اس طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو پوچھا:

"ثمامہ! کیا حال ہے؟"

ثمامہ نے جواب دیا:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر مجھے قتل کرو گے تو ایک مستحق کو قتل کرو گے۔ چھوڑ دو گے تو ایک شکر گزار کو چھوڑو گے۔ اگر آزادی کے بدلے روپیہ چاہتے ہو تو بتا دو۔ وہ بھی دے دیا جائے گا۔"

پھر دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی گفتگو ہوئی۔

تیسرے روز آپ نے ثمامہ کو آزاد کر دیا۔ ثمامہ ایک درخت کے پاس گئے۔ غسل کیا اور واپس آ کر مسلمان ہو گئے۔

عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم جتنی آپ کے چہرے سے

marfat.com

Marfat.com

نفرت تھی اتنی نفرت کسی اور کے چہرے سے نہ تھی اور اب آج جتنی آپ کے چہرے سے محبت ہے اتنی محبت کسی اور کے چہرے سے نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی اور دین میری نظروں میں اس قدر بُرا نہیں تھا جتنا آپ کا دین اسلام۔ لیکن آج میری نظروں جتنی وقعت اور عزت دین اسلام کی ہے اتنی عزت وحشمت اور وقعت وعظمت خدا کی قسم کسی اور دین کی نہیں ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ یہ یکدم میری کایا کیسے پلٹ گئی۔ یقیناً یہ آپ کی نظرِ کرم کے طفیل ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرہ ادا کیا اور وطن کی طرف واپس لوٹ گئے۔

مکہ میں غلہ یمامہ ہی سے آتا تھا۔

ثمامہؓ نے کہہ دیا کہ:

"اے اہل مکہ! اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ایک دانہ اناج بھی تمہیں نہیں بھیجا جائے گا۔"

آخرکار اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے غلہ حاصل کرنے کا انتظام کیا۔

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ خندق
یا
غزوۂ احزاب

غزوۂ خندق جسے غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے اواخر شوال سنہ ۵ ہجری میں شروع ہوا۔ کفار کی طرف سے محاصرہ چوبیس راتیں جاری رہا۔ دوسری روایت میں یہ محاصرہ پندرہ راتیں رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ذی قعدہ پیر کے دن خندق پر پہنچے اور ۲۴ ذی قعدہ سنہ ۵ ہجری کو لوٹ آئے۔

اسے غزوۂ خندق تو اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے دفاع کے لیے خندق کھودی گئی جو عربوں کے لیے نئی چیز تھی۔ اور غزوۂ احزاب اس لیے کہتے ہیں کہ احزاب جمع ہے حزب کی اور حزب کے معنیٰ ہیں گروہ کے۔ چوں کہ اس غزوے میں مشرکین کے بہت سے گروہ شامل ہو گئے تھے اس لیے یہ غزوۂ احزاب کہلایا۔

اس غزوے کے اصل محرک قبیلہ بنو نضیر کے چند اکابر تھے مثلاً سلام بن ابی الحقیق نضری، حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نضری، ہوزہ بن قیس وائلی اور ابو عمارہ وائلی۔

قبیلہ بنو نضیر کو سنہ ۴ ہجری میں اس وجہ سے مدینہ چھوڑنا پڑا تھا کہ ان کی فتنہ انگیزیاں اور بدعہدیاں ناقابلِ برداشت ہو چکی تھیں۔ ان میں سے اکثر لوگ تو خیبر میں جا بسے اور بعض شمال و مغرب میں دوسرے مقامات پر چلے گئے۔

Marfat.com

ان کے دلوں میں کینہ اور عناد کی آگ دن بہ دن بھڑکتی رہی۔ چنانچہ یہ راندۂ درگاہ لوگ سب سے پہلے قریش کے پاس مکہ پہنچے اور انھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسایا۔

کفارِ مکہ نے ان سے پوچھا :

" اسے یہود! تم اہلِ کتاب ہو اور مسلمان بھی اپنے آپ کو اہلِ کتاب کہتے ہیں۔ بتاؤ ہمارا دین بت پرستی بہتر ہے یا مسلمانوں کا دینِ اسلام ؟"

ان یہودیوں نے قریش کی خوشامد اور چاپلوسی سے کام لیتے ہوئے بے تکلف کہہ دیا کہ :

" تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے یقیناً بہتر ہے۔"

قریش بڑے خوش ہوئے انہوں نے ان یہودیوں کی آواز پر لبیک کہا ان کی ہر طرح سے خاطر تواضع اور وسیع پیمانے پر مہمان نوازی کی اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ نسأ میں ان ہی یہودیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" کیا تم ان لوگوں کا حال نہیں دیکھتے جنھیں کتاب اللہ کے علم میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا اب کس طرح وہ بتوں اور شریر قوتوں کے معتقد ہو گئے ہیں اور کافروں کی نسبت کتنی ڈھٹائی اور بے حیائی سے کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے تو کہیں زیادہ یہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں۔ یقین کرو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑی اور جس کسی پر اللہ کی پھٹکار پڑتی ہے تو ممکن نہیں کسی کو تم اس کا مددگار پاؤ۔"

قریشِ مکہ کو اپنا ہم نوا بنا کر یہ یہودی اکابر غطفان کے پاس جا پہنچے اور

marfat.com
Marfat.com

انھیں بھی قریش کی تیاری کا حوالہ دے کر آمادۂ جنگ کر لیا۔

ظاہر ہے کہ بیسیوں گروہ مل کر ایک بہت بڑی جنگی قوت میدان میں لا سکتے تھے اور مسلمانوں کے لیے ظاہری طور پر کھلے میدان میں اس ٹڈی دل لشکر کے ساتھ مقابلہ کرکچھ آسان نہ تھا اور دوسری طرف ایک مصیبت یہ بھی تھی کہ نضری یہودیوں کے بھائی بند بنو قریظہ جو اب تک مدینہ ہی میں مقیم تھے ان کے متعلق کلی طور پر یہ اطمینان نہ تھا کہ اگر وہ اپنے لیے مناسب موقع پائیں گے تو اس صورت میں بھی بدعہدی سے باز رہ سکیں گے۔ جب کہ اغلب امکان یہی تھا کہ وہ ایسے نازک وقت میں بدعہدی ضرور کریں گے۔

دفاعی اقدام

جب حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوا کہ کینہ و عداوت کی سیاہ اور پُرشور گھٹائیں ہر طرف سے مدینہ کی پر یلغار کرنے کا ارادہ کر رہی ہیں تو یہ وقت آپ کے لیے خصوصی طور پر لمحۂ فکریہ تھا آپ فوراً دفاع کی تدبیروں کی طرف متوجہ ہوگئے شہر کی تین اطراف یعنی مشرقی مغربی اور جنوبی جانب سے دشمن کے حملے کا امکان نظر انداز کیا جا سکتا تھا کیوں کہ ان تینوں اطراف میں گھنے باغات اور بڑے بڑے درخت کثیر تعداد میں تھے جن میں سے کوئی بڑی فوج گزر کر شہر پر حملہ آور نہیں ہو سکتی تھی جب کہ اس ارادہ کی صورت میں فوجی بمشکل ایک ایک کی قطار باندھ کر آ سکتے تھے اور اس حالت میں انھیں راستے ہی میں موت کے گھاٹ اتار دینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

لیکن !

شمالی سمت میں دشمن کی روک تھام کے لیے قدرتی طور پر کوئی رکاوٹ موجود نہ تھی۔ اس طرف سے دشمن بہ آسانی شہر میں داخل ہو سکتا تھا اور اسی طرف سے شبخون کا خطرہ بھی لاحق تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نئی اور لازمی فکر

Marfat.com

بھی یہی تھی۔ چونکہ دشمن انتہائی حد تک عیّار اور کینہ توز تھا اس لیے آپؐ کو زیادہ تر خدشہ اسی بات کا تھا کہ دشمن ضرور شبخون مارے گا۔ اور یہ حربہ کسی بھی شہر اور فوج کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوا کرتا تھا۔

آپ نے فوراً مجلسِ مشاورت طلب کی۔ اور ہر ایک کی رائے دریافت کی کہ شہر کے دفاع کے لیے کیا تدبیر ہونی چاہئے۔

ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق رائے دی لیکن کوئی رائے قابلِ قبول ثابت نہ ہوئی۔ آخر کار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کے گرد خندق کھودنے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ ایران میں اسی طریقہ کو کئی بار آزمایا گیا ہے جو ہمیشہ کامیاب رہا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیال ہی خیال میں خندق پر عمیق نظروں سے غور کیا تو آپؐ کو یہ طریقہ بے حد بلکہ سو فیصد سود مند معلوم ہوا۔ آپؐ نے فوراً یہ تجویز منظور کرلی کیوں کہ درحقیقت اس دور کے وسائلِ حملہ و ہجوم کے پیشِ نظر خندق ہی بچاؤ اور روک تھام کا ایک مؤثر اور پائیدار ذریعہ ثابت ہوسکتی تھی۔

یہ امور بھی مدنظر تھے کہ بلاشبہ حملہ آوروں میں سے کچھ نڈر اور دلیر آدمی گھوڑے کدا کر خندق کو پھلانگتے ہوئے خندق کے پار آسکتے تھے اور بعد میں پار آئے بھی مگر انھیں بڑی آسانی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا تھا اور جیسا کہ انھیں ہلاک کیا بھی گیا۔

سب سے بڑا اور بطورِ خاص توجہ طلب امر یہ تھا کہ خندق کھُد کر مکمل ہو جانے کے بعد شہر پہ شبخون مارنے کا خطرہ بالکل ختم ہوگیا۔

خندق کا طول وعرض اور گہرائی

خندق کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی کے بارے میں مختلف اندازے کیے گئے ہیں مثلاً:

marfat.com
Marfat.com

١۔ ہر دس آدمیوں کے ذمے چالیس وراع ساٹھ فٹ یا بیس گز خندق کھودنے کا کام لگایا گیا تھا۔

٢۔ اس کام پر تین ہزار آدمی مقرر کیے گئے۔

٣۔ یہ خندق چھ روز میں تیار ہوئی۔ بعضوں کے نزدیک تین ہفتوں میں۔

٤۔ یہ خندق چھ ہزار گز یعنی قریباً ساڑھے تین میل لمبی تھی۔

٥۔ اس کی چوڑائی دس گز تھی۔

٦۔ اس کی گہرائی قریباً دس گز تھی۔

٧۔ خندق حرۂ شرقی کے اس مقام سے شروع ہوئی تھی جسے شیخین کہا جاتا تھا اور جبل سلع تک پہنچی۔

٨۔ مختلف محلوں اور کوچوں کے رہنے والوں نے دیکھا دیکھی اپنی حفاظت آپ کے مقولے پر عمل کرتے ہوئے اپنی اپنی حد کے آگے خود بھی خندق کھود لی تھی یوں شہر کی دیگر اطراف میں بھی دو تین میل تک خندق کھد گئی اور اس طرح مجاہدین کا کام آسان ہو گیا۔ اور یوں بعض آطام یعنی قلعہ نما عمارات مدینہ کے ارد گرد بھی خندقیں کھودی گئیں اور قبا میں بھی بعض قبائل نے اپنے قلعوں کی حفاظت کے لیے خندقیں تیار کریں۔

جفاکشی حالات بہت نازک تھے۔ مدینہ منورہ میں موسم سخت سردی کا تھا۔ غذائی سامان کی بہت قلت تھی۔ پھر خندق کھودنے کے لیے نہ نوکر تھے نہ مزدور۔ راہ حق میں جانیں قربان کرنے والے جن مجاہدین کو عساکرِ احزاب کی بلائے بے درماں سے لڑنا تھا انہی مجاہدین کو خندق بھی تیار کرنا تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کی اہمیت کے پیش نظر بہ نفس نفیس ہر وقت موقع پر موجود رہتے تھے۔ آپ کے لیے ایک خیمہ جبل ذباب پر نصب کر دیا گیا تھا۔ آپ صحابہ کرام کے دوش بہ دوش خندق کھودنے اور مٹی کو

Marfat.com

باہر نکالنے کا کام سرانجام دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کام کی مسلسل نگرانی کے سبب شب بیداری اور محنت و مشقت سے چوُر ہو کر تھوڑی دیر آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے۔ اور نیند آ گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ آپ کے سرہانے کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں کو قریب نہ آنے دیں اور نہ پاس سے گزرنے دیں مبادا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑے۔

معجزہ

واہ سبحان اللہ وہ بھی کیا شاندار اور روح پرور منظر تھا جب آقا اور غلام مخدوم اور خادم ایک ساتھ خندق کھود رہے تھے۔ دو جہانوں کا سردار ہاتھوں میں کدال لیے تین دن کے فاقے سے پیٹ پر پتھر باندھے مہاجرین اور انصار کے درمیان خندق کھودنے میں برابر کا شریک نظر آ رہا تھا۔ بھوک کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے کدالیں چلا رہے تھے مگر عشقِ الٰہی میں سرشار مجاہدین اور سپہ سالارِ اعظم اس سنگلاخ زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز طور پر بے پناہ قوت اور ہمت و شجاعتِ مردانہ کے ساتھ مشغول تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کھودتے وقت ایک جگہ نہایت سخت چٹان سدِّ راہ بن گئی۔ جس کی وجہ سے سب لوگ عاجز آ گئے کیونکہ کدالوں کی ضربات اس پر اثر انداز نہیں ہوتی تھیں۔ اسے ہٹائے یا ضائع کیے بغیر کھدائی کا کام آگے جاری نہیں رہ سکتا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی۔ آپ فوراً تشریف لائے ایک نظر چٹان کو دیکھا اور کدال سر سے اونچی لے جا کر بسم اللہ کہا اور نہایت

marfat.com
Marfat.com

بھرپور ضرب پتھر پر لگائی ایک بجلی سی چمک گئی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک شام کے محلات دکھائی دیئے۔ دوسری بار ضرب لگائی پھر بجلی سی چمکی اور فارس کے محلات نظر آئے۔ تیسری دفعہ ضرب پڑی تو ملک یمن کے شہروں کو دیکھا گیا۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور پے در پے ضربات سے پتھر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی تھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ میری امت ملک شام، فارس اور یمن کے شہروں کو ضرور فتح کرے گی۔

غنیم کا لشکر

دشمن کے لشکر کی تعداد کے بارے میں مختلف بیانات سے سابقہ پڑتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق دشمن کی فوج کی تعداد دس ہزار بتائی گئی ہے جب کہ دوسری روایت کی رُو سے یہ تعداد چوبیس ہزار سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔

مختلف کتابوں میں جو تفصیلات ملتی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔ قریش اور ان کے حلیف عرب چار ہزار کے قریب تھے۔
۲۔ سالارِ اعلیٰ یا سالارِ کل متفقہ طور پر ابوسفیان بن حرب تھا۔
۳۔ ان کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ تھے۔
۴۔ بنو سلیم مرالظہران میں قریش سے آکر ملے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ ان کا سالار ابوسفیان بن عبد شمس تھا۔
۵۔ فزارہ یعنی غطفان کے پورے قبیلے کے جنگجو آدمی اس لشکر میں شامل ہوئے۔ ان کا سالار عیینہ بن حصن تھا۔
۶۔ ان کے ساتھ ایک ہزار اونٹ تھے۔
۷۔ بنو مرّہ کی تعداد چار سو تھی۔
۸۔ ان کا سالار الحارث بن عوف تھا۔

Marfat.com

۹۔ بنو اشجع کی تعداد چار سو تھی۔

۱۰۔ ان کا سالار مسعود بن رخیلہ تھا۔

۱۱۔ بنو اسد کا قبیلہ بھی اس لشکرِ قریش میں شامل تھا۔

۱۲۔ ان کے سالار کا نام طلحہ بن خویلد الاسدی تھا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے قبیلے لشکر میں شامل تھے اور باہم مشورے سے تمام گروہوں کے تین جیش بنا لیے گئے تھے:

۱۔ قریش اور ان کے حلیف عرب۔ ان کا سالار ابوسفیان بن حرب تھا۔

۲۔ غطفان۔ ان کا سالار عیینہ بن حصن فزاری تھا۔

۳۔ بنو اسد۔ ان کا سالار طلحہ بن خویلد تھا۔

ابوسفیان بن حرب کو ان تینوں جیشوں کا سالارِ کل بھی مان لیا گیا تھا۔

دشمن کے پڑاؤ دشمن کے اتنے بڑے لشکر کے لیے ایک جگہ پر مقام کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا دو قیام گاہیں تجویز کی گئیں۔

۱۔ قریش کا لشکر بیر رومہ کے شمال میں اس مقام پر ٹھہرا جہاں وادی قنات اور وادی عقیق کا اتصال ہوتا ہے۔ جنگِ اُحد میں بھی قریش کے لشکر نے اسی جگہ قیام کیا تھا۔

۲۔ غطفان اور ان کے حلیف جبلِ اُحد کی مغربی جانب اس جگہ ٹھہرے جہاں وادی قنات اور وادی بطحان ملتی ہیں۔ اس مقام کا نام "ذنب نقمی" تھا۔

اس صورت حال کے تحت دونوں گروہ ایک دوسرے کے قریب بھی تھے تاکہ بوقتِ ضرورت آپس میں آسانی سے کوئی مشورہ کر سکیں اور الگ الگ بھی تھے۔ جب کفار نے مدینہ کے اردگرد خندق کھدی دیکھی تو وہ دفاع کی ایک نئی ترکیب دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور پریشان بھی کہ وہ اپنے

Marfat.com

دلوں میں جو مدینہ پر یکبارگی حملہ کرنے کا ارمان لے کر آئے تھے وہ خندق کی وجہ سے ملیا میٹ ہو گیا تھا۔

لڑائی کی کیفیت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قلعہ نما عمارتوں میں پہنچا دیا۔ عبداللہ بن مکتومؓ کو مدینہ منورہ کا انتظام سونپا اور خود تین ہزار مجاہدین کے ساتھ خندق پر ڈٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کوہ جبل سلع کے قریب تھا کیوں کہ زیادہ خطرہ بھی شاید شمال اور مغرب ہی کی طرف سے تھا جدھر دشمن کے لشکروں کی قیام گاہیں تھیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے مختلف دستے خندق کے مختلف حصوں کی پہرے داری پر مامور تھے۔

چوں کہ خندق کو دیکھتے ہی دشمن کے لیے یکبارگی حملہ کرنے کی کوئی صورت تو باقی نہیں رہی تھی البتہ انھوں نے قریش میں سے ابوسفیان، خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ہبیرہ بن ابی وہب اور ضرار بن الخطاب فہری نے اپنی اپنی باری مقرر کر لی تھی۔ ان میں سے کسی دن کوئی اور کسی دن کوئی اپنا جیش لے کر خندق کے کنارے پہنچ جاتا اور تیر اندازی اور سنگباری کرنا شروع کر دیتا۔ کبھی کبھی قریش کے بعض جوان گھوڑوں پر سوار ہو کر خندق کے مختلف حصوں کا جائزہ لیتے دکھائی دیتے۔ غالباً وہ یہ معلوم کرتے تھے کہ اگر کہیں سے خندق کی چوڑائی کچھ کم ہو تو وہ اپنے گھوڑے دوڑا کر کداتے ہوئے خندق کو پار کر لیں۔

نوفل بن عبداللہ اور عمرو بن عبدِ وُدّ کا قتل

ایک دن عکرمہ بن ابی جہل، نوفل بن عبداللہ مخزومی، ضرار بن الخطاب فہری، ہبیرہ بن ابی وہب اور عمرو بن عبدِ وُدّ خندق عبور کرنے

marfat.com
Marfat.com

میں کامیاب ہو گئے۔

ابن عبدِ وُدّ نے مقابلے کے لیے پکارا۔ عمرو بن عبدِ وُدّ عرب کے دلیر اور مشہور بہادروں میں سے ایک تھا اور تنہا ایک ہزار بہادروں کے برابر تسلیم کیا جاتا تھا۔ اسے کوئی شکست نہ دے سکا تھا۔ کفار کی تمام امیدیں اس جنگ میں اسی کے ساتھ وابستہ تھیں۔ اگرچہ اس کی عمر نوّے برس سے اوپر ہو چکی تھی تاہم اس کی دلیری اور طاقت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ سبھی اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے مقابلے پر آئے۔

ابن عبدِ وُدّ کا قول تھا کہ اگر اس سے مقابلہ کرنے والا مجھ سے تین کوئی سی باتوں کی درخواست کرے گا تو میں ان میں سے ایک ضرور مان لوں گا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قول کے مطابق اس سے تین باتیں کہیں :

حضرت علیؓ نے اسے کہا :

"تو اسلام قبول کر لے۔"

ابن عبدِ وُدّ نے جواب دیا :

"یہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات کہہ۔"

حضرت علیؓ نے کہا :

"مجھ سے نہ لڑ مارا جائے گا اس لیے واپس چلا جا۔"

عبداللہ ابن عبدِ وُدّ نے جواب دیا :

"یہ بھی مشکل ہے۔ آیا ہوں تو لڑوں گا ضرور۔ تیسری بات ؟"

حضرت علیؓ نے کہا :

"تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جا۔"

marfat.com
Marfat.com

عمرو ابن عبدِ وُدّ نے قہقہہ لگا کر کہا :

" مجھے ہرگز یہ امید نہ تھی کہ اس آسمان کے نیچے میری شخصیت کو پہچان لینے کے بعد بھی کوئی جوان مجھ سے مقابلہ کی خواہش کرے گا۔"

عمرو ابن عبدِ وُدّ اپنے گھوڑے سے اترا اور پوچھا :

" ہاں تو اے نوجوان تمہارا نام کیا ہے ؟"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا :

" میرا نام علی ابن ابی طالب ہے۔"

ابن عبدِ وُدّ نے مایوس کن لہجے میں کہا :

" نہیں بھئی ۔ تم میرا جوڑ نہیں ہو ۔ میں تم سے نہیں لڑوں گا۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا :

" لیکن میں تو تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ میں تم سے ہرگز کمزور نہیں ہوں۔"

یہ بات سن کر عمرو ابن عبدِ وُدّ کو بڑا طیش آیا ۔ چنانچہ اس نے غصے میں آکر تلوار کا بھرپور وار سر پہ کرتے ہوئے کہا :

" اچھا تو لے پھر سنبھال وار کو۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا وار اپنی سپر پہ روکا مگر ابن عبدِ وُدّ کی ضرب اتنی زوردار تھی کہ سپر کو کاٹتی ہوئی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی پیشانی کو زخمی کر گئی ۔

اب حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی باری تھی ۔ انھوں نے اپنی تلوار سے عمرو ابن عبدِ وُدّ پہ وار کیا ۔ ابن عبدِ وُدّ نے حتی الامکان وار کو روکنے کی کوشش کی لیکن یہ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالفقار بن اور خیبر شکن کا ہاتھ تھا ان کے آگے عمرو ابن عبدِ وُدّ کی کیا حقیقت تھی ۔ ابن عبدِ وُدّ سے وار کی کاٹ روکی نہ جا سکی ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ابن عبدِ وُدّ کا شانہ کاٹتی ہوئی نیچے تک

marfat.com
Marfat.com

اتر آئی اور وہ مردود زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً دوسرا وار کیا اور ابنِ عبدِ وُدّ کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے۔

مولانا شبلی مرحوم فرماتے ہیں کہ :

"قاموس میں درج ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالقرنین اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ ایک عمرو بن عبدِ وُدّ کی تلوار کا اور دوسرا ابن ملجم کے خنجر کا۔"

طبقاتِ ابنِ سعد میں ہے کہ جب ابنِ عبدِ وُدّ کے ساتھیوں کو معلوم ہوا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور خود بھی ان لوگوں پر حملہ آور ہو گئے۔ کافر ان کے حملے کی تاب نہ لا سکے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ وہ سوار تھے اس لیے ضرار اور ہبیرہ تو جان بچا کر جانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن ان کا تیسرا ساتھی نوفل بن عبداللہ مخزومی خندق کو پھلانگتے ہوئے گھوڑے سے خندق میں گر پڑا۔ مجاہدین اس پر پتھر برسانے لگے۔ عبداللہ کا بیٹا نوفل چلا کر کہنے لگا :

"مسلمانو! میں شریفانہ موت مرنا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق میں کود گئے اور تلوار کے ایک ہی وار سے نوفل کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے کہ ایک کافر کے لیے مسلمان کے ہاتھوں یہی ایک شریفانہ موت ہو سکتی ہے۔

سخت جنگ

جس روز عمرو بن عبدِ وُدّ اور نوفل بن عبداللہ مارے گئے، اس سے دوسرے روز قریش نے زبردستی ان کی لاشیں اٹھا لے جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر انھوں نے خندق کے دوسری طرف پھیلا دیا جس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما

Marfat.com

تھے ادھر قریش کا لشکر بھی زیادہ تھا۔ اس لشکر میں خالد بن ولید بھی تھے جو کہ ابھی اسلام کے حلقہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

حملے کا یہ دن بہت سخت تھا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ کفار ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کی بارش کی مانند برسا رہے تھے۔ لمحہ بھر کے لیے بھی تیروں کا یہ مینہ تھمنے نہیں پا رہا تھا۔ یہی وہ دن ہے جس کا ذکر حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر چار نمازیں قضا ہو گئیں اس دن آپ کو ایک سیکنڈ کی بھی فرصت نہ مل سکی کہ ایک بھی نماز ادا کر سکتے کیوں کہ مسلسل تیر اندازی اور سنگباری کے لیے اپنی جگہ سے ہٹنا نقصان دہ تھا۔

شام تک یہ جوش و خروش جاری رہا۔

پھر قریش تو اپنی قیام گاہ کی طرف واپس چلے گئے اور مجاہدین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی طرف واپس لوٹ آئے۔ چند مسلمان اسید بن حُضیر کے ساتھ خندق کی نگرانی کے لیے وہاں موجود رہے۔

خالد بن ولید نے مڑ کر دیکھا تو خندق پر تھوڑے مسلمان نظر آئے وہ اپنے چند ساتھیوں کو ہمراہ لے کر پھر پلٹ آیا اور پھر سے لڑائی شروع کر دی۔ اس موقع پر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی نے اپنا چھوٹا نیزہ تاک کر حضرت طفیل بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پھینکا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ یہ بنی سلمہ میں سے تھے۔ اس کے بعد کافر پھر واپس لوٹ گئے

حضرت سعد بن معاذ رضؓ

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب کا بے حد المناک واقعہ یہ ہے کہ اس جنگ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار اور انصار کا فولادی آہنی بازو تھے زخمی ہو گئے ان کی رگِ اکحل کٹ گئی تھی۔ یہی زخم ان کی وفات کا باعث ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس قلعہ نما عمارت میں مقیم تھیں ان کے

marfat.com
Marfat.com

ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ بھی مقیم تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدانِ جنگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو ان کی زرہ اس قدر چھوٹی تھی کہ ان کے دونوں ہاتھ زرہ کی دست برد سے باہر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ دیکھ کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ سے فرمایا:

"کیا ہی اچھا ہوتا جو زرہ تھوڑی سی اور بڑی ہوتی تاکہ سعدؓ کے ہاتھ بھی محفوظ ہو جاتے۔"

اور پھر یہ اتفاق ہی تھا کہ حبان بن قیس معروف بہ ابن العرقہ نے نشانہ لے کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کلائی میں تیر مار دیا جس سے رگِ اکحل کٹ گئی اور کلائی میں سے خون جاری ہو گیا۔

عرقہ حبان کی ماں تھی جس کا اصل نام قلابہ تھا لیکن وہ عرقہ کے لقب سے مشہور تھی اور حبان اسی کی نسبت سے ابن العرقہ کہلاتا تھا۔

اکحل وہ رگ ہے جسے ہفت اندام بھی کہتے ہیں کیونکہ اگر یہ رگ سیدھا کسی تیز دھار آلے سے کٹ جائے تو اس فصد سے سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں سے بہ یک وقت خون جاری ہو جاتا ہے اور اکٹھا ہو کر ہفت اندام رگ کے ذریعے خارج ہونے لگتا ہے۔ اگر خون کے بند کرنے کا فوری طور پر کوئی انتظام نہ کیا جائے تو جسم کا سارا خون بہہ جاتا ہے اور مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

زخمی ہوتے ہی سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ ہفت اندام رگ کے کٹ جانے اور خون بہہ جانے سے موت بالکل قریب ہے۔ انھوں نے بڑے یقین کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ:

"بارِ الٰہا! اگر ہمارے اور قریش کے درمیان ابھی لڑائیاں باقی ہیں تو مجھے زندہ رکھ کیونکہ مجھے قریش ہی کے خلاف جہاد کرنا سب سے

marfat.com
Marfat.com

زیادہ پسند ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اذیتیں پہنچائی ہیں اور اگر قریش کے ساتھ ہماری لڑائیاں ختم ہو چکی ہیں تو بے شک مجھے شہادت عطا فرما دے کیوں کہ میں موت سے نہیں ڈرتا مگر اس سے پیشتر کہ میں موت کا مزا چکھوں بنو قریظہ کی جانب سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوئی اور اس کے بعد قریش کے ساتھ پھر کوئی لڑائی نہ ہوئی اور ان کی زندگی ہی میں بلکہ ان ہی کی ثالثی میں بنو قریظہ کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد ان کا وہی زخم پھر ہرا ہو گیا اور اسی زخم کی وجہ سے انھوں نے شہادت پائی۔

غطفان سے معاہدہ کی رائے

لشکرِ کفار کی زیادتی کی وجہ سے حالات اس درجہ تشویش انگیز ہو چکے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بات انصار کے لیے خاص طور پر بہت بڑی مصیبت ہے لہٰذا کفار کے لشکر میں تخفیف کی کوئی صورت نکالنا ضروری ہے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ بنو غطفان کے ساتھ اس شرط پر معاہدہ کر لینا چاہیے کہ مدینہ منورہ کی پیداوار کا ایک تہائی انھیں دے دیا جائے اس کے عوض وہ قریش کا ساتھ چھوڑ کر اپنے علاقے میں واپس لوٹ جائیں۔ یہ خیال قلبِ اقدس میں اس لیے پیدا ہوا کہ لشکرِ کفار میں بنو غطفان کی تعداد کافی تھی اس فیصلہ پر عمل درآمد ہو جاتا تو لشکرِ قریش میں کافی تخفیف ہو جاتی۔

چنانچہ آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا اور ان دونوں کی رائے طلب کی۔

ان دونوں نے ایک ہی جواب دیا کہ :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اقدام کا

marfat.com
Marfat.com

حکم فرمایا ہے تو ہم بسر وچشم تعمیلِ حکم کے لیے حاضر ہیں اور اگر کوئی اور وجہ ہے تو وضاحت سے فرمایئے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

" یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو نہیں ہے۔ صرف تمھاری خاطر مَیں نے ایسا سوچا ہے۔ کیوں کہ دشمن نے اکٹھا ہو کر تم پر تیر اندازی اور سنگباری شروع کر رکھی ہے اور مَیں اس طریقہ سے دشمن کی شان وقوت اور اجتماعی برتری کو توڑنا چاہتا ہوں۔"

سعد بن معاذؓ نے عرض کیا :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کافر اور مشرک تھے تو اس وقت بھی ہم نے کسی دشمن کی ایسی برتری کو تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی کو اس طرح ہم سے خراج وصول کرنے کی جرأت ہوئی تھی اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت عطا فرمائی ہے۔ ایمان جیسی لازوال نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں اسلام کے ساتھ عزت بخشی ہے اور ہمیں آپ کی غلامی نصیب فرمائی ہے اور آپ کی اُمّت ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے تو اتنی ساری سعادتوں کے ہوتے ہوئے یہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہم اپنا مال کافروں کے حوالے کر کے ان کی نیت پر بھروسہ کریں ہمارے پاس تو ان کافروں کے لیے سوائے تلوار اور جہاد کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضورؐ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ ہمیں رائے عالیہ کے خلاف انکار کی مجال نہیں۔ ہم غلاموں کے سر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تابع داری میں جھکنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" مرحبا ! مرحبا ! مرحبا ! مجھے تمھاری رائے سے اتفاق ہے۔ یقین رکھو! اللہ پاک ہماری فتح وکامرانی کی کوئی دوسری سبیل پیدا فرمادے گا۔"

دو ہفتے اسی طرح گزر گئے۔

marfat.com
Marfat.com

طرفین سے تیر اندازی ہوتی رہی۔

آخرکار ایک دن قریش کے چند سوار ایک جگہ سے خندق پھاند کر اندر چلے آنے میں کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے آتے ہی مسلمانوں کو مقابلہ کے لیے للکارا۔ لیکن انھیں جلد ہی قتل کر دیا گیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مسلمانوں کی عورتیں اور بچے جس احاطہ میں محفوظ تھے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی حفاظت پر مقرر کیے گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اچانک دیکھا کہ ایک یہودی قلعہ کے گرد بار بار چکر لگا رہا ہے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ یہ جاسوسی کی غرض سے ادھر آیا ہے۔ انھوں نے حضرت حسان سے کہا کہ :

"یہ دشمنوں کا جاسوس ہے ایسا نہ ہو کہ یہ دشمنوں کے پاس جا کر ہماری خبر جا کرے اور ہماری عزت خطرے میں پڑ جائے لہٰذا فوراً اسے قتل کر دو۔"

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر کیا کہ :

"میں اس کام کا اہل نہیں ہوں۔"

یہ جواب سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غصے میں بھر گئیں انھوں نے خود خیمے کی ایک موٹی سی چوب ہاتھ میں لی اور چپکے سے یہودی کے پیچھے جا کر اس زور سے چوب اس کے سر پر ماری کہ اس کا بھیجا نکل کے رکھ دیا اور وہ مردود اسی جگہ فی النار والسقر ہوا۔ پھر کسی یہودی کو ادھر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سردی کا موسم تھا۔ روز بہ روز جاڑے کی شدت بڑھتی جاتی تھی اور محاصرہ کو بھی کافی دن گزر چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی :

"اے قرآن کے نازل کرنے والے خدا ! اور اے جلد حساب لینے والے رب العالمین ! تو مشرکین کے ان گروہوں کو شکست ایسی لعنت سے دوچار کر !

marfat.com
Marfat.com

الٰہی! تو انھیں فرار کا راستہ دکھا! تو ان کے قدم ڈگمگا دے! بلاشبہ تُو ہی ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ تیرے یہ مُٹھی بھر جاں نثار بندے تیری ہی نصرت و اعانت پر مشرکین کے مقابلے میں ڈٹ گئے ہیں۔ اے میرے مالک تُو ان کی مدد فرما۔"

بنو قریظہ کی بدعہدی

محاصرے میں آئے ہوئے بیس سے زیادہ دن گزر چکے تھے اور اب غزوۂ خندق کا بے حد نازک وقت آ پہنچا تھا جس کے لیے ساز باز غالباً آغاز ہی سے خفیہ خفیہ شروع ہو چکی تھی چوں کہ خندق کی وجہ سے عام یورش کے لیے کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی اس لیے اب غنیم کو اس کی تعداد کی کثرت ہی کچھ فائدہ پہنچا سکتی تھی۔

متبادل صورت یہ تھی کہ جو یہودی اکابر قریش و غطفان وغیرہ احزاب کو اکٹھا کر لائے تھے اب ان اکابر یہودیوں کو مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ مدینہ کے یہودیوں کو بھی اس امر پر مجبور کریں کہ وہ اندر سے جنگ کا آغاز کریں تاکہ مسلمان اندرونی شورش کو فرو کرنے کے لیے اپنی توجہ ادھر مبذول کریں اور ہمارے لشکر کو کسی نہ کسی جگہ سے خندق پلٹنے کا موقع مل جائے۔ اس طرح جب مسلمان دو طرف سے چکی کے پاٹوں میں گھر جائیں گے تو انھیں بہت جلد ختم کیا جا سکے گا۔

چنانچہ حیی بن اخطب نضری بنو قریظہ کے پاس پہنچا۔ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے جب سنا کہ حیی بن اخطب آ رہا ہے تو اس نے اپنے قلعے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور حیی بن اخطب کے زور زور سے چیخنے چلانے اور پکارنے کے باوجود نہ کھولا اور بار بار یہی جواب دیا کہ:

"اے حیی بن اخطب چپ چاپ واپس لوٹ جاؤ کیونکہ میں محمد (صلعم) سے حلیفانہ معاہدہ کر چکا ہوں اور اب اس عہد کو توڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں اس لیے کہ میں نے محمد (صلعم) سے صداقت اور وفائے عہد کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔"

marfat.com
Marfat.com

حیّ بن اخطب بھی اَڑ گیا وہ ملاقات کیے بغیر واپس نہ جانا چاہتا تھا۔ آخرکار اس نے اپنی مہمانداری میں بخل سے کام لینے کا طعنہ دے کر دروازہ کھلوا ہی لیا۔ جب دونوں روبرو ہوئے تو حیّ بن اخطب نے کہا :

" اے کعب سُن ! میں تیرے لیے زمانے کی عزت اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کے آیا ہوں۔ قریش اور غطفان اپنے تمام سرداروں اور رئیسوں کے ساتھ میدان میں آچکے ہیں۔"

کعب نے حقارت سے جواب دیا :

" اے حیّ ! تُو میرے لیے زمانے کی عزت نہیں بلکہ ذلت لے کے آیا ہے اور یہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نہیں بلکہ یہ ایک ایسا کثیف بادل ہے جس کا پانی ختم ہو چکا ہے۔ یہ بادل گرجتا کڑکتا ضرور ہے لیکن برستا نہیں کیونکہ اس میں ہے ہی کچھ نہیں !"

حیّ بن اخطب نے اسے پھسلانے کی کوشش کی :

" میں کہتا ہوں تو میری بات پر یقین تو کر کے دیکھ۔ تُو جو شرائط چاہے گا میں قریش و غطفان سے وہی منوا دوں گا۔"

کعب نے ہاتھ لہرا کر کہا :

" بس بس ختم کر اب۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔"

لیکن حیّ بن اخطب بھی کہاں ٹلنے والا تھا آخرکار اس نے کعب بن اسد کو یہ عہد کر کے پیمان شکنی پر رضامند کر لیا کہ :

" اگر قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے تمام ساتھیوں کو ختم کیے بغیر یہاں سے لوٹ گئے تو میں بھی ان کا ساتھ چھوڑ کر تمھارے ساتھ اسی قلعے میں آ بیٹھوں گا اور پھر مسلمانوں کے ہاتھوں جو حالت تم پر گزرے گی وہی میں بھی قبول کر لوں گا۔"

marfat.com
Marfat.com

فتح ونصرت کی نوید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی تو انھوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیسِ اوس اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیسِ خزرج کو تحقیقِ احوال کے لیے بھیجا۔ عبداللہ بن رواحہ اور خوّات بن جبیر رضوان اللہ تعالیٰ عنہم بھی ساتھ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تاکید کر دی کہ اگر معاملہ دگرگوں دیکھو تو واپس آکر اشارے سے بات کرنا تاکہ مسلمانوں کی دل شکنی نہ ہو۔

چاروں حضرات نے کعب بن اسد رئیسِ قریظہ سے بات کی لیکن اس کا تو رنگ ہی بدل چکا تھا اور یہ کعب اب وہ کعب نہیں رہا تھا جس نے حیّ بن اخطب سے قلعہ بند ہو کر اور پکار کر تین بار یہی کہا تھا کہ :

"میں محمد (صلعم) سے عہد شکنی نہیں کر سکتا کیوں کہ میں نے انھیں کبھی صداقت اور وفائے عہد کے خلاف نہیں پایا۔"

سعد بن معاذؓ نے اس بدعہدی پر اسے لعن طعن بھی کی اور بُرے انجام سے بھی ڈرایا لیکن کعب کا دل عہد شکنی کے ساتھ یہ خواب بھی دیکھنے لگا تھا کہ باہر سے جو بھاری لشکر آیا ہے وہ مسلمانوں کو ضرور ختم کر دے گا اور جلاوطن یہودی پھر سے مدینہ جا کر آباد ہو جائیں گے اور عہدِ ماضی کی طرح اقتدار حاصل کر لیں گے۔

یہ چاروں حضرات جب واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اشارے سے بات اور مقصد بیان کیا۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے صرف یہ الفاظ کہے :

"عضل وقارہ ...."

جس نے سنا اس کے پلّے کچھ نہ پڑا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری بات سمجھ گئے۔ عضل وقارہ دو قبیلے پہلے غداری کر چکے تھے۔ آپؐ نے اس اشارے کو سمجھ لیا کہ عضل وقارہ کی طرح بنو قریظہ نے بھی غداری کی ہے۔ یہ بات سُنتے

marfat.com
Marfat.com

ہی آپ نے پکار کر مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت سنا دی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ دیکھ رہے تھے اس کا اندازہ دوسرے لوگ کیونکر کر سکتے تھے۔ یقیناً اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ بنو قریظہ کی غداری سے قریش و غطفان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا اور ان کی اپنی تقدیر کے افق پر تاریکی چھا گئی اور ان کے مقدر اندھیروں میں ڈوب گئے۔

دشمنوں میں پھوٹ

عین اس موقع پر جب مسلمان دشمن کے محاصرے سے تنگ آ گئے تھے اور میدان میں کھلی لڑائی اور فتح کی بھی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی وہ قبول ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار میں سے ایک شخص نعیم بن مسعود اشجعی کے دل کو نورِ ایمان سے منور کر دیا اور وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بے پناہ محبت پیدا کر دی اور اس کے دل میں یہ بات بھی ڈال دی کہ یہاں کفار میں رہ کر مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ نو مسلم بہت دانش مند، دُور اندیش، ضابط اور مخلص آدمی ثابت ہوا۔ اس نے خوب غور و فکر کے بعد اسلام قبول کیا اور کسی کو بھی اس حقیقت سے آگاہ نہ کیا۔ اس نے خود ہی اندازہ کر لیا یا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ذہن اور دل و دماغ کو روشن کر دیا اور اس کی سوچ کے دھارے خود اس تدبیر کی طرف پھیر دیئے تھے۔ اس نے خود ہی اندازہ کر لیا کہ دشمن میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اسے کیا کچھ کرنا چاہیئے۔

اسے معلوم ہو چکا تھا کہ حیی بن اخطب نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو شیشے میں اتار لیا ہے۔ اس نے دل میں قسم کھائی کہ میں بھی بنو قریظہ کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ اس کی نسل ہی ختم ہو جائے گی۔ میں اسے دھوبی کا کتا بنا کے چھوڑوں گا، تاکہ نہ وہ قریش کے کام کے رہیں اور نہ مسلمانوں کے کام کے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ سب کچھ سوچ کر پہلے وہ کعب بن اسد کے پاس پہنچا کیوں کہ اس کے ساتھ اس کے اچھے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس نے کعب سے کہا :

" میں نے سنا ہے تم نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے لیکن میرے نزدیک تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ تم معاہدے کی رُو سے زیادہ محفوظ تھے۔ قریش و غطفان تو باہر سے آئے ہیں ان کے اہل و عیال اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ وہ یہاں سے اٹھیں گے تو اطمینان و آرام سے اپنے گھروں میں جا بیٹھیں گے اور تم لوگوں کو یہاں مسلمانوں کے ساتھ ہی ہمیشہ رہنا ہے کیوں کہ تمھارے بال بچے اور املاک یہیں ہیں۔ وقت پڑنے پر یہ دور دراز کے لوگ تمھاری مدد فوری طور پر کس طرح کر سکیں گے۔ نیز اس امر کی بھی کیا ضمانت ہے کہ یہ لوگ ضرور ہی فتح حاصل کر لیں گے اور مسلمانوں کو قطعی طور پر ختم کر کے ہی جائیں گے۔ ہو سکتا ہے قریش کو شکست سے دوچار ہونا پڑے جیسا کہ جنگِ بدر میں ہوا تھا۔ اس جنگ میں بھی تو قریش کی تعداد مسلمانوں سے چار گنا زیادہ تھی۔"

کعب بن اسد ان باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ نعیمؓ نے بالکل صحیح بات کہی تھی۔ کعب نے پریشان ہو کر پوچھا۔

" تم درست کہہ رہے ہو۔ اب تو جو ہُوا سو ہُوا۔ اس وقت تم ہی بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

نعیم بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا :

" ٹھیک ہے اب تم ان سے بھی منہ موڑ لو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ان ہی کے ساتھ ملے رہو لیکن بہتر یہ ہے کہ یرغمال کے طور پر قریش اور غطفان کے چند آدمی ان سے طلب کرو جو اس بات کے ضامن ہوں گے کہ جب تک وہ مسلمانوں کا فیصلہ نہ کر دیں گے قریش و غطفان یہاں سے جانے کے مجاز نہ ہوں گے اس طرح اپنے وعدے کی پابندی کرنا ان کے لیے لازمی ہو جائے گا۔"

Marfat.com

یہ پیشِ نظر صورتِ حال کی نہایت صحیح، واضح اور دانش مندانہ تعبیر تھی جو نعیم بن مسعودؓ کے ذریعہ بنو قریظہ پر آشکارا ہوئی۔ انھوں نے جان لیا کہ اب مناسب اور درست راہِ عمل یہی ہے۔ اگر انھوں نے اپنے آدمی یرغمال کے طور پر دے دیئے تو سمجھ لیں گے کہ ان کی نیت صاف ہے اور اگر انھوں نے آدمی نہ دیئے تو پھر یقیناً ان کی نیت میں کھوٹ ہوگا۔

کعب بن اسد نے نعیم بن مسعودؓ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے انھیں صحیح راہ پر لگایا۔

یہاں سے رخصت ہو کر نعیمؓ سیدھا قریش کے پاس پہنچا کیوں کہ وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے قریش کے سردار سے کہا:

"بنو قریظہ اب مسلمانوں کے ساتھ کی گئی عہد شکنی پر پشیمان ہو رہے ہیں۔ انھیں یہ اندیشہ پیدا ہو چکا ہے کہ تم مسلمانوں کا فیصلہ کیے بغیر ہی یہاں سے چلے جاؤ گے تب ان کا کیا بنے گا۔ لہٰذا انھوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ تم سے یرغمال کے طور پر تمھارے کچھ آدمی طلب کریں لیکن میرے نزدیک تمھارے لیے یہ شرط قبول کرنا بڑی بے عزتی کا باعث ہوگا اور پھر آئندہ کے لیے بھی یہ رسم چل نکلے گی۔ کل کوئی دوسرا قبیلہ بھی تم سے یہی مطالبہ کرے گا تمھاری ساکھ مٹی میں مل جائے گی اور کوئی قبیلہ تم پر اعتماد نہیں کرے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شرط کو پورا کر دینے کے بعد یہ قبائل بھی تم سے بدظن ہو جائیں اور تمھارے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لیں اور پھر جب تم اکیلے رہ جاؤ گے تو مسلمان تمھیں کچل کے رکھ دیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم سے بطور یرغمال حاصل کیے ہوئے آدمیوں کو بنو قریظہ مسلمانوں کے حوالے کر کے اپنی عہد شکنی کی تلافی کر دیں اور پھر ان سے معاہدہ کر لیں۔"

یہی باتیں نعیمؓ نے اپنے قبیلے والوں سے بھی کہیں۔

Marfat.com

یہ تدبیر موثر ثابت ہوئی اور فریقین کے دلوں میں جو وسوسے موجود تھے وہ بہت جلد ایک دوسرے پر کُھلی بے اعتمادی کی شکل اختیار کر گئے۔

کفار کے لیے پریشانیاں

محاصرے کو کافی دن گزر چکے تھے اور قریش کے لیے اب کئی پریشانیاں پیدا ہو گئی تھیں

۱۔ جب بنو قریظہ سے جنگ کے لیے باہر نکلنے پر اصرار کیا گیا تو انھوں نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے بطور ضمانت چند آدمی طلب کیے لیکن قریش نے صاف انکار کر دیا۔ یرغمال مانگنے سے ایک طرف تو قریش کو نعیم بن مسعودؓ کے بیان کی تصدیق ہو گئی اسی لیے انھوں نے یرغمال دینے سے انکار کر دیا اور دوسری طرف بنو قریظہ پر بھی واضح ہو گیا کہ نعیمؓ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ قریش صرف اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں اور دراصل ان کا مقصد ہماری مستقل امداد و حفاظت کرنا نہیں بلکہ ہمیں مسلمانوں سے توڑ کر اپنے ساتھ ملانے کے بعد جنگ کی بھٹی میں جھونکنے اور خراب کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب قریش نے یرغمال دینے سے انکار کر کے بنو قریظہ کو صرف وعدے پر بھروسہ کرنے کے لیے کہا تو بنو قریظہ نے بھی لیت و لعل سے کام لیتے ہوئے جواب دیا کہ آج سبت ہے اور سبت کے دن لڑنا ہمارے مذہب میں حرام ہے اس لیے ہم جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے کیوں کہ ہم پہلے ہی ایک مرتبہ سبت کی بے حرمتی کر کے آسمانی سزا کا ہدف بن چکے ہیں۔ یہ سن کر قریش و غطفان کے لیے پریشان ہونا لازمی تھا۔

۲۔ اس طرح بنو قریظہ کو قریش و غطفان پہ بھروسا نہیں رہا تھا اور پھر قریش و غطفان بھی بنو قریظہ سے سخت بدظن ہو گئے تھے۔

۳۔ لشکر احزاب کے اتنے بڑے ہجوم کے لیے غذا مہیا کرنے میں بھی

marfat.com
Marfat.com

سخت وقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ جو سامان وہ ساتھ لے کر آئے تھے، وہ ختم ہونے کے قریب تھا اور فوری طور پر کھانے پینے کا مزید سامان مہیا ہونا مشکل نظر آ رہا تھا۔ دراصل انھیں یہ یقین تھا کہ وہ جاتے ہی اتنے بڑے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کا ایک ہی دن اور ایک ہی ریلے میں خاتمہ کر کے مدینہ پر قبضہ کر لیں گے اس صورت میں غلے کی زیادہ ضرورت بھی نہ تھی مدینہ میں کافی غلہ موجود تھا لیکن خندق کھد جانے کی وجہ سے ان کے تمام ارادے ملیامیٹ ہو گئے تھے اور فتح کی امید غیر یقینی ہو گئی تھی۔

۴- خندق نے ان کے لیے یورش عام کر کے جلد از جلد فیصلہ کر لینے کا کوئی امکان نہیں چھوڑا تھا۔

نصرتِ ایزدی

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرماتے ہوئے کس طرح ان کی مدد کی ذرا ملاحظہ فرمایئے:

۱- ایک شخص نعیم بن مسعودؓ کو پہلے دولتِ ایمان سے مالا مال کیا اس کے بعد اسی کے ذریعے مشرکین اور یہود بنو قریظہ کے درمیان آپس میں نفاق اور بداعتمادی کی فضا پیدا کر دی۔ جس سے ان دونوں فریقوں کے درمیان ایسا اختلاف پیدا ہو گیا کہ بنو قریظہ نے قریش کے ساتھ مل کر جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔

۲- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کا نزول فرمایا۔ خداوند کریم ورحیم عزّ وجلّ کا یہ غیر مرئی لشکر قدرتی طور پر ہی مشرکین کے دلوں کو مرعوب کر رہا تھا۔

۳- اللہ تعالیٰ نے ایک شب پُروا ہَوا کا خوفناک جھکڑ چلا دیا۔

marfat.com
Marfat.com

آندھی کا طوفان

قریش و غطفان دل برداشتہ تو تھے ہی۔ اس پر مستزاد یہ کہ بنو قریظہ کی امداد کے بل پر جو کچھ امیدیں پیدا ہوئی تھیں وہ بھی ریت کا گھروندا ثابت ہوئیں۔ اسی اثنا میں ایک رات نہایت خوفناک آندھی آئی جس سے مشرکین کے کیمپوں میں افراتفری اور کھلبلی مچ گئی۔ خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں خیمے اکھڑ گئے اور آندھی خیموں کو اڑا کر لے گئی۔ ہنڈیاں اور دیگچے چولھوں پر سے الٹ الٹ تنکوں کی طرح ہوا میں اڑنے لگے جن کی ضربوں سے فوجی زخمی ہو گئے۔ ریت اور کنکر اس زور سے اڑے کہ انسانوں اور جانوروں کے آنکھ، کان اور نتھنے بھر گئے جس سے لوگ درد و کرب کے مارے چیخنے چلّانے لگے۔

یہ قدرت کی طرف سے مشرکین پر آخری ضرب تھی۔

اس کے بعد لشکرِ احزاب میں سے اکثر گروہ قریش کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔

بنو قریظہ بھی جو اسلحہ بندی کی تیاریاں کر رہے تھے اس صورتِ حال کو دیکھ کر اپنے قلعوں میں واپس چلے گئے۔ غالباً انھیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ ایک بعد نازک وقت میں انھوں نے جو مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی ہے اس کے بارے میں ان سے بازپرس بھی ہوگی۔

مشرکین کی ذلت آمیز واپسی

اب قریش جنگ کے میدان میں چند ایک قبائل کے ساتھ تنہا رہ گئے تھے۔ ان کے خیمے اجڑ گئے تھے۔ جانور بہت موت کا شکار ہو گئے تھے۔ انسانی جانیں بھی کافی تلف ہوئی تھیں۔ غلّے کا ایک دانہ باقی نہ بچا تھا۔ جو لوگ زندہ تھے وہ بھی بیشتر زخمی ہو چکے تھے۔ اسلحہ بھی کافی ضائع ہو گیا تھا۔ اب جنگ کرنا تو درکنار ان کے لیے مسلمانوں کا محاصرہ کیے رکھنا ہی ناممکن ہو کر رہ گیا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

تمام لشکر کی اعلیٰ کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے آندھی رُک جانے کے بعد میدانِ جنگ کا جائزہ لیا۔ صورتِ حال پر غور کیا اور آخرکار مایوس ہوکر واپسی کا طبل بجوا دیا۔ اور ناچار و لاچار قریش کا بچا کھچا لشکر ذلت و ناکامی کا احساس دلوں میں لیے پیچ و تاب کھاتا ہوا بے نیل و مرام مکّہ کی طرف واپس روانہ ہوگیا۔

احسانِ ایزدی

اس احسانِ الٰہی کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا۔ تاکہ مسلمانوں کی آئندہ نسلیں بھی رہتی دنیا تک اسے یاد کرکے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر میں سجدہ ریز ہوتی رہیں:

۱۔ "اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر (مشرکین کے گروہوں کے) لشکر آپڑے تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر بھی جو تمھیں دکھائی نہیں دیتے تھے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔" (احزاب ۹)

۲۔ اور اللہ تعالیٰ جنگ میں مسلمانوں کے لیے خود ہی کافی ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت کا مالک بڑا زبردست ہے۔" (احزاب)

قریش کا وہ لشکرِ جرّار جو مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے آیا تھا محض اللہ پاک کی قدرت سے نہایت ذلیل و خوار ہوکر واپس گیا۔ تب حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

• اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھ کو پُروا ہوا کے ذریعے فتح عطا کی گئی اور عاد والے پچھوا ہوا سے ہلاک ہوئے تھے۔"

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

• کفر اب اس قدر کمزور ہوگیا ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی اقدام کرنے کی اس میں اب طاقت و ہمت نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

کی مشیت سے اسلام اب اتنا قوی ہو گیا ہے کہ کفر کے مقابلہ میں ابتداءً اقدام کرنے کی جرأت و طاقت رکھتا ہے اب انشاء اللہ اسلام ہی جارحانہ اقدام کرے گا اور مشرکین پر حملہ آور ہوگا جو اس کی فتح پر منتج ہوگا۔"

پختگیٔ ایمان

۱۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اسلام کی پاکیزہ تعلیم یہ ہے کہ دین کی حفاظت اور خدمتِ خلق کے لیے خلیفہ اور امام کو اپنے رفقاء کے ساتھ جدّوجہد میں عملی طور پر برابر کا حصہ لینا چاہیے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودتے وقت مسلمانوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ کام کیا۔

۲۔ جہاد میں کفار کے طریقِ جنگ کو اختیار کرنا اور ان کے ایجاد کردہ آلات کا استعمال درست ہے اور ان تمام چیزوں کا سیکھنا ضروری ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن مرعوب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی عزت و شوکت قائم ہو۔ موجودہ زمانے کے سائنسی اور ترقی پذیر ماحول میں جہاد کی تیاری کے لیے ایٹمی ہتھیار اور کارآمد جنگی آلات تیار کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

۳۔ دشمن کی اجتماعی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے ان کے کسی ایک فریق کو توڑ لینا یا ان میں تفرقہ ڈال دینا ایک کامیاب جنگی حربہ ہے۔

۴۔ دشمن کے کامل غلبہ اور محاصرہ کے وقت بے سروسامانی کی حالت میں جب کہ مدینہ سے باہر نکلنا بھی ممکن نہ تھا اور اپنی حفاظت کی فکر دامن گیر تھی ملک شام، فارس اور یمن کے فتح ہونے کی پیشین گوئی کرنا لاریب نبی کے سوا کسی دوسرے کا کام نہیں ہو سکتا۔

۵۔ فتح و شکست کا دارومدار فوج کی کثرت و قلت پر نہیں ہوتا بلکہ یہ مشیتِ ایزدی پر منحصر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

marfat.com

Marfat.com

۱۔ "اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔"
۲۔ "بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔" (سورۃ بقرہ)

شہدائے خندق غزوۂ خندق کے دوران شہادت حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ کے نام یہ ہیں:

۱۔ انس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی عبدالاشہل)
۲۔ عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ "
۳۔ الطفیل بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی سلمہ بن خزرج)
۴۔ ثعلبہ بن عنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "
۵۔ کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی دینار بن النجار بن خزرج)

چونکہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی غزوۂ خندق ہی میں لگے ہوئے زخم کے باعث لیکن جنگِ احزاب کے ختم ہونے کے کئی روز بعد وفات پائی تھی اس وجہ سے وہ بھی غزوۂ خندق کے شہدا میں شمار ہوتے ہیں۔

اس جنگ میں قریش کے صرف چار آدمی مارے گئے:

۱۔ نوفل بن عبداللہ بنی مخزوم میں سے
۲۔ عمرو بن عبدِ وُدّ بنی عامر بن لوی میں سے
۳۔ حسل بن عمرو بن عبدِ وُدّ بنی عامر بن لوی میں سے
۴۔ منبّہ بن عثمان یا عثمان بن منبّہ بنی عبدالدار میں سے

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ بنو قریظہ

یہود بنی قریظہ مدینہ کے قریب رہتے تھے۔ انھوں نے جنگِ احزاب میں مسلمانوں سے عہد شکنی کر کے مشرکین کو امداد دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے تو ہتھیار کھول کر غسل فرمانے کی تیاری کرنے لگے۔ اسی اثنا میں بعد نمازِ ظہر جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور عرض کیا :

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہتھیار اُتار دیے حالانکہ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے کیوں کہ اللہ تعالٰے نے آپ کو اسی وقت بنو قریظہ کی طرف جانے اور فوری طور پر ان کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔"

بنو قریظہ کی طرف روانگی

اس فرمانِ الٰہی کو سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد روانگی کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :

"کوئی شخص عصر کی نماز بنی قریظہ کے محلہ سے ورے نہ پڑھے۔"

مگر باوجود عجلت کے جب راستہ میں آفتاب غروب ہونے لگا تو صحابہ کرامؓ میں اختلاف پیدا ہوا۔ بعض نے حدیث شریف کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے نمازِ عصر قضا کر دی اور بنی قریظہ جا کر نمازِ مغرب کے ساتھ عصر کی نماز بھی پڑھی لیکن کچھ حضرات نے راستے ہی میں وقت پر نمازِ عصر ادا کر لی اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ آپؐ کے ارشاد کا حقیقی منشا جلدی پہنچنا ہے نماز قضا

marfat.com
Marfat.com

کرنا مقصود نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سن کر دونوں فریق کی تصدیق فرمائی کسی پر عتاب نہیں فرمایا کیوں کہ ہر ایک کی نیت بخیر تھی۔

بنو قریظہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا مخصوص جھنڈا عطا فرمایا اور خود بھی تشریف لے جا کر بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار یہودی اس قید سے تنگ آ گئے اور مصالحت کا پیام وسلام شروع کر دیا۔

بنو قریظہ کے تعلقات حضرت ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حلیفانہ تھے اس لیے ان کو امید ہوئی کہ شاید وہ ہماری کچھ مدد کر سکیں۔ اسی خیال سے بنو قریظہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم ان سے کچھ مشورہ کر سکیں۔

آپؐ نے ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنو قریظہ کے پاس جانے کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی چند خاص باتیں بھی سمجھا دیں۔

بنو قریظہ نے ابو لبابہؓ سے پوچھا:

"کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم منظور کر لیں؟"

تو ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ:

"ہاں بہتر ہے۔" لیکن اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے یہ بھی بتا دیا کہ "قتل کر دیے جاؤ گے۔"

یہ جواب دے کر ابو لبابہ رضی اللہ عنہ ابھی اپنی جگہ سے ہٹنے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً تنبہ ہوا کہ میں نے تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کرنے کا جرم کر دیا ہے۔ بے چین اور پریشان ہو گئے۔ بھاگم بھاگ سیدھے مسجد پہنچے اور اپنے آپ کو مسجد ہی کے ستون کے ساتھ باندھ لیا اور

marfat.com
Marfat.com

قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف نہیں فرما دیں گے میں اسی طرح بندھا رہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ سیدھا میرے پاس چلا آتا تو میں خود اس کے لیے استغفار کرتا۔

نماز کی ادائیگی اور قضائے حاجت کے لیے ان کو کھولا جاتا تھا۔ کچھ کھاتے پیتے وہ تھے نہیں۔ جب انھیں ستون کے ساتھ بندھے ہوئے بیس روز گزر چکے تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی فرمائی کہ ابولبابہؓ کی توبہ قبول کر کے اس کا یہ گناہ بخش دیا گیا ہے۔

یہ خوش خبری ملتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مسجد میں تشریف لے گئے اور ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو توبہ کے قبول ہو جانے کی بشارت سنائی اور پھر اپنے دستِ مبارک سے کھول کر ان کو سینے سے لگا لیا۔

بنو قریظہ کا فیصلہ

جب ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت سے کوئی بھی فیصلہ نہ ہو سکا تو آخر کار مجبور ہو کر بنو قریظہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ:

"ہم اپنی طرف سے سعد بن معاذؓ کو اس بات کا اختیار دیتے ہیں کہ وہ ہمارے حق میں جو بھی فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ خندق میں ایک تیر لگا تھا جس کا زخم ابھی تک ہرا تھا اور اس میں سے خون رستا رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپؐ نے دعا فرمائی فوراً خون بند ہو گیا۔ اسی حالت میں حضرت سعدؓ حاضرِ خدمت ہوئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بنو قریظہ نے فیصلے کا حق تمھیں دیا ہے اب بتاؤ بنو قریظہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

marfat.com
Marfat.com

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ :

"ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے ان کے مال کو مجاہدین میں تقسیم کر کے ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیا جائے ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا :

"مرحبا ! تم نے صحیح فیصلہ دیا ۔ اللہ تعالیٰ کی بھی یہی مرضی ہے ۔ بلاشبہ یہ فیصلہ یہود کی اپنی کتاب توراۃ کے عین مطابق ہے ۔"

چنانچہ اسی فیصلہ کے مطابق عمل کیا گیا ۔ اس طرح اس غدار قبیلہ کا خاتمہ ہو گیا ۔

منافقین کی شرارت

عرنیہ ایک میدانی علاقہ ہے وہاں کے کچھ آدمی مدینہ آ کر بظاہر مسلمان ہو گئے ۔ درحقیقت ان کا مقصد مسلمانوں نقصان پہنچانا تھا ۔ چند روز کے بعد انھوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارا گزارہ صرف مویشیوں کے دودھ پر ہوتا ہے جو ہمیں پیٹ بھر کر میسر نہیں ہوتا ۔ غلہ کھانے کے ہم عادی نہیں ہیں اور مدینہ کی آب و ہوا ہم کو موافق نہیں آتی لہٰذا ہمارا کوئی انتظام فرما دیجئے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حسب خواہش قبا کی پہاڑیوں پر بھیج دیا ۔ ان پہاڑیوں پر صدقات کے اونٹوں کی چراگاہ تھی ۔ بے شمار اونٹ ہر وقت موجود رہتے تھے ۔ انھیں وہاں جی بھر کے دودھ پینے کی اجازت دے دی ۔ یہ لوگ ان اونٹنیوں کا دودھ پی پی کر جب خوب تندرست اور موٹے تازے ہو گئے تو ایک دن موقع پا کر انھوں نے وہاں کے چرواہے کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا ۔ اس کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹ لیے ۔ اس کی آنکھوں میں کانٹے چبھو دیئے اور اونٹوں کو بھگا کر فرار ہو گئے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سانحہ کا علم ہوا تو انھوں نے کرز بن جابرؓ کی سرکردگی میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ان کے تعاقب میں روانہ فرمائی ۔ اس

Marfat.com

جماعت نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا اور پھر یہ سب کے سب قصاص میں قتل کر دیئے گئے۔ یہ واقعہ سریہ کرز بن جابر فہری رضؓ کہلاتا ہے۔

ایک اعرابی کی جسارت

ابوسفیان نے ایک اعرابی کو انعام کا لالچ دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے مدینہ بھیجا۔ جب اعرابی آپؐ کے قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ ساری حقیقت آپؐ پر آشکارا کر دی۔ آپؐ نے اعرابی سے فرمایا :

" تو کس نیت سے آیا ہے ؟ "

اعرابی یہ سن کر خوف و دہشت سے تھر تھر کانپنے لگا اور اس گھبراہٹ کے عالم میں وہ خنجر جسے وہ اپنے چغے کے اندر چھپائے ہوئے تھا زمین پر گر پڑا۔ حضرت اسید بن حضیر رضؓ نے فوراً اعرابی کو قابو میں کر لیا۔

آپؐ نے دوبارہ فرمایا :

" سچ بتا ! تو کس نیت سے آیا تھا اور کس نے بھیجا تھا ؟ "

اعرابی نے تمام واقعہ صحیح عرض کر دیا۔ آپؐ نے اسے معاف کر کے آزاد کر دیا۔ وہ یہ احسن سلوک دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اسی وقت ایمان لے آیا۔

بعد ازاں آپؐ نے عمرو بن امیہؓ اور سلمہ بن اسلم رضؓ کو ابوسفیان سے انتقام لینے کے لیے روانہ کیا۔ ابوسفیان پر تو ان کا بس نہ چلا مگر واپسی پر قریش کے دو جاسوس راستہ میں مل گئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا تجسس کرنے کے لیے مدینہ جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک تو مقابلہ کرتے ہوئے وہیں ہلاک ہو گیا اور دوسرے کو گرفتار کر کے بارگاہِ نبویؐ میں پیش کر دیا گیا۔

یہ واقعہ سریہ عمرو بن امیہ کہلاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

صلح حدیبیہ
اور
بیعتِ رضوان

ادائیگی عمرہ کے لیے روانگی

ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی عمرہ کا قصد فرمایا حرم پاک ہی کی عبادت کے سلسلے میں عربوں نے چار مہینوں کو حُرمت کے مہینے قرار دے رکھا تھا۔ ان میں سے رجب کا مہینہ الگ تھا جس میں عموماً عمرہ ادا کیا جاتا تھا۔ ذی قعدہ، ذی حجہ اور محرم کے مہینے مسلسل تھے ان مہینوں میں حج اور عمرہ دونوں کی بجاآوری ہوتی تھی۔ ان مہینوں میں جدال وقتال، قتل وغارت گری، اور فتنہ وفساد کے تمام سلسلے رک جاتے تھے۔ دُور دُور سے لوگ آتے تھے۔ نہ انھیں راستوں میں گزند پہنچتا نہ حرم سے روکا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ کا مہینہ اسی لیے انتخاب فرمایا تھا کہ یہ حُرمت کا مہینہ تھا ورنہ ادائیگی عمرہ کے لیے کسی خاص مہینے یا وقت کی کوئی پابندی نہ تھی۔ صحابہ کرامؓ بھی ساتھ تیار ہو گئے جن کی تعداد تیرہ سو سے سترہ سو بیان کی جاتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرما کر احرام باندھا۔ مدینہ منورہ پر عبداللہ بن ام مکتومؓ کو قائم مقام مقرر فرمایا۔ یکم ذی قعدہ ۶ ہجری کو روانہ ہوئے ازواج مطہرات میں سے آپ کے ہمراہ حضرت ام سلمہؓ تھیں۔ قربانی کے لیے ستر اونٹ ہمراہ تھے۔ ان میں سے ایک اونٹ ابوجہل کا بھی تھا جس کی ناک میں

Marfat.com

چاندی کا حلقہ تھا اور یہ بدر کے مال غنیمت میں ہاتھ آیا تھا۔

ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کی رسمیں ادا کی گئیں ان میں سے دو رسمیں خاص طور پر قابل ذکر بیان کی جاتی ہیں :

۱۔ اشعار یعنی اونٹ کے کوہان میں خفیف سا زخم لگا دینا۔

۲۔ تقلید یعنی جانوروں کے گلے میں قلادے یا پٹے ڈالنا جن میں لوہے کے نعل ہوتے تھے۔

ان علامتوں یا نشانیوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہر شخص اس جانور کو دیکھتے ہی پہچان لے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں جو حرم پاک کی نذر ہو چکے ہیں اس وجہ سے کوئی بھی شخص ایسے جانور کو نہیں چھیڑتا تھا۔

تیروں اور تلواروں کے سوا کسی کے پاس اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ تلواریں بھی چمڑے کے میانوں میں پوشیدہ تھیں کیوں کہ مقصد تو صرف عمرہ ادا کرنا تھا۔ نہ کہ جنگ میں الجھنا۔ ویسے بھی مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ قریش کو ہر ممکن ذریعے سے یقین دلانا تھا کہ پُرامن طریق پر حرم پاک کی زیارت کے سوا کچھ مطلوب نہیں۔

قریش کی مزاحمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط کے طور پر بشر بن سفیان الکعبی کو قریش کے عزائم کی خبر لانے کے لیے آگے بھیج دیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عسفان کے قریب پہنچے تو بشر بن سفیان نے واپس آکر اطلاع دی کہ قریش کو آپ کی تشریف آوری کی خبر مل چکی ہے اور انھوں نے آس پاس کے تمام قبیلوں سے کہہ دیا ہے، کہ آپ کو روکا جائے اور قریش خود بھی لاؤ لشکر کے ساتھ ذی طویٰ میں آکر بیٹھ گئے ہیں۔ اور دو سو سواروں کے ساتھ خالد بن ولید کو کراع الغمیم کی طرف روانہ کر دیا ہے تاکہ آپ کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ الغرض قریش کسی بھی صورت ہمیں مکہ میں داخل نہیں ہونے دینا چاہتے۔

marfat.com
Marfat.com

ارشادِ نبوی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قریش کا بُرا ہو انھیں تو جنگ کھا گئی ہے اگر وہ اس معاملے کو مجھ پر اور عربوں پر چھوڑ دیں تو ان کا کیا بگڑتا ہے۔ اگر عرب مجھے ختم کر دیں گے تو قریش کا مقصد خود بخود پورا ہو جائے گا۔ اگر خداوند کریم مجھے عربوں پر غلبہ عطا فرمائے گا تو وہ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر اسلام میں داخل نہ بھی ہوں گے تو جب تک ان میں قوت رہے گی میرا مقابلہ کرتے رہیں گے۔ پھر قریش کس وہم میں مبتلا ہیں؟ خدائے لم یزل نے مجھے جس کام کے لیے مبعوث فرمایا ہے خدا کی قسم میں اس کام کے لیے برابر جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ خدائے تعالےٰ اسلام کو غالب فرما دے یا پھر مجھے موت آجائے۔"

اس کے فوراً بعد ارشاد فرمایا:

"کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے اس راستے کو چھوڑ کر جس پر کہ قریش جمع ہو بیٹھے ہیں کسی دوسرے راستے سے لے چلے؟"

قبیلہ اسلم میں سے ایک آدمی نے حامی بھر لی۔ وہ گھاٹیوں میں سے ہوتا ہوا ایک سخت پتھریلے راستے سے لے چلا جسے طے کرنا سخت مشقت کا باعث تھا۔ یہ راستہ جوں توں کر کے طے کیا گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سب کہو: ہم اللہ تعالےٰ عزّ و جلّ سے بخشش ہی کے خواستگار ہیں اور اس کے بعد توبہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ ہی سب کی توبہ کرنے والا ہے۔"

Marfat.com

قریش کے ان سواروں کو معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پہنچنے کے لیے دوسرا دشوار گزار راستہ اختیار کر لیا ہے جو آپ کا راستہ روکنے کے لیے آگے آئے تھے۔ اب وہ واپس ڈھول اڑاتے ہوئے قریش کے لشکر میں پہنچے اور اطلاع دی۔

حُدَیبیہ یا شمیسیہ حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے اور اسی کے نام سے وہاں کی آبادی کا نام بھی حدیبیہ ہے۔ مگر آج کل یہ مقام شمیسیہ کے نام سے مشہور ہے۔ جدّہ کی طرف سے مکہ مکرمہ کی طرف جائیں تو یہ مقام عین حدِ حرم پر واقع ہے۔ مقام وہی ہے صرف نام بدل گیا ہے اس جگہ دو بلند مینار حدِ حرم کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر قیام فرما ہوئے تھے۔ یہیں قریش کے قاصد اور نمائندے بات چیت کے لیے آتے رہے تھے۔ یہیں ایک درخت کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی اور اسی جگہ صلح کا معاہدہ لکھا گیا تھا جسے صلح نامہ حدیبیہ کا نام دیا گیا۔

اُونٹنی کا قیام حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر آپؐ کی اونٹنی اچانک اور اپنے آپ زمین پر بیٹھ گئی۔ صحابہ کرامؓ نے اسے اٹھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ اٹھی۔ آپؐ نے فرمایا:

"ہٹ جاؤ۔ اسے چھوڑ دو۔ میری اونٹنی اللہ تعالیٰ کی مطیع اور فرمانبردار ہے۔ اس کا اس جگہ اپنے آپ یوں جم کر بیٹھ جانا ہرگز حکمت سے خالی نہیں۔ کیوں کہ اس کا چلنا بیٹھنا سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اس کا گھٹنے ٹیک دینا خانہ کعبہ کی تعظیم اور حرمت کی حفاظت کے لیے ہے۔ خدا کی قسم اہلِ مکہ آج مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے میں ضرور

marfat.com
Marfat.com

منظور کروں گا بشرطیکہ خانہ کعبہ کی عظمت اور اس کے جلال پر کوئی آنچ نہ آتی ہو۔"

یہ کہہ کر آپؐ نے اونٹنی کو اشارہ کیا تو وہ اطمینان سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپؐ حدیبیہ کے کنویں پر جا کر قیام کرنے کا اعلان فرما دیا۔

معجزات

۱۔ حدیبیہ میں قیام کے دوران پانی کی قلت ہو گئی۔ صرف ایک برتن میں تھوڑا سا پانی بچا تھا۔ آپؐ نے وہ برتن پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب برتن سامنے لایا گیا تو آپؐ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال دیا فوراً ہی آپؐ کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں میں دھاریں پھوٹ نکلیں اور برتن میں سے چشمہ کی طرح پانی ابل ابل کر باہر بہنے لگا۔ صحابہ کرامؓ نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ جانوروں کو بھی پلایا اور سب نے وضو بھی کر لیا۔ تب آپؐ نے ہاتھ برتن میں سے باہر نکال لیا اور پانی بہنا ختم ہو گیا۔ اور برتن میں اتنا ہی پانی بچا جتنا پہلے تھا۔

۲۔ حدیبیہ کے کنویں میں بہت تھوڑا پانی تھا جو استعمال کرنے سے بہت جلد ختم ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ نے پانی کی قلت اور کنویں کے خشک ہو جانے کا مسئلہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپؐ نے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر وضو کیا اور پانی کی ایک کلی کنویں میں ڈال دی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد کنویں میں اتنا پانی بھر آیا کہ جب تک مسلمان وہاں مقیم رہے پھر کسی دن بھی پانی کی قلت کا مسئلہ پیدا نہ ہوا۔

بدیل بن ورقہ سب سے پہلے قبیلہ خزاعہ کا رئیس بدیل بن ورقہ اپنی قوم کے چند سواروں کے ساتھ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قریش نے لڑ مرنے کا حلف اٹھایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" لیکن ہم تو کسی سے لڑنے کی نیت سے یہاں نہیں آئے۔ صرف زیارت و طوافِ کعبہ کی نیت سے آئے ہیں مگر جو ہمیں اس سعادت کو حاصل کرنے سے روکے گا اس سے مجبوراً لڑنا پڑے گا کیوں کہ آج ہم کمزور نہیں ہیں۔"

بدیل بن ورقہ نے واپس جاکر قریش سے کہا کہ مسلمانوں کا ارادہ تم سے جنگ کرنے کا نہیں وہ صرف طوافِ کعبہ کی غرض سے آئے ہیں۔

لیکن قریش نے بدیل بن ورقہ کی بات نہ مانی اور اپنی طرف سے دو آدمی مکرز بن حفص اور حلیس بن علقمہ کو بھیجا۔ انھیں بھی آپؐ نے یہی جواب دیا۔ خاص طور پر حلیس بن علقمہ قربانی کے ستر اونٹ دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ اس نے واپس جاکر قریش سے کہا :

" تم لوگوں کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم کسی کو کعبہ مکرمہ کی زیارت اور اس کے طواف سے روکو۔ اگر تم مسلمانوں کو طوافِ کعبہ کی اجازت نہیں دوگے تو میں متحدہ لشکر کو لے کر الگ ہو جاؤں گا کیوں کہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔"

اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے اپنی خدمات پیش کیں کہ جھگڑو نہیں میں خود جاکر صورت حال کا اندازہ کرتا ہوں۔

عروہ بن مسعود

عروہ بن مسعود نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر بات چیت شروع کی۔ اس نے کہا کہ قریش آج چیتے کی کھالیں پہنے ہوئے ہیں۔ وہ عہد کر چکے ہیں کہ آپؐ کو حرم میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ اگر آپؐ جنگ کریں گے اور اپنی ہی قوم کو فنا کر کے غلبہ حاصل کر لیں گے تو یہ کون سا اچھا کارنامہ ہوگا کیا اس سے پہلے کبھی ایسا سنا ہے کہ کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو یوں تباہ

Marfat.com

کیا ہو۔ یاد رکھیے اگر لڑائی کا رنگ بدلا تو یہی لوگ جو اس وقت آپ کے ساتھ ہیں آپ کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔

حضرت صدیق اکبرؓ قریب ہی کھڑے تھے انھیں عروہ بن مسعود کی یہ بات اس حد تک گراں گزری کہ عروہ کے لیے ایک گالی بے اختیار ان کی زبان پر آ گئی اور غصے سے بولے:

"تجھے کیا معلوم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے کیا وہ ہم سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ ہم انھیں تنہا چھوڑ دیں گے؟"

عروہ نے کہا اے ابن ابو قحافہ! اگر میری گردن پر تمھارا ایک احسان نہ ہوتا تو میں تمھاری گالی تمھیں ہی لوٹا دیتا لیکن میں احسان فراموش نہیں ہوں۔

عربوں میں ایک عام قاعدہ یہ تھا کہ گفت گو کے دوران متکلم مخاطب کی داڑھی کو بار بار ہاتھ لگاتا جاتا تھا۔ عروہ کا ہاتھ بھی عادت کے مطابق وقتاً فوقتاً حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک تک جا پہنچتا تھا۔ مغیرہ بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود پہنے اور تلوار پہنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مؤدب کھڑے تھے۔ عروہ بن مسعود ان کا چچا تھا۔ اس کے باوجود عروہ کا بار بار آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگانا مغیرہ بن سعدؓ کو انتہائی ناگوار گزر رہا تھا۔ آخر نہ رہ سکے تو چچا کو ڈانٹ دیا:

"عروہ اب اگر تمھارا ہاتھ ریش مبارک تک پہنچا تو یہ سلامت واپس نہ جا سکے گا۔"

عروہ نے بھی غصے سے جواب دیا:

"او دغا باز! میں نے تیری دغا بازی کا معاملہ درست کرنے کی کوشش نہیں کی تھی؟ اور کیا اب بھی کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ اتنی جلدی تو نے میرے احسان کو فراموش کر دیا؟"

marfat.com
Marfat.com

واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ مغیرہ کو قریش کی طرف سے کسی وفد کے ساتھ شاہِ مصر مقوقس کے پاس بھیجا گیا تھا۔ جہاں مقوقس نے مغیرہ کو چھوڑ کر وفد کے دوسرے تمام اراکین کی زیادہ عزت اور آؤ بھگت کی۔ اس پر مغیرہ کو اپنے ساتھیوں پر زیادہ رنج تھا کہ انھوں نے بھی اس کی حمایت نہ کی اور خود عیش کرتے رہے۔ واپس لوٹتے وقت راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا گیا تو مغیرہ نے تمام ساتھیوں کو اتنی زیادہ شراب پلا دی کہ وہ سب مدہوش ہو گئے۔ اسی نشے کی حالت میں مغیرہ نے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور فرار ہو کر مدینہ پہنچ گیا اور صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا لیکن ادھر قبیلے والوں نے عروہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا کہ قتل تمھارے بھتیجے نے کیا ہے وہ حاضر نہیں ہوتا تو خوں بہا تم ادا کرو۔ اس تقاضے سے تنگ آکر عروہ نے خود ہی خوں بہا ادا کر کے معاملے کو ختم کر دیا تھا۔

عروہ کی ناکام واپسی

بہرحال عروہ کوئی بات طے نہ کر سکا اور پھر وہ کوئی بات طے کرنے آیا بھی نہ تھا اس کا مقصد تو حالات کا اندازہ کرنا تھا جو اس نے کر لیا۔ وہ مسلمانوں کی روحانی قوت اور محبتِ نبوی کے مناظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔

اس نے واپس جا کر قریش سے کہا:

"میری مانو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو طواف کرنے کی اجازت دے دو کہ وہ صرف اسی غرض سے آئے ہیں۔ ان سے جنگ لڑنا اب تمھارے بس کی بات نہیں رہی۔ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں ان کی شان و شوکت بھی دیکھی ہے مگر ایسی عقیدت اور جاں نثاری جو مسلمانوں کے ہاں دیکھی ہے وہ اور کہیں کبھی نہیں دیکھی۔ میرے لیے یہ منظر بڑا حیران کن تھا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بات کرتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتا۔ ان کے پسینہ کی جگہ خون گرانے کو تیار رہتے ہیں۔ ان کے سخت سے سخت حکم کی تعمیل کو اپنا فخر و اعزاز سمجھے ہوئے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو جو پانی گرتا ہے مسلمان اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کا بلغم یا تھوک گرتا ہے تو اسے بھی ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں اور اسے تبرک سمجھ کر حاصل کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میرے نزدیک ایسی تابعدار اور مضبوط جماعت کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔"

لیکن عروہ کے سمجھانے کے باوجود قریش اپنی ضد پر قائم رہے۔ جب قریش کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ خزاعی کو فیصلہ کن جواب لانے کے لیے قریش کے پاس بھیجا اور سواری کے لیے اپنا ایک اونٹ انھیں مرحمت فرمایا جس کا نام ثعلب تھا۔ جب خراش بن امیہؓ نے قریش کے پاس جا کر جواب طلب کیا تو قریشیوں نے ثعلب کو مار ڈالا اور جب خراش بن امیہؓ کو بھی قتل کرنے لگے تو قریش کے ایک متحدہ گروہ نے اسے بچا لیا جو مختلف عناصر سے مرکب تھا اور قریش کی امداد کے لیے آیا تھا۔

قریش کے ایک گروہ کی گرفتاری

خراش بن امیہؓ ناکام واپس لوٹ آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی اس بدسلوکی اور اونٹ کے بہیمانہ قتل پر بہت دکھ ہوا۔ اسی اثنا میں قریش نے اپنا ایک چالیس سواروں پر مشتمل دستہ اس غرض کے لیے اس مقام کی طرف بھیج دیا جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما تھے کہ جہاں کہیں بھی کوئی اکا دکا مسلمان مل جائے تو اسے قتل کر دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت سے یہ پورا گروہ مسلمانوں نے گرفتار کر کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ گروہ کے سردار نے پوچھنے پر

Marfat.com
Marfat.com

صاف صاف بتادیا کہ انھیں مسلمانوں کو دھوکے سے قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن اس کے باوجود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پورے کے پورے گروہ کو معاف کر کے چھوڑ دیا اور انھیں واپس جانے کی اجازت دے دی سورہ فتح کی آیت نمبر ۲۴ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا :

"اور وہی خدا جس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے وادیِ مکّہ میں روک رکھے اور پھر بعد اس کے تمھیں ان پر قابو اور تسلّط بھی دے دیا تھا اور یقین جانو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے قریش کے ہاتھ یوں روکے کہ ان کا چالیس آدمیوں کا جیش جس مقصد کے لیے آیا تھا وہ پورا نہ کر سکا اور مسلمانوں کے ہاتھ اس طرح روکے کہ ان چالیس آدمیوں پر غلبہ پالینے کے باوجود کہ جو بے وجہ حملہ کرنے کے مجرم تھے اور جب حملہ بھی بے خبری کے عالم میں کیا گیا تھا انھیں کوئی سزا نہ دی بلکہ معاف کر کے بحفاظت واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قریش کے لیے یہ ایک اور بڑا روشن ثبوت اس امر کا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا مقصد و مدعا لڑائی یا خوں ریزی نہیں بلکہ صرف زیارت و بیت اللہ ہے۔

بیعتِ رضوان

خراش بن امیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنا چاہا لیکن انھوں نے عرض کیا کہ مکّہ مکرمہ کے اندر میرے قبیلے یعنی بنو عدی بن کعب کا کوئی آدمی موجود نہیں جو میری حمایت کر سکے۔

اس وجہ سے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ایک عزیز

marfat.com
Marfat.com

ابان بن سعید کے زیر حمایت قریش کے پاس بھیجا۔ جن کے قبیلے کو اس وقت قریش کے درمیان درجہ ریاست و سالاری حاصل تھا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اشراف قریش کو بتایا جائے کہ ہمارا مقصد جنگ نہیں، صرف حرم پاک کی زیارت، طواف اور احلال و اکرام ہے۔ ہم طواف کر کے واپس لوٹ جائیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کو پیغام پہنچا دیا۔ قریش نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ صرف آپ بیت اللہ کا طواف کر سکتے ہیں مگر انھوں نے تنہا طواف کرنا منظور نہ کیا اور کہا کہ جب تک سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر میرے تمام ساتھی بیت اللہ شریف کا طواف نہ کر لیں گے میں ہرگز طواف نہیں کروں گا۔

قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں روک لیا اور کسی طرح یہ افواہ اڑ گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔

جب یہ افواہ اڑتی اڑتی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو اس وقت آپ ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ یہ خبر سنتے ہی ارشاد فرمایا:

"مسلمانو! سن لو! اب ہم اس مقام سے اس وقت تک نہ ہٹیں گے جب تک قریش سے جنگ نہ کر لیں گے۔ آؤ! اس درخت کے نیچے بیٹھ کر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر باری باری عہد کرو۔"

چناں چہ تمام جاں نثاروں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر بیعت کی۔ ایک صحابی نے تو ایک مرتبہ پر قناعت نہ کرتے ہوئے تین مرتبہ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ یہ بیعت اس بات پر لی گئی تھی کہ اگر جنگ کرنا پڑی تو ہر حال میں ثابت قدم رہیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں دست مبارک کو حضرت عثمانؓ

Marfat.com

کا دایاں ہاتھ قرار دے کر ان کی جانب سے بھی بیعت کی۔ یہی وہ بیعت ہے جسے قرآنِ مجید کی برکت سے ذکرِ دوام حاصل ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

" خدا مومنوں سے راضی ہوا جب وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو خدا نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس ان پر سکون و اطمینان اتارا اور فتح قریب عطا کی۔"

اس بیعت کی کیفیت چھپی نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو ان پر ایک خوف و ہراس طاری ہوگیا۔ اس لحاظ سے انھیں صلح پر مائل کرنے کے لیے یہ بیعت بھی ایک مؤثر عامل ثابت ہوئی۔ اور مشرکین نے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔ اور نئے سرے سے صلح کے لیے نامہ و پیام شروع کر دیا۔

بالآخر قریش نے صلح کی غرض سے سہیل بن عمرو کو کلیتہً اختیارات دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا اور دیر تک شرائطِ صلح پر بات چیت ہوتی رہی اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا۔

تحریر پر اعتراضات

یہ صلح نامہ تحریر کرتے وقت کچھ دقت پیش آئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتابت پر مامور ہوئے۔ انھوں نے سب سے پہلے صلح نامہ کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔ سہیل نے اس پر اعتراض کیا۔ کیوں کہ عربوں کا عام قاعدہ یہ تھا کہ وہ شروع تحریر میں "باسمک اللّٰھم" لکھتے تھے۔ سہیل نے کہا کہ باسمک اللّٰھم لکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سہیل نے کہا ہے وہی لکھو۔

پھر یہ عبارت لکھی گئی کہ :

" اِن شرطوں پر یہ عہد نامہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قریش

Marfat.com

کے درمیان قرار پایا۔

توسہیل نے اس پر بھی اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ کے طواف سے کیوں روکتے اور ہمارے درمیان جھگڑا ہی کیوں ہوتا لہٰذا یہاں محمد بن عبداللہ لکھیے۔

اس پر بھی کافی بحث وتکرار ہوئی اور مسلمانوں کو بہت غصہ اور جوش آیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے اصرار کے مطابق سب باتیں منظور فرمالیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس جملہ کو کاٹ دو، اور جس طرح سہیل کہے اسی طرح لکھ دو کہ میں رسول اللہ بھی ہوں اور ابن عبداللہ بھی ہوں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ کب ممکن تھا کہ وہ رسول اللہ کے الفاظ کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیتے چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تحریر کو معلوم کر کے اپنے دستِ مبارک سے اس جملہ کو کاٹ دیا اور مسلمانوں نے بے انتہا ضبط وتحمل سے کام لیا اور صلح نامہ تحریر ہوگیا۔

صلح نامہ کی شرائط

صلح نامہ کی شرطیں حسب ذیل تھیں :

۱۔ اس سال مسلمان بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں۔

۲۔ آئندہ سال آئیں تو ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تلواریں ساتھ ہوں لیکن وہ بھی میانوں میں ہوں۔

۳۔ صرف تین دن مکّہ میں قیام کریں۔ جب تک وہ مکّہ میں رہیں گے ہم مکّہ چھوڑ کر پہاڑیوں پر چلے جائیں گے۔

۴۔ مکّہ میں جو مسلمان پہلے سے موجود ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی مکّہ میں رہ جانے کی خواہش

marfat.com

Marfat.com

کرے تو اسے نہ روکیں۔

۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ سے مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ فریقین میں دس سال تک جنگ بند رہے گی اور کوئی فریق معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور ایک دوسرے کی جنگوں میں بالکل غیر جانب دار رہیں گے۔

۷۔ تجارتی مقاصد اور ضرورتوں کے لیے ایک دوسرے کے علاقوں سے گزرنے کی اجازت ہوگی۔

۸۔ قبائل کو اختیار ہے کہ وہ جس کے معاہدہ میں چاہیں شریک ہو جائیں۔ (چناں چہ بنو خزاعہ نے آپ کا ساتھ دیا اور بنو بکر نے قریش کا)۔

ابوجندل کا واقعہ

سہیل بن عمرو کا ایک بیٹا ابوجندل مسلمان ہو چکا تھا۔ قریش نے اسے پا بہ زنجیر کر کے قید میں ڈال رکھا تھا۔ اسے موقع مل گیا اور قید سے فرار ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پا بہ زنجیر حاضر ہو گیا اس خیال سے کہ اب مسلمان اسے اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں گے۔ اس وقت عہد نامہ لکھا جا رہا تھا اور ابھی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی۔

سہیل نے اپنے قیدی بیٹے کو دیکھا تو آنکھوں میں خون اتر آیا اور اسے برا بھلا کہنے لگا۔ اور اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ مکمل نہیں لکھا گیا۔ مکمل ہونے کے بعد اس پر عمل ہونا چاہیے۔

مگر سہیل نہ مانا اور برابر مطالبہ کرتا رہا۔ اور یہ بھی کہا کہ اس کی واپسی کے

marfat.com
Marfat.com

بغیر صلح کی بات چیت مکمل نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میری خاطر ہمارے پاس رہنے کی اجازت دے دو۔

مکرز بن حفص بھی قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو کے ساتھ تھا۔ اس نے آپؐ کا احترام کیا اور کہا کہ اچھا ہم اسے اجازت دیتے ہیں۔

لیکن سہیل اڑ گیا اور بولا کہ تم اجازت دینے والے کون ہوتے ہو۔ ابو جندلؓ کا باپ میں ہوں اور میں اس بے دین کو یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

ابو جندلؓ نے بڑے مایوس کن لہجے میں صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر کہا :

"میرے مسلمان بھائیو! میں ان لوگوں کے ہاتھوں اتنی تکلیفیں جھیل چکا ہوں کہ اب مجھ میں اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی کہ مزید اذیت برداشت کر سکوں تو کیا اب پھر تم مجھے دشمن کے حوالے کر دو گے؟"

ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے چارگی اور مایوسی کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل تڑپ اٹھے اور یہ بات ان کے لیے انتہائی اضطراب کا باعث بن گئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"ابو جندلؓ! گھبراؤ نہیں صبر کرو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں ہی کا ساتھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد تم لوگوں کے لیے رہائی کی کوئی راہ پیدا کر دے گا۔"

حضرت عمرؓ کا غصہ

لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور یوں سوال وجواب ہوئے :

عمرؓ : کیا ہمارے رسول اللہ کے پیغمبر نہیں؟

ابو بکرؓ : کیوں نہیں۔ ضرور پیغمبر ہیں!

عمرؓ : کیا ہم مسلمان نہیں؟

ابو بکرؓ : کیوں نہیں!

marfat.com
Marfat.com

عمرؓ : پھر دین کے معاملے میں یہ ذلّت کیوں گوارا کی جارہی ہے ؟

ابوبکرؓ : عمرؓ ! ہوش میں آؤ ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھامو ! بس ! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اس کے حکم کے خلاف کوئی بات نہیں کرسکتے۔

لیکن حضرت عمرؓ کی قلبی تسلّی نہ ہوئی وہ برابر پیچ و تاب کھاتے رہے اور آخر کار ایسی ہی گفتگو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کی، تو آخر میں اتنا ہی ارشاد فرمایا کہ :

"عمرؓ ! میں اللہ کا بندہ بھی ہوں اور ساتھ ہی اس کا رسول بھی ہوں یقیناً میں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔"

تب کہیں جاکر حضرت عمرؓ کی تسلّی ہوئی اور پھر اس کے بعد اس بات چیت پر جو عالمِ اضطرار میں ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی سخت پشیمانی ہوئی اور وہ کافی مدت تک اپنے اس فعل پر شکستہ دل اور پریشان رہے امام زہری نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ :

"اس بات چیت کے بعد میں ہر وقت اس قدر پریشان رہا کرتا تھا جیسے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبانہ اور گستاخانہ گفت و کلام کرکے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ میں برابر نمازیں پڑھتا برابر روزے رکھتا رہا۔ صدقے دیتا رہا۔ غلام پہ غلام آزاد کرتا رہا یہاں تک کہ امید پیدا ہوئی کہ اب میرا انجام بخیر ہوگا۔"

شرائط کی اصلیت

اکثر مسلمان معاہدے کی جن شرطوں پر پشیمان اور جز بز ہوئے وہ یہ تھیں :

قریش کی طرف سے کوئی فرد بلا اجازتِ ولی مدینہ چلا جائے گا تو اسے واپس کرنا ہوگا۔ اور مدینہ سے جو آئے گا اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو ان شرطوں میں بھی کوئی پریشان کن بات نہ تھی کفار محض اس بات پر خوش تھے کہ انھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنی مرضی سے شرط منوالی کہ ہم مدینہ کا آدمی آیا ہوا واپس نہ کریں گے لیکن اپنا اُدھر گیا ہوا ضرور واپس کرالیں گے۔ لیکن اس شرط میں جو باریکی اور گہرائی تھی وہ صرف اللہ کا رسُول ہی بھانپ سکتا تھا۔ البتہ ظاہر الفاظ میں سبکی کا پہلو ضرور نکلتا تھا۔

وہ باریکی اور گہرائی کیا تھی ؟

جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا :

"عمر ! تم خود ہی ذرا سوچو کہ میرا آدمی اُدھر جائے ہی کیوں ؟ اور جو کوئی اِدھر سے اُدھر جائے گا وہ ضرور منافق ہوگا تو اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں اس لیے اگر وہ چلا گیا تو یہی ہمارے لیے بہتر ہوا کہ اِدھر سے ایک منافق کم ہو گیا البتہ اُدھر سے اِدھر آئے ہوئے کسی مسلمان کو جب ہم واپس کردیں گے تو اس کے لیے خداوندِ کریم جلد ہی کوئی نہ کوئی بہتر صورت پیدا کردے گا۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے ہمارا نہیں۔ وہ خود ہی بہتر جانتا ہے کہ اسے میرے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ کسی دوسرے مسلمان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے اور ایک کافر کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ عزّ وجل پر اور اس کے رسُول پر بھروسہ رکھو۔"

کیا یہ حقیقت نہیں کہ مدینہ منورہ سے دانستہ مکّہ مکرمہ آنے والے شخص کا معاملہ دو حالتوں سے خالی نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ یا تو اس کے دماغ میں فتور ہوتا یا اس کے دل میں۔ یعنی یا تو اسے سلامتِ ہوش وحواس سے عاری تسلیم کیا جاتا یا پھر دینی نقطہ نگاہ سے وہ منافق قرار دیا جاتا اور یہ دونوں صورتیں حقیقتاً اعتنا کی مستحق تھیں ہی نہیں۔ اور پھر حقیقت یہ ہے جیسا کہ

marfat.com
Marfat.com

بعد میں ثابت ہو گیا کہ کوئی ایسی مثال ہی نہ ملیں کہ کسی نے مدینہ منورہ کی طرف سے مکہ معظمہ کا قصد کیا ہو اور جسے قریش نے قید کر لیا ہو۔

اب رہ گیا مدینہ منورہ سے قریش کے طلب کردہ آدمی کو واپس کرنے کا معاملہ ــ تو معلوم ہے کہ جو مسلمان مکہ مکرمہ میں رہ گئے اور ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے انھی کے ذریعے تبلیغ اسلام کا انتظام فرمایا۔ گویا ایسے لوگ بجائے خود مرکز تبلیغ بن گئے یا انھوں نے باہر نکل کر اور مکہ اور مدینہ دونوں طرف سے الگ رہ کر ایک مرکز بنا لیا جو انجام کار قریش کے لیے اس درجہ مصیبت خیز بن گیا کہ انھوں نے اس کے اثرات سے تنگ آ کر خود ہی یہ شرط ختم کروا دی۔

گویا یہ شرط درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کی تقویت و توسیع اور قریش کی پشیمانی کا باعث بن گئی۔

جیسا کہ حسب ذیل واقعات سے بخوبی واضح ہو گا:

زندانِ مکہ میں تبلیغِ اسلام

جب سہیل نے اپنے مسلمان بیٹے ابو جندلؓ کی واپسی کا مطالبہ کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس لوٹا دیا اور ساتھ صبر و رضا کی نصیحت فرمائی۔ ابو جندلؓ خاموشی سے واپس چلے گئے اور انھیں دوبارہ زندان میں ڈال دیا گیا۔ ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندانِ مکہ میں پہنچ کر دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ جو بھی پہرے دار اس کی نگرانی پر مامور ہوتا ابو جندلؓ اسے توحید و رسالت کی خوبیوں سے بہرہ ور کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال بیان کر کے اسے ایمان لے آنے کی ہدایت کرتے چلے جاتے یہاں تک کہ ایک دن وہ پہرے دار ایمان و یقین کی دولت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا اور سچے دل سے مسلمان ہو جاتا اور ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سچے ارادے اور سعی حقہ

Marfat.com
Marfat.com

میں کامیاب وکامران ہو جاتے۔

قریش کو اس واقعے کی خبر ہوتی تو وہ نومسلم کو زدوکوب کرتے اور پھر اسے بھی ابوجندلؓ کے ساتھ قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر اپنے نئے پہرے دار کے پیچھے پڑ جاتے اور آخر کار ایک دن وہ بھی مسلمان ہو جاتا۔ کفار کے ہاتھوں تھوڑی بہت سزا پاتا اور اپنے دو مبلغوں کے ساتھ آملتا۔ اب یہ تینوں اپنا چوتھا ساتھی بنانے کے لیے جدّوجہد شروع کر دیتے۔

المختصر یہ کہ اس طرح ایک ابوجندلؓ کے اسیر پابہ زنجیر ہو کر مکّہ مکرمہ میں رہ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی سال کے اندر اندر قریباً تین سَو افراد دولتِ ایمان ویقین سے مالا مال ہوئے۔

ابوبصیرؓ کا واقعہ

تاریخ اسلام میں ابوبصیرؓ کا واقعہ بھی ایک بے حد ایمان افروز واقعہ ہے۔ یہ نیک طینت انسان مسلمان ہونے کے جرم میں قریش کی قید میں دن گزار رہا تھا۔ موقع پا کر یہ فرار ہوا اور مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ قریش نے معاہدے کی رو سے دو آدمی مدینہ بھیجے اور ابوبصیرؓ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"ابوبصیرؓ ! بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ کیوں کہ ہم معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے اس لیے تمھیں واپس جانا ہی پڑے گا۔"

اس نے بڑے دُکھ بھرے انداز میں عرض کیا :

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ تکلیفیں اور اذیتیں دیں گے۔ مجھے ایمان سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں پہلے سے بھی زیادہ زور شور سے مصروف ہو جائیں گے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقت اور نرمی سے سمجھایا کہ معاہدے

marfat.com
Marfat.com

کی پابندی بہر صورت ہمارے لیے لازمی ہے۔ تمھارے لیے خداوند کریم کوئی نہ کوئی راستہ ضرور پیدا کردے گا۔ وہ اپنے صابر و شاکر اور مظلوم بندوں کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ جاؤ خدا حافظ!"

چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ابوبصیرؓ کو ان دو آدمیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ لیکن اس نے راستے میں موقع پاکر ایک کافر کو قتل کر دیا اور دوسرا جان بچاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جا فریاد رس ہوا۔ اس کی موجودگی ہی میں ابوبصیرؓ بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگیا اور عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری رہائی کی کوئی سبیل اللہ تعالیٰ ضرور پیدا کردے گا تو بس اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے موقع فراہم کردیا۔ آپؐ نے تو معاہدے کے مطابق مجھے واپس کر ہی دیا تھا اب راستے میں میرے لیے خدا نے مخلصی کی ایک صورت پیدا کردی تو کیا میں اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا لہٰذا آپؐ تو بری الذمہ ہیں اب میں جاؤں اور یہ جانیں۔ اب میں اس وقت تک آپؐ سے الگ رہوں گا جب تک آپؐ کا معاہدہ ختم نہیں ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ عیص کی جانب روانہ ہوگیا جو مکہ مکرمہ اور شام کے راستے میں ایک مشہور مقام ساحلِ بحر کے قریب ہے اور حمرا اور بدر کے درمیان جنگل میں ایک مقام ہے۔ پھر ابوجندلؓ اور دوسرے مسلمان بھی جو کفار کی قید میں تھے رفتہ رفتہ ابوبصیرؓ کے پاس پہنچ گئے اور ان مسلمانوں کا ایک منظم اور طاقت ور گروہ تشکیل پاگیا اور اس گروہ ابوبصیرؓ اور ابوجندلؓ کی سرکردگی میں قریش کے تجارتی قافلوں پر چھاپے مارنے اور انھیں لوٹنا شروع کردیا۔

ایک مرتبہ ابوالعاص بن ربیع بن عبدِ شمس کا قافلہ شام سے مکہ کی طرف آ رہا تھا۔ ابوبصیرؓ ابوجندلؓ اور ان کے ساتھی ابوالعاص سے بخوبی واقف تھے کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

قریش کے ایک ممتاز گھرانے کا فرد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد بھی ہے۔ ابوالعاص کا نکاح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تھا لیکن ابوالعاص کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے میاں بیوی میں مفارقت ہو گئی تھی۔ یہ تمام حالات اس گروہ کو معلوم تھے چناں چہ اسی رشتے کا احترام کرتے ہوئے ابوبصیرؓ نے ابوالعاص کا سامان تو لوٹ لیا لیکن قافلے کے کسی فرد کو گزند نہ پہنچائی جب کہ پیشتر ازیں وہ قافلے کو قتل کر دیا کرتے تھے۔

ابوالعاص چھپتے چھپاتے اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے پاس پہنچ گئے اور ان کی وساطت سے سارا ماجرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو سب نے یہی رائے دی کہ ابوالعاص کا سامان واپس کر دینا چاہیے ورنہ حضرت زینبؓ کا دل ٹوٹ جائے گا۔

ابوبصیرؓ اور اس کے ساتھیوں کو اس فیصلے کی اطلاع ملی تو انھوں نے فوراً ابوالعاص کی ایک ایک چیز واپس کر دی یہاں تک کہ اونٹوں کی مہاریں اور سامان باندھنے کی رسیاں تک لوٹا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ جذبہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور انھیں دعا دی۔

ابوالعاص یہ سب کچھ لے کر مکّہ پہنچے۔ ہر فرد کا روپیہ پیسہ اور مال اسباب اس کے حوالے کیا۔ پھر مدینہ پہنچ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور کہا :

" اگر میں تجارت کا مال واپس لے کر مکّہ نہ جاتا اور حقداروں کا حق انھیں نہ پہنچاتا اور پہلے ہی اسلام قبول کر لیتا تو وہ لوگ یہی کہتے کہ میں ان کا مال ہڑپ کرنے کی غرض سے ہی مسلمان ہوا ہوں۔ اب مجھے کوئی یہ طعنہ نہ دے سکے گا اور یہ سب کچھ زینبؓ کی کوشش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی ہی سے ہوا کہ میں بدنامی کا دھبہ لگنے سے بچ گیا۔"

Marfat.com

کفار نے شرط ختم کر دی

مولانا شبلی مرحوم فرماتے ہیں کہ :

" ابو بصیرؓ اور اس کے گروہ کی لوٹ مار سے گھبرا کر قریش نے مجبوری کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا کہ معاہدے کی اس شرط کو ہم اپنی رضا سے ختم کرتے ہیں اب آئندہ جو مسلمان چاہے مدینہ جا کر آباد ہو سکتا ہے ہم تعرض نہ کریں گے۔ اور آپ کے آدمی بھی واپس کر دیا کریں گے۔"

معاہدہ کے گواہ

اصل معاہدے پر ابن ہشام کے مطابق مندرجہ ذیل اصحاب نے بطور گواہ دستخط ثبت کیے :

۱۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷۔ محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۔ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ (یہ کاتبِ معاہدہ تھے)
۹۔ مکرز بن حفص
۱۰۔ حویطب بن عبدالعزیٰ

قربانی

تکمیلِ صلح نامہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا لیکن تمام صحابہ کرامؓ چونکہ شرائطِ صلح سے حد درجہ مغموم اور شکستہ خاطر تھے کر لاڈلے بچوں کی طرح کچھ ضد میں آگئے اور کسی نے قربانی کے جانور کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے یہ انداز دیکھے تو صدمہ ہوا۔ آپؐ ام المومنین حضرت

marfat.com
Marfat.com

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور واقعہ بیان فرمایا۔

حضرت ام المومنین رضؓ نے عرض کیا :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ غم زدہ نہ ہوں۔ آپؐ کے ساتھیوں کی اس ناراضگی میں بھی آپؐ کے لیے بے پناہ محبت اور جاں نثاری پوشیدہ ہے۔ آپؐ ان کے اس فعل کو حکم عدولی پر محمول نہ کیجیے۔ کیوں کہ یہ صلح ہر مسلمان کے دل پر ظاہراً طور پر بہت شاق گزری ہے اسی وجہ سے وہ تعمیلِ ارشاد سے ہچکچا رہے ہیں۔ اب صلح کے دُور رس نتائج سے آپؐ کے سوا کون واقف ہو سکتا ہے اس لیے کہ آپؐ اللہ کے رسول اور نبی ہیں۔ ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ تمام مسلمان آپؐ کی اولاد کی مانند ہیں۔ آپؐ ان کے باپ ہیں بزرگ ہیں۔ اولاد باپ سے ناراض ہوا ہی کرتی ہے اور باپ ہمیشہ اولاد کو معاف کر دیا کرتے ہیں۔ آپؐ اب کسی سے کچھ نہ کہیں اور باہر جا کر خوشی خوشی قربانی کا آغاز کریں۔ مجھے یقین ہے آپؐ کو قربانی کرتے دیکھ کر لوگ خود بخود آپؐ کی اتباع کرنے لگیں گے۔"

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ ایسے دردمند انداز میں یہ باتیں کہیں کہ آپؐ کا دل بھر آیا۔

چناں چہ پھر ایسا ہی ہوا جوں ہی آپؐ نے قربانی کا آغاز کیا سب نے قربانی کرنا شروع کر دی۔ پھر ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کوئی ناراض تھا ہی نہیں۔

سورۂ الفتح کا نزول

تقریباً پندرہ دن قیام کرنے کے بعد عمرہ ادا کیے بغیر ہی آپؐ مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے اور راستہ ہی میں سورہ الفتح نازل ہوئی۔ صحابہ کرامؓ نے از راہِ تعجب دریافت کیا :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ فتح ہے ؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" قسم ہے مجھے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ

marfat.com
Marfat.com

فتح ایک عظیم الشان فتح ہے۔"

صلح حدیبیہ کے نتائج

۱۔ کافروں اور مسلمانوں کو بلا تکلف آپس میں ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا اور مسلمانوں کے اخلاقِ حمیدہ اور اسلام کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ کفار کو اسلام کی طرف کشش ہوئی اور دو ہی سال کی مدت میں اس کثرت سے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے کہ ابتدائے بعثت سے لے کر تکمیلِ صلح حدیبیہ تک اتنے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ اس طرح دلوں کو فتح کر لینا صلح حدیبیہ کی عظیم ترین برکت تھی۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جیسے نامور اور مدبر اصحاب اسی دوران حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ انہی دو سپہ سالاروں کی جنگی مہموں کو نپولین، سکندر اور ہنی بال کی جنگی مہموں سے بھی برتر قرار دیا ہے۔

۲۔ اب جماعتِ اسلام اس قدر پھیل گئی اور بڑھ گئی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر لینا آسان ہو گیا۔ حدیبیہ میں صلح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار مجاہدین تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح کے وقت دس ہزار کا لشکرِ جرار آپؐ کے ہم رکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کل فتوحاتِ اسلامیہ کے لیے دروازہ کھل گیا اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ کی شرطیں اسلام کی فتح کا اعلان تھیں۔

۳۔ آپ کے درگزر کرنے اور سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر صبر و تحمل سے کام لینے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی کوتاہیوں کی معافی کی بشارتِ عظیمہ سے سرفراز فرمایا۔

۴۔ قریش نے اس صلح کو اپنی بہت بڑی کامیابی قرار دیا کہ ایک زبردست دشمن جو انتہائی کوشش کے باوجود زیر نہ ہو سکا ان کی ہر شرط منظور کر رہا ہے صلح کرنا منظور کر لیا اور یہ طے پایا کہ آئندہ دس سال تک فریقین آپس میں جنگ

marfat.com
Marfat.com

نہیں کریں گے اور ایک دوسرے کی جنگوں میں غیر جانب دار رہیں گے چنانچہ کفار نے مسلمانوں کی لڑائی میں غیر جانب داری منظور کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا موقع فراہم کر دیا کہ آپ خیبر کی قوت کو ختم کر دیں۔ اسی لیے جب حدیبیہ سے فارغ ہو کر سیدھا خیبر کی طرف رخ کیا گیا تو قریش خیبر والوں کی امداد کرنے کے مجاز نہ رہ گئے تھے اس لیے ان کی مدد کو کوئی نہ آیا اور حسب توقع یہ خطرہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

۵۔ ان فوری خطرات سے نجات ملنے پر مسلمانوں نے اپنی مملکت کو تقریباً دس گنا پھیلا کر پورے عرب کو اپنا مطیع اور فرمان بردار بنا لیا اور وہاں سے رومی اور ایرانی اثرات بالکل ختم کر کے ایک ایسی مستحکم حکومت قائم کر دی جو پندرہ ہی برسوں میں تین براعظموں میں پھیل گئی اور جو قوت بھی اس طاقت سے ٹکرائی پاش پاش ہو کر رہ گئی۔ اور جس کسی نے سرِ تسلیم خم کیا وہ اسلام کی برادری میں برابر کا شریک بن گیا۔

یہی وہ صلح حدیبیہ ہے جسے عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست خارجہ کا شاہکار اور فتحِ مبین کہنا بے جا نہ ہوگا۔

عُمرۃ القضاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد حسب معاہدہ ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ ادا کیے بغیر ہی مدینہ واپس لوٹ گئے تھے۔ پھر ایک سال کے بعد ذی قعدہ ۷ھ ہجری میں آپ دوبارہ تشریف لائے۔

اس مرتبہ آپ کے ساتھ دو ہزار صحابہ کرامؓ تھے جب کہ گذشتہ سال ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ اب کے اونٹوں کے علاوہ گھوڑے بھی ہمراہ تھے اور ہری

Marfat.com
Marfat.com

کے لیے ساٹھ اونٹ ساتھ لے لیے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہران میں اترے۔ تمام اسلحہ بطن یاجج میں بھیج دیا جہاں سے حرم کے بت نظر آتے تھے۔ چونکہ تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار ادائے عمرہ کے وقت ساتھ نہیں لینا تھا اس لیے اوس بن خولی انصاری کو ایک سو رفیقوں کے ساتھ ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے متعین فرما دیا اور باقی تمام صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصویٰ پر سوار تھے۔ اس کی مہار عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑ رکھی تھی۔ آپؐ اسی حالت میں طواف اور سعی سے فارغ ہوئے۔

پھر مروہ کے پاس آکر قربانی کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسجد الحرام میں اذان بھی کہی۔

اسی دوران اہل مکہ آس پاس کی پہاڑیوں پر چلے گئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا خیمہ نصب کر دیا گیا تھا۔ اسی کے اندر آپؐ نے قیام مکہ کے تین دن گزارے۔ پھر ایک جماعت کو اسلحہ کی حفاظت کے لیے یاجج بھیج تاکہ وہاں پہلے سے متعین شدہ جماعت بھی آکر عمرہ ادا کرلے۔

تین روز پورے ہو گئے۔

تو آپ نے مکے سے روانہ ہو کر سرف میں مقام کیا جو مکہ کے شمال میں آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

جب آپ مدینہ منورہ لوٹے تو حج کا مہینہ ذی الحجہ شروع ہو چکا تھا۔

اسی سفر کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ بن حارث سے نکاح فرمایا۔ یہ نکاح حضرت عباسؓ کی تحریک سے ہوا تھا جن کی اہلیہ اُم الفضلؓ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔

Marfat.com

سلاطین و رؤساء
کو
دعوتِ اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامِ حق صرف عرب ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری کائناتِ انسانیت کے لیے تھا جیسا کہ قرآنِ پاک میں کئی جگہ ارشاد ہوا :

۱۔ "اے پیغمبر کہو ! اے افرادِ نسلِ انسانی ! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔" (اعراف ۱۵۸)

۲۔ "اور ہم نے تجھے تمام افرادِ نسلِ انسانی کے لیے خوشخبری پہنچانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔" (سبا ۲۸)

۳۔ "خدا وہی ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلیلوں اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ تمام دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔" (فتح ۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ اسی پیغامِ حق کے لیے وقف رہا۔ چوں کہ آپ کی رسالت عالمی و آفاقی تھی اس لیے انتظاماتِ تبلیغ بھی خاص اہتمامات کے متقاضی تھے مگر قریش کے جوشِ عداوت و عناد نے آغاز ہی میں ایسے افسوسناک حالات پیدا کر دیے کہ پہلے مسلمانوں کی ایک خاصی بڑی جماعت کو وطن چھوڑ کر حبش میں پناہ لینی پڑی تاکہ یہ جماعت ظلم و ستم کی اس آگ سے بچی رہے جو قریش نے مکہ اور آس پاس کے علاقوں میں بھڑکا رکھی تھی اور اطمینان سے خدائے واحد کی عبادت کر سکے۔ بعض اصحاب نے تو حبش میں کئی سال گزار دیے

Marfat.com

اور مخلص مومنوں کا آخری قافلہ تو اس وقت مدینہ منورہ پہنچا جب ہجرت کا ساتواں سال شروع ہو چکا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دعوت کے قبول کے لیے اہلِ یثرب کے دل کھول دیے اور مسلمانوں کے لیے ایک نیا مامن میسر آگیا جو مکے سے اڑھائی سو میل شمال میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم وہاں ہجرت کر گئے تاکہ اپنا اصل وظیفہ اطمینان کے ساتھ پورا کر سکیں لیکن قریش نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اور رزم و پیکار کا ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا۔ قریش کی اس عداوت کو دیکھ کر بعض دوسرے قبیلے بھی مسلمانوں کے نئے مرکز یعنی مدینہ منورہ پر یورشوں کے منصوبے تیار کرنے لگے تاکہ مال بھی ہاتھ آئے اور قریش کی نظروں میں اعتبار بھی بڑھے جنھیں تولیتِ کعبہ کے باعث پیروں اور مرشدوں کی حیثیت حاصل تھی اور پھر قریشِ مکہ خود بھی ایسے ہر اقدام کی حمایت اور حوصلہ افزائی کے لیے آمادہ رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکلات کے اس ہجوم میں بھی تعلیم و تزکیۂ نفس اور تبلیغِ اسلام کا مقدس سلسلہ جاری رکھا مگر جو دل جمعی اور یکسوئی لازم تھی اس کا انتظام معاہدہ حدیبیہ کے بعد ہی ہوا جس کے مطابق قریش دس سال کے لیے جنگ سے دست بردار ہو چکے تھے۔ اگرچہ پھر جلد ہی انھی کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی جو فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اس کے عرب کے بیشتر گروہوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض گروہ جنھوں نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن جزیہ ادا کرنے کا اقرار کرتے ہوئے اسلام کے باج گزار بن کر اس کی حفاظت میں آگئے۔

فتحِ مُبین

اللہ تعالیٰ عزّ و جل نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین فرمایا ہے، فتح کسی بند چیز کے کھول دینے کو کہتے ہیں چونکہ اب تک

marfat.com
Marfat.com

قریش کی مخالفت کی وجہ سے دعوتِ اسلام اور تبلیغِ احکام کا دروازہ بند تھا لیکن اس صلح نے اس دروازہ کو کھول دیا اور وقت آگیا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے تمام بندوں کو دور دراز تک پہنچا دیا جائے لیکن عوام چوں کہ اپنے بادشاہوں اور رئیسوں کے تابع ہوتے ہیں اور انہی کے اشاروں پر چلتے ہیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے فارغ ہو کر ماہ ذی الحجہ ۶ھ ہجری میں بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط روانہ کرنے کا عزم فرمایا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ :

"اے لوگو ! میں تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اب تمام دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچاؤ اور دینِ حق کو ہر طرف پھیلا دو۔ اللہ تعالیٰ تم پہ رحم فرمائے گا۔"

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم دل و جان سے تعمیلِ ارشاد کے لیے کمربستہ ہو گئے چناں چہ آپؐ نے سلاطین اور امرأ کے نام خطوط روانہ فرمائے اور ان کو دینِ حق قبول کر لینے کی دعوت دی۔

مُہرِ نبوت کا اجراء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امرأ و سلاطین کو روانہ کرنے کے لیے دعوت نامے لکھوائے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی مکتوب یا دعوت نامے پر ارسال کرنے والے کی مُہر نہ ہو تو سلاطین و رؤسا اس مکتوب کو معتبر اور قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے اور نہ ہی غور سے پڑھتے ہیں اس لیے ایک مُہر تیار فرمائیے ۔"

مشورہ معقول اور مفید تھا چناں چہ آپؐ نے چاندی کی ایک سادہ سی مُہر تیار کرائی جس پر صرف تین الفاظ کندہ تھے :

سب سے نیچے "محمد" کا لفظِ مقدس، اس سے اوپر "رسول" اور سب سے

marfat.com
Marfat.com

اوپر "اللہ" کے الفاظ ترتیب دیئے گئے۔

مُہر کی شکل وصورت لمبوتری بیضوی تھی۔

اللہ
رسول
محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں یہی مُہر تمام نامہ ہائے مبارک اور فرامین رسالت پر لگتی رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ مُہر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبضے میں آئی جسے وہ استعمال کرتے رہے۔ ان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے محافظ بنے۔ جب یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی تو ایک دن یہ مُہر ان کے ہاتھ اتفاقاً یا سہواً ایک کنوئیں میں گر گئی۔ ہر چند اسے تلاش کیا گیا مگر اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

دعوت ناموں کی تیاری

سب سے پہلے بہ یک وقت چھ دعوت نامے تیار کیے گئے جو مختلف ممالک کے حکمرانوں تک پہنچانے کی غرض سے قاصدوں یا سفیروں کے سپرد کیے گئے۔ یہ دعوت نامے محرم ۷ھ ہجری میں ایک ہی دن سب اطراف میں روانہ کر دیے گئے۔

جن افراد کو دعوت نامے ارسال کیے گئے ان کے نام یہ ہیں :

۱۔ حبش کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے نام
۲۔ ہرقل قیصرِ روم کے نام
۳۔ خسرو پرویز شہنشاہ ایران کے نام
۴۔ مقوقس والیٔ مصر کے نام
۵۔ ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام
۶۔ حارث بن ابی شمر غسانی والیٔ دمشق کے نام

ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے نام بھی دعوت نامے بھیجے گئے جن کا ذکر آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

نجاشی شاہِ حبش کے نام فرمانِ نبویؐ

سب سے پہلا مکتوب گرامی اصحمہ شاہ حبش کے نام تھا۔ جس کا لقب نجاشی تھا۔ یہ وہی بادشاہ ہے جس کے پاس مسلمانوں کی سب سے پہلی جماعت مکہ سے ہجرت کرکے پہنچی تھی جب ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت بھی نہ کی تھی اور یہ جماعت اس وقت سے اب تک نجاشی کے پاس ہی پناہ گزین تھی اور نجاشی نے اس جماعت کے مظلوم افراد کو اس وقت کفارِ مکہ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا جب مشرکین کے ایک وفد نے نجاشی کے دربار میں حاضر ہو کر ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا لیکن نجاشی نے اس وفد کو فوراً حبش سے نکل جانے کا حکم دے دیا تھا اور مہاجرین مسلمانوں کے آرام و آسائش کا پورا پورا انتظام کر دیا تھا۔ ان سات آٹھ برسوں کے عرصہ میں وقفہ وقفہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے حالات سے پوری خبر ملتی رہی تھی۔

نجاشی کے نام مکتوب گرامی عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ خط کے آغاز میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کی کیفیت اسلامی نقطہ نگاہ سے ٹھیک ٹھیک واضح کر دی گئی تھی اور پھر حسب ذیل الفاظ میں نجاشی کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی:

”..... اب میں تجھے اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو یگانہ و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی فرماں برداری پر موالات کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تو میری پیروی کرے اور اس مقدس تعلیم پر ایمان لائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تجھے اور تیرے لشکروں کو خدائے عزّ و جل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پیغام حق تجھ تک پہنچا دیا۔ نصیحت کر دی۔ میری نصیحت قبول کر۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو۔“

Marfat.com

نجاشی کا قبولِ اسلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو اسی دن سے نجاشی کے نہاں خانۂ قلب میں مخفی ہو چکی تھی جب کئی سال پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت ہجرت کر کے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں نجاشی کے پاس پہنچی تھی۔ شاید اسے اسی بات کا انتظار تھا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دعوتِ حق سے نوازیں تو وہ اسلام قبول کرے۔ یقیناً یہی بات تھی جبھی تو اس نے مکتوبِ گرامی کو ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا اور پھر آنکھوں اور پیشانی سے لگا کر کھولا۔ اور پھر بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔ مکتوبِ گرامی کو اس نے تخت پر بیٹھ کر نہیں بلکہ بڑے ادب اور انتہائی عقیدت کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر پڑھا۔

اس نے اپنے جوابی معروضے میں لکھا :

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے مکتوبِ گرامی میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے میں زمین و آسمان کے پروردگارِ حقیقی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام رتّی بھر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ آپ کے عم زاد بھائی اور ان کے رفیق ہمارے مقرب ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کی تحریر کردہ تمام باتوں کو اچھی طرح سے اور بخوبی جان اور سمجھ لیا ہے جو آپ نے ہم تک پہنچائی ہیں۔ میں نے اللہ رب العالمین عزّ و جلّ کے لیے اسلام قبول کیا اور آپ کے عمزاد بھائی (جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔"

اگرچہ بظاہر قبولِ اسلام اور بیعت کا یہ معاملہ خلوت میں پیش آیا تھا مگر ایسی خبریں کیونکر چھپی رہ سکتی ہیں چنانچہ نجاشی کے قبولِ اسلام پر اس کے

marfat.com
Marfat.com

پادری بگڑ بیٹھے اور انھوں نے اس کے خلاف ایک بہت بڑے مظاہرے کا انتظام کر دیا جس میں نجاشی کو حسنِ تدبیر سے کام لینا پڑا یعنی اسلام پر وہ قائم و استوار ہی رہا مگر پادریوں کو اطمینان دلا کر مظاہرہ ختم کرا دیا۔ چوں کہ حبش کی کوئی مستند یا غیر مستند تاریخ پیشِ نظر نہیں اس لیے تفصیلاً کچھ کہنا مشکل ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اصحمہ نجاشی کے اسلام کا سب کو یقین تھا اور اس کے مسلمان ہونے اور ایمان کی حالت میں فوت ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر سن کر اس کی نمازِ جنازہ آپ نے مدینہ میں غائبانہ ادا فرمائی تھی۔

نجاشی کے نام دوسرا مکتوبِ گرامی

دعوت نامۂ اسلام کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور مکتوبِ گرامی بھی عمرو بن امیہ ضمریؓ کے حوالے کیا تھا جو نجاشی ہی کے نام تھا عمرو بن امیہ نے آپؐ کی ہدایت کے مطابق پہلے دعوت نامۂ اسلام نجاشی کو پیش کیا اور جب اس کے نتیجے میں نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تو عمرو بن امیہؓ نے دوسرا مکتوبِ گرامی پیش کیا۔

اس دوسرے خط میں دو باتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر تھا:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رملہ یا ام حبیبہؓ بنت ابو سفیان کو نکاح کا پیغام بھجوایا تھا۔ جو حبش میں قیام کے دوران ہی بیوہ ہوئی تھیں۔

۲۔ مہاجرین کی وہ جماعت جو چودہ پندرہ سال پیشتر حبش میں پناہ گزیں ہوئی تھی حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اسے واپس بھیج دینے کے لیے لکھا تھا۔ اور اتنا عرصہ اس جماعت کی حفاظت اور دل جوئی کرنے کے لیے نجاشی کو دعا دی تھی۔

Marfat.com

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

ام حبیبہ کا اصل نام رملہ خاتون تھا اور یہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ ان کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ ان کی ایک بیٹی تھی حبیبہ، اسی کے نام پر آپ ام حبیبہ مشہور تھیں۔ دونوں میاں بیوی نے اسلام کی خاطر حبش کی طرف ہجرت کی۔ حبش پہنچ کر کچھ عرصہ کے بعد بدقسمتی سے عبیداللہ بن جحش نے عیسائیت قبول کرلی۔ اس نے آپ کو بھی عیسائیت قبول کرلینے کی دعوت دی لیکن آپ اسلام کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا اور اسی اختلاف کی وجہ سے آپ نے عبیداللہ سے علیحدگی اختیار کرلی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد عبیداللہ اسی حالت میں مرگیا اور آپ بیوہ ہوگئیں۔ آپ نے عبیداللہ کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ آپ نے کئی سال حبش ہی میں بیوگی کی حالت میں گزار دیے۔ بعض لوگوں نے آپ کو نکاح کا پیغام بھی دیا کہ پردیس میں بیوگی کی حالت میں زندگی بسر کرنا خطرے سے خالی نہیں لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں۔ آپ بڑی عبادت گزار اور شب بیدار خاتون تھیں۔ پاکیزگی اور نیک سیرتی آپ کا گہنا تھا۔ آپ رب العزت کے حضور میں اکثر گڑگڑا کر دعا کیا کرتی تھیں کہ :

"یا الٰہا ! تو ہی میری عزت کا محافظ ہے۔ اگر میری قسمت میں دوسری شادی لکھی ہے تو مجھے اب ایسا شوہر دینا جو عبیداللہ کی طرح مجھے دھوکا نہ دے جو تجھے فریب دے کر اسلام کو ترک نہ کر دے۔ ایسا شوہر کہ جس پر میں فخر کرسکوں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو جو دوسرا مکتوب گرامی لکھا تھا اس میں رملہ خاتون بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام بھی بھیجا تھا کیونکہ آپ کو کافی عرصہ پہلے یہ خبر مل چکی تھی کہ عبیداللہ عیسائی ہو کر مرچکا ہے اور ام حبیبہؓ پردیس میں بے رفیق و مددگار

marfat.com
Marfat.com

بیٹھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے حکم فرمایا تھا کہ ام حبیبہ رضؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ نجاشی کے اسلام لے آنے کی بشارت بھی جبریل علیہ السلام آپؐ کو دے چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے اپنے مکتوب گرامی میں نجاشی کو نکاح کا پیغامبر اور وکیل مقرر فرمادیا تھا۔

رسول اللہ صلعم کا مکتوب گرامی نجاشی نے پڑھا تو فوراً اپنی ایک لونڈی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح کا پیغام ام حبیبہ رضؓ کی خدمت میں پہنچا دیا۔

ام حبیبہ رضؓ نے جب یہ پیغام سنا تو خوشی کے مارے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ واقعی وہ اس شوہر پر فخر کرسکتی تھیں۔ وہ فوراً بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گئیں۔ ان کی دعا قبول ہو گئی تھی۔

انھوں نے فوراً نکاح کی منظوری دے دی۔ اور خالد بن سعید اموی کو اپنا وکیل مقرر کیا اور پیغام لانے والی شاہی لونڈی کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں انعام میں دیں۔

شام کے وقت نجاشی نے اپنے محل میں جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمانوں کو دعوت پر بلایا اور خود نکاح پڑھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہر کے چار سو دینار خود خالد بن سعید کے حوالے کیے جو ام المومنینؓ کے وکیل تھے۔ جب یہ رقم ام المومنینؓ کے ہاتھوں میں آئی تو انھوں نے پچاس دینار مزید اس لونڈی کو دیے جو نکاح کا پیغام لے کر آئی تھی اس امر سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آکر کتنی خوش تھیں کہ بار بار لونڈی کو انعام سے نوازتی تھیں۔ یوں رملہ خاتون بنت ابو سفیان یا ام حبیبہ رضؓ ام المومنین کے زمرۂ مقدسہ میں داخل ہو گئیں۔

Marfat.com

مہاجرین کی واپسی

نجاشی نے مہاجرین کی واپسی کے لیے کشتیوں کا انتظام کر دیا۔ ام المومنین حضرت اُم حبیبہؓ بھی ان کے ساتھ مدینہ منوّرہ کے لیے روانہ ہوئیں۔ چند کشتیوں میں نجاشی نے اپنے بیٹے ارہا کو بھی ان لوگوں کی حفاظت کے لیے حبشی سپاہیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حبش کی یہ سفارت جب مدینہ منوّرہ پہنچی تو اس کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔

قیصرِ رُوم کے نام دعوت نامہ

دوسرا دعوت نامہ ہرقل قیصرِ رُوم کے نام ارسال کیا گیا اس کے لیے حضرت دحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ کو قاصد یا سفیر منتخب کیا گیا۔ مکتوب گرامی کا مضمون یہ تھا:

"مَیں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرلے۔ تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے دوگونہ اجر عطا فرمائے گا اور اگر تُو اس امر سے روگردانی کرے گا تو تیری ساری رعایا کا وبال تیری گردن پر رہے گا۔ اے اہلِ کتاب (اختلاف ونزاع کی ساری باتیں چھوڑ کر) اس بات پر آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلّم ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، کسی ہستی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی انسان سے ایسے برتاؤ کا روادار نہ ہو گویا خدا کو چھوڑ کر اسے پروردگار بنا لیا۔ پھر اگر اس سے روگردانی کرو تو گواہ رہنا کہ ہم خدا کے فرمان بردار بندے ہیں یعنی صرف اسی کو ماننے والے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو تاکید فرما دی تھی کہ یہ مکتوب ہرقل قیصرِ روم کو حاکمِ بُصریٰ کے ذریعے پیش کیا جائے۔ چناں چہ حضرت دحیہؓ نے اسی ہدایت پر عمل کیا۔ قیصر اس زمانے میں بیت المقدس میں تھا۔ حضرت دحیہؓ نے مکتوب گرامی حارث غسانی حاکمِ بصریٰ کی وساطت سے قیصر روم کے پاس بھجوا دیا۔ قیصر روم نے

marfat.com
Marfat.com

مکتوبِ گرامی کو بڑے ادب کے ساتھ سنا اور بے حد متاثر ہوا۔ اس نے تحقیقِ حال کی غرض سے قریش کے تجارتی قافلہ کو دربار میں طلب کیا جو ان دنوں تجارت کے لیے وہاں آیا ہوا تھا۔

قیصرِ روم نے قافلے کے آدمیوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے عرب کے مدعیِ نبوّت کا قریبی رشتہ دار کون ہے ؟

ابوسفیان بن حرب جو قافلے کا سردار تھا بولا :

" مَیں ہوں۔"

قیصرِ روم نے کہا کہ تم میرے قریب آجاؤ اور جو کچھ مَیں دریافت کروں اس کا جواب صحیح دینا۔ جھوٹ بالکل نہیں کہنا۔ ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

پھر اس طرح سلسلہ کلام شروع ہوا :

" مدعیِ نبوت کا خاندان کیسا ہے ؟"

" وہ بڑے شریف اور عالی نسب خاندان سے ہیں۔" ابوسفیان نے جواب دیا۔

" ان کے خاندان میں کسی اور نے بھی کبھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے ؟"

" نہیں !" ابوسفیان نے کہا۔

" ان کے آباو اجداد میں کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے ؟"

" نہیں !" ابوسفیان نے جواب دیا

" کیا تم لوگوں نے ان کو دعوئے نبوّت سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے پایا ہے ؟"

" نہیں !" ابوسفیان نے کہا

" ان پر ایمان لانے والے لوگ اکثر غریب ہیں یا امیر ؟"

" اکثر غریب اور ضعیف لوگ ہیں۔" ابوسفیان نے جواب دیا۔

" ان کے پیرو روز بروز بڑھتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں ؟"

" بڑھتے جاتے ہیں۔" ابوسفیان نے کہا

marfat.com
Marfat.com

"ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد لوگ مرتد بھی ہو جاتے ہیں یا نہیں؟"

"نہیں!" ابوسفیان نے کہا۔

"کیا وہ عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتے ہیں؟"

"آج تک تو انھوں نے عہد شکنی نہیں کی۔" ابوسفیان نے جواب دیا۔ لیکن آج کل ہمارے اور ان کے درمیان عہد نامہ ہوا ہے۔ اس میں دیکھیں وہ اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں یا عہد شکنی کرتے ہیں۔" ابوسفیان نے جواب دیا۔

"تم لوگوں نے کبھی ان سے جنگ بھی کی؟"

"ہاں!" ابوسفیان بولا

"کیا نتیجہ رہا؟"

"کبھی وہ غالب آئے کبھی وہ فتح مند رہے۔" ابوسفیان نے کہا۔

"وہ کیا تعلیم دیتے ہیں؟"

"صرف اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز پڑھو۔ پاک دامنی اختیار کرو۔ سچ بولو اور صلہ رحمی کرو۔"

یہ تمام جوابات سن کر ہرقل نے ابوسفیان سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ عرب کا مدعیِ نبوت عالی نسب ہے تو بے شک انبیا ایسے ہی اعلیٰ خاندانوں سے بھیجے جاتے ہیں جو حسب و نسب میں سب سے بالا ہوں۔ تم یہ بھی تصدیق کرتے ہو کہ ہم نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص جو بندوں پر تو کبھی جھوٹ باندھے اور اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھنے کی جرأت کرے۔ تمھیں یہ بھی اقرار ہے کہ ان کے پیرو غربا اور ضعفا کثیر ہیں بے شک انبیا کی پیروی کرنے والے اکثر غریب اور ضعیف لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ تم یہ بھی مانتے ہو کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے تو بے شک حق کو تسلیم کرنے والے دن بدن بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ تم اس بات کو بھی مانتے ہو کہ ان کے

marfat.com
Marfat.com

دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے بے زار ہو کر کبھی مُرتد نہیں ہوتا تو بے شک ایمان کا یہی حال ہے کہ جب اس کی شیرینی اور حلاوت قلب میں سما جاتی ہے تو پھر کسی طرح زائل یا کم نہیں ہوتی۔ تمہارا یہ بھی بیان ہے کہ وہ کبھی بدعہدی کے مرتکب نہیں ہوئے تو بے شک انبیا کبھی وعدہ نہیں توڑتے بلکہ ہمیشہ وعدے کو وفا کرتے ہیں۔ تم یہ بھی کہتے ہو کہ لڑائی میں کبھی تم اور کبھی وہ غالب رہتے ہیں تو بے شک انبیاکرام کے ساتھ ابتدا میں اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے کہ کبھی دشمن پر غلبہ حاصل کرتے ہیں اور کبھی مغلوب ہوتے ہیں تاکہ ان کے ماننے والوں کے صدق اور اخلاص کا امتحان ہوتا رہے لیکن انجام کار ان ہی کو غلبہ اور فتح نصیب ہوتی ہے۔ پھر تم اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہو کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ شرک اور بُت پرستی سے منع کرتے ہیں، نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ سچ بولنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ پاک دامنی اختیار کرنے پر زور دیتے ہیں اور صلہ رحمی کی تاکید کرتے ہیں تو بے شک انبیا ہمیشہ ایسی ہی نیک اور احسن باتوں کی تلقین کیا کرتے ہیں۔

تمام سوالات وجوابات کو دُہرا دُہرا کر ہرقل قیصرِ روم ان باتوں کی تصدیق اپنی طرف سے بھی کرتا رہا۔ گمان غالب تھا کہ وہ ابھی اسلام قبول کرلے گا کیوں کہ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ برحق ہونے کا اقرار کیا تھا مگر دُنیا کی عارضی بادشاہت کی طمع اس کے آڑے آگئی۔ اپنے درباریوں پادریوں اور رعایا کے بھڑک جانے کے خوف سے وہ اسلام قبول کرنے کی جرأت نہ کرسکا اور دنیا کی بادشاہت نے جو صرف چند روزہ تھی اس کو ایمان کی لازوال بادشاہت سے محروم رکھا گو دل میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اچھے اور عمدہ خیالات وجذبات رکھتا تھا جیسا کہ اس نے آخر میں ابوسفیان سے مخاطب ہو کر کہا :

marfat.com
Marfat.com

" اگر یہ تمام باتیں جو تم نے عرب کے مدعیٔ نبوت کے بارے میں میرے سوالوں کے جواب میں بتائی ہیں صحیح ہیں تو بلاشبہ اور یقیناً وہ اللہ کے رسول اور نبی ہیں اور عنقریب وہ میرے قدموں کی جگہ یعنی شام اور بیت المقدس کے مالک ہو کر رہیں گے۔ کاش میں ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تب میں آپ کے قدم مبارک دھو کر پیتا۔"

ابوسفیان کہتے ہیں کہ :

" ہرقل قیصرِ روم نے جب اپنے ان خیالات کا برملا اظہار کیا تو دربار میں ایک خوفناک شور برپا ہو گیا۔ درباری بھڑک اٹھے اور حالات ہرقل کے خلاف غیظ و غضب کی صورت اختیار کر گئے۔ قریب تھا کہ درباری ہم لوگوں پر ٹوٹ پڑتے اور ہماری تکابوٹی کر دیتے کہ ہرقل نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ ہم قافلہ والوں کو حفاظت کے ساتھ دربار سے باہر لے جا کر چھوڑ دیں۔ چناں چہ سپاہیوں نے ہمیں دربار سے باہر نکال دیا۔"

ابوسفیان اس کے بعد کہتے ہیں کہ :

" دربار سے باہر آ کر جب ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے تب میں نے تمام حالات اور ہرقل کی گفتگو اور اس کے اظہارِ خیالات پر غور کیا تو مجھے یہ سوچ کر بڑا تعجب ہوا کہ روم کا شہنشاہ بھی آپؐ سے ڈرتا مگر آپؐ سے رغبت رکھتا ہے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کے پاؤں مبارک دھو کر پینے کی آرزو دل میں رکھتا ہے۔ دراصل اسی روز سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپؐ کا دین ایک نہ ایک دن ضرور غالب اور فتح یاب ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔" (ترجمان السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۶۴)

marfat.com
Marfat.com

خسرو پرویز شاہِ ایران کے نام دعوت نامہ

تیسرا دعوت نامہ ایران کے مشہور بادشاہ خسرو پرویز کے نام ارسال کیا گیا۔ یہ وہی بادشاہ ہے جو فرہاد اور شیریں کے معاشقہ میں تیسرا اہم فرد ہونے کی وجہ سے ہمارے فارسی اور اردو کے ادبیات کا ہیرو ہے۔

اس کے نام مکتوبِ گرامی کا متن یہ ہے :

"اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو ایران کا حکمران ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں جسے پورے عالم انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ جو لوگ زندہ ہیں انھیں بدعملیوں کے نتائج سے ڈرا دیا جائے۔ تو اسلام قبول کرلے تمام آفات سے محفوظ ہو جائے گا۔ اگر انکار کرے گا تو پوری مجوسی قوم یعنی اس وقت کے تمام اہلِ ایران کا وبال تیری گردن پہ ہوگا۔"

یہ دعوت نامہ لے جانے کے لیے عبداللہؓ بن حذافہ سہمی مقرر ہوئے۔ آپؐ نے انھیں تاکید فرما دی تھی کہ یہ دعوت نامہ حاکم بحرین کے پاس لے جائیں اور اس کی وساطت سے کسریٰ کے دربار میں پیش کریں۔ عبداللہؓ بن حذافہ نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ حاکم بحرین کے ذریعے جب مکتوبِ گرامی خسرو کے سامنے دربار میں پڑھا گیا تو وہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی اپنے نام سے پہلے لکھا دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ کیوں کہ ساسانیوں کے مقررہ آداب کے مطابق ساسانی بادشاہ کا نام ہر حال میں پہلے آنا چاہیے تھا لیکن عربوں کے طریق مکتوب نگاری کے مطابق کاتب اپنا نام پہلے اور مکتوب الیہ کا نام بعد میں لکھتا تھا اور یہی طبعی و فطری طریق ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بے ادب اور گستاخ پرویز

یہ اُس وقت کا واقعہ ہے اور تب کا ذکر ہے جب مئی ۶۲۸ء میں پرویز خسرو ایران رومیوں پر فتوحات کے بعد پے در پے شکستیں کھاتا ہوا اپنی سلطنت کے بچاؤ کے لیے شدید پریشانیوں میں مبتلا تھا۔

۱۲ دسمبر ۶۲۷ء کو نینوا میں آخری اور بے حد الم ناک شکستِ فاش نے اس پر وحشت کی کیفیت طاری کر دی تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات خاص طور پر کسی بادشاہ کے احساسات میں غیر معمولی ذکاوت پیدا کر دیتے ہیں اور پھر وہ کسی بھی معاملے کو معمولات و مروجات کے رنگ میں دیکھنے کے قابل نہیں رہتا بلکہ ہر معاملے کو اس رنگ میں دیکھتا ہے گویا جو کچھ اس کے سامنے آ رہا ہے وہ اس کی شکستوں ہزیمتوں اور بے چارگیوں کے ہجوم میں دل پر چرکے لگانے کے لیے بہ اہتمام خاص تیار کیا جا رہا ہے۔

پرویز نے نامہ مبارک سننے کے بعد جوشِ غیظ و غضب میں آ کر اسے اپنے ہاتھوں سے پھاڑ دیا۔

نامہ مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے بعد پرویز نے ایک ٹوکرا مٹی سے بھروا کر قاصدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اٹھوا کر رخصت کر دیا اور وہ اسی حالت میں مدینہ واپس پہنچے اور حالات عرض کیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"جس طرح اس نے نامہ کو پارہ پارہ کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اور پھر اس کے اقتدارِ سلطنت کو پارہ پارہ کر دے گا اور اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے ملک کی مٹی ہمارے پاس بھیج دی ہے اور یہ بشارت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی کہ مسلمان ایران کو فتح کر کے ایران کی سرزمین پر صدیوں حکومت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے اٹل فیصلہ لکھا جا چکا ہے۔"

Marfat.com

چناں کچھ ہی دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہوا یعنی پہلے تو پرویز کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور پھر وہ جس سلطنت کے غرور و تکبر میں نامہ مبارک چاک کرنے کی جسارت کا مرتکب ہوا تھا وہ بھی کاغذ کے ٹکڑوں کی طرح پارہ پارہ کر دی گئی۔

پرویز کی ھلاکت

"نامہ مبارک چاک کرنے کے بعد پرویز نے یمن کے نائب الحکومت باذان کو حکم نامہ ارسال کیا کہ :

"حجاز کے مدعی نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔"

باذان حاکم یمن نے اپنے دو آدمی ایک خط دے کر مدینہ منورہ خدمت نبوی میں بھیجے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خط سن کر مسکرائے اور فرمایا :

"اس خط کا جواب کل دیا جائے گا۔"

دوسرے روز وہ دونوں حاضر خدمت ہوئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ :

"اپنے صاحب یعنی باذان کو یہ خبر پہنچا دو کہ اس کے رب یعنی پرویز کو میرے رب یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کے ہاتھوں پارہ پارہ کر دیا کہ اس کا یہی انجام ہونا تھا۔"

جب کسی قوم پر بدبختی کا دور آتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اپنا سب کچھ تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ خسرو پرویز کو اس لیے قتل کر دیا کہ وہ پے بہ پے شکستیں کھائے چلا جا رہا تھا اور رومیوں کے ساتھ صلح کے لیے ہرگز تیار نہ تھا۔ پھر شیرویہ نے بادشاہ بنتے ہی رومیوں کی تمام شرطیں مان کر صلح کر لی۔ شیرویہ نے باپ کو اس لیے بھی قتل کیا کہ عسکری اور کشوری سب لوگ اس کے خلاف ہو گئے تھے۔ اس کے بعد شیرویہ نے خاندان کے ایک ایک مرد کو چن چن کر قتل کر دیا تاکہ سلطنت کا کوئی دعویدار زندہ نہ رہے۔ صرف دو ایک افراد

marfat.com
Marfat.com

ایسے زندہ بچے جو اس کی دسترس سے باہر تھے۔ لیکن شیرویہ خود بھی چھ ماہ کے بعد اپنے گناہوں کا گراں بارِ پشتارہ سینے پر رکھ کر اس عالمِ جاوداں میں جا پہنچا جہاں کہ محاسبۂ نیک و بد سے کسی کے لیے بھی مفر نہیں ہے۔ اور اس طرح خسرو کی سلطنت سرزمینِ ایران کا بھی شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔

مقوقس والیِ مصر کے نام دعوت نامہ

چوتھا دعوت نامہ آپؐ نے مقوقس شاہِ مصر کے نام ارسال فرمایا جو اسقفِ اعظم کے عہدہ پر بھی فائز تھا اور قیصر نے سنہ ۶۳۱ء میں اسے ملکی نظم و نسق کے لیے اپنی طرف سے نمائندہ مقرر کر دیا تھا۔ اس دعوت نامہ کو مصر پہنچانے کے لیے حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہمت اور ان کے جوشِ ایمان پر بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے دعا فرمائی :

"حاطبؓ ! اللہ تعالیٰ تجھے خیر و برکت سے نوازے۔"

اس دعوت نامے کی عبارت بھی وہی تھی جو قیصرِ روم کے دعوت نامے کی تھی اور وہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

حضرتِ حاطبؓ سکندریہ پہنچے تو اس وقت مقوقس کشتی پر سوار دریائے نیل کی سیر کر رہا تھا حضرتِ حاطبؓ نے بھی ایک کشتی کرایہ پر حاصل کر کے مقوقس کی کشتی کے پیچھے چھوڑ دی اور جلد ہی اس تک پہنچ گئے۔ اور دعوت نامہ کو بوسہ دے کر بڑے ادب سے مقوقس کو پیش کر دیا۔

اس نے بڑے غور سے دعوت نامہ پڑھا اور پھر حضرتِ حاطبؓ سے کہا :

"اگر تمہارا نبی سچا ہے تو اپنے خدا سے یہ دعا کیوں نہیں مانگتا کہ اسے وطن سے نکالنے والے مخالفین تباہ ہو جائیں۔"

حضرتِ حاطبؓ بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور کافی علم رکھتے تھے۔ آپؓ نے فوراً اور بلا توقف جواب دیا :

marfat.com
Marfat.com

"پہلے آپ بتائیے کہ آپ کے عقیدے کے مطابق یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سُولی دی اور سُولی ہی پر ان کی موت واقع ہوئی تب ، انھوں نے خدا سے دُعا مانگ کر دشمنوں کو ہلاک کیوں نہ کرا دیا ؟"

مقوقس اس جواب سے بہت خوش ہوا اور بولا :

"بے شک تو خود بھی دانا ہے اور جس کا تو سفیر ہے وہ بھی دانا اور حکیم ہے۔"

پھر اس نے محل میں پہنچ کر نامۂ مبارک کو بڑے ادب و احترام سے ہاتھی دانت کی دو تختیوں کے درمیان رکھ کر سرکاری خزانے میں یادگار کے طور پر محفوظ کرا دیا اور ایک عریضہ بڑے اچھے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھا :

"بے شک آپ وہی نبی محترم ہیں جس کی انبیائے سابقین بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ تو مجھے علم تھا کہ ایک آخری نبی آنے والا ہے لیکن میرا گمان تھا کہ وہ شام کی سرزمین پر ظاہر ہوگا۔ ایک لڑکی شہزادی ماریہ قبطیہ ایک باندی سیرین یعفور کے ساتھ ، چند تھان قیمتی کپڑے کے اور ایک خچر دلدل ہدیہ کے طور پر ارسالِ خدمت ہیں۔ قبول فرما کر عزت افزائی فرمائیں۔"

شہزادی ماریہ قبطیہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نکاح فرما لیا اور ان کی لونڈی آپؐ نے حضرت حسّانؓ کو بخش دی۔ خچر جس کا دلدل نام تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا شرف حاصل کرتا رہا۔ آپؐ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس رہا اور آپؓ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ کہا جاتا ہے کہ دُلدل جیسا خچر اس زمانے میں عرب کے اندر کہیں نہ تھا غالباً اسی خصوصیت ہی کی وجہ سے شاہِ مصر نے تحفۂ خاص کے طور پر بھیجا تھا۔

حضرت حاطبؓ نے خدمتِ اقدس میں پہنچ کر حالات عرض کیے تو حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ملک اور سلطنت کے لالچ

marfat.com
Marfat.com

میں اسلام قبول نہیں کیا مگر پھر بھی اس کی سلطنت اور حکومت باقی نہیں رہ سکی۔ چناں چہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مصر فتح ہو کر حلقۂ اسلامیہ میں شامل ہوا۔

حاکم یمامہ کے نام دعوت نامہ

پانچواں دعوت نامہ ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام ارسال کیا گیا۔ یہ دعوت نامہ سلیط بن قیس بن عمرو العامری کے ذریعے سے بھیجا گیا تھا۔ یمامہ آج کل دولتِ سعودی عرب کا حصہ ہے اس کے شمال میں نجد، مغرب میں حجاز و یمن، جنوب میں احقاف و ربع الخالی، مشرق میں عمان بحرین اور خلیج فارس۔

بحرین و یمن کی طرح یمامہ بھی ساسانیوں کے زیر اثر آ گیا تھا لیکن ہوذہ اور اس کے ہم قوم عرب تھے۔

ہوذہ کے نام جو دعوت نامہ ارسال کیا گیا وہ بہت مختصر تھا۔ اس نامہ میں فرمایا گیا تھا کہ دینِ اسلام عرب و عجم میں ہر جگہ پہنچے گا اور غالب رہے گا۔ پھر وہی دو الفاظ تھے جو دعوت ناموں میں عموماً موجود ہوتے تھے یعنی اسلم۔ تسلم یعنی اسلام قبول کرے محفوظ رہے گا۔

ہوذہ نے نامۂ مبارک پڑھا اور پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کی پُر تاثیر تقریر بھی سُنی جس کا متن یہ ہے:

"ہوذہ! تو ایک بڑی قوم کا سردار ہے۔ تیری توجہ سے تیری قوم ایمان کی سعادتِ کبریٰ حاصل کر سکتی ہے۔ میں تجھے بہترین چیز یعنی اسلام قبول کر لینے کا مشورہ دیتا ہوں اور بدترین چیز یعنی کفر سے بچاتا ہوں۔ اللہ کی عبادت کے لیے کہتا ہوں اور شیطان کی عبادت سے روکتا ہوں۔"

لیکن ہوذہ اسلام کی دولتِ سرمدی سے محروم رہا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ اور غزوۂ حنین و طائف سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو اطلاع ملی کہ

marfat.com
Marfat.com

ہوذہ فوت ہوگیا ہے۔ اس کی قوم کے ایک وفد نے مدینہ منورہ حاضرِ خدمت ہو کر اسلام قبول کیا۔

حارث بن ابی شمر غسانی کے نام فرمان

چھٹا دعوت نامہ شجاع بن وہب اسدیؓ کے ذریعے حارث بن ابی شمر غسانی کو بھیجا گیا تھا۔ حارث کا مرکز دمشق تھا مگر جب شجاع بن وہبؓ وہاں پہنچے تو حارث بےحد معروف تھا کیوں کہ ہرقل قیصرِ روم بیت المقدس آ رہا تھا اور اس کے لیے جابجا رسد اور استقبال کے تمام تر انتظامات حارث ہی کے ذمے تھے۔

شجاع بن وہبؓ نے حارث کے ایک حاجب سے رابطہ قائم کیا اور پہلے اسے تبلیغ کی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفصل حالات سن کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر اسی حاجب کی وساطت سے دمشق کے دربار میں حارث کے روبرو نامہ مبارک پیش کیا گیا۔

اس میں فرمایا گیا تھا کہ:

"اللہ پر ایمان لے آ۔ وہ یگانہ و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے تیرا ملک تیرے پاس محفوظ رہے گا۔"

حارث نے غصے سے کہا:

"میں ایمان نہ بھی لاؤں تب بھی میرا ملک مجھ سے کون چھین سکتا ہے۔"

پھر اس نے ہرقل قیصرِ روم کو لکھا کہ:

"مجھے عرب پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔"

ساتھ ہی اس نے گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دے دیا۔ مگر قیصر کی طرف سے جواب ملا:

"فی الحال یہ ارادہ ترک کر دو۔ اور بیت المقدس پہنچو۔"

پھر حارث نے ایک سو مثقال سونا شجاع بن وہبؓ کو دینے کا حکم صادر کیا۔ حاجب نے جو خفیہ خفیہ مسلم کا چیف بن کر مسلمان ہو چکا تھا زادِ راہ اور پارچے دیے —

marfat.com
Marfat.com

حارث کی وفات ۸ھ ہجری میں ہوئی یعنی جس سال مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

ساہانک والیٔ قنوج کے نام دعوت نامہ

اس زمانہ میں قنوج ہندوستان کی مرکزی حکومت تھی اور ساہانک نامی راجہ قنوج کا حکمران تھا۔ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر ہندوستان کی طرف عازم سفر ہوئے۔ سورت کی بندرگاہ پہ اترے اور پھر راجہ کے پاس گئے اس نے شاندار استقبال کیا اور مہمانوں کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور مہمانوں کو بڑی عزت اور بڑے احترام کے ساتھ رخصت کیا اور ہندوستان کے چند انمول تحفے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیے لیکن مسلمان نہیں ہوا۔

مزید دعوت نامے

مندرجہ بالا دعوت نامے ارسال کرنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور بے شمار دعوت نامے مختلف لوگوں کو روانہ کیے گئے چند ایک کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ عبداللہ بن حذافہؓ جو خسرو پرویز کے نام کا دعوت نامہ لے کر گئے تھے ان کے ہاتھ ایک دعوت نامہ ہرمزان کے نام بھی ارسال کیا گیا جو اس علاقے کا حکمران تھا جسے آج کل خوزستان کہتے ہیں۔ اہواز، سوس، رام ہرمز اور تستر یا شستر مشہور شہر تھے۔ غالباً اسی کو ایک زمانے میں سوسیانہ کہتے تھے یہ نامہ مبارک بھی بہت مختصر تھا۔ ہرمزان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام قبول کر لیا۔

۲۔ ایک دعوت نامہ علاء بن حضرمیؓ کے ہاتھ منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام بھیجا گیا تھا۔ یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ منذر بن ساوی اور اس کے بہت سے ہم قوموں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن حضرمیؓ کو زکوٰۃ وصدقات اور غیر مسلموں سے جزیے کی تحصیل

marfat.com
Marfat.com

کے لیے مقرر فرمادیا۔ ایک نامہ مبارک بعد میں حضرت ابوہریرہؓ کے ہاتھ بھی بھیجا گیا۔

۳۔ ایک دعوت نامہ جبلہ بن ایہم غسانی کو ارسال فرمایا گیا۔ اس نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا۔ ۱۴ھ میں وہ حج کے لیے مکہ مکرمہ آیا۔ طوافِ کعبہ کے دوران جبلہ کی چادر کا ایک کونہ اتفاق سے ایک بدوی عرب کے پاؤں کے نیچے دب گیا جس سے جبلہ کو جھٹکا سا لگا اور اس نے اسی جگہ پلٹ کر ایک زوردار طمانچہ بدوی کے منہ پر رسید کر دیا۔ طواف سے فارغ ہو کر بدوی نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں شکایت کی۔ جبلہ کو فوراً دربار میں طلب کیا گیا۔ تصدیق کر لینے کے بعد حضرت عمرؓ نے جبلہ کو ملزم ٹھہرا کر اس کے خلاف فیصلہ دے دیا کہ جبلہ کو بدلہ دینا ہوگا۔ جس طرح اس نے مدعی کے منہ پر چانٹا مارا تھا اسی طرح مدعی ملزم کے منہ پر چانٹا مارے گا۔ جبلہ تو یہ سمجھتا تھا کہ شہزادے کی عزت ایک عام شخص سے زیادہ ہوگی اور اس شخص کو امیر المومنین بھی میری توہین کا مرتکب ٹھہرائیں گے لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ قانونِ شریعت کی رُو سے شاہ و گدا کے درمیان کوئی تمیز نہیں تو وہ رات کے وقت چھپ چھپا کر نکلا اور فرار ہو کر شام جا پہنچا اور وہاں سے عیسائیت اختیار کر کے قسطنطنیہ چلا گیا لیکن اس کے بعد وہ تمام عمر اپنی اس حرکت پر حسرت و افسوس کے آنسو بہاتا رہا۔

۴۔ ایک دعوت نامہ جیفر بن جلندی حاکم عمان کے نام ذی قعدہ ۸ ہجری میں ارسال کیا گیا۔ یہ دعوت عمرو بن العاصؓ لے کر گئے۔ جیفر کا بھائی عبد بے حد نیک اور صالح انسان تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے ملک میں اسلامی احکام نافذ کر دیے۔ اسلام قبول کرنے کی سعی و ارادہ کی نیکی اور سعادت حاصل کرنے کا زیادہ حصہ عبد ہی کا تھا۔

۵۔ ایک دعوت نامہ مسعودؓ بن سعد کے ہاتھ فروہ بن عمرو الجزامی کے نام بھیجا گیا جو

marfat.com
Marfat.com

قیصرِ روم کی طرف سے معان کا گورنر تھا۔ یہ علاقہ آج کل اردن میں شامل ہے فردہ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اور سفیرِ اسلام کے ہاتھ ایک شاندار نسل کا گھوڑا، ایک سفید خچر، ایک عربی گدھا اور بے شمار نہایت عمدہ پارچات تحفہ کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں خاص طور پر بھیجے ان میں ایک شاندار عبا سندس کی بھی تھی جس کا حاشیہ سنہری تاروں سے مزین تھا۔ اس کے اسلام قبول کرنے سے پادریوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ قیصرِ روم نے فردہؓ کو اسلام سے منحرف کرنا چاہا لیکن یہ اسلام کا شیدائی اس امر پر راضی نہ ہوا۔ لہذا اسے قید کر دیا گیا۔ پھر فلسطین کے ایک چشمے کے پاس جس کا نام عفرا تھا اسے شہید کر دیا گیا۔ حضرت فردہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ تمام تکلیفیں صابرانہ برداشت کیں۔ دینِ حق پر فردہؓ کے استواری و ثبات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہادت کے وقت یہ الفاظ اس کی زبان پر تھے :

"مسلمان سرداروں تک میری یہ بات پہنچا دو کہ پروردگار کی راہ میں میرا جسم اور میری عزت نثار ہیں۔"

متفرق دعوت نامے

ان کے علاوہ بے شمار دعوت نامے تھے جو ارسال کیے گئے اور جن کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہیں لہذا ان کے صرف نام درج کر دیے جاتے ہیں جنھیں یہ دعوت نامے بھیجے گئے :

۱۔ ہلال بن امیہ جو بحرین کا ایک رئیس اعظم تھا۔

۲۔ امیر بصریٰ : یہی گرامی نامہ تھا جسے پہنچانے کے لیے حارث بن عمیرؓ تجویز ہوئے مگر شرجیل حاکمِ موتہ نے انھیں راستے ہی میں شہید کرا دیا اسی وجہ سے جنگِ موتہ وقوع پذیر ہوئی۔

Marfat.com

۳۔ اکیدر حاکمِ دومۃ الجندل کے نام۔
۴۔ قبیلہ بنی کلب اور اس کے سردار اصبغ بن عمرو کے نام۔
۵۔ ذوکلاع اور ذوعمرو کے قبیلے کے نام۔
۶۔ حکمرانانِ حمیر کے افراد و خاندان کے نام۔
۷۔ سردارانِ حضرموت کے نام۔
۸۔ سردار ازد کے نام۔
۹۔ الیخت سردار حجر کے نام۔
۱۰۔ بنی حارثہ کے نام۔
۱۱۔ بنی عذرہ کے نام۔
۱۲۔ شاہ سماوہ کے نام۔
۱۳۔ اُمرائے بنی وائل کے نام۔
۱۴۔ بنی زہیر کے نام۔
۱۵۔ مختلف سردارانِ عرب کے نام جن کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔

یہ ان دعوت ناموں کی سرسری کیفیت ہے جو مختلف روایتوں میں محفوظ رہ گئے ورنہ حقیقی تعداد اور کیفیت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۶ ہجری میں پیش آنے والے سریہ جات

سریہ عکاشہؓ یہ سریہ چشمہ غمر کی طرف بھیجا گیا۔ اس سریہ میں دو سو اونٹ مال غنیمت کے طور پہ ہاتھ آئے۔

سریہ محمد بن مسلمہؓ یہ سریہ بنی ثعلبہ اور بنی عوال کی سرکوبی کے لیے ارسال کیا گیا ایک جگہ مجاہدین نے قیام کیا۔ محمد بن مسلمہؓ ان کے سالار تھے دشمنوں نے رات کے وقت حملہ کر کے بے خبری میں سب کو شہید کر دیا۔

سریہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی سرکردگی میں بنی ثعلبہ اور عوال سے انتقام لینے کے لیے یہ سریہ روانہ کیا گیا۔ دشمن ڈر کے مارے بھاگ گیا۔ ان کے مویشیوں کو مال غنیمت بنا لیا گیا۔

سریہ زید بن حارثہؓ یہ سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں بنی سلیم کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا۔ لیکن دشمن فرار ہو گیا اور اس کے اونٹ بکریاں اور کچھ قیدی ہاتھ لگے۔

سریہ زید بن حارثہؓ بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لیے پندرہ مجاہدین کا ایک دستہ زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ جو کامیابی سے واپس ہوا۔ دشمن بھاگ گیا۔

سریہ زید بن حارثہؓ حضرت دحیہ کلبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ ہرقل قیصر روم کو پہنچا کر واپس مدینہ آ رہے تھے

marfat.com
Marfat.com

کو راستے میں ہنید جزامی نے ڈاکہ مارا اور ان کا سارا مال اور قیصرِ روم کے دیے ہوئے تحائف چھین لیے لیکن رفاعہ جزامی جو ہنید جزامی کا بھائی تھا اس نے ہنید سے سارا مال اور تحائف چھین کر حضرت دحیہ کلبیؓ کو معذرت کے ساتھ واپس کر دیے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت دحیہ کلبیؓ نے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو ایک دستہ دے کر ہنید جزامی کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ انھوں نے جا کر اس سے مقابلہ کیا۔ ہنید جزامی اور اس کا بیٹا قتل ہو گئے۔ چند قیدی اور کچھ مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ قیدیوں میں رفاعہ جزامی کے بیوی بچے بھی تھے۔ رفاعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بیوی بچوں کی واپسی کے لیے عرض کیا۔ چوں کہ قبل ازیں رفاعہ جزامی۔ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو ان کا مال واپس کر کے ان کا بہت احترام کیا تھا۔ اسی سلوک کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف رفاعہ کے بیوی بچے رہا کر دیے بلکہ دوسرے تمام قیدیوں کو آزاد کر کے سارا مالِ غنیمت بھی واپس کر دیا۔

سریہ دومۃ الجندل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ کیا گیا۔ ان کی دعوتِ اسلام سے متاثر ہو کر دومۃ الجندل کے رئیس نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی لڑکی کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کر دیا۔

سریہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب

بنی سعد بن بکر نے یہودیوں کی امداد کے لیے لشکر جمع کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے مقابلہ کیا۔ انھیں یعنی کفار کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہو گئے۔ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مالِ غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے۔

سریہ زید بن حارثہؓ

حضرت زید بن حارثہؓ تجارت کے لیے شام کی طرف جا رہے تھے۔ بنی فزارہ نے انھیں

marfat.com
Marfat.com

حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی کی سرکردگی میں ایک دستہ بنی فزارہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جو کامیاب لوٹے۔

سریہ عبداللہ بن رواحہ رض یہود کے سردار اُسیر نے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے بنو غطفان اور دیگر قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر ایک لشکر تیار کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس مجاہدین کا ایک دستہ اُسیر کو بُلانے کے لیے اس کے پاس بھیجا۔ تاکہ کوئی فیصلہ کن گفت گو کی جا سکے۔ اُسیر نے بھی اپنے تیس آدمی ساتھ لیے اور روانہ ہوئے۔ ایک ایک اونٹ پر ایک یہودی اور ایک مسلمان اکٹھے سوار تھے۔ اُسیر اور عبداللہ بن انیس رض ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ اُسیر نے دو دفعہ حضرت عبداللہ بن انیس رض پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی مگر عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں مرتبہ خبردار ہو گئے اور اُسیر ناکام رہا۔ لیکن جب تیسری دفعہ پھر اس نے یہی حرکت کی تو عبداللہ بن انیس رض غصے میں آ گئے اور تکرار بازی میں جنگ چھڑ گئی۔

تمام یہودی مارے گئے۔

مسلمانوں میں صرف حضرت عبداللہ بن انیس رض کو زخم لگا۔

جب مسلمان مدینہ پہنچے تو تمام واقعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن مبارک حضرت عبداللہ رض کے زخم پر لگایا تو زخم فوراً اچھا ہو گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

سنہ ہجری

غزوۂ خیبر

مسلمان دو مخالف طاقتوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ شمال کی طرف خیبر کے یہودی تھے اور جنوب کی طرف مشرکینِ مکہ۔ جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے اور ان کو مٹانے کے لیے آپس میں متحد تھے لیکن صلح حدیبیہ کی رُو سے جب قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بند ہونے سے اس اتحاد کا خاتمہ ہو گیا تو کفارِ مکہ کی طرف سے تو کوئی خطرہ نہ رہا مگر بنو قریظہ کی جلاوطنی سے یہود کی آتشِ غضب اور بھی بھڑک اُٹھی۔ انھوں نے قبیلہ غطفان کو مدینہ کی نصف پیداوار کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور منافقینِ مدینہ کو شریکِ حال بنا کر مسلمانوں کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھنے لگے۔

محمود بن مسلمہؓ کی شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ الٰہی محرم سنہ ہجری میں خیبر پہ چڑھائی کی۔ بنی غطفان اور خیبر کے درمیان مقامِ رجیع میں پڑاؤ ڈالا۔ تاکہ بنی غطفان اپنی حفاظت کی فکر میں لگے رہیں اور خیبر کے یہودیوں کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ اس علاقہ میں یہودیوں کے بہت سے قلعے تھے۔

مسلمانوں نے سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا اور سخت کوشش اور مقابلہ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ محمود بن مسلمہؓ قلعہ ناعم کے دامن میں تھے، کہ یہودیوں نے اوپر سے چکی کا پاٹ گرا کر انھیں شہید کر دیا۔

اس کے بعد دوسرے قلعے آسانی سے فتح ہوتے گئے مگر قلعہ قموص کے

marfat.com

Marfat.com

یہودی مسلمانوں کی مصالحت کی پیش کش کو ٹھکرا کر پوری تیاری کے ساتھ مقابلہ پر اُتر آئے۔ اس مہم پہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بھیجے گئے لیکن قلعہ سر نہ ہوا مہم نے طول پکڑا تو ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح ایسے شخص کو جھنڈا دیا جائے گا جس کو اللہ اور اللہ کا رسول خاص طور پر محبوب رکھتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا از راہِ قدر دانی اور حوصلہ افزائی تھا اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں تھا کہ اس کے سوا کوئی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست نہیں رکھتا۔

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھیے یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے۔ تمام رات اسی تمنا اور شوق میں گزری۔ صبح ہوئی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد فرمایا لیکن ان کو آشوبِ چشم کا عارضہ تھا۔ آنکھیں کھلتی نہ تھیں ہر وقت پانی آنکھوں سے بہتا رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن مبارک لگایا۔ دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں آپ نے ان کو عَلَم مرحمت فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ:

"مقابلے پر آنے والے کو لڑائی سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے خبردار کرنا۔ اگر ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ سے ہدایت فرما دی اور اس نے اسلام قبول کر لیا تو یہ بات تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہو گی۔"

سرخ اونٹ عربوں کا پسندیدہ اور محبوب مال تھا آپ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ عمل دنیا اور ما فیہا سے کہیں بہتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشان ہاتھ میں لے کر روانہ ہوئے تو اُدھر سے

marfat.com
Marfat.com

عرب کا مشہور پہلوان مرحب جو طاقت اور شہ زوری میں اکیلا ہی ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جا سکتا تھا بڑے طمطراق سے مقابلہ کے لیے آیا مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملہ کی تاب نہ لاکر راہی ملک بقا ہوا۔ اس کے بعد مرحب کا بھائی یاسر مقابلہ کے لیے آیا تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس طرح یہودیوں کے چھ سردار یکے بعد دیگرے مقابلہ پر آئے اور قتل ہو کر مرحب کے ساتھ ہی ابدی نیند سو گئے۔

جان بخشی کی درخواست یہود نے جان بخشی کی درخواست پیش کر دی جو اس شرط پر منظور فرمائی گئی کہ نقدی اور زیورات کے علاوہ جو سامان ساتھ لے جا سکتے ہوئے جاؤ اور قلعہ کو خالی کر دو۔ یہودیوں نے یہ شرط منظور کر لی لیکن بنو نضیر کے رئیس حیی بن اخطب نے شرط کی خلاف ورزی کی اور نقدی اور زیورات ایک تھیلے میں بند کر کے اسے اپنے سامان میں چھپا لیا۔ مسلمانوں کو شک گذرا۔ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو تھیلا برآمد ہو گیا۔ اس بد عہدی کے باعث اسے قتل کر دیا گیا۔

بالآخر بیس دن کے بعد یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعہ قموص کے فتح ہونے سے بہت سا مال غنیمت اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ ان قیدیوں میں بنو نضیر کے سردار کی بیٹی صفیہ بھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصرار پر صفیہ کو آزاد کر کے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ صحابہ کرام کا نظریہ تھا کہ سردار کی بیٹی ہونے کی نسبت سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قابل ہیں۔

مختلف قلعوں کی فتح قلعہ قموص فتح ہو جانے کے بعد قلعہ صعب فتح ہوا جس میں سے غلہ، چربی اور کھانے پینے کا بہت سا سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد یہود نے ایک پہاڑی قلعہ

marfat.com
Marfat.com

میں پناہ لے لی۔ اس کا بھی محاصرہ کیا گیا۔ کئی دن کے بعد یہودی مجبور ہو کر قلعہ سے باہر نکلے اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر شکست کھا گئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔

وطیح و سلالم کی فتح اب یہود ہر طرف سے سمٹ سمٹا کر وطیح اور سلالم دو قلعوں میں آکر محفوظ ہو گئے لیکن چودہ دن کے محاصرہ کے بعد یہ دونوں قلعے بھی فتح ہو گئے۔

یہود نے باجگزار رعایا بن کر رہنے اور باغات اور زراعت میں بٹائی پر کام کرنے کی درخواست کی۔ جو منظور کر لی گئی اور ان کو پیداوار کی نصف بٹائی پہ کام کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اور یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ :

"جب تک ہم چاہیں گے تمھیں رکھیں گے اور جب چاہیں گے تمھیں یہاں سے نکال دیں گے۔"

چناں چہ یہ یہودی خیبر ہی میں آباد رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیرالمومنین بنے تو انھوں نے ان یہودیوں کی تخریبی کارروائیوں سے تنگ آکر ان کو ملک شام کی طرف جلاوطن کر کے خطۂ عرب کو ان کے نجس وجود سے پاک و صاف کر دیا۔

اہلِ فدک کا انجام جب اہلِ فدک کو اطلاع ملی کہ خیبر کے یہودیوں نے فلاں شرائط پر صلح کر لی ہے تو انھوں نے خود بخود ہی یہاں سے کوچ کر جانے کا فیصلہ کر لیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ :

"ہم کو صرف جان کی امان دی جائے۔ ہم اپنا تمام مال و اسباب یہیں چھوڑ دیں گے اور خود یہاں سے جلا وطن ہو جائیں گے۔"

آپ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ فدک چوں کہ بغیر حملہ اور فوج کشی کے فتح ہوا تھا اس لیے بلا تقسیم یہ آپ کے قبضہ و تصرف میں رہا۔

marfat.com
Marfat.com

خیبر سے واپسی

خیبر سے واپسی کے بعد آپؐ نے وادی القریٰ کی طرف رُخ کیا جہاں قدیم زمانہ میں عاد و ثمود کی قومیں آباد تھیں۔ اس وادی کو بھی فتح کرلیا گیا اور آپؐ نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ اہلِ تیما نے یہ دیکھ کر خود بخود جزیہ ادا کرتے رہنے کے وعدہ پر صلح کرلیں۔

مہاجرینِ حبش کی واپسی

آپؐ ابھی خیبر ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ مہاجرینِ حبش کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ استقبال کرکے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتحِ خیبر کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا حضرت جعفرؓ کے آنے کی۔"

بعض قلعوں کی فتح میں مقامی یہودیوں نے بھی مدد کی۔ ایک یہودی نے ایک زمین دوز راستہ کا پتہ دیا جس سے پہاڑی قلعہ آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا۔ ایک قلعہ سے قلعہ شکن آلات برآمد ہوئے اور اس کی خبر بھی ایک یہودی ہی نے دی تھی۔

خالد بن ولید کا قبولِ اسلام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ:

"جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ آپؐ عمرہ کے لیے تشریف لائے تو میں مکہ سے باہر نکل گیا۔ میرے بھائی ولید بن ولید نے جو مسلمان ہو چکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا مجھے تلاش کیا مگر میں اسے نہ ملا۔ بعد ازاں اس نے مجھے ایک خط لکھا کہ اے بھائی! تیرا اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے بے خبر رہنا قابلِ تعجب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ خالد کہاں ہے؟ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اگر خالد مسلمانوں کے ساتھ مل کر دینِ حق کی حمایت کرتا اور اہلِ باطل کا مقابلہ کرتا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا اور ہم اسے یوں بھی دوسروں پر مقدم رکھتے۔ تو بھائی جان! جو عمدہ مقامات آپ سے فوت ہو چکے ہیں ابھی وقت ہے کہ ان کی تلافی کر لو!" اس خط نے قبولِ اسلام کے لیے میرے دل میں ایک خاص نشاط پیدا کر دیا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو سن کر بہت مسرور ہوا۔ اور میں نے اسی اثنا میں ایک خواب بھی دیکھا کہ میں ایک تنگ شہر اور خشک جگہ سے نکل کر ایک سرسبز اور کشادہ شہر میں چلا گیا ہوں چنانچہ میں نے مدینہ جانے کے بعد رختِ سفر باندھا اور میرے عثمان بن طلحہ بھی جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ راستہ عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی ارادے سے مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔"

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

"میں نجاشی کے دربار میں گیا وہاں عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بیٹھے دیکھا۔ میں نے نجاشی سے کہا کہ اسے ہمارے حوالے کر دیں۔ نجاشی یہ سنتے ہی برہم ہو گیا۔ میں نے فوراً معذرت کر لی۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح پیغمبر ہیں۔ ان کے پاس خداوندِ کریم کی طرف سے وحی آتی ہے۔ نجاشی کی یہ باتیں سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنے دشمنوں پر غالب ہو کر رہیں گے۔ میں نے وہیں نجاشی کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی اور مسلمان ہو کر مدینہ کو چل دیا تو

marfat.com
Marfat.com

راستے میں خالد اور عثمان سے ملاقات ہوئی۔"

غرض یہ کہ تینوں حضرات مدینہ میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ:

"مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو مدینے کی طرف پھینک دیا ہے۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے عمدہ کپڑے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے چل پڑا۔ راستہ میں میرا بھائی ملا اور کہنے لگا کہ جلدی چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری آمد سے بہت خوش ہیں اور تمہارے منتظر ہیں۔ ہم تینوں تیزی سے چل کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ میں نے سلام کے بعد عرض کیا کہ میں بہت شرمندہ اور نادم ہوں کہ حق کا مقابلہ کرتا ہوا حق سے دور رہا۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ خالدؓ کی ان تمام خطاؤں کو معاف کردے جو اس نے اسلام کی مخالفت میں کی ہیں۔ اس کے بعد عثمان بن طلحہ اور عمرو بن عاص آگے بڑھے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جب میں بیعت کے لیے آگے بڑھا تو ندامت کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میری تمام گزشتہ خطائیں اور قصور معاف کر دیے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر کی حالت میں کیے گئے ہوں۔ تب میں بیعت ہوا۔"

Marfat.com

عہدِ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے ملک شام قیصر روم سے چھین لیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کا فاتح ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صلح حدیبیہ کے بعد اور مکہ کی فتح سے پہلے مسلمان ہوئے۔

سریہ اسامہؓ بن زید خیبر سے مدینہ پہنچ کر آپ نے ان قبائل کی سرکوبی اور گوشمالی کے لیے جو مسلمانوں کو ستانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ ایک ایک دستہ فوج کا روانہ کیا تاکہ ان کی بغاوت کوئی خطرناک صورت اختیار کرنے نہ پائے۔

یہ تمام فوجی دستے کامیاب و فتح مند واپس ہوئے۔

اس مہم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جواب طلبی ہوئی۔

آپؐ نے پوچھا :

"جب اس شخص نے کلمہ پڑھ لیا تھا پھر اسے قتل کیوں کر دیا؟"

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے جواب عرض کیا کہ :

"اس شخص نے دھوکا دینے اور جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس شخص نے محض جان بچانے اور دھوکا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی توحید کا اقرار کیا تھا۔ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ منافقت سے کلمہ پڑھتا ہے؟"

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے دست بستہ عرض کیا :

"میں بہت شرمندہ ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجھے معاف کر دیجیے آئندہ ایسی غلطی کبھی نہ ہوگی۔" حضرت اسامہؓ پشیمان ہو کر رو پڑے۔

marfat.com

Marfat.com

سریہ ابو قتادہ رضؓ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مدینہ کی ایک وادی میں بطن اضم کی طرف بھیجا۔ جب یہ مجاہدین وادی میں پہنچے تو وادی کے ایک شخص عامر نے حضرت محلم بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سامنا ہوتے ہی کہا :

" السلام علیکم یا اخی ! "

لیکن حضرت محلم بن جثامہ نے سلام کا جواب دینے کے بجائے فوراً اسے قتل کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ یہ شخص اپنی جان بچانے کے لیے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے۔
جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ بے حد ناراض ہوئے اور محلم بن جثامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا :

" تم نے ایک شخص کو مومن ہونے کی حالت میں کیوں قتل کر دیا ؟ "

حضرت محلمؓ نے اپنی غلطی تسلیم کر کے معافی مانگی۔

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول عامر کے ورثا کو پچاس اونٹ بطور خوں بہا دے کر رضامند کیا۔ وہ لوگ آپؐ کے اس انصاف اور کریمانہ سلوک سے بہت متاثر ہوئے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کوئی مسلمان نہ ہوتا۔

آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا :

" یاد رکھو ! اسلام امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔ اگر کوئی شخص محض زبان سے کلمہ پڑھ لے یا کسی طرح سے اسلام کا اظہار کرے تو عین جنگ کی حالت میں بھی اس کی عزت اور آبرو اور جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں کہ دلوں کا حال صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ "

دشمن پر قابو پانے کے باوجود معافی اور درگزر کی ایسی مثالیں کسی اور قوم یا کسی دوسرے مذاہب میں کہاں ملتی ہیں !

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ خیبر کے چند ایک مشہور واقعات

جنگِ خیبر میں چند فقہی احکام کی تبلیغ فرمائی گئی :

۱۔ پنجہ دار پرندے حرام قرار دیے گئے۔
۲۔ درندے حرام قرار پائے۔
۳۔ لونڈیوں کے سلسلے میں تمتع کو استبراء سے مقید کر دیا گیا یعنی آغازِ حمل سے وضع حمل تک حاملہ سے قربت ممنوع قرار پائی ورنہ تین ماہ تک تمتع ناجائز قرار پایا۔
۴۔ گدھا اور خچر حرام ہوئے۔
۵۔ چاندی اور سونے کی خرید بہ تفاضل حرام قرار پائی۔
۶۔ متعہ بھی اسی جنگ میں حرام ہوا۔

دو انمول شہید

ایک شخص اسود راعی خیبر میں یہودیوں کی بکریاں اجرت پہ چرایا کرتا تھا۔ جنگِ خیبر کے دوران وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بعد شوق اسلام قبول کر لیا۔ پھر میدانِ جنگ میں جا شامل ہوا اور مردانہ وار لڑ کر شہادت پائی۔ اسے شہادت کا بڑا شوق تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد اسے ایک بھی نماز پڑھنا نصیب نہ ہوا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسود راعی کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔

اسی طرح ایک اعرابی تھا جو لوگوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ جب اسے خیبر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا تو اس نے حصہ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تو شہادت کا آرزو مند ہوں۔ چنانچہ وہ بھی لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ فرمانِ نبوی کے مطابق اس شہید کو بھی بلند مرتبہ ملا۔

marfat.com
Marfat.com

ایک یہودیہ کی شقاوتِ قلبی

خیبر کی صلح کے بعد سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ یہ عورت یہودیہ تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا کرتی تھی۔ اسی لیے آپ نے فرطِ کرم سے اس کی دعوت قبول فرمائی اور اپنے چند ساتھیوں کو ہمراہ لے کر دعوت پر تشریف لے گئے۔

جب کھانا سامنے رکھا گیا تو آپ نے پہلا لقمہ منہ میں ڈالتے ڈالتے ہاتھ روک لیا اور جو حصہ لقمے کا منہ میں چلا گیا تھا اسے بھی اگل دیا۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ گوشت زہر آلود ہے۔ لیکن بشر بن براء خزرجیؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے تھے انھوں نے بھی لقمہ منہ میں ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لقمہ اگلتے بھی دیکھا اور یہ سمجھ بھی گئے کہ کھانے میں زہر ملایا گیا ہے مگر پھر بھی فرطِ ادب سے وہ لقمہ نہ اگل سکے اور نگل لیا۔ چنانچہ زہر فوراً جسم میں سرایت کر گیا اور تیسرے روز انھوں نے جان دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیہ کو طلب فرمایا اور پوچھا تو اس نے کھانے میں زہر ملانے کا اعتراف کرتے ہوئے کہا :

> "میرا خیال تھا کہ اگر آپ اللہ تعالےٰ کے سچے پیغمبر ہیں تو زہر آپ پر اثر نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ آپ کو خبردار کر دے گا۔ جیسے کہ اللہ نے آپ کو خبردار کر دیا اور اگر آپ پیغمبر نہیں ہیں تو زہر آپ کو ختم کر دیتا اور ہمیں آپ کے ہاتھ سے نجات مل جاتی۔"

جب یہودیہ نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو حضرت بشر بن براء خزرجی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد زینب کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

❁

marfat.com
Marfat.com

سریہ سیف البحر

قبیلہ جہینہ نے جو مدینہ شریف سے مغرب کی طرف ساحل کے قریب آباد تھا سرکشی کی اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ آپؐ نے ان کی سرکوبی کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں تین سو مسلمانوں کا لشکر ماہ رجب سنہ ۸ ہجری میں روانہ کیا۔

دشمنوں پر اس مہم کی خبر سن کر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور فرار ہو گئے۔ اس لیے یہ مہم بغیر کسی مقابلہ کے کامیاب واپس لوٹی۔ اس سفر میں واپسی کے وقت لشکرِ اسلام کو کھانے پینے کی بہت تکلیف اٹھانا پڑی یہاں تک کہ ایک ایک کھجور پر گزر کرنے کی نوبت آگئی۔ جب کھجوریں بھی ختم ہو گئیں تو اس پاک باز جماعت نے درختوں اور جھاڑیوں کے پتوں کو غذا کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں اللہ کا نام بلند کرنے والوں کے لیے دریائے رحمت جوش میں آگیا اور غیبی طور پر لشکرِ اسلام کی مہمان نوازی کا سامان پیدا ہوا۔ یکایک سمندر کے پانی میں جوش اور اُبال پیدا ہوا، اور تقریباً پچاس ہاتھ مچھلی کنارے پر آپڑی۔ اب یہ غذا اسلامی لشکر کے لیے اٹھارہ بیس دن کے لیے کافی تھی۔

اللہ کے سپاہی مچھلی کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتے رہے اور اس کی چربی جس کو عنبر کہا جاتا ہے بدن پر ملتے رہے۔

مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب حالات بیان

marfat.com
Marfat.com

کیے اور عنبر ماہی اور گوشت پیش کیا جس کو آپ نے بھی تناول فرمایا۔
جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے مشقتیں برداشت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ غیب سے ان کی مدد کرتے اور رزق عطا فرماتے ہیں۔

سریہ اخرم بنی سلیم کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے ایک جماعت روانہ کی گئی۔ بنی سلیم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صحابہؓ کی جماعت کو بھی شہید کر دیا۔

سریہ غالب بنی الملوح کی سرکوبی کے لیے ایک دستہ روانہ کیا گیا۔ کفار نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ مسلمان مالِ غنیمت لے کر کامیابی کے ساتھ واپس لوٹے۔

مسجدِ نبوی اور ستونِ حنانہ

زمانہ رسالت پناہ میں عام مساجد کی طرح محراب کا رواج نہ تھا اس کی ابتدا ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں ہوئی۔
مسجدِ نبوی کی ابتدائی تعمیر کے وقت کوئی منبر بھی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین کو خطبہ دیتے وقت حسبِ ضرورت ایک لکڑی کے ساتھ جو ستونِ حنانہ کے نام سے مشہور ہے ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ اور یہ لکڑی اسی جگہ نصب رہتی تھی۔ حتیٰ کہ ۸ھ ہجری میں ایک انصاری عورت کے غلام میمون نامی نجار نے آپ کی اجازت سے لکڑی کا منبر تیار کیا۔

معجزہ

جب آپ نئے تیار کیے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے تو وہ لکڑی کا ستون جس کا نام ستونِ حنانہ تھا زور زور سے چلا چلا کر اس طرح رونے لگا کہ جیسے

marfat.com
Marfat.com

کوئی انسان اپنے محبوب کی جدائی میں روتا ہے۔

آپ ﷺ منبر سے اُترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹا لیا تب وہ ہچکیاں بھرنے لگا اور پھر آہستہ آہستہ خاموش ہوگیا۔ یہ ایک ایسا مشہور واقعہ ہے جو متعدد روایات سے ثابت ہے۔

مُردہ کا زندہ ہونا اور لاٹھی کا سانپ بن جانا بے شک یہ دونوں امور معجزہ تو ضرور ہیں لیکن ایک مُردہ جسم میں روح کا دوبارہ داخل ہو جانا اور کسی لاٹھی کا لا یعقل حیوان بن جانا اس قدر قابلِ تعجب نہیں ہے جس قدر کہ ایک سوکھی لکڑی کا چند روزہ صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے صاحبِ حال عارف کا رُتبہ پانا خرقِ عادت ہے۔

متفرقات

۱۔ دشمن کو تیاری کی مہلت دینا دانش مندی کے خلاف ہے اور بہت بڑی سیاسی غلطی ہے۔

۲۔ مقابلہ کے وقت حسنِ تدبیر سے دشمن کی کمک کو روکنا سپہ سالار کی بیدار مغزی اور اعلیٰ درجہ کی بصیرت ہے اور اہلیت کی دلیل ہے جیسا کہ جنگِ خیبر کے دوران مقام رجیع میں پڑاؤ ڈال کر بنی غطفان کی مدد کو روک دیا گیا۔

۳۔ اسلام قبول کرنے کی صورت میں دشمن کی جان بخشی کر دینا اور اس کو آزادی دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں داخل ہے۔ اور یہ فعل اسلام کا طغرائی امتیاز ہے۔

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ موتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حاکموں اور رئیسوں کے نام اسلام کے دعوت نامے ارسال فرمائے تھے ان میں سے ایک دعوت نامہ حارث بن عمیرؓ کے ہاتھ حاکمِ بصریٰ کے نام بھی بھیجا تھا۔ حضرت حارثؓ بلقا میں سے ہوتے ہوئے بصریٰ جا رہے تھے کہ موتہ کے عامل شرحبیل بن عمرو غسانی نے انھیں روک لیا اور دریافت کیا:

"تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟"

حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہوں اور ان کا دعوت نامہ لے کر حاکمِ بصریٰ کے پاس جا رہا ہوں"

خدا جانے شرحبیل کے جی میں کیا خیال پیدا ہوا کہ اس نے حضرت حارثؓ کو شہید کر دیا۔ حالانکہ کسی علاقے سے مسافرانہ گزر جانا قطعاً جرم نہ تھا اور پھر حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو صاف صاف بتا دیا تھا کہ میں سفیر ہوں اور کسی سفیر کا قتل بین الاقوامی معمولات کے مطابق صریح ظالمانہ فعل تھا۔ چنانچہ یہ حد درجہ رنج افزا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک پر بہت گراں گزرا۔ آپؐ نے شرحبیل کی طبیعت صاف کرنے اور اسے قرار واقعی سزا دینے کے لیے فوراً لشکر کی تیاری کا حکم صادر فرما دیا۔

راہِ خدا میں جانیں قربان کرنے والے مجاہدین ارشادِ نبویؐ کے مطابق مقام جرف میں جمع ہو گئے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سپہ سالاروں کا انتخاب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جرف پہنچے تو تین ہزار مجاہدین تیار کھڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

۱۔ تم سب کے امیر زید بن حارثہؓ ہیں۔
۲۔ اگر وہ قتل کر دیے جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب امیر ہوں۔
۳۔ وہ بھی قتل ہو جائیں تو امارتِ لشکر عبداللہ بن رواحہؓ کے سپرد ہو۔
۴۔ ابن رواحہؓ بھی قتل ہوں تو مسلمان جسے چاہیں امیر بنا لیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید پرچم والا علم زید بن حارثہؓ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"اس مقام تک جاؤ جہاں حارث بن عمیرؓ نے ادائے فرض کے لیے جان دی تھی۔ وہاں جو لوگ ملیں انھیں اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ اسلام قبول کریں تو جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں تو پھر تمھیں حق پہنچتا ہے کہ تم ان سے جنگ کرو۔ اور خدا سے اس کی مدد طلب کرو۔"

شرحبیل اور قیصرِ روم کا لشکرِ جرّار

لشکرِ اسلام مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو شرحبیل کو بھی اس کی اطلاع مل گئی اور اس کی تگ و دَو، جد وجہد سے بھاری لشکر فراہم ہو گیا۔ ادھر ہرقل قیصرِ روم خود ایک لاکھ فوج کے ساتھ موآب میں آموجود ہوا اور مزید ایک لاکھ جنگجو لخم، جذام، بلقین، بہرا بلی وغیرہ قبائل میں سے جمع ہو گئے۔

اسلامی لشکر کو معان پہنچ کر اس زبردست اجتماع کی خبر ملی لہٰذا ضروری تھا کہ اس غیر متوقع صورتِ حال پر غور کر لیا جاتا۔ چناں چہ مجاہدین کا لشکر معان ہی میں ٹھہر گیا۔ ایک گروہ کی رائے تھی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بڑے لشکر کے متعلق مفصل اطلاع دی جائے اور ان کے حکم کا انتظار کیا جائے کہ آپؐ چاہیں تو کمک بھیج دیں یا پھر جو حکم صادر فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔ دو راتیں اسی رائے پر بات چیت ہوتی رہی۔

Marfat.com
Marfat.com

آخر عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ :

" بھائیو ! ہم تو شوقِ شہادت میں نکلے ہیں اور اس کے پورا ہونے کی منزل سامنے ہے اس کی جانب قدم بڑھانے میں تامل کیوں کیا جائے۔ ہم تعداد یا قوت کے بل پر تو نہیں لڑتے۔ اگر فتح حاصل کریں گے تو وہ ہمارے لیے بھلائی ہے ہی۔ اگر شہادت سے ہم کنار ہوں گے تو یہی ہمارا مطمعِ نظر ہے اور یہ بھی ہمارے لیے ایک ایسی لازوال دولت ہے جس کے ہم طلب گار ہیں "

یہ رائے سنتے ہی بالاتفاق فیصلہ کر لیا گیا کہ انتظار کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر دشمن سے مقابلہ کرنا چاہیے اور غنیم کی کثرتِ تعداد کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت و امدادِ غیبی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

خوفناک مقابلہ چناں چہ تین ہزار مجاہدین معان سے آگے بڑھے تو دشمن کا بڑا لشکر مشارف میں پہنچ چکا تھا جو موتہ سے چند میل پر تھا۔ اسلامی لشکر نے موتہ کو مرکز بنا لیا اور اس کے پاس ہی جنگ ہوئی۔

اسلامی لشکر کا میمنہ قطبہ بن قتادہؓ کے زیرِ قیادت تھا۔ میسرہ کی سالاری عبایہؓ بن مالک انصاری کے سپرد تھی۔ دستور کے مطابق پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیرِ لشکرِ اسلام علم اٹھا کر آگے بڑھے اور بڑی مردانگی سے لڑے۔ ان پر نیزوں اور تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور زخموں سے چور چور ہو کر شہادت پائی۔

دوسرا امیرِ لشکر پھر فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جعفر بن ابوطالب نے علم سنبھال لیا۔ وہ آگے بڑھے۔ ان کا دایاں بازو کٹ گیا تو علم بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو علم کو سینے سے لگا لیا۔ غرض جب تک زندگی کی رمق باقی رہی۔ علم کو سربلند رکھا۔ ایک تلوار کی ضرب ان کی کمر پر پڑی جس سے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عبداللہ بن عمرؓ بھی اس جنگ میں شریک تھے ان کی ایک روایت ہے کہ حضرت

Marfat.com

جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر نوّے سے زیادہ زخم تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے پچاس زخم گنے وہ سب جسم کے اگلے ہی حصے میں تھے۔ گویا حضرت جعفرؓ برابر زخم کھاتے رہے لیکن منہ نہ موڑا۔

ان دو روایتوں پر حیران نہ ہونا چاہیے۔ پہلی روایت صرف سرسری اندازے پر مبنی ہے لیکن دوسری روایت میں گنتی کر کے بتایا گیا لیکن گنتی مکمل نہ ہو سکی جعفرؓ کی عمر صرف ۳۳ سال کی تھی جس میں سے خاصا لمبا وقت حبش میں گزرا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیسرا امیر لشکر

پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم اٹھایا وہ بھی مردانگی سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کے دل میں پہلے سے شوقِ شہادت سمایا ہوا تھا۔ زید بن ارقمؓ بہ حالتِ یتیمی عبداللہؓ بن رواحہ کی نگرانی میں تھے۔ اس سفر میں وہ بھی ساتھ تھے۔ کہتے ہیں کہ راستے میں عبداللہؓ بن رواحہ ایسے اشعار پڑھتے جاتے تھے جن سے شہادت کی انتہائی آرزو کا اظہار ہوتا تھا۔ میں (زید بنؓ ارقم) یہ اشعار سن کر رو پڑا تو حضرت عبداللہؓ نے کوڑا اٹھا کر مجھے مارا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے تو اے لئیم اس میں تیرا کیا نقصان ہے؟

ایک روایت میں ہے کہ سفر میں کھانے پینے کا انتظام اطمینان کے مطابق نہ ہو سکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے چچیرے بھائی نے ایک گوشت والی ہڈی پیش کی کہ کچھ کھا کر کمر مضبوط کر لیں۔ حضرت عبداللہؓ نے تھوڑا سا گوشت دانت سے کاٹا۔ پھر دشمنوں کی آوازیں سنیں تو ہڈی پھینک دی اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ:

"اے عبداللہ ابھی تک تو دنیا ہی میں ہے؟"

پھر لڑتے لڑتے شہادت حاصل کی۔

سبحان اللہ! کیسے اللہ کے برگزیدہ بندے تھے اور کیسے پیارے جاں نثار

marfat.com
Marfat.com

تھے کہ شہادت کی موت کو زندگی پر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جنگ کا آخری دور شروع ہوا اور یہیں سے اس جنگ کے نتائج کا معاملہ اختلاف کا باعث بنا۔ یکے بعد دیگرے تین سپہ سالاروں کے تقرر کا فرمان تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادر فرما چکے تھے۔ چوتھے سالار کا فیصلہ لشکر پر چھوڑ دیا تھا۔

طبقات ابن سعد میں ابو عامرؓ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کے بعد مسلمان ہزیمت اٹھا کر بُری طرح بھاگے۔ ایسی حالت کبھی دیکھی نہ تھی۔ ان میں سے دو بھی یکجا نہ تھے۔ اس اثنا میں ایک انصاری علم اٹھا کر تیز دوڑے اور بھاگتی ہوئی اسلامی فوج کے تمام آدمیوں سے آگے نکل کر علم زمین میں گاڑ دیا اور کہا:

" لوگو! میرے پاس آؤ۔"

یہ سنتے ہی سب ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ جب تعداد خاصی ہو گئی تو وہ انصاری علم اٹھا کر خالد بن ولیدؓ کے پاس لے گئے اور علم دینا چاہا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ میں آپ سے علم نہیں لے سکتا۔ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

انصاری بولے واللہ میں نے یہ علم تمہارے ہی لیے اٹھایا ہے۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم تھام لیا۔ لشکر کو پھر سے ترتیب دیا اور پھر دشمن پر ایسا زبردست حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ایسی شکست دی کہ کبھی ایسی شکست دیکھی نہ گئی۔ مسلمانوں نے جہاں چاہا تلوار چلائی۔

ابن ہشام میں علم اُٹھانے والے انصاری کا نام ثابت بن اقرم بتایا گیا ہے۔

موقع اور محل کے تمام قرائن سے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔

۱۔ اگر فتح دشمن کو حاصل ہوئی تو کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ جو لشکر بہ اعتبار تعداد

marfat.com
Marfat.com

چالیسواں یا پچاسواں حصہ تھا اسے شکست دے کر تعاقب نہ کیا گیا اور جب کہ وہ لشکر خود غنیم کے اپنے ملک میں تھا؟

۲۔ سوچیے کہ فتح کے بعد کون سا امر دشمن کو لشکرِ اسلام کے تعاقب سے باز رکھ سکتا تھا۔ اور شکست کے بعد مجاہدین کے پورے کے پورے لشکر کا صحیح سلامت بچ نکلنے کا کون سا امکان تھا؟

۳۔ جس شرحبیل بن عمرو غسانی حاکمِ موتہ نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرا دیا تھا حالاں کہ وہ نہتے ہوں گے کیوں کہ سفارتی خدمات انجام دے رہے تھے۔ وہ شرحبیل اور اس کے ہم قوم اتنے رحم دل اور اتنے رقیق القلب کیوں کر ہو گئے کہ انھیں کم و بیش ڈیڑھ لاکھ ہونے کے باوجود تین ہزار کا تعاقب کرنا منافیٔ انسانیت معلوم ہوا تھا۔

بعض ناقص روایتیں

بلاشبہ بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن سے شکست کا پہلو نکالا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ جب لشکرِ اسلام مدینہ منورہ پہنچا اور لوگ حسبِ معمول اس کے استقبال کو آئے تو ایک گروہ نے اہلِ لشکر پر مٹی اور کنکر پھینکے۔ ساتھ ہی وہ کہتے جاتے تھے: "او فرار یو! تم اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے"۔
لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ فراری نہیں کراری ہیں یعنی پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں"۔

اغلب ہے کہ اہلِ مدینہ تک ابتدا میں ناقص یا خلافِ حقیقت خبریں پہنچی ہوں اور انھوں نے چھان بین اور تحقیق کیے بغیر ہی ان خبروں پر اعتماد کر لیا ہو۔ آخر اس زمانے میں دورِ حاضر کی طرح خبریں حاصل کرنے کے وسیع وسائل تو موجود نہ تھے۔ ہمیشہ قاصدوں اور پیغام رسانوں ہی کی باتوں پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ اسی تاثر کے تحت یہ الفاظ کہے گئے ہوں گے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تردیدی ارشاد

marfat.com
Marfat.com

سے بڑھ کر فرار کے الزام کے بے بنیاد ہونے میں کیسے کلام ہو سکتا ہے۔

اصح السیر میں مولانا عبدالرؤف مرحوم دانا پوری لکھتے ہیں کہ :

"ابن قیم کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ اس غزوے میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ مگر صحیح وہ ہے جو ابن اسحاق لکھتے ہیں۔ یعنی دونوں جماعتیں بلا فیصلہ الگ ہو گئیں۔ ابن ہشام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں تو یہی معلوم ہوا کہ جب حضرت خالد بن ولیدؓ امیر بنائے گئے تو خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔"

امام بخاری اور امام زہری کی روایات کو صحیح مانا جائے یا ابن اسحاق کی روایت کو۔ لیکن جنگِ موتہ میں اسلامی لشکر کو شکست خوردہ قرار دینے کی کوئی وجہ معقول نظر نہیں آتی۔ ابن اسحاق زیادہ سے زیادہ یہ کہتے ہیں کہ جنگ کا قطعی فیصلہ نہ ہوا۔ دونوں لشکر پیچھے ہٹ گئے لیکن اگر رجعت یا پسپائی درست بھی مان لی جائے تو یہ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے لیے باعثِ ذلت ہو سکتی ہے نہ کہ تین ہزار کے لیے؟ اور پھر دشمن کا لشکر اپنے گھر میں مورچہ بند ہو کر جنگ کر رہا تھا اور مسلمان اپنے وطن سے دور تھے اور کئی سو میل کی مسافت طے کر کے وہاں پہنچے تھے۔

حقیقت کیا ہے؟

حقیقت تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں پر یقیناً اضطراب طاری ہو گیا ہو گا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کسی نئے امیر کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ جب ثابت بن اقرم انصاری کے حسنِ تدبر، دور اندیشی اور مردانگی کی برکت سے خالد بن ولیدؓ کی سالاری پہ اتفاق ہو گیا تو انھوں نے منتشر لشکر کو اکٹھا کر کے اپنے صواب دید کے مطابق مرتب کیا ہو گا۔ پھر ایک دم اتنے زور سے حملہ کر دیا جو خالد بن ولیدؓ کی جذباتی اور اولوالعزم طبیعت کا طرۂ امتیاز تھا تو دشمن کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ پیچھے ہٹ کر مورچے پکڑنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سامنے سے یکایک ہٹ جانے کے بعد از سرِ نو ترتیب خاص کے

marfat.com
Marfat.com

ساتھ حملہ آور ہونے کے باعث دشمن نے یہ سمجھ لیا ہو کہ یہ وہ لشکر نہیں جو شکست کھا کر بھاگ گیا تھا بلکہ تازہ دم لشکر ہے جو کمین گاہ سے نکل آیا ہے۔ تبھی اتنے زور کا حملہ کیا گیا ہے۔ بھاگتی ہوئی اسلامی فوج بھی اس تازہ دم لشکر میں شامل ہو گئی ہے ممکن ہے ایسے اور بھی کئی جیش ابھی ادھر ادھر چھپے بیٹھے ہوں اور وہ یوں ہی خدا جانے کب تک باہر نکلتے آئیں اور اسلامی فوج کو کمک پہنچاتے رہیں۔ یہ سب کچھ سوچ کر دشمن کی فوج کا سراسیمہ ہونا بالکل طبعی امر تھا اور پھر دشمن اپنے بچاؤ کی خاطر پیچھے ہٹ گیا تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔ البتہ مسلمان دشمن کا پیچھا نہ کر سکے۔ اس کی وجہ معقول ہے کہ ان کی تعداد بہت کم تھی۔ تعاقب کرنے سے اگر ان کی حقیقی حیثیت کا دشمن کو صحیح اندازہ ہو جاتا تو یقیناً ایک بھی فرد اس مخمصے سے زندہ واپس نہ آ سکتا تھا۔

دائرہ اسلام میں آنے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کی غیر معمولی حربی صلاحیتوں کی یہ پہلی جلوہ افروزی تھی۔ آگے چل کر اس نابغۂ حربیات نے جو حیرت انگیز کارنامے انجام دیے وہ اسلامی تاریخ کے لیے سرمایۂ فخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "سَیفُ اللہ" کا خطاب یونہی تو عطا نہیں ہوا تھا۔

اس جنگ میں صرف حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے آٹھ تلواریں ٹوٹ گئیں۔ کسی تلوار نے خاطر خواہ ساتھ نہ دیا بالآخر ایک یمانی تلوار نے وفا کی اور پھر حضرت خالدؓ نے میدان کارزار میں کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ دن ختم ہوا تو دشمن کے حوصلے نہایت پست ہو چکے تھے اور وہ شکست خوردہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا اور پھر اگلے دن اسے مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں لشکر اسلام کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی دشمن نے جنگ کے لیے کوئی اقدام نہ کیا۔ شاید وہ اپنے ہزاروں کی تعداد میں قتل ہونے والے سپاہیوں کی

Marfat.com
Marfat.com

لاشوں پر جو بے گور و کفن میدان کارزار میں اب تک پڑی سڑ رہی تھیں خون کے آنسو بہاتے ہوئے نوحہ و ماتم کناں تھا۔ اور اب اسلامی جتھوں سے مقابلہ کر کے اپنے مزید ہزاروں فوجیوں کو لقمۂ اجل نہیں بنوانا چاہتا تھا اس لیے اس نے اپنے خاموش انداز سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اب ہم لڑنا نہیں چاہتے تاکہ مسلمان یہیں سے واپس لوٹ کر چلے جائیں اور ان کی خلاصی ہو۔

ادھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دو تین دن تک دشمن کی طرف سے پہل کا انتظار کیا جب اسے خاموش پایا تو آپ نے بھی نہایت دور اندیشی سے کام لیا اور موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکرِ اسلام کو بچا کر واپس لے آئے۔

معجزہ

ادھر موتہ کے مقام پر گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اور ادھر کوسوں دور مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت پر لڑائی کا صحیح حال بیان فرما دیا۔ آپ نے بتایا کہ اب زید بن حارثؓ نے نشان لیا اور اب وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ہیں۔ اب نشان جعفرؓ کے ہاتھ میں ہے اب وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اب نشان عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا ہے اب وہ بھی شہادت پا گئے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا اخّاہ۔ اب خدا کی ایک تلوار نے نشان تھام لیا ہے۔ اب مجاہدین اس کے جھنڈے تلے جوق در جوق جمع ہو رہے ہے۔ اب لشکرِ اسلام کو نئے سرے سے مرتب کیا جا رہا ہے۔ اب بڑا زوردار حملہ دشمن کے قلب پر کیا گیا ہے کفار کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ سیف اللہ کی تیزی فرشتوں کو بھی شرمندہ کر رہی ہے۔ سیف اللہ کے ہاتھ سے بار بار تلوار ٹوٹ رہی ہے اور وہ بے چین ہو رہا ہے کوئی تلوار اس کے ہاتھ کی طاقت برداشت نہیں کر رہی۔ اب یہ تلوار جو اس نے اب ہاتھ میں لی ہے اسے دھوکا نہیں دے گی۔ وہ دل کھول کر دشمن کو قتل کرنے میں مصروف ہو گیا ہے۔ اور اب اللہ تعالےٰ نے دشمنوں کے دلوں پر

marfat.com
Marfat.com

مجاہدین کی ہیبت طاری کردی ہے۔ کفار پسپا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دشمنوں پر غلبہ عطا کردیا ہے۔

آپؐ یہ سب باتیں فرماتے جاتے تھے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بھی بہ رہے تھے اللہ جل شانہٗ نے حجاب دُور کردیا تھا کہ آپؐ نے مدینہ کی مسجد میں بیٹھ کر سینکڑوں کوس دُور میدانِ جنگ کا حال بیان فرمادیا۔ معاذ اللہ۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو اسی جنگ میں سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

جنگِ موتہ کے شہداء ابن حزم کے بیان کے مطابق حسب ذیل اصحاب نے جنگِ موتہ میں شہادت پائی :

۱۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالارِ اوّل
۲۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالارِ دوم
۳۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالارِ سوم
۴۔ مسعود بن الاسود بن حارثہ بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۔ حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۔ حضرت عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷۔ حضرت حارث بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۔ حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۹۔ حضرت ابو کلیب یا ابو کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۰۔ حضرت جابر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (حضرت ابو کلابؓ کا بھائی)
۱۱۔ حضرت عمرو بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۲۔ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمرو بن سعد کا بھائی)
۱۳۔ بعض مؤرخین نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شہداے موتہ میں شامل کرلیا ہے۔

Marfat.com

شہدائے موتہ کی تعداد بارہ ہو یا تیرہ لیکن اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اتنے بڑے مقابلہ میں مسلمانوں کا نقصان تعداد کے لحاظ سے بفضلِ خدا بہت کم تھا جب کہ دشمن کے آدمیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔ لیکن شہدائے اسلام کی عظمت اور رفعتِ مراتب کے اعتبار سے اس نقصان کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

حُزن والم

یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام شہدائے اسلام کا یکساں ملال تھا لیکن زیدؓ اور جعفرؓ کی شہادت خصوصیت سے بہت الم انگیز تھی۔ زیدؓ بن حارثہ وہ مقدس وجود تھا جس نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے پیشِ نظر اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جانے اور اپنے خاندان میں زندگی گزارنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں ہی میں رہنے کو ترجیح دی تھی۔ آپ نے حضرت زیدؓ کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کی شادی کی تھی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر محبت تھی کہ جب حضرت جعفرؓ حبش سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے اور شوقِ زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پہنچے جہاں آپ جنگِ خیبر میں معروف تھے تو آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا:

"ہم کہہ نہیں سکتے کہ ہمیں فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفرؓ کے آنے کی"

اس قدر محبت والفت کے پیشِ نظر آپ کو ان دو حضرات کی شہادت سے جس قدر بھی حزن والم ہوتا کم تھا!

Marfat.com

فتح مکۂ مکرّمہ

اسبابِ یورش جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مکہ فتح ہو کر اسلام کی عظمت و شوکت کو ظاہر کرے اور اب کفر ذلیل ہو کر جزیرہ عرب سے مغلوب اور نیست و نابود ہو تو کفار نے صلح حدیبیہ کے خلاف قدم اٹھالیا۔ معاہدہ حدیبیہ کی رُو سے دونوں فریق ایک دوسرے پر اور ایک دوسرے کے حلیفوں پر حملہ کرنے کے مجاز نہ تھے۔ بنو خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان مُدّت سے عداوت چلی آتی تھی مگر صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ مسلمانوں کے اور بنو بکر کفار کے حلیف اور مددگار بن گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد بنو بکر کی نیت میں فتور پیدا ہوا اور ان کے سردار نوفل بن معاویہ نے اپنا پُرانا انتقام لینے کی غرض سے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور قریش کے بل بوتے پر اچانک ایک رات بنو خزاعہ پر شبخون مارا اور قتل عام شروع کر دیا یہ سب کچھ قریش کے مشورہ سے ہوا۔ قریش نے ہی کہا کہ آج موقعہ ہے کہ بنو خزاعہ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہونے کا مزا چکھایا جائے۔ چنانچہ معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش نے علانیہ طور پر بنو بکر کی امداد کی۔ بنو خزاعہ نے مجبور ہو کر اور بھاگ کر حرمِ پاک کے اندر پناہ لی کہ یہاں کسی کا خون نہیں بہایا جاتا تھا لیکن ظالموں نے حرم کے احترام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حرم پاک کے اندر بھی انھیں نہ چھوڑا اور نہایت بے دردی سے حدودِ حرم کے اندر بنو خزاعہ کا خون بہایا گیا۔ انھوں نے واسطے دیے منتیں کیں کہ ان کو امان دی جائے لیکن کسی نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔

marfat.com

Marfat.com

معجزہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ اسی شب مکہ میں خزاعہ کے فریادی نے آپ کو پکارا اور مدد چاہی۔ آپ اس وقت ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں وضو فرما رہے تھے کہ یکایک غیبی اطلاع سے فریادی کی آواز آپ کے کان تک پہنچی اور آپ اس کے جواب میں لبیک لبیک پکار اٹھے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دریافت کرنے پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ خزاعہ کے فریادی نے مجھے مکہ سے پکارا ہے اور مدد کے لیے فریاد کی ہے۔ ان کی مدد کرنا لازمی ہے۔

اس کے تین دن کے بعد عمرو بن سالم اپنی قوم کے چند آدمیوں اور بدیل بن ورقہ کو ہمراہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بنو بکر اور قریش کی عہد شکنی اور ظلم و ستم کی شکایت کرکے مدد کا خواستگار ہوا۔ آپ نے مدد کا وعدہ فرمایا اور اسی وقت قریش کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا کہ ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک منظور کر لیں :

۱۔ بنو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ یا
۲۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ یا
۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

مگر قریش کی طرف سے قرط بن عمرو نے بڑے جوش میں آکر کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے

قاصد یہ سن کر واپس لوٹ آیا۔

قریش کی ندامت قریش کو اچھی طرح علم تھا کہ اب مسلمانوں سے مقابلہ کرنا موت کو دعوت دینا ہے

marfat.com
Marfat.com

اس لیے جب قاصد چلا گیا تو قریش کو بڑی ندامت اور پریشانی ہوئی۔ بڑی سوچ بچار اور مشورہ کے بعد انھوں نے ابوسفیان کو اپنا سفیر بنا کر تجدید معاہدہ کے لیے مدینہ بھیجا۔ ابوسفیان مدینہ پہنچ کر اپنی بیٹی ام المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے کے لیے آستانۂ نبوی میں پہنچے اور حجرے میں داخل ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت اُمّ حبیبہؓ نے فوراً بستر لپیٹ دیا۔

باپ نے دریافت کیا کہ بیٹی! کیا بات ہے؟ یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔

بیٹی نے جواب دیا کہ ابا جان! یہ خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا ہے اس پر کوئی مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔

اس واقعہ سے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حرارتِ ایمانی، غیرتِ ملی اور شیفتگیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ اپنی بیٹی کی یہ حرکت ابوسفیان کو نہایت ناگوار گزری اور کہا کہ افسوس مجھ سے الگ ہو کر تیری عادت بدل گئی اور ایسی خراب ہو گئی کہ بڑوں کی عزت کا پاس بھی نہ رہا۔

حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ ابا جان! میں تو نورِ اسلام سے منور ہو گئی مگر آپ قوم کے سربراہ اور عاقل و سمجھ دار ہونے کے باوجود اب تک پتھروں اور بتوں کو پوجتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

ابوسفیان نے کہا کہ تُو نے میری بے حرمتی کی ہے اور مجھے کہتی ہے کہ میں باپ دادا کا دین چھوڑ دوں۔

ابوسفیان ناراض ہو کر وہاں سے اٹھا اور باہر چلا آیا مگر اس حیران کن واقعہ نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور وہ اسلام پر غور کرنے کے لیے مجبور ہو گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

ابوسفیان اب دربارِ اقدس میں حاضر ہوا اور تجدید عہد کے لیے بات چیت کی مگر دربارِ رسالت سے کچھ جواب نہ ملا۔ پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اور حضرت عمر رضی کو واسطہ بنانا چاہا مگر انھوں نے جواب دیا کہ ہم اس سلسلے میں کوئی گفت گو نہیں کر سکتے۔ پھر ابوسفیان مجبور ہو کر حضرت فاطمۃ الزہرا بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا مگر وہاں سے بھی وہی جواب ملا۔ بالآخر ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب بہت تقاضا کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بات چیت نہیں کرتے تو آپ مسجد نبوی میں جا کر بلند آواز سے خود ہی تجدید معاہدہ کا اعلان کر دیں چناں چہ ابوسفیان نے مسجد نبوی میں جا کر اعلان کر دیا کہ :

"میں نے قریش کو امان دی اور معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔"

اس کے بعد مکہ واپس جا کر اس نے لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا تو سب نے اسے لعن طعن کی اور کہا کہ علی رضی نے تو تجھ سے مذاق کیا اور اپنا پیچھا چھڑایا ہے معاہدوں کی تجدید کبھی یوں بھی ہوا کرتی ہے۔ نہ تو صلح کی خبر لایا کہ اطمینان ہوتا اور نہ ہی لڑائی کی خبر لایا کہ ہم تیاری کرتے۔

روانگی کا حکم ابوسفیان کے لوٹ جانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی کو مکہ کی طرف روانگی کا حکم فرما دیا۔ اتحادی قبائل کے پاس قاصد بھیج دیے گئے۔ لیکن اس بات کی احتیاط کی گئی کہ اہلِ مکہ کو خبر نہ ہونے پائے۔ اس لیے کہ قریش پر اچانک حملہ کرنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ کشت و خون اور جنگ و جدال کے بغیر ہی مکہ کو فتح کر کے اسے کفر و شرک سے پاک کرنا مقصود تھا اور روانگی کا راز کھل جانے کی صورت میں جنگ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس طرح قریش جنگ کی تیاری کر کے میدان میں آ کھڑے ہوتے۔

marfat.com
Marfat.com

ایک صحابیؓ کی غلطی

اسی دوران میں ایک معزز صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو خط دے کر مکہ کی طرف روانہ کر دیا جس میں قریش کو اطلاع دی گئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر یورش کی تیاری کر رہے ہیں۔

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مطلع کر دیا۔ آپؐ نے حضرت مقدادؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ روضہ خاخ تک جاؤ اور اس عورت کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ روضہ خاخ مکہ کے راستے میں ایک مقام تھا۔ یہ تینوں حضرات گھوڑے اڑاتے ہوئے اس مقام پر پہنچے اور اس عورت کو پکڑ لیا۔ اس کی تلاشی لی گئی مگر کوئی خط نہ ملا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر ہرگز جھوٹ نہیں ہو سکتی اس لیے بہتر ہے کہ تو وہ خط ہمارے حوالے کر دے ورنہ ہم تجھے برہنہ کر کے تیری تلاشی لینے پر مجبور ہوں گے۔"

اس پر اس عورت نے گھبرا کر اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکالا اور حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا۔

جب یہ خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے حاطبؓ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟

انھوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے عزیز و اقارب مکہ میں ہیں۔ ان کا کوئی حامی نہیں۔ اس لیے میں نے قریش پر احسان رکھنے کی غرض سے انھیں یہ اطلاع دینا چاہی تھی تاکہ وہ اس کے صلہ میں میرے عزیزوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں بلکہ ان کی حفاظت کریں اور ان سے روادارانہ سلوک کریں۔ میں یہ بھی

Marfat.com
Marfat.com

جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یقیناً فتح سے نوازے گا اور میرے اس طرح قریش کو اطلاع دینے سے آپؐ کا کچھ نقصان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں حلفیہ کہتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے ہرگز ہرگز دین سے برگشتہ اور مرتد ہو کر یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض صرف یہی تھی جو میں نے بتائی ہے۔ اب آپؐ جو سزا دیں میں تیار ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا بے شک تو سچ کہتا ہے۔

لیکن حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا کیوں کہ یہ صریحاً غداری تھی۔ انھوں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپؐ حکم دیں تو میں حاطبؓ کی گردن اڑا دوں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔"

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے عمرؓ! یہ اہلِ بدر میں سے ہے اور تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ غازیانِ بدر کے گناہ معاف کر چکا ہے۔"

غرض حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصور معاف کر دیا گیا اور اسی وقت اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا کہ:

"مسلمانو! آئندہ کافروں سے دوستی مت رکھو جو میرے اور تمہارے دشمن ہیں۔"

اس طرح تمام مسلمانوں کو رب العزت نے نصیحت فرما دی جیسے کوئی مہربان حاکم کسی خطاوار مجرم کو رہا کرنے کے بعد خیر خواہانہ نصیحت کیا کرتا ہے۔

دس ہزار قدوسیوں کی روانگی

۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو دس ہزار قدوسیوں کی جمعیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے جانبِ مکہ روانہ ہوئے

Marfat.com

قبائل عرب راستہ میں آکر ملتے جاتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر مکہ سے ہجرت کرکے آتے ہوئے راستے میں مقام جحفہ پر مل گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح میری نبوت آخری ہے اسی طرح آج حضرت عباسؓ کی ہجرت بھی آخری ہے۔

حضرت عباسؓ نے آپؐ کے حکم سے اپنا رخت سفر مدینہ بھجوادیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں فوج کے ساتھ چل دیئے۔

آگے چل کر مقام ابوا پر ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن ابی امیہ آتے ہوئے ملے۔ ابوسفیان بن حارث آپؐ کے چچازاد بھائی تھے جو نبوت سے پیشتر آپؐ کے گہرے دوست تھے مگر نبوت کے بعد مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ اور آپؐ کی ہجو کرنے لگے۔ عبداللہ بن ابوامیہ آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے یہ بھی آپؐ کے شدید مخالفوں میں سے تھے۔ دونوں نے بارگاہ نبوت میں حاضری کی اجازت طلب کی مگر اجازت نہ ملی۔

اس موقع پر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفارش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آپؐ کے چچا کا بیٹا ہے اور دوسرا آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چچازاد بھائی نے میری آبروریزی کی اور پھوپھی کا بیٹا وہی ہے جو کہتا تھا کہ اگر تو آسمان پر سیڑھی لگاکر چڑھ جائے اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہوں پھر تو وہاں سے ایک دستاویز لے کر اترے تو بھی پھر بھی تجھ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ اور پھر وہ مخالفت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ تو رحمۃ اللعالمین ہیں آپؐ کے خوان نعمت سے اپنے تو

marfat.com
Marfat.com

محروم نہیں رہنے چاہئیں۔

ابوسفیان بن حارث نے کہا کہ اگر آپ حاضری کی اجازت نہ دیں گے تو میں اپنے بیٹے کو لے کر کسی صحرا میں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔

دریائے رحمت جوش میں آیا اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی سفارش اور ان دونوں کی طلب وندامت کو مدنظر رکھتے ہوئے اجازت دے دی گئی۔ دونوں نے نہایت ادب و احترام سے خدمت اقدس میں عرض کیا:

"قسم ہے اللہ کی بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم قصوروار ہیں"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"آج کے دن تم پر کوئی الزام اور ملامت نہیں۔ اللہ تمہارا قصور معاف کرے۔ وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے"

غرض یہ کہ دونوں نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن ابی امیہ کا اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ حال تھا کہ شرم کے مارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور ابوسفیان بن حارث نے بھی مدت العمر آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

مسافرت اور جہاد میں افطار کی اجازت

جب آپ کدید کے مقام پر پہنچے تو محسوس ہوا کہ روزہ کی سختی حد سے متجاوز ہوتی جا رہی ہے تب آپ نے پانی طلب فرمایا اور مجمع کے سامنے نوش فرمایا تاکہ صحابہ کرامؓ دیکھ لیں اور باور کر لیں کہ مسافرت اور جہاد کے موقع پر اگر روزہ حد سے بڑھ کر محسوس ہونے لگے۔ بھوک یا پیاس کی شدت ناقابل برداشت ہو جائے تو فوراً روزہ چھوڑ دینا چاہیے یعنی جب بھی دن کا کوئی وقت ہو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

Marfat.com

مکہ کے حدود میں

مجاہدین کا لشکر شام کے وقت مکہ سے چار کوس کے فاصلہ پر مَرّالظہران کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا اور فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ تمام فوج نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تمام خیموں کے آگے آگ روشن کر دی جس سے تمام صحرا بقعۂ نور بن گیا حضرت عباسؓ جانتے تھے کہ اگر اسلامی لشکر مکہ پر حملہ آور ہوا تو قریش کو فرار کا وقت بھی نہ ملے گا۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اہل مکہ مسلمان ہو جائیں یہ سوچ کر وہ رات کے وقت لشکر گاہ سے باہر نکلے کہ شاید مکہ کا کوئی بااثر آدمی مل جائے تو اسے خود سے آگاہ کر کے ترغیب دوں کہ اب اسلام قبول کر لینے ہی میں ان کی سلامتی ہے۔

ادھر مکہ والے اب تک بے خبر تھے۔ رات ہونے پر جب چرواہے واپس شہر میں داخل ہوئے تب ان کے ذریعے لشکر اسلام کی آمد کی خبر سب نے سنی۔ یہ سن کر ابوسفیان بن حرب، بدیل بن ورقہ اور حکیم بن حزام تفتیش حال کے لیے نکلے۔ آگ کی روشنی چاروں طرف محیط دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ قریب ہی کہیں حضرت عباسؓ بھی موجود تھے انھوں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور اسے پکارا۔

ابوسفیان آواز سن کر حضرت عباسؓ کے قریب آیا۔ حضرت عباسؓ نے حقیقت حال سے آگاہ کیا تو گھبرا کر کہنے لگا:

"اب پناہ کی کیا صورت ہے؟"

حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اب تو یہی ایک صورت تمھارے بچاؤ کی ہے کہ میرے ساتھ چلو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگ لو۔"

ابوسفیان تو فوراً حضرت عباسؓ کے خچر پر ان کے پیچھے سوار ہو گئے حضرت عباسؓ ابوسفیان بن حرب کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے

marfat.com
Marfat.com

ابوسفیان کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اجازت دیجیے کہ میں اس دشمنِ خدا و رسولؐ کی گردن اڑادوں لیکن حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی جسے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا اور حکم دیا کہ ابوسفیان کو تم اپنے خیمے میں رکھو اور صبح ہوتے ہی حاضر کرو۔

تاریخِ عالم میں یہ اپنی نوعیت کی واحد مثال ہے کہ اتنے بڑے دشمن کو کمال فراخ دلی اور عالی حوصلگی سے معاف کر دیا گیا ہو۔

حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا اسی وقت بارگاہِ نبوی میں خود بخود حاضر ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آنے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس لوٹ گئے تاکہ اہلِ مکہ کو آپؐ کی آمد سے مطلع کریں۔

پُرسکون جبینِ رحمت

صبح ہوتے ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو حاضرِ دربار کیا۔ ابوسفیان کے گزشتہ کارنامے اور ایک ایک حرکت اس کے قتل کی دعویدار تھی۔ اسلام کی عداوت، مدینہ پر بار بار حملہ کرنا، قبائلِ عرب کو بھڑکانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خفیہ سازش ان میں ہر فعل ابوسفیان کے خون کی قیمت ہو سکتا تھا مگر جبینِ رحمت پرسکون تھی۔ ماتھے پر ایک بھی شکن نہ تھی۔ آپؐ نے نہایت محبت بھرے لہجہ میں ارشاد فرمایا:

"ابوسفیان! افسوس کا مقام ہے کہ تو اب تک نہیں سمجھا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں۔"

یہ رحمت آمیز نصیحت ابوسفیان کے دل پر برق بن کر گری۔ وہ حضورؐ کے جاہ و جلال سے قدرتی طور پر مرعوب ہو چکا تھا اور دل میں آپؐ کی تعریف کر رہا تھا اس کے دل میں نور کا لاوا پھوٹ پڑا تھا۔ اس نے عرض کیا:

"یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ مجھے آپؐ جیسا کریم و رحیم

marfat.com
Marfat.com

اور بے مثال شخص دیکھنے کا اتفاق آج تک نہیں ہوا کہ باوجود میری کھلی عداوت و نفرت کے آپؐ نے میرے ساتھ ایسا کریمانہ و مشفقانہ برتاؤ فرمایا ہے کہ جس کی مثال ملنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ خدا کی قسم اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام ضرور آتا اور ہماری مدد کرتا۔"

ابوسفیان کے دل میں جو نور کا لاوا اُبل رہا تھا وہ ان الفاظ کی صورت میں اس کی زبان سے بہ نکلا۔ یہ زندگی بھر میں پہلے چند جملے تھے جو خُلقِ نبویؐ کی برکت سے توحید کے اظہار میں ابوسفیان کی زبان سے نکلے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیار سے ارشاد فرمایا:

"اے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو میری نبوت کی صداقت کے آثار دیکھے میری تصدیق کرے اور مجھ پر ایمان لائے؟"

ابوسفیان نے تامل کیا اور جھجکا۔

لیکن حضرت عباسؓ نے ترغیبانہ مشورہ دیتے ہوئے کہا:

"ابوسفیان تامل مت کرو۔ جھجکو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ موقع بار بار نہ ملے گا۔ اس وقت دریائے نبوتؐ جوش پر ہے۔ جلدی سے کلمہ پڑھ لو۔"

ابوسفیان نے جھٹ سے کلمہ شہادت پڑھا اور دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہو کر صحابہ کرامؓ کی صف میں شامل ہو گئے۔

روانگی کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو مکہ کی طرف روانگی کا حکم دے دیا۔ حضرت عباسؓ حضرت ابوسفیانؓ کو لے کر ایک ایسی جگہ کھڑے ہو گئے جہاں سے لشکر کو گزرنا تھا جب لشکرِ اسلام نے مکہ کی طرف کوچ کیا اور یکے بعد دیگرے فوجی دستے گزرنے لگے۔ تو افواجِ الٰہی کا جلال دیکھ کر ابوسفیانؓ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگے کہ:

marfat.com
Marfat.com

"عباسؓ! تمہارے بھتیجے تو بڑے بادشاہ بن گئے ہیں۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بادشاہی نہیں بلکہ پیغمبری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

مہاجرین کا علم حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم سعدؓ بن عبادہ کے ہاتھ میں۔ جب سعدؓ ابوسفیانؓ کے قریب سے ہو کر گزرے تو جوش میں آ کر بولے

"ابوسفیانؓ آج لڑائی کا دن ہے اور آج کعبہ میں قتل و قتال حلال ہے۔"

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سامنے سے گزری تو ابوسفیانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے سعد بن عبادہؓ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم فرمایا ہے کیونکہ اس نے مجھے اس بات کی دھمکی دی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ سعدؓ نے غلط کہا آج تو خانہ کعبہ کی عظمت و رفعت و حشمت کا دن ہے۔ اور پھر آپ نے حکم دیا کہ جھنڈا سعدؓ سے لے کر ان کے بیٹے کو دے دیا جائے۔

ابوسفیانؓ کی عزت افزائی

حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ ابوسفیان جاہ پسند آدمی ہے آپ اس کے ساتھ کوئی عزت افزائی والا سلوک فرمائیں۔

آپ نے اس تجویز کو منظور فرمایا اور اعلان کرا دیا کہ:

۱۔ آج جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو امان ہے۔
۲۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کو امن ہے۔
۳۔ جو شخص گھر کا دروازہ بند کرے گا اس کو امن ہے۔
۴۔ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امن ہے۔
۵۔ جو شخص خانہ خدا میں داخل ہو گا اس کو امن ہے۔

آپ نے حکم دیا کہ فوج ان احکام کی پابندی کرے اور اس کے علاوہ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمی اور قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

marfat.com
Marfat.com

ابوسفیانؓ اپنی اتنی عزت افزائی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ اگر مجھے اجازت فرمائیں تو میں آپؐ سے پہلے مکہ میں جاکر قریش کو اپنے طور پہ سمجھاؤں اور آپؐ کے ان احکام سے بھی انھیں مطلع کر دوں۔

آپؐ نے ابوسفیانؓ کو اس امر کی اجازت دے دی۔ تب ابوسفیانؓ نے سب سے پہلے مکہ میں داخل ہو کر ان احکام کی منادی کرادی۔

حدودِ شہر میں داخلہ

اعلانِ امن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو حکم دیا کہ وہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور خود بہ نفسِ نفیس مکہ کے بالائی حصے کی طرف سے شہر میں داخل ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک دستہ کا افسر بنا کر مکہ معظمہ کے زیریں حصے کی طرف سے داخل ہونے کا حکم فرمایا اور تاکید فرمائی کہ جب تک کوئی تم سے مقابلہ میں پہل نہ کرے جنگ نہ کرنا۔ لیکن قریش کے ایک ضدی گروہ نے مقابلہ کا ارادہ کیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے دستے پر تیر برسائے جس سے تین مسلمان شہید ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے مجبور ہو کر حملہ کیا تو یہ سب لوگ اپنے ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ایک روایت میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کا لشکر کفار کو قتل کرتا ہوا بیت اللہ شریف کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا تو باشندگانِ مکہ میں سے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اہلِ مکہ خالد کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں خدا کے لیے رحم فرمائیے۔

آپؐ نے ایک صحابی کو بلا کر حکم دیا کہ جاؤ اور خالد بن ولیدؓ سے کہو کہ تلوار اٹھالیں اور قتل سے باز آ جائیں۔

مگر قاصد نے جاکر یہ پیغام دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوب تلوار چلاؤ اور قتال کرو۔ اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اور بھی سرگرمی

marfat.com
Marfat.com

دکھائی یہاں تک کہ ستر کافر قتل ہو گئے۔

آپؐ نے حضرت خالدؓ پر عتاب فرمایا کہ ہمارے منع کرنے کے باوجود تم نے قتال جاری رکھا اور ہمارے حکم کی کوئی پرواہ نہ کی۔

حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی کیا مجال ہے کہ سرکار کے حکم کی خلاف ورزی کرے مجھے تو کفار کو اور بھی زیادہ قتل کرنے کا حکم ملا تھا اور اسی حکم کی تعمیل میں قتال کو تیزی اور سرگرمی سے جاری رکھا گیا۔"

آپؐ نے قاصد کو بلا کر دریافت فرمایا تو بات ہی کچھ اور نکلی۔ اس نے کہا :

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راستے میں ایک ایسی ہیبت ناک صورت دکھائی دی جس کا سر آسمان میں اور پاؤں زمین پر تھے۔ اس کی شکل دیکھ کر پتہ پانی ہوا جاتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی اس نے مجھے دھمکا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ میں خالد بن ولیدؓ سے جا کر یہ کہوں کہ قریش پر خوب تلوار چلاؤ اور انھیں خوب قتل کرو۔ ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار زور سے لہرائی جس سے میں خوف زدہ ہو گیا اور مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ میں اس کے حکم کی تعمیل کیے بغیر نہ رہ سکا۔"

آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس واقعہ سے کیوں مطلع نہیں کیا اب تک؟

قاصد نے تھرتھراتے ہوئے جواب دیا :

" سرکار اسی وقت سے لے کر اب تک میرے تو حواس ہی بجا نہ ہوئے۔ اطلاع کیسے دیتا۔ اب بھی خوف کے مارے مجھ پر لرزہ طاری ہے۔ میں اس خوفناک شکل و صورت کو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔"

آپؐ نے یہ واقعہ سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ وہ ہیبت ناک صورت

marfat.com
Marfat.com

جبریل روح الامین علیہ السلام کی تھی۔ وہ جیسی چاہیں صورت بنا لیتے ہیں۔

دراصل یہ ایک غیبی فرشتہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وارد ہوا تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ شہدائے اُحد کے برابر قریش کے ستر آدمی قتل ہوں۔ اس لیے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ شہید کیے گئے تھے ان کی لاش کی بےحرمتی کی گئی تھی۔ ان کا جگر چبایا گیا تھا ان کی شہادت کا منظر دیکھا تھا یعنی فرمایا تھا کہ اگر اب میں قریش پر قابو پاؤں گا تو ان کے بھی ستر آدمیوں کو ضرور قتل کروں گا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس عہد اور ارادہ کی تکمیل فرما دی۔

بڑے بڑے سرداران قریش شہر چھوڑ کر فرار ہو گئے اور جو باقی رہ گئے ان کو امن دے دیا گیا اور مکہ کی فتح تکمیل پذیر ہو گئی۔

حق آپہنچا باطل بھاگ گیا

اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سانڈنی پر سوار اس شان و شوکت کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے کہ تواضع و انکساری کے ساتھ بارگاہِ ایزدی کے حضور گردن جھکی ہوئی تھی اور آپ نے مکہ سے کس مپرسی اور بے سروسامانی کے عالم میں نکلنا اور آج شاہانہ شان و شوکت اور عظمت کے ساتھ مکہ کے اندر داخل ہوتا دیکھ کر پالان ہی پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ آپ سورہ فتح کی وہ آیات مقدسہ جن میں فتح مکہ کی بشارت دی گئی تھی تلاوت فرماتے جا رہے تھے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ آپ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے۔

آپ بلا روک ٹوک خانہ کعبہ کی طرف تشریف لے گئے۔ پہلے سواری پر ہی سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ مشرکین نے خانہ کعبہ کے گرداگرد ۳۶۰ بت نصب کیے ہوئے تھے۔ آپ ایک ایک بت کی طرف اشارہ کر کے یہ آیت پڑھتے جاتے تھے کہ

Marfat.com

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

"حق آیا اور باطل نکل بھاگا بے شک باطل بھاگ جانے والا ہی ہے"۔

اور بت منہ کے بل اوندھے گرتے جاتے تھے۔

پھر آپؐ نے دیوارِ کعبہ کی تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا۔ جب تمام تصاویر دیوار پر سے مٹا دی گئیں اور حرم مقدس ان آلائشوں سے پاک ہوگیا تو آپؐ نے کعبہ کا دروازہ کھلوایا اور اندر جا کر نمازِ شکرانہ ادا کی۔

کلیدِ کعبہ کا حقدار

جب آپؐ باہر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ بیت اللہ شریف کی کنجی ہمیں عطا کی جائے۔ حضرت عباسؓ نے بھی درخواست کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو دی جائے۔

اس پر فوراً حکمِ خداوندی نازل ہوا۔ فرمایا گیا:

"بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل یعنی حقداروں کو واپس کرو!"

آپؐ نے حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر انہیں کنجی مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے خود یہ کنجی تمہیں نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دلائی ہے اب جو کوئی یہ کلید تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

پیشین گوئی کی تکمیل

اظہارِ نبوت سے پیشتر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عثمان سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولنے کو کہا تو اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک دن وہ بھی آئے گا جب یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔

عثمان بن طلحہ نے کہا کہ کیا اس روز قریش سب کے سب ذلیل ہوں گے؟

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ اور بھی معزز اور باقبال ہوں گے۔ چناں چہ یہ پیشین گوئی آج فتحِ مکّہ کے دن حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

بابِ کعبہ پر خطبۂ نبویؐ

رمضان المبارک ۸ھ ہجری کی بیس تاریخ تھی۔ مسجدِ حرام لوگوں سے جوق در جوق بھری ہوئی تھی۔ سب لوگ منتظر تھے کہ مجرموں اور دشمنوں کے بارے میں کیا حکم دیا جاتا ہے۔ اہلِ مکہ گردنیں جھکائے خوف اور شرمساری کے عالم میں آپؐ کے سامنے مجرمانہ انداز میں کھڑے ہیں۔

آپؐ نے خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر یہ ایک اہم خطبہ ارشاد فرمایا جو اسلام کے بیشتر احکام کی اساس و بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے:

"اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور دشمن کی تمام جماعتوں کو شکست دی۔ کان کھول کر سن لو۔ آج میں نے جاہلیت کی تمام رسموں کو اپنے پاؤں تلے مسل دیا ہے مگر بیت اللہ شریف کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت ضرور برقرار رہے گی۔

اے گروہِ قریش!

اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کے غرور اور باپ دادا کے نام و نسب پر فخر کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں"

پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"اے لوگو! میں نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور

Marfat.com
Marfat.com

تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لیے جاؤ۔ لیکن خدا کے نزدیک شریف اور بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا دانا اور واقف کار ہے۔"

(حجرات ۱۳)

اس خطبہ نے حسب و نسب پر فخر کرنے کا خاتمہ کر دیا اور اسلامی مساوات و اخوت کا جھنڈا نصب کر دیا اور بتلا دیا کہ بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

رحمدل نبیؐ

حرم پاک میں مکہ کے تمام بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ ان سب پر خوف و ہراس کی پرچھائیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے وہ دن شدت سے یاد آ رہے تھے جب

کوئی آپؐ پر اینٹیں پھینکا کرتا تھا۔

کوئی آپؐ پر گندگی ڈالتا تھا۔

کوئی آپؐ کے اوپر اوجھ لاکے رکھ دیتا تھا۔

کوئی آپؐ پر کوڑا پھینکا کرتا تھا۔

کوئی آپؐ کو پتھر مارا کرتا تھا۔

کوئی آپؐ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

کوئی آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر گھسیٹا کرتا تھا۔

کوئی آپؐ کی ریش مبارک کھینچا کرتا تھا۔

کوئی آپؐ کے بال نوچا کرتا تھا۔

کسی نے آپؐ پیاری اور عزیز لاڈلی صاحب زادی حضرت زینبؓ کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا تھا۔

کوئی حضرت حمزہؓ کا قاتل تھا۔

Marfat.com

کسی نے آپؐ کے پیارے چچاؓ کا کلیجہ چبا لیا تھا اور ان کے ناک کان بھی کاٹ لیے تھے۔

کوئی آپ کی شان میں ہجو کیا کرتا تھا۔

کوئی گا گا کر آپؐ کے خلاف دلوں میں آگ بھڑکایا کرتا تھا۔

کوئی صحابہ کرامؓ پر ظلم ڈھانے والا تھا۔

ان سب میں سے دو ایک کے سوا باقی تمام لوگ مجرم بن کر آپؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ اور ہر ایک کو اس کا جرم آج انتقام والے دن قتل کے خوف سے دہشت زدہ کر رہا تھا۔ ہر ایک کو اپنی موت آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی۔

خطبہ سے فارغ ہو کر آپؐ نے کثیر مجمع کی طرف دیکھا تو سب کے دل دہل گئے کہ بس اب موت کا پروانہ صادر ہونے والا ہے۔ سب جانتے تھے کہ ان کے جرم اتنے سنگین ہیں کہ معاف نہیں کیے جا سکتے۔ اور انھوں نے خود بھی تو کسی کو کبھی معاف نہیں کیا تھا پھر وہ کیسے یہ امید رکھ سکتے تھے کہ کوئی انھیں بھی معاف کر دے گا۔ لیکن ان تمام باتوں اور تمام امیدوں کے باوجود سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور آپؐ کی رحم دلی سے واقف تھے ایک ہلکی سی امید کا ستارا ان کے افقِ ذہن پر ٹمٹما رہا تھا۔

آپؐ نے دریافت فرمایا :

"اے گروہِ قریش ! میری نسبت تمہارا کیا خیال ہے کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا" ؟

سب لوگ پکار اٹھے :

"تو ہمارا نہایت شریف اور با اخلاق بھائی ہے۔ اور شریف

Marfat.com

برادر زادہ ہے۔ ہم اچھے سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"اے گروہ قریش ! تم نے میری نسبت واقعی اچھی رائے قائم کی ہے۔ یقیناً میں آج تم سے ایسا ہی سلوک کرنے والا ہوں جو آج سے پیشتر کسی فاتح نے کبھی اپنے مفتوحین کے ساتھ نہ کیا ہوگا۔

اے گروہ قریش !

اس کے باوجود کہ میرے جسم کا رُواں رُواں تمہارے ظلم و ستم کی گواہی دے رہا ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو اور آج کے دن تم پر میری طرف سے کوئی الزام نہیں !"

آپؐ ایک عام دُنیوی فاتح نہ تھے کہ جبر و تشدد سے لوگوں کو اپنے احکام کا پابند بناتے۔ آپؐ دعوتِ الٰہیت اور ایک پاکیزہ نظام کے علمبردار تھے۔ آپؐ کو تو کفار کے دلوں کی تبدیلی مطلوب تھی اور یہ تبدیلی ہمیشہ نرمی، احسان، خلق اور عفو ہی کے ذریعے ہُوا کرتی ہے۔

آپؐ کی جنگی پالیسی کیا تھی ؟

یہ کہ دشمن کا خون بہانے کے بجائے اسے بے بس کر دیا جائے تاکہ وہ تعاون کرنے پر مجبور ہو جائے یا پھر مزاحمت کرنا ترک کر دے۔

آپؐ کی نگاہ اس امر پر تھی کہ چوں کہ قریش ہی عرب میں سب سے زیادہ قیادت کی صلاحیت رکھتے ہیں اگر ان کو ضائع کر دیا جاتا تو ان کا بدل فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ قیادت کے لیے ایمان و تقویٰ کے علاوہ علمی اور عملی صلاحیت اثر و رسوخ، تجربہ اور کام لینے کا سلیقہ، تدبیر و مصلحت کا شعور، عوام کے نفسیات کو پہچاننے کی مہارت بھی چاہیے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قیادت کرنے والوں کی برتری عوام میں پہلے سے مسلم ہو۔ اور اسلامی نظامت کو ان صفات

marfat.com
Marfat.com

کے حامل لیڈر اور فعّال افراد صرف گروہ قریش ہی سے مل سکتے تھے۔

خانہ کعبہ میں اذان

جب نماز کا وقت قریب ہُوا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بام کعبہ پر اذان کہی۔ تمام صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی اقتدا میں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ بے خوف و خطر نماز ادا کی۔

جو سردارانِ قریش آج کفر کی تذلیل اور اسلام کی تزمیت کا یہ لازوال منظر دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے وہ یہاں سے کھسک گئے اور گھروں کے گوشوں میں جا کر روپوش ہو گئے اور اپنے ٹوٹے پھوٹے بتوں کا ماتم کرنے لگے۔ اس وقت عتاب و خالد جو اسید کے بیٹے تھے حارث بن ہشام اور ابوسفیان بن حرب کے ساتھ صحن کعبہ میں بیٹھے نماز کی باجماعت ادائیگی کا خوش کن منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ ان کے دلوں میں نور کی شعاعیں پھوٹنے ہی والی تھیں۔

عتاب اور خالد بولے:

"اللہ نے ہمارے باپ کی عزت رکھ لی کہ اسے آج کا دن دیکھنے سے پہلے ہی موت دے دی ورنہ آج اسے بھی ذلیل ہونا پڑتا۔"

حارث نے ان کی طرف دیکھ کر کہا:

"واللہ اگر مجھے یقین ہو جاتا کہ آپؐ حق پر ہیں اور ہم جھوٹے ہیں۔ تو میں آج سے بہت پہلے آپؐ پر ایمان لا چکا ہوتا۔"

ابوسفیان بولے کہ میں نے اس وقت اگر کوئی لفظ زبان سے نکالا تو یہ سنگریزے بھی آپؐ کو خبر کر دیں گے۔

آپؐ کو بذریعہ وحی ان سب باتوں کی اطلاع ہو گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر جب آپؐ ان کے قریب سے گزرے تو ان کی یہ سب بات چیت بیان کر دی

marfat.com
Marfat.com

اس پر حارث عتاب اور خالد کو یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو ہماری ان باتوں کی اطلاع دی ہے۔ چنانچہ یہ تینوں فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

انصار کی پریشانی

طوافِ کعبہ سے فارغ ہو کر آپ کوہِ صفا پر تشریف لائے اور کافی دیر تک کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے حمد و ثنا اور دعا میں مصروف رہے۔ اس دوران میں بعض انصار صحابہ کرامؓ نے اپنی پریشانی کو آپ پر ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا کہ:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ایک بات کی پریشانی ہمارے دلوں میں بُری طرح گھر کر گئی ہے۔"

آپ کو معلوم تو تھا ہی لیکن پھر بھی بڑے پیار سے مسکرا کر پوچھا:

"کیا پریشانی ہے تمھیں؟"

انصار نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ہمارا سب کچھ قربان۔ بات یہ ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے شہر اور اس کی سرزمین پر فتح عطا فرمائی ہے۔ کئی سال کے بعد آپ اپنے وطن میں واپس آئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آج آپ کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ آپ اپنے وطن کی محبت سے مجبور ہو کر مبادا یہیں ٹھہر جائیں۔ ہمیشہ کے لیے یہیں رک جائیں اور مدینہ تشریف نہ لے جائیں اور پھر ہم آپ کی قربت سے محروم رہ جائیں جس کا عادی آپ نے ہم بنا دیا ہے بخدا ہم تو یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اگر آپ نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم ایک لمحہ بھی آپ کے بغیر زندہ نہ رہ سکیں گے۔"

Marfat.com

آپ نے مسکرا کر انصار کی طرف دیکھا۔ محبت و عقیدت اور الفت و حقیقت کی سچی لہریں انصار کے چہروں پر رقصاں تھیں اور یہ حقیقت بھی تھی اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں رہ جاتے تو تمام انصار کیا مرد کیا عورتیں کیا بچے کیا بوڑھے سبھی لوگ آپ کی جدائی کا زخم پر سینوں کو کریدا اور کھرچ کھرچ کر اور گھرا کر لیتے اور پھر رو رو کر جانیں دے دیتے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار اور آپ کا عشق انصار کی رگ رگ میں خون بن کر سرایت کر چکا تھا۔ اور آپ پر یہ حقیقت واضح تھی۔
آپ نے ارشاد فرمایا :
" اے گروہ انصار !

آج اللہ تعالےٰ نے مجھے میرا وطن لوٹا دیا ہے لیکن آج میں اُس دن کو بھی نہیں بھول سکتا جب انہی میرے ہم وطنوں نے مکہ میں میرا رہنا اور میرا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اور آج اس خوشی کے موقع پر میں اُس دن کا وہ منظر بھی فراموش نہیں کر سکتا جب آپ نے بڑے خلوص کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اور پھر مجھے رہنے کے لیے اچھی جگہ دی میرے خانماں برباد ساتھیوں اپنے بھائی ہونے کا شرف دیا۔ انھیں بہتر سہارا دیا۔ آپ ہمیشہ میرے دکھ سکھ میں برابر کے شریک رہے میرے ایک ذرا سے اشارے پر اپنا تن من اور دھن سب کچھ قربان کرتے رہے اور ہمیشہ اور ہر وقت اس انوکھے ایثار و قربانی کے لیے تیار رہے۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور رسول کا یہ شیوہ نہیں ہوتا کہ کسی کا چھوٹا سا احسان بھی فراموش کر دے اور اے گروہ انصار آپ کے تو مجھ پر بڑے احسان ہیں میں بھلا

Marfat.com

آپ کے اتنے سارے احسان کیوں کر بھلا سکتا ہوں۔ نہیں میں آپ کے احسان یاد رکھوں گا۔ میں حق داروں کا حق انھیں دیتا آیا ہوں اور دیتا رہوں گا اس لیے میں آپ کو بھی آپ کے حق سے محروم نہیں رکھوں گا۔ میں آپ کو آپ کا حق دوں گا۔ انشاءاللہ ضرور دوں گا۔

اے گروہِ انصار!

ابھی تھوڑی دیر پہلے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ اب آج کے بعد میں اپنا مستقل ٹھکانا کہاں رکھنا چاہتا ہوں کیوں کہ اب مجھے مکہ میں رہنے سے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔ میں یہاں بے خوف و خطر رہ سکتا ہوں لیکن آپ کی انمول محبت میرے بھی رگ و پے میں سرایت ہے۔ جس طرح آپ میرے بغیر نہیں رہ سکتے اسی طرح میں بھی آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں نے اپنے مستقل رہنے کے لیے آپ کے خوش رنگ دلیں مدینہ کو چن لیا ہے۔ اور اپنی پسند اور اپنی خواہش سے جبریل امین علیہ السلام کو آگاہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری آچکی ہے۔ اور مجھے مدینہ جانے کی اجازت مل چکی ہے۔

تو اے گروہِ انصار سن لو!

تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے انشاءاللہ تعالیٰ میں مرنے کے بعد بھی تم سے اور تمہارے وطن کی سرزمین سے ہرگز جدا نہ ہوں گا کہ آپ نے اور اس سرزمین نے مجھے اس وقت اپنے سینے سے لگایا۔ اپنے دامن

Marfat.com

میں پناہ دی جب ساری دنیا مجھ سے منہ موڑ چکی تھی۔ تمہارے گروہِ انصار! اے میرے بھائیو! میری ماؤں! میری بہنو! میری بیٹیو! میں تمہارے ساتھ مدینہ جاؤں گا۔ انشاء اللہ!"

جب آپ ﷺ خاموش ہوئے تو انصار پر رقت طاری تھی۔ ان کی چشم ہائے مسرت سے خوشی کے آنسو ساون بھادوں کی جھڑی کے طرح جاری تھے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے کوہِ صفا ہی پر بیٹھ کر نئے مسلمان ہونے والے مردوں اور عورتوں سے بیعت لی۔

مکہ میں داخلہ

مکہ میں جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو اپنے قیام کا شرف سب سے پہلے اپنی عم زاد بہن حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر جا کر انھیں عطا فرمایا۔ غسل کیا اور چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں اور یہاں سے فارغ ہو کر مقامِ خیف میں قیام فرمایا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کفارِ قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے بارے میں یہ عہد اور حلف اٹھایا تھا کہ جب تک یہ خاندان اپنے فرزند کو ہمارے حوالے نہیں کر دیتے ان سے ہر قسم کے تعلقات قطع کر دیے جائیں۔ چنانچہ اس قطع تعلق کے نتیجے میں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے تمام خاندان کو تین سال تک مسلسل شعبِ ابی طالب میں محصور ہو کر فاقہ اور بھوک کی ناقابلِ برداشت مصائب اٹھانا پڑیں۔ لیکن آپ ﷺ کے خاندان والوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے لاڈلے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے حوالے کر دیں۔ باوجود اس کے کہ خاندان کے افراد نے ابھی اسلام بھی قبول نہیں کیا تھا۔ اس یادگار مقام پر قیام اس لیے مناسب خیال کیا گیا کہ وہ گزرا ہوا وقت اور مصائب انگیز سماں نظر کے سامنے پھر جائے اور آج کی حالتِ موجودہ کا مقابلہ کر کے بارگاہِ ایزدی میں کامل طور پر شکرانہ ادا کیا جا سکے۔

marfat.com
Marfat.com

احترامِ حرمِ پاک

فتح مکہ کے دوسرے دن ایک خزاعی نے ایک مُشرک کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مکہ کو پاک اور محترم پیدا کیا ہے پس یہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ مکہ کی حدود کے اندر خون بہائے یا درخت کاٹے۔ یہ فعل نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے جائز یا حلال ہوا اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹ اس خزاعی کو دے کر خون بہا وارثانِ مقتول کو دینے کا حکم فرمایا۔

مہاجرین کی جائداد

فتح مکہ کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے کا تو سوال ہی کہاں پیدا ہوتا تھا مہاجرین جو کئی سال پہلے مکہ ہی میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اور اجڑ پجڑ کر ہجرت کر گئے اور ان کے متروکہ گھروں جائدادوں زمینوں اور سامانِ خانہ پر کفار نے قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ اب بعض مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی متروکہ جائدادوں کے واپس دلائے جانے کی درخواست کی۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی اس درخواست منظور نہ فرمایا اس لیے کہ:

"جن چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کی محبت میں تم چھوڑ چکے ہو تو اب ان اشیا کی واپسی کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔"

جب بات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی سمجھ میں آگئی تو انھوں نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا۔ کفار اس سے بہت متاثر ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

گستاخ مرد اور گستاخ عورتیں

مکہ میں داخل ہونے سے پیشتر ہی آپ ﷺ نے تمام فوج کو ہدایت جاری کر دی تھی کہ باشندگانِ مکہ سے پیار محبت اور رحم و نرم دلی سے پیش آیا جائے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اسلام کو ملیا میٹ کرنے میں سب سے آگے تھے جو آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتے تھے۔ جو آپ ﷺ کے پاؤں کو زخمی کر دیا کرتے تھے۔ جن کے دلوں کی پیاس آپ ﷺ کے خون کے سوا کسی چیز سے بھی نہ بجھ سکتی تھی اور جن کے عظیم لشکروں کے ریلے شہرِ مدینہ کے کناروں سے آ آ کر ٹکرایا کرتے تھے اور جو ظالم لوگ اسلام کے نام لیواؤں کو جھلستی ہوئی ریت پر لٹا دیا کرتے تھے۔ جو آتش نصیب لوگ مسلمانوں کے پُر نور سینوں کو آگ سے داغا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سب لوگوں کو عام معافی دے دی تھی۔

لیکن چھ عورتیں اور گیارہ مرد ایسے تھے جو نہایت درجہ گستاخ اور دریدہ دہن تھے ان کے بارے میں حکم دیا گیا کہ ان میں سے جو کوئی جہاں اور جس حال میں بھی ملے قتل کر دیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دریا دلی رحم دلی نرم مزاجی اور بلند اخلاقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھاگنے والوں کے سوا جو بھی حاضرِ خدمت ہوا سرِ نیاز خم کرتا ہوا دائرہ اسلام میں داخل ہوتا چلا گیا۔

گستاخ اور دریدہ دہن مجرموں میں سے ابن خطل اور مقیس نے ایک ایک مسلمان کو قتل کیا ہوا تھا یہ دونوں قصاص میں قتل کر دیے گئے۔ حارث اور حویرث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُری طرح سے ستایا کرتے تھے اور رب العزت جل شانہٗ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ کلمات بکا کرتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے آپ ﷺ کی اولاد کی شان میں

marfat.com
Marfat.com

ناجائز کلمات سے بکواس کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا لہٰذا یہ دونوں حضرت علیؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔

پیغمبر خدا کی بے حرمتی دینِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی ہے اس لیے پیغمبر کی ہجو بے آبروئی اور گستاخی سخت سے سخت اور ناقابلِ معافی جرم ہے۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے، تو حضرت امام مالک نے فرمایا کہ اُس اُمت کی کیا زندگی ہے جس کے پیغمبر کو گالیاں دی جائیں۔

ابنِ ابی جہل کا قبولِ اسلام

جو لوگ اس اندیشے اور خطرے سے بھاگ گئے تھے کہ برسوں تک کی قصورواریاں اور حاکمِ وقت کی بغاوت کسی بھی بادشاہ کے نزدیک قابلِ معافی جرم نہیں ہوتے۔ ان لوگوں میں سے عکرمہ بن ابوجہل تو یمن کی طرف بھاگ گئے کیوں کہ اپنے باپ کی طرح یہ بھی آپؐ کے سخت دشمن تھے لیکن ان کی بیوی اُمِ جمیل ان کے ساتھ نہ گئیں بلکہ مسلمان ہو گئیں۔ اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لیے معافی نامہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُمِ جمیلؓ کی سفارش پر رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گستاخ چچا کے گستاخ فرزند کے لیے معافی نامہ کی درخواست کو فوراً منظور کر لیا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوئیں۔

عکرمہ ساحل پر پہنچ کر یمن کی طرف جانے والی کشتی پر سوار ہو چکے تھے کہ اُم جمیل پہنچ گئیں۔ اور اپنے شوہر سے دربارِ نبوت سے امان حاصل کرنے کا ذکر کر کے واپسی کی آرزو کی۔

عکرمہ جو ساری عمر آپؐ کو تکالیف پہنچاتے اور انتہائی حد تک ایذائیں

marfat.com
Marfat.com

دیتے رہنے کی وجہ سے اپنے لیے معافی ملنے کو ناممکن سمجھتے تھے یہ بات سن کر حیران وششدر رہ گئے کہ کیا مجھ جیسے خطاوار انسان کو بھی معاف کیا جا سکتا ہے۔ فوراً اپنی بیوی کے ہمراہ واپس لوٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا :

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے؟"

آپؐ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ :

"ہاں یا اخی ہم نے تجھے معاف کر دیا ہے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بھی تجھے معاف کر دے۔"

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حیرت انگیز طور پر اثر پذیر ہوا اور عکرمہ نے جب یہ سلوک دیکھا تو دل میں سوچا کہ بے شک آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ ایک پیغمبر کے سوا اور کوئی اتنا حلیم بردبار اور معاف کرنے والا اور رحم دل اور نرم مزاج نہیں ہو سکتا۔ افسوس میں اور میرے والدین تو اتنا عرصہ اندھیرے ہی میں رہے۔

یہ سوچ عکرمہ فوراً حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت پر قلب سلیم سے ایمان لے آئے۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

یہ عبداللہ آغاز اسلام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے لیکن بدقسمتی سے کفار کے بہکانے میں آکر مرتد ہو گئے اور کفار سے جا ملے۔ آپ ان سے سخت ناراض تھے اور انھیں قابل گردن زدنی گردانتے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ جان بچانے کی خاطر کہیں جا کر چھپ گئے۔ اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت عثمان غنی نے عبداللہ بن سعد کے لیے خدمت اقدس میں معافی

Marfat.com
Marfat.com

کی سفارش کی لیکن آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ انھوں نے پھر عرض کیا مگر آپؐ پھر بھی خاموش رہے۔ حضرت عثمانؓ غنی نے بھی پیچھا نہ چھوڑا اور آخر کار کافی کوشش کے بعد معافی دلانے میں کامیاب ہو گئے اور عبداللہ بن سعد کو دوبارہ حلقۂ اسلام میں داخل کر لیا گیا۔

بعد میں آپؐ نے فرمایا کہ :

"افسوس تم میں سے کوئی ایک بھی سمجھ دار نہ تھا کہ جب میں نے عبداللہ کو معاف کرنے اور اس کی بیعت لینے سے منہ موڑ لیا تھا تو تم میں سے کوئی ایک اُٹھ کر عبداللہ بن سعد کی گردن اڑا دیتا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا :

"یارسول آپؐ اُس وقت ہمیں آنکھ سے ہی اشارہ کر دیتے تو ہم میں کوئی فوراً اسے قتل کر دیتا۔"

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ : ایک رسول کے لیے اس قسم کا اشارہ کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا۔"

معلوم ہوا کہ نبی کا حکم چاہے معافی کا ہو چاہے قتل کا قطعی اور آخری ہوتا ہے اور پھر آپؐ تو ایک ایسی جماعت تشکیل دینا چاہتے تھے۔ جس میں منشائے نبوی کو تاڑ لینے کی بھی صلاحیت موجود ہو۔

حضرت زینبؓ کا قاتل

ہبار بن اسود ایک کافر تھا جو مسلمانوں کو پر بہت ظلم کیا کرتا تھا۔ حضرت زینبؓ حضور کی صاحب زادی تھیں اور حضرت ابوالعاص بن الربیع کی زوجہ تھیں۔ جنگ بدر کے اسیران میں ابوالعاص بھی تھے انھیں اس وعدے پر فدیہ لیے بغیر رہا کر دیا گیا تھا کہ مکہ جاتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔ انھوں نے مکہ پہنچتے ہی وعدہ کے مطابق اپنی پیاری بیوی کو آنسوؤں کی چھاؤں میں مدینہ کی طرف رخصت

marfat.com
Marfat.com

کردیا کیوں کہ وہ خود ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ہبار بن اسود نے راستہ ہی میں جاکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو گھیر لیا اور نیزہ مار کر آپ رضی اللہ عنہا کو اونٹ سے گرا دیا جس سے آپ رضی اللہ عنہا کا حمل ساقط ہوگیا اور آپ زخمی ہوگئیں۔ ہبار بن اسود نے سمجھا کہ آپ رضی اللہ عنہا مرچکیں مگر آپ بے ہوش تھیں۔ ہبار بن اسود اس بات پر فخر کرتا ہوا مکہ کی طرف لوٹ گیا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو قتل کرکے بڑا معرکہ سرانجام دے دیا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوش میں آنے کے بعد اسی حالت میں مدینہ پہنچیں۔ واقعہ بیان کیا۔ جسے سن کر آپ ﷺ کو بڑا دکھ ہوا۔ اسی صدمے کی وجہ سے آپ صاحب فراش ہوگئیں اور کچھ عرصہ کے بعد اسی صدمہ کے باعث آپ انتقال فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

اسی دُکھ اور ظلم کی وجہ سے آپ ﷺ نے ہبار بن اسود کے قتل کا حکم بھی صادر فرما دیا۔ اور یہ روپوش ہوگیا۔ جب آپ ﷺ فتح مکہ میں چند روز قیام فرماکر مدینہ تشریف لے گئے تو ایک دن ہبار بن اسود نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا اور رو رو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کے قاتل کو بھی کمال عفو وکرم سے معاف کردیا اور بڑی شفقت سے یہ حکم بھی لگا دیا کہ اگر تم سے ہوسکے تو میری نظروں کے سامنے نہ آیا کر کیونکہ تمہیں دیکھتے ہی میری معصوم اور بے گناہ بیٹی کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا اور پھر مجھے اپنے دل پہ قابو نہیں رہتا اور بڑا دکھ ہوتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل

آپ کے قاتل کا نام وحشی تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ بھاگ کر طائف چلا گیا تھا بعد میں مدینہ جاکر اپنے قصور کی معافی طلب کی اور مسلمان ہوگیا۔

marfat.com
Marfat.com

صفوان بن امیّہ
سرداران قریش میں سے تھے۔ فیاضی اور مہمان نوازی میں بڑے مشہور تھے۔ فتح مکہ کے دن حضورؐ کے ڈر سے جدہ بھاگ گئے۔ ان کے چچا زاد بھائی حضرت عمیرؓ نے ان کے لیے امن کی التجا کی جو منظور کر لی گئی۔ عمیرؓ جدہ جا کر انھیں واپس لے آئے۔ صفوان نے بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہو کر امان ملنے کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ایمان لانے کے لیے سوچنے کی دو ماہ کی مہلت دیجئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"دو ماہ نہیں تجھے چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے بلکہ اس وقت تک کی مہلت ہے جب تک تیرا دل صاف نہ ہو جائے چاہے ایک سال گزر جائے۔ کیوں کہ اسلام اس سلسلہ میں کسی کے اوپر جبر نہیں کرتا۔ ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا۔"

لیکن بہت جلد غزوۂ حنین کا معرکہ پیش آگیا اس معرکہ میں صفوان بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ واپسی پر آپؐ نے بے شمار بکریاں صفوان کو عطا فرمائیں۔ صفوان اس قدر سخاوت دیکھ کر متاثر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

عبداللہ بن زبعری
یہ بڑے زبردست شاعر تھے۔ آپؐ کی ہجو میں شعر کہا کرتے تھے۔ بھاگ کر نجران چلے گئے تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد مدینہ حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

کعب بن زہیر
یہ بھی بڑے مشہور شاعر تھے اور یہ بھی آپؐ کی ہجو کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ ڈر کے مارے مکہ چھوڑ کر کہیں بھاگ گئے۔ اور پھر بعد میں مدینہ منورہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور آپؐ کی خدمت میں مدحت قصیدہ کی صورت میں پیش کی۔ آپؐ نے خوش ہو کر کعب کو انعام کے طور پر اپنی چادر مبارک مرحمت فرمائی۔

Marfat.com

عورتوں میں سے دو عورتیں ھندہ اور فرتنا بھی مسلمان ہو گئیں۔ باقی چار عورتیں قتل کر دی گئیں۔

ابولہب کے دو بیٹے

یہ بات بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ایمان لے آئے۔

اسی دن ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور معتب کے بارے میں آپؐ نے حضرت عباسؓ سے دریافت فرمایا کہ:

"عتبہ اور معتب کہاں ہیں۔ وہ مجھے یہاں کہیں نظر نہیں آتے جائیے دونوں کو تلاش کر کے میرے پاس لائیے۔ میں انھیں دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔"

حضرت عباسؓ فوراً گئے اور ان دونوں کو تلاش کر کے خدمتِ اقدس میں لے آئے۔ دونوں آپؐ کے گلے مل کر رونے لگے۔ سینہ مبارک سے کیا لگنا تھا دونوں کے سینے نورِ ایمان سے روشن ہو گئے۔ اور دونوں نے بلا کہے اسلام قبول کر لیا۔ آپؐ کو ان دونوں کے دیکھنے کی بڑی تمنا اور آرزو تھی۔ آپؐ ان کو دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہو رہے تھے۔

حضرت عباسؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ یوں ہی خوش و خرم رکھے۔ کیا بات ہے اس وقت آپ بہت زیادہ خوش ہیں۔"

آپ نے کمال مسرت سے فرمایا:

"آپ نہیں جانتے میں نے اپنے پروردگارِ عالم سے یہ التجا کی تھی کہ مجھ کو میرے چچا ابولہب کے دونوں بیٹے عتبہ اور معتب عطا فرمائے جائیں سو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مجھے عطا کر دیا۔"

Marfat.com
Marfat.com

دیگر بتوں کا انہدام

فتح مکہ کے بعد آپؐ کا قیام مکہ مکرمہ میں پندرہ دن تک رہا۔ خانہ کعبہ کے اندر اور باہر دیوار کے ساتھ والے بتوں کو تو خود آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے توڑ کر فنا کیا تھا۔ لیکن مکہ کے اطراف و جوانب کے بتوں کو توڑنے کے لیے آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا۔

حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منات بُت کو توڑ کر برباد کیا۔ اس بت کی پوجا بنو کلب اور بنو خزاعہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے سواع بت کو توڑا۔ یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر نصب تھا اور اسے قبیلہ ہذیل پوجتا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عزیٰ بت کو توڑا۔ جو قریش کا سب سے بڑا بت تھا اور نخلہ کے مقام پر تھا۔

بنی خزیمہ

رمضان کا مہینہ یوں ہی گزر گیا۔ ماہ شوال میں تبلیغ اسلام کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کو آپؐ نے بنی خزیمہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ گھبرا گئے اور اسی گھبراہٹ کے عالم میں وہ زبان سے کلمہ ادا نہ کر سکے اس کے بجائے وہ زور زور سے پکارنے لگے۔

"صَبَانَا صَبَانَا" !

کہ ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑا۔

حضرت خالدؓ نے اس بات کو کافی نہ سمجھا اور جنگ شروع کر دی۔ بعض کو قتل کر دیا اور بہت سوں کو گرفتار کر کے لے آئے۔ جب آپؐ کو واقعہ معلوم ہوا تو آپؐ حضرت خالدؓ سے ناراض ہوئے کہ بلا وجہ قتال کیوں کیا۔ پھر آپؐ نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا :

Marfat.com

"بارِ الٰہا ! خالدؓ نے جو کیا ہے میں اس سے بری الذمّہ ہُوں اور اسے بھی تُو معاف فرما دے !"

پھر آپؐ نے ایک صحابی کو بھیج کر مقتولین کا خوں بہا ادا کیا اور تمام قیدیوں کو بھی با اعزاز رہا کر دیا۔

دیگر بہت سے قبائل نے دل میں یہ عہد کر رکھا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو ہم سمجھیں گے کہ وہ سچے رسُول ہیں اور پھر ہم بھی صدقِ دل سے ایمان لے آئیں گے۔

جب واقعی مکہ فتح ہو گیا، مسلمان غالب آ گئے۔ قریش کو ذلّت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ چھوٹے بڑے تمام بتوں کو نیست و نابود کر کے بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا گیا اور آئندہ کے لیے مکہ کی حدود کے اندر کسی بھی جگہ بت پرستی ممنوع قرار دے دی گئی تو ان قبائل کی آنکھیں کھل گئیں انھیں یقین ہو گیا کہ اب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انھیں اپنے دامن میں پناہ دے سکتا ہے۔

چناں چہ مختلف قبیلوں کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ مکہ کے میدانوں میں اسلام قبول کرنے والوں کا میلہ لگ گیا۔ یہاں تک کہ نورِ اسلام کی شعاعیں گھر گھر جا پہنچیں۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں اطرافِ عالم میں بھی اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ باطل کی چکا چوند ماند پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دینِ حق قریب قریب تمام ادیانِ باطل پر غالب آ گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسُول کو ہدایت اور سچّا دین دے کر بھیجا تاکہ وہ اِس دین کو تمام ادیانِ باطلہ پہ غالب رکھے" !

marfat.com
Marfat.com

فتح مکہ سے جو باتیں حاصل ہوئیں وہ یہ ہیں :

۱. اسلام کی اشاعت و پیروان کے لیے تمام رکاوٹیں دُور ہوگئیں۔
۲. اسلام کے فائدے کی خاطر کفار کو معاہدہ کے ذریعہ حلیف بنایا جا سکتا ہے۔ اور اس گروہ کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت تمام مسلمانوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔
۳. یہ خصوصیت صرف فتح مکہ ہی کو حاصل ہے کہ طاقت کے زور سے فتح ہونے کے باوجود یہ مقدس شہر خونریزی سے پاک رہا۔
۴. اپنی جماعت اپنی قوم یا اپنے لشکر کے راز دشمن پر ظاہر کرنا شدید سیاسی غلطی بھی ہے اور جرم سنگین بھی !
۵. جو جائیداد اور مال و اسباب اور گھر بار ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھوڑ دیے جائیں تو پھر ان اشیا کو واپس لینا جائز نہیں۔
۶. جانی دشمنوں کو اس طرح فراخ دل سے معاف کر دینا ایک پیغمبر ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ دیکھا جائے تو فتح مکہ کے عمل کا ایک ایک واقعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ وسلم کی نبوّت و رسالت کی روشن دلیل ہے۔
۷. اگر کوئی غیر مسلم طاقت معاہدہ کی خلاف ورزی کرے تو مسلمان بھی بری الذمہ ہیں اور بعض وقت تو معاہدہ توڑنے والی جماعت کا استیصال بے حد ضروری اور لازمی ہو جاتا ہے جیسا کہ فتح مکہ کے اسباب سے عیاں ہوتا ہے !

Marfat.com

غزوۂ حنین

ہوازن و ثقیف سے جنگ

اسلام کی شبانہ روز کامیابی نے جہاں مکہ والوں کو پاگل بنا رکھا تھا وہاں عرب کے بعض دوسرے قبائل بھی اس مرض میں مبتلا تھے۔ وہ قبائل جو کثرت تعداد مہارتِ فنونِ جنگ اور قوت کی بنا پر ممتاز سمجھے جاتے تھے انہیں بھی یہ خیال ستا رہا تھا کہ یہ نومولود قوت اگر مکہ مکرمہ پہ قابض ہو گئی جو عرب کا مرکز تھا تو ان قبائل کی خودی خطرے میں پڑ جائے گی۔

ان قبائل میں ثقیف و ہوازن سرفہرست تھے۔ چناں چہ جب مسلمانوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا تو یہ قبائل بوکھلا اٹھے اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی آتش حسد اور بھی بھڑک اٹھی۔ اب ان کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو شکست دے کر جہاں وہ اپنی آزادی کے لیے ایک زبردست خطرے کا انسداد کریں گے وہاں مکہ مکرمہ پر قابض ہو کر قریش کی تمام املاک و میراث کے بھی واحد مالک بن جائیں گے اور مسلم قوم کے ساتھ ساتھ قریش جیسی بلند مرتبت قوم کو بھی اپنا غلام بنا لیں گے اور پھر تمام عرب میں ان ہی کے نام کا ڈنکا بجے گا۔

چنانچہ انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

قبیلہ ہوازن کا رئیس مالک بن عوف النضری ایک تیس سالہ نہایت بہادر اور جوشیلہ نوجوان تھا۔ اس نے تمام قبائلی گروہوں اور شاخوں کو اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دی۔ چناں چہ بنو نصر اور بنو جشم تو سب کے سب اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ بنو سعد بن بکر اور بنو ہلال میں سے چند من چلے جوان

marfat.com
Marfat.com

شریک ہوئے۔ بنو کعب اور بنو کلاب دونوں قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کو موت کے مترادف سمجھتے ہوئے شرکت سے انکار کر دیا۔ قبیلہ ثقیف کے رئیسوں میں سے قارب بن الاسود بن مسعود اور ذوالخمار سبیع بن الحارث اور اس کا بھائی احمر بن الحارث ہوازن میں شامل تھے۔ تمام امور میں ان سے رائے لی جاتی تھی البتہ مالک بن عوف سب کا امیر تھا۔ بنو جشم کا مشہور شہسوار ابن صمہ بھی ان کے ساتھ تھا اگرچہ وہ جنگ کے قابل نہ تھا اس کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی۔ اندھا بھی ہو چکا تھا لیکن بڑا دانا تجربہ کار اور نہایت دور اندیش تھا اس لیے اسے بھی صائب رائی کے لیے ہمراہ لے لیا گیا تھا۔ مالک بن عوف نے حکم دے دیا تھا کہ تمام لوگ اپنا اپنا مال اسباب اور اہل و عیال کو بھی اپنے ساتھ لائیں تاکہ عورتوں اور بچوں کی موجودگی لشکریوں کی پامردی کا سبب بن سکے۔ جب یہ لشکر اوطاس یا حنین کے مقام پر پہنچا تو مالک بن عوف نے درید بن صمہ بزرگ سے یہاں قیام کرنے کے بارے میں رائے لی۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ حنین کی زمین میری دیکھی بھالی ہے اور جنگ کے لیے بڑی موزوں ہے کیوں کہ یہ جگہ نہ تو اتنی نرم ہے کہ اس میں لڑنے والوں کے پاؤں دھنس جائیں اور نہ اتنی سخت ہے کہ پاؤں کے تلووں کے لیے ناگوار محسوس ہو۔ پھر اس نے مالک بن عوف سے پوچھا کہ یہ میں کیا سن رہا ہوں کہ اونٹ چلا رہے ہیں گدھے شور مچا رہے ہیں بکریاں ممیا رہی ہیں عورتیں باتیں کرتے ہوئے چیخ رہی ہیں اور بچے رو رہے ہیں بھلا میدانِ جنگ میں عورتوں اور بچوں کا کیا کام؟

مالک بن عوف نے جواب دیا کہ میرے حکم اور میری مرضی سے فوجیوں کے اہل و عیال بھی ساتھ لائے گئے ہیں۔

ابن صمہ بزرگ نے پوچھا۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی!

Marfat.com

مالک بن عوف نے جواب دیا کہ عورتوں اور بچوں کی محبت فوجیوں کو زیادہ پامردی کے ساتھ لڑنے میں مدد دے گی۔

ابن صمہ نے کہا کہ تیرا خیال غلط ہے کیوں کہ جس فوج کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں وہ ان باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتا اس وقت اسے صرف اپنی جان بچانے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ دنیاداری کی کوئی چیز اس کے لیے روک نہیں بن سکتی۔ اور پھر میدان جنگ میں تو صرف تلوار اور تیر کمان اور نیزے ہی کام دیتے ہیں نہ کہ اہل وعیال۔ یاد رکھ اگر تجھے شکست ہوگئی تو مال وعیال تیرے لیے دوہری مصیبت کا باعث بن جائیں گے۔

پھر ابن صمہ نے بنو کعب اور بنو کلاب کے بارے میں پوچھا۔

ابن عوف نے جواب دیا کہ ان میں سے کوئی نہیں آیا کیوں کہ وہ مسلمانوں کی طاقت سے خوف زدہ ولرزیدہ ہیں۔

ابن صمہ نے یہ سن کر بڑے دکھ سے کہا کہ بنو کعب اور بنو کلاب خوف زدہ نہیں بلکہ بڑے بہادر اور عقل مند قبائل ہیں۔ انھوں نے بلاشبہ مسلمانوں سے مقابلہ نہ کرکے دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اگر آج عزت وشرف کا دن ہوتا تو بنو کعب اور بنو کلاب ہرگز غائب نہ ہوتے۔ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ تم سب کو بھی وہی کچھ کرنا چاہیے جو کلاب اور کعب نے کیا ہے۔

ابن صمہ نے یہ نصیحت بھی کی کہ دیکھو بیٹے کہ تم ہوازن کے ساتھ دوسرے قبائل کو بھی تہلکے میں نہ ڈالو۔ اہل وعیال کو کسی محفوظ مقام پر ٹھہراؤ اور ان کی طرف سے بے فکر ہوکر ہی تم صحیح طور پر جنگ لڑ سکو گے۔ فتح ہوئی تو یہ سب بھی تم سے آملیں گے اور اگر شکست ہوگئی تو یہ قید یا قتل ہونے سے تو بچ رہیں گے۔

لیکن مالک بن عوف نے بوڑھے کی رائے کو ٹھکرا دیا کہ یہ تو بوڑھا ہو چکا ہے اور اس کی عقل بھی جاتی رہی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوازن و ثقیف کے عزائم اور جنگی تیاریوں کی خبر ملی تو آپؐ نے عبداللہ بن حدرد اسلمی کو مقرر کیا کہ وہ اس لشکر میں جا کر شامل ہو جائیں اور پوری تحقیقی رپورٹ لا کر پیش کریں۔

چناں چہ ابن حدرؓ چند یوم کے بعد مکمل رپورٹ حاصل کر کے لے آئے۔ یہ معلومات اس لیے ضروری تھیں کہ اگر جنگ کو روکنے اور مناسب طریقے پر صلح کر لینے کی کوئی صورت نکل آئے تو اس رپورٹ سے فائدہ اٹھایا جائے اور اگر جنگ نہایت ضروری ہو تو اس رپورٹ کے مطابق صف بندی کی جا سکے۔

حنین کی طرف روانگی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی جگہ پہ یا حرم پاک میں بیٹھ کر غنیم کے حملے کا انتظار کرنا درست نہ تھا اور پھر اس طرح حدودِ حرم کے اندر قتل و غارت گری اور جدال و قتال کا بازار گرم ہوتا جو اس مقدس مقام کی عزت اور حرمت کے خلاف تھا اور پھر ویسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپؐ حتی الامکان اچانک ہی دشمنوں کے سروں پہ جا پہنچنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جس سے دشمن سراسیمہ ہو جاتا تھا۔

آپؐ نے ابوجہل کے سوتیلے بھائی عبداللہ بن ربیعہ سے تیس ہزار درہم مصارفِ جنگ کے لیے بطور قرض لیے اور صفوان بن امیہ سے جس نے قبول اسلام کے لیے کچھ عرصے کی مہلت لے رکھی تھی ایک سو زرہیں قرض لیں۔ عتاب بن اسید کو مکہ مکرمہ پہ حاکم مقرر فرمایا اور ۶ شوال ۸ ہجری کو حنین کی طرف روانہ ہو گئے جہاں دشمن پہلے سے قیام پذیر تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ ہزار کا عظیم لشکر تھا جسے ظاہرا طور پہ تو کوئی قبائلی اجتماع بھی شکست دینے سے قاصر تھا۔ اور شاید لشکر کی کثرت ہی کی وجہ سے مجاہدین کے دل تکبر اور غرور سے بھر گئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کا یہ غرور پسند نہ آیا اور کچھ دیر کے لیے ہی سہی اللہ تعالیٰ کی ناراضی قہر بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ تم نے اپنی کثرت پر اترا کر غلطی کی تھی۔

ارشاد فرمایا:

"اور جنگِ حنین کا وہ دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو دیکھو وہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور حنین کی زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود بھی تمہارے لیے تنگ ہو گئی اور بالآخر تم پیٹھ موڑ کر بھاگ نکلے۔" (توبہ ۲۵)

دشمن کی چال

دشمن کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے یہ علم ہو گیا تھا کہ لشکرِ اسلام کون سے راستے حنین پہنچے گا چناں چہ مالک بن عوف امیر لشکرِ ہوازن نے راستے میں ایک جگہ نشیب میں محفوظ مقامات پر راستے کے دونوں طرف کمین گاہیں کھدوا کر اپنے فوجی چھپا دیئے ابھی صبح نہیں ہوئی تھی پو بھی نہ پھٹی تھی کہ جب مسلمانوں کا پہلا دستہ کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تیر اندازوں کی زد میں پہنچا تو اچانک ہزاروں کی تعداد میں تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔

ابن ہشام میں لکھا ہے کہ:

"جب وادیٔ حنین سامنے آئی تو ہم نے تہامہ کی طرف جانے والی وادیوں میں سے ایک نشیبی ڈھلان اور وسیع وادی میں اترنا شروع کر دیا۔ ہم اترے جا رہے تھے۔ صبح ہونے میں ابھی دیر تھی لیکن دشمن ہم سے پہلے ہی وادی میں آ کر چھپ گئے تھے انھوں نے ہر تنگ گھاٹی اور ہر گوشے اور ہر خفیہ راستے سے ہم پر حملہ کر دیا۔ یہ ان کا سوچا سمجھا ہوا منصوبہ تھا اور اس کے

marfat.com
Marfat.com

لیے پوری تیاری کر رکھی تھی!

پہلے بنو سلیم بھاگے۔ پھر اہل مکہ نے راہ فرار اختیار کی اس کے بعد عام افراتفری پیدا ہو گئی اور جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا۔ نہ کوئی صورت حال کا اندازہ کرنے کی زحمت گوارا کر رہا تھا اور نہ کوئی مڑ کر دیکھتا تھا۔

اس شکست کے اسباب

ہمارے نزدیک اس شکست کا سب سے بڑا اور حقیقی سبب تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو اپنی کثرت تعداد پر بڑا ناز ہو گیا تھا انھوں نے تکبر سے دل میں خیال کیا کہ آج عرب میں کون ہے جو ہمیں شکست دے سکتا ہے۔

یہ غرور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسند ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے جلد ہی ان کو ان کی کثرت تعداد کا مزا چکھا دیا۔ لیکن پھر فوراً اس نے اپنے خطاکار بندوں کو معاف بھی کر دیا۔ اچانک ہی بھاگنے والوں کے دلوں کو سکون بخش دیا۔ پامردی عطا کر دی۔ اور اپنے ازلی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے انھیں جمع بھی کر دیا۔ اور جو لوگ اکھٹے ہوئے ان کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی۔ انھوں نے جم کر مقابلہ کیا اور دشمن کا منہ پھیر دیا اور اب کے دشمن بھاگ نکلا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے بعد ایک بار پھر دکھا دیا کہ فوج کی تعداد فتح و شکست کی محتاج نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو فتح لازمی ہوتی ہے چاہے ایک ہزار کفار کے مقابلے پر صرف دس مومن ہی کیوں نہ ہوں۔

لیکن بظاہر جو اسباب معلوم ہوتے وہ یہ ہیں:

۱۔ مقدمۃ الجیش میں زیادہ تر مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے اور دو ہزار طلقاء تھے جو ابھی اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے انھوں

marfat.com
Marfat.com

نے مسلمانوں کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے اور فتح مکہ کا بدلہ لینے کے خیال سے جان بوجھ کر پسپائی اختیار کی تھی۔

۲- جب یہ مقدمۃ الجیش تیر اندازی سے بوکھلا کر اور بے قابو ہو کر افراتفری کے ساتھ پیچھے ہٹا تو ساتھ ہی بڑے زور و شور کے ساتھ چیخ اور چلا رہا تھا کیوں کہ دشمن کے ناگہانی تیروں سے بہت سے مجاہد موت کا شکار ہو گئے تھے۔ پیچھے آنے والی فوج نے آگے جانے والی فوج کو واپس بھاگ کر اور چلا کر آتے دیکھا تو سمجھا کہ کسی ناگہانی آفت کا سامنا ہو گیا ہے مسلمان جس کی تاب نہیں لا سکے لہٰذا ساری کی ساری فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔

۳- میدانِ جنگ اس قدر نشیب میں تھا کہ پاؤں نہ جم سکے۔

۴- ہوازن تیر اندازی میں پہلے ہی سے عرب بھر میں لاجواب تھے۔

۵- دشمن نے معرکہ گاہ میں پہلے پہنچ کر تمام مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں کھوؤں اور دروں میں جگہ بہ جگہ چھپا دیے تھے۔

میدان کے شیر

وہ صحابہ کرامؓ جو ثابت قدم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جم کر کھڑے رہے گنتی کے چند نفوس تھے جن کے نام یہ ہیں :

۱- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۲- حضرت عمر فاروق " " "

۳ " علی حیدر " " "

۴- " عباس " " "

۵- " ابن عباس " " "

marfat.com

Marfat.com

۶- حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷- " اسامہ بن زید " " "

۸- " ایمن بن عبید " " "

۹- " مغیرہ بن حارث " " "

۱۰- " جعفر بن مغیرہ " " "

۱۱- " ربیعہ " " "

گویا حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض کے سوا تمام ثابت قدم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ خاندان ہی تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رض اور حضرت ایمن بن عبید رض کو بھی اہلِ خاندان ہی سے سمجھنا چاہیے۔ مغیرہ بن حارث رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر کی زین کا پچھلا حصہ پکڑ رکھا تھا اور چپ چاپ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں خچر کی لگام تھی۔

حضرت انس رض کی والدہ اُمِ سلیم بھی ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھیں وہ اپنے شوہر حضرت ابو طلحہ رض کے ساتھ آئی تھیں انھوں نے اپنی کمر چادر کے ساتھ کس کے باندھ رکھی تھی اور اونٹ کی نکیل کھینچ کر اس کے نتھنوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں ٹھونس رکھی تھیں تاکہ اونٹ بے قابو نہ ہو جائے۔ ان کے پاس خنجر بھی ایک ہاتھ میں موجود تھا مبادا اگر کوئی مشرک ان پر حملہ آور ہونے کے لیے قریب آئے تو اس پر جوابی وار کیا جا سکے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

" پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی طرف سے سکون و قرار نازل فرمایا اور ایسی فوجیں اتار دیں جو تم کو نظر ہی نہ آتی تھیں اور ان لوگوں کو عذاب دیا جنھوں نے کفر کی راہ

Marfat.com

اختیار کی اور کافروں کی یہی جزا ہے۔" (توبہ ۲۶)

رسول کی پکار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیران تھے کہ مجاہدین نے ایسا کیوں کیا۔ پھر سوچا کہ ضرور ان سے کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پہ راضی رہ کر اپنی جگہ پر جمے کھڑے رہے اور دل میں دعا کی کہ :

"باری تعالیٰ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اگر ہم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو معاف فرما دے اور مجھے ان کافروں کے سامنے شکست دے کر ذلیل نہ کر میرے مالک ! بھاگنے والے لوگوں کے دل پھیر دے ان کے قدموں میں ثبات پیدا کر دے۔ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔"

فوراً ہی جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر خوشخبری سنائی کہ :

"یا رسول اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی ہے۔ مجاہدین کا متکبرانہ خیال انھیں معاف کر دیا گیا ہے۔ اب آپ لوگوں کو پکاریے اور انھیں اپنی طرف بلائیے جس کے کان میں بھی آپ کی آواز پڑے گی وہ اندھا دھند واپس لوٹے گا اور دشمن پر بڑا زبردست حملہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں میں بے پناہ ثبات و استقلال اور دلوں میں غیظ و غضب پیدا کر دیا ہے۔"

آپ کے چہرۂ انور پہ خوشی و مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ آپ نے فوراً زور زور سے پکارنا شروع کیا :

"اے گروہِ انصار ! اے حدیبیہ میں درخت کے زیرِ سایہ

maarfat.com
Marfat.com

بیعت کرنے والو! میرے پاس آؤ! میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ادھر کھڑا ہوں۔ مت بھاگو! شکست تو دشمن کا مقدر بن چکی ہے تم اسے اپنے گلے سے کیوں لگاتے ہو۔ آؤ! ادھر میری طرف آؤ۔"

یہ آواز جس جس نے سنی وہ لبیک لبیک کہتا ہوا ایکدم تیزی کے ساتھ پلٹا جس کا اونٹ نہ مڑ سکا وہ ڈھال اور تلوار لے کر اونٹ سے کود پڑا اور جانور کو چھوڑ دیا۔ اس طرح آناً فاناً جاں نثاروں کا ایک گروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گیا۔ اور پھر ان مجاہدین نے اس زور کے ساتھ حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دشمن کی فوج سراسیمہ و پریشان ہو کر ہر طرف کو بھاگ کھڑے ہوئے اور میدان کفار سے خالی ہو گیا۔ ولیکن دشمن کا مال و اسباب اور اس کے اہل و عیال خیموں میں موجود رہ گئے جن کو اسیر کر کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا۔

کفار کے بوڑھے بزرگ ابن صمہ نے ٹھیک ہی تو کہا تھا کہ جب سپاہی کے پاؤں میدان جنگ میں اکھڑ جائیں اسے پھر کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اس کا ثبوت اسی میدان میں مل گیا کہ بھاگتے وقت کسی کو بھی مال و اسباب تو کیا بیوی بچوں کا بھی خیال تک نہ آیا۔ اور یہ سب کچھ کفار کے بیوی بچوں سمیت مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

فرار ہونے والوں میں سے کچھ لوگ طائف میں جا پہنچے ان کے ساتھ مالک بن عوف رئیس اعظم ہوازن بھی تھا جسے اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ ان میں سے بنو عمیرہ نخلہ کی طرف بھاگتے چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفرورین کے تعاقب کا حکم دے دیا۔

آپؐ نخلۃ الیمانیہ، قسمان، ملیح، بحرۃ الرغا اور لیۃ ہوتے ہوئے

Marfat.com

طائف پہنچ گئے اور مالِ غنیمت حنین سے جعرانہ بھجوا دیا۔

جنگِ حنین میں جو لوگ شہید ہوئے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ ایمن بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ یزید بن زمعہ " " "

۳۔ سراقہ بن حارث " " "

۴۔ ابو عامر اشعری " " "

فرمانِ نبوی ﷺ

جنگِ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کی لاش کے قریب سے گزرے جہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ پوچھا: کیا بات ہے؟

عرض کیا گیا: ایک عورت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ سے قتل ہو گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو حکم دیا کہ:

"تم فوراً خالد بن ولیدؓ سے جا کر ملو اور کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے بچے عورت یا اجرت پر کام کرنے والے کے قتل سے منع فرمایا ہے۔"

جنگ میں قتل و خونریزی سے ہرگز گریز نہ تھا لیکن پھر بھی بحکمِ نبوی کے تحت اس بات کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی کہ ان ہی لوگوں سے مقابلہ کیا جائے جو مسلح ہو کر مقابلے پر آئیں اور حملہ کریں۔ عورتوں اور بچوں کو یا ان اجیروں کو قتل کرنا کیوں کر جائز قرار دیا جا سکتا تھا جو اپنے فعل کے مختار نہ تھے۔ اور نہ ہتھیار لے کر مقابلہ کرنے کے اہل تھے۔

جنگ مطلوب نہ ہوتی تھی لیکن بعض اوقات حفاظتِ حق کی بنا پر مجبوری کی حالت میں اسے قبول کرنا ہی پڑتا تھا۔ تاہم اس کی مضرتوں سے اور بیدردیوں سے مفر نہ تھا۔ پھر بھی ان کا دائرہ جس حد تک بھی محدود کیا جا سکتا تھا اس کے لیے انتہائی حد تک کوشش کی گئی تھی۔ مختلف مذاہب کے دینی پیشواؤں مثلاً

راہبوں پادریوں بلکہ ہر شخص اُن کو مقابلے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا جو ہتھیار اٹھا کر مقابلے پر نہ آئے یعنی اپنے اصل دائرہ مصروفیت سے باہر نکل کر دائرہ حربیت میں نہ آجائے۔

آپ ﷺ کی رضاعی بہن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر دونوں حارث بن عبدالعزیٰ کی شاخ بنو سعد بن بکر میں سے تھے ان کی ایک بیٹی کا نام شیماؓ تھا۔ شیماؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں کھلایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ زیادہ تر ان ہی کی گود میں خوش رہا کرتے تھے یہ بھی آپ ﷺ کو گود میں لیے لیے پھرا کرتی تھیں۔ بہت لاڈ پیار سے رکھتی تھیں۔ نہلاتی دھلاتی اور کھانا خود کھلایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کبھی لاڈ سے ان کے سر کے بال کھینچ لیتے۔ کبھی کسی جگہ دانت سے کاٹ لیتے لیکن کیا مجال جو کبھی شیما بہن نے برا مانا ہو۔ جب آپ ﷺ چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ ماجدہؓ کے پاس واپس چلے گئے تو یہ بہن جدائی کی تاب نہ لا کر کافی عرصہ بیمار رہی۔ بہت اداس ہو گئی تھیں۔ آخر کافی عرصے کے بعد ان کے دل کو قرار آیا تھا۔

اور اب!

یہی پیاری بہن شیما بنو ہوازن کے اسیروں کے ساتھ آئی تھیں۔ آپ ﷺ کی رضاعی بہن سال ہا سال کے بعد ملی بھی تو کس حال میں؟ قیدی بن کر!

بہن نے بھائی کا سامنا ہوتے ہی چلا کر مسرت سے کہا:

"یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کی بہن ہوں۔ رضاعی بہن۔ شیما۔"

آپ ﷺ حیران و ششدر دیکھتے رہے شاید پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے لیکن کیسے پہچان سکتے تھے یوں تو آپ ﷺ کو وہ وقت اور وہ منظر بھی آج بھی یاد تھا جب آپ کی عمر چند یوم تھی۔ گہوارے میں لیٹے ہوتے تھے۔ رات کے

marfat.com
Marfat.com

وقت آسمان پر چاند آپ کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلا کرتا تھا۔ اور آپ اس وقت بھی عرش پر لکھی جانے والی لوح وقلم کی آواز سن لیا کرتے تھے لیکن یہ تو ایک دنیاوی معاملہ تھا اور ان معاملات کا لطف تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب انھیں دنیاوی نظروں ہی سے دیکھا جائے۔

بہن شیما نے ثبوت کے طور پر اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی کہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹا تھا۔ اور وہ نشان آج بھی موجود تھا۔

فرطِ محبت سے آنکھیں نم ہو گئیں۔ فوراً چادر بچھا کر بٹھایا اور پیار کی باتیں شروع کر دیں پھر چند اونٹ اور چند بکریاں عطا فرمائیں اور انھیں ان کی خواہش کے مطابق ان کے خاندان میں پہنچا دیا۔

طائف کا محاصرہ

جنگِ حنین کے بعد طائف کا محاصرہ کر لیا گیا جو بیس روز تک جاری رہا۔ اکا دکا جھڑپیں بھی ہوئیں لیکن اس محاصرے کو مزید طوالت دینے کی ضرورت نہ تھی اور یہ دعا کرنے کے بعد محاصرہ اٹھا لیا گیا۔

”اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور انہیں توفیق دے کہ وہ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔“

چنانچہ آپ کی یہ دعا منظور ہوئی اور بنو ثقیف بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام کی دولتِ لازوال سے مشرف ہوئے اور اسلامی تاریخ کے اوراق میں ان جواں مردانِ ثقیف کے اَن مٹ کارنامے جا بجا درخشاں نظر آ رہے ہیں۔

طائف کے محاصرہ کے دوران جو چند ایک زبردست جھڑپیں ہوئیں ان میں یہ مجاہدین شہادت سے سرفراز ہوئے:

۱- سعید بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

۲۔ عرفطہ بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ عبداللہ بن ابی امیہ 〃 : ام المومنین ام سلمہ کے بھائی
۴۔ عبداللہ بن عامر 〃
۵۔ سائب بن حارث 〃
۶۔ عبداللہ بن حارث 〃 : سائب بن حارث کے بھائی
۷۔ جلیحہ بن عبداللہ 〃
۸۔ ثابت بن الجذع 〃
۹۔ حارث بن سہل 〃
۱۰۔ المنذر بن عبداللہ 〃
۱۱۔ رقیم بن ثابت 〃
۱۲۔ بجیر بن زہیر 〃

مالِ غنیمت اور جنگی قیدی

جنگِ حنین کے دوران قید کیے جانے والوں کی تعداد اور مالِ غنیمت کی مجموعی کیفیت یہ ہے:

عورتیں اور بچے	چھ ہزار
اونٹ	۲۴ 〃
بھیڑیں اور بکریاں	۴۰ 〃
چاندی	۴ ہزار اوقیہ

رضاعی رشتہ دار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے لوٹے تو پہلے عمرہ ادا کیا۔ پھر نفل شکرانہ پڑھے۔ پھر آپ جعرانہ تشریف لے آئے جہاں مالِ غنیمت اور اسیر

Marfat.com

بچوں اور عورتوں کو رکھا گیا تھا۔ آپؐ کو اسیرانِ جنگ کی رہائی کے لیے جس وفدِ ہوازن کا انتظار تھا وہ یہاں آ پہنچا۔ اس کی ایک شاخ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہؓ تھیں۔ رئیسِ وفد نے رضاعت ہی کے رشتے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ:

"اسیر عورتوں میں آپؐ کی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں۔ اگر کسی عام بادشاہ نے ہمارے کسی خاندان کی کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو اس سے بھی ہمیں بہت سی امیدیں ہوتیں اور آپؐ سے تو ہمیں زیادہ امیدیں ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خاندانِ بنی ہاشم کا حصہ تو میں چھوڑ دینے کا مجاز ہوں لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے موقع پر سب لوگ جمع ہوں تو یہ درخواست پیش کرو۔"

نمازِ ظہر کے بعد جب درخواست پیش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

"مجھے صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے سو میں نے اپنا اور اپنے خاندان والوں کا حصہ بنو ہوازن کو لوٹا دیا ہے کہ یہ لوگ میرے رضاعی رشتے دار ہیں اور میں آپ سب سے ان کے لیے سفارش کرتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی مہاجرین و انصار سب نے اپنے حصے چھوڑ دیے۔ یوں تمام عورتیں اور بچے بھی رہا ہو گئے اور مالِ غنیمت بھی واپس کر دیا گیا۔

آپؐ نے مالِ غنیمت میں سے مکہ کے جدید الاسلام افراد کو انصار کی نسبت زیادہ حصہ دیا تو انصار نے شکایت کی کہ شروع سے خدمت تو ہم کرتے آئے ہیں اور مالِ غنیمت میں حصہ دوسروں کا زیادہ ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

آپؐ نے یہ باتیں جب سنیں تو بہت دُکھ ہُوا۔ آپؐ نے تمام انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور پھر فرمایا :

" اے گروہِ انصار ! کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے اور خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت فرمائی ؟ تم منتشر و پراگندہ تھے تو خدا نے میرے ذریعے سے تم کو اتفاق و سلوک کی دولت عطا کی ؟ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم کو تونگری سے نوازا ؟ "

انصار ہر بات پر کہتے جاتے کہ بے شک یہ سچ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر بڑا احسان ہے۔

آپؐ نے فرمایا :

" اے گروہِ انصار ! میری بات کے جواب میں تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمدؐ ! جب سب لوگوں نے تمہیں جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی ؟ جب تجھے وطن اور گھر سے نکال دیا گیا تو ہم نے تجھے پناہ دی ؟ جب تم محتاج تھے تو ہم نے تیری مدد کی ؟ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو ! اے گروہِ انصار ! جان لو ! یقین کر لو کہ تم میرے شعار ہو اور دوسرے لوگ دثار ہیں۔ میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اے اللہ عزّ و جلّ ! انصار پر رحم فرما ! انصار کی اولاد پر رحم فرما ! انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما ! "

شعار کپڑے کی اس تہ کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا ہو۔ اور دثار کپڑے کی اوپر کی تہ کو کہتے ہیں۔

آخر میں آپؐ نے ارشاد فرمایا :

Marfat.com

"اے گروہِ انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے گھر لے جاؤ؟"

انصار یہ سن کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور زور سے چیخ اٹھے:

"ہمیں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہیں اور بس!"

اُلفتِ نبویؐ

دراصل انصار میں سے بعض کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید مدینہ منورہ واپس نہ جائیں اور مکہ مکرمہ ہی میں مستقل قیام فرمالیں۔ اسی تاثر نے ان میں شدید پریشانی اور دل شکستگی پیدا کردی اور ان کی زبان پر ایک ایسی بات آئی جسے ان کی فطری روحِ ایثار سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ وہ تو اپنے پاس سے سب کچھ دے کر خوش ہوتے تھے پھر باہر کا مال دوسروں کو زیادہ ملنے پر کیوں کر رنجیدہ یا شاکی ہو سکتے تھے؟ جب عشق و محبت میں ناکامی کی بلائے مہیب کالی گھٹاؤں کی طرح ماحول پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے تو دل و دماغ کی طبعی کارفرمائی میں بھی خلل آجاتا ہے۔ اس پر تعجب کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ معاملہ تو اس وجودِ مقدس و مزکّی سے عشق و محبت کا تھا۔ جس کا جمالِ جہاں آرا قلب اور روح کے لیے روزِ مراد اور ایمان و یقین کے لیے نویدِ عیدِ سعید تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبۂ مبارکہ میں انصار کے ساتھ جانے کا ذکر خصوصیت سے اسی لیے فرمایا کہ ان کی تمام پریشان خیالیوں اور پریشان گفتاریوں کا اصل مصدر و منشا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے محرومی کے سوا کچھ نہ تھا۔

یہ عرض کر دینے میں بھی تامل کی کوئی وجہ نہ تھی کہ جعرانہ میں تقسیم

Marfat.com

غنیمت کے سلسلے میں جن لوگوں پر بغرض تالیفِ قلب زیادہ مبذول ہونے والی توجہ کو دیکھا جائے تو انھیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و معیت کے برسات و حنات کا صحیح اندازہ کیا ہو سکتا تھا؟ جو انصار یا مدینہ منورہ میں جا بسنے والے مہاجرین کو تھا۔

سماع دُردکشاں صوفیاں چہ می دانند

زشیوہ ہائے سمندِ سپند را چہ خبر؟

چناں چہ حضور صلی علیہ وسلم کے صرف اس ارشاد نے کہ آپ انصار کے ساتھ جائیں گے ان کے دامنِ قلب سے تمام بے چینیوں پریشانیوں اور اضطراب کو دھو ڈالا اور وہ کاملاً آسودہ اطمینان ہو گئے۔

Marfat.com

۸ھ ہجری
کے خاص واقعات

۱- ۸ھ ہجری میں آپؐ کے فرزندارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اُمّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے

۲- آپؐ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی سال انتقال فرمایا۔

۳- اسی سال آپؐ نے کعب بن عمیرؓ کو پندرہ آدمیوں کے ہمراہ شام کی طرف قضاعہ کے ایک گروہ کے پاس دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے سب مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ صرف ایک آدمی کسی طرح بچ کر مدینہ پہنچا۔

۴- عروہ بن مسعود طائف کے رئیس تھے۔ جب طائف کا محاصرہ کیا گیا تو یہ طائف سے باہر کہیں گئے ہوئے تھے۔ جب محاصرہ ختم کر لیا گیا اور آپؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو عروہ بن مسعود طائف کو واپس جا رہے تھے آپؐ سے راستہ میں ملاقات ہو گئی اور وہیں اسلام قبول کر لیا۔ قبولِ اسلام کے بعد جب طائف پہنچے تو اہلِ طائف کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور تبلیغ کرنے لگے۔ اہلِ طائف تو مسلمانوں کے محاصرہ سے تنگ آکر پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے جب معلوم ہوا کہ عروہؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اُن پر تیروں کی باڑ مار کر انھیں شہید کر دیا۔

Marfat.com

۵۔ ۵ ھ ہجری تک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آسودہ حال ہو چکے تھے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے ازواج مطہرات نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نان و نفقہ کا خصوصی مطالبہ کر دیا۔ چوں کہ دنیا طلبی اور جاہ پسندی آپؐ کو گوارا نہ تھی اس لیے آپؐ کو ازواج مطہرات کی یہ مانگ پسند نہ آئی۔ آپؐ نے قسم کھائی کہ میں ایک ماہ تک اپنی تمام بیویوں سے الگ رہوں گا اور پھر مسجد کے قریب بالاخانے میں جا کر فروکش ہو گئے۔

صحابہ کرامؓ بے چین اور فکر مند تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کو اور حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کو ڈانٹا۔ ان کو اپنی صاحب زادیوں کی فکر تھی کہ پیغمبرِ خدا کو ناراض کر کے کہیں اپنی عاقبت کو خراب نہ کر بیٹھیں۔

آخرکار ایک ماہ بعد یہ آیت نازل ہوئی :

"اے نبی اپنی ازواج سے فرما دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق وبہار اور دنیاوی سازوسامان چاہتی ہو (تو پھر میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا) آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع (رخصتی جوڑے اور دولت) دے کر عزت واحترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور آخرت (کے اعلیٰ مراتب و درجات) کی طلب (سچے دل سے) ہے تو (باور کر لو کہ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

(سورہ احزاب : پارہ ۲۱)

نزولِ آیت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے اور

marfat.com

Marfat.com

سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو خدا کا حکم سنایا اور فرمایا کہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا،

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا:

"اس میں والدین کے مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کی عنایات کو اختیار کرتی ہوں۔"

باقی ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیا اور دنیا کے عیش و آرام کو ہمیشہ کے لیے دلوں سے نکال پھینکا۔

۶۔ اسی سال مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

۷۔ اسی سال میں جنگِ حنین وقوع پذیر ہوئی۔

۸۔ اسی سال ہوازن و ثقیف سے جنگ ہوئی اور بالآخر ان قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔

۹۔ اسی سال طائف کا محاصرہ کیا گیا اور اسے بغیر فتح کیے اس کے حال پہ چھوڑ دیا گیا۔

۱۰۔ اسی سال ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب نے اسلام قبول کیا ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت محبت رکھتے تھے۔

۱۱۔ اسی سال عکرمہ بن ابوجہل مسلمان ہوئے جبکہ ان کی بیوی اُم جمیل پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں۔

۱۲۔ اسی سال صدہا سال کے بعد اور فتح مکہ کے بعد پہلی مرتبہ حضرت بلالؓ نے مکہ مکرمہ کے اندر اذان کہی۔

۱۳۔ اسی سال فتح مکہ کے بعد پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ میں خطبہ ارشاد فرمایا۔

۱۴۔ اسی سال فتح مکہ کے بعد حرم کے اندر اور باہر کے تمام بُت نابود کیے گئے

marfat.com

Marfat.com

بشری تقاضے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بڑے بڑے باوقار خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے ذوق و شوق بھی کسی سے کم نہ تھے۔ ان کے دلوں میں بھی ارمان پیدا ہوتے تھے اچھی سے اچھی اور بہ آرام زندگی بسر کرنے کی تمنائیں پیدا ہوتی تھیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان کی زندگیاں ہر لحاظ سے عالم نسواں کے لیے اعلیٰ نمونہ بن گئی تھیں۔

مگر انسان آخر انسان ہے۔

بشری تقاضے ہر انسان کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔

ازواج مطہرات اگرچہ ایمان و اخلاق کے لحاظ سے اعلیٰ مراتب پر فائز تھیں تاہم کبھی نہ کبھی باہمی رشک و حسد کے جذبات کا کچھ نہ کچھ اثر بھی ضرور ان پر ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا کہ آپ کی زندگی میں ایک نمونہ اس بات کا بھی اُمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیا جائے کہ اگر بیوی کی بعض لغزشوں سے شوہر کے دل کو رنج پہنچے تو اس کا نباہ کس طرح کیا جائے؟

چنانچہ پے در پے چند واقعات کچھ اس قسم کے پیش آئے کہ بہ تقاضائے بشریت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات کی طرف سے رنج پہنچا۔

دو واقعات یہ ہیں:

۱۔ جب آپ حضرت زینب کی خلوت میں ہوتے تو وہ بڑی عقیدت اور محبت کے جذبے کے ساتھ خاص طور پر شہد کا شربت تیار کر کے آپ کو پلاتیں۔ آپ یہ شربت بڑے شوق سے نوش فرمایا کرتے اور پھر احسان مندی کے طور پر حضرت زینبؓ سے کچھ دیر اور باتیں کرنے کے لیے رک جاتے۔ اس طرح آپ کو ان کے ہاں کچھ زیادہ ہی دیر

marfat.com
Marfat.com

ہو جاتی اور یہ تاخیر ہمیشہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو ناگوار گزرتی۔

تب ان دونوں نے نسوانی رقابت کے اثر اور آپؐ کی عقیدت و محبت کے تقاضے سے مجبور ہو کر یہ پروگرام بنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے ہاں سے دیر کر کے آئیں تو یہ دونوں آپؐ سے عرض کریں کہ آپؐ کے منہ سے بدبو آتی ہے۔

چنانچہ ایک دن جب آپؐ حضرت زینبؓ سے رخصت ہو کر حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لائے تو آپؐ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے؟"

دریافت فرمایا:

"کیوں کیا بات ہے؟"

عرض کیا گیا:

"آپؐ کے منہ سے مغافیر جیسی بُو آ رہی ہے۔"

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"نہیں حفصہؓ! میں نے مغافیر تو نہیں کھایا۔ البتہ زینبؓ نے مجھے ابھی ابھی شہد کا شربت پلایا تھا اور وہ تو مجھے ہمیشہ ہی یہ شربت پلایا کرتی ہے۔ پہلے تو کبھی بُو نہیں آئی۔"

حضرت حفصہ نے عرض کیا:

"آپؐ ٹھیک فرماتے ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ کسی مکھی نے مغافیر کو چوسا ہو اور پھر شہد پر بیٹھ کر مغافیر کا رس شہد میں داخل کر دیا ہو۔ اور مغافیر کا اثر شہد میں سرایت کر گیا ہو۔ اور زینبؓ نے اسی مغافیری شہد کا شربت آپؐ کو پلا دیا ہو۔"

آپؐ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

"ہاں یہ تو ہو سکتا ہے مگر تم ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔"

مغافیر ایک قسم کا گوند تھا جس میں بدبو ہوتی ہے۔ اور اس کو کھانے والے کے منہ سے بھی کافی دیر تک بدبو آتی رہتی ہے۔ یہ چند ایک امراض میں فائدہ مند ہوتا تھا۔ آپ نے سوچا کہ اگر کسی دوسری بیوی نے بھی ان کے منہ سے اسی بدبو کو محسوس کیا تو ٹھیک ہے ورنہ حفصہؓ جھوٹی ثابت ہوگی۔ آپؐ فوراً حضرت عائشہؓ کے ہاں پہنچے اور جاتے ہی فرمایا :

"عائشہ !"

عرض کیا : "فرمائیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے آپؐ کچھ عجلت میں ہیں؟"

فرمایا : "عائشہ ! میرے قریب ہو کر دیکھو اور بتاؤ کیا تمہیں میرے منہ سے کوئی بدبو آتی ہے ؟"

حضرت عائشہؓ آپؐ کے قریب ہو کر پھر جلدی سے پلٹ گئیں "سارا معاملہ تو وہ سمجھ ہی گئی تھیں کہ حفصہؓ نے اپنا کردار پروگرام کے مطابق ادا کر دیا اور اب ان کی باری ہے"۔

آپ نے عرض کیا : "اوہو ہو ! یہ کیا آج تو واقعی آپؐ کے منہ سے تو بدمغافیر پھوٹ رہی ہے"۔

فرمایا : "اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ مگر دیکھو میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ زینبؓ کے ہاں سے شہد کا شربت کبھی نہ پیوں گا۔ اور تم یہ بات دوسریوں کو نہ بتانا۔"

یہی بات آپؐ نے حضرت حفصہؓ سے بھی کہی۔ آپؐ نہیں چاہتے تھے کہ اس عہد کا پتہ زینبؓ کو لگے اور ان کا دل ٹوٹ جائے۔

لیکن حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ اس راز کو راز نہ رکھ سکیں اور سب

Marfat.com

بیویوں کو بتا دیا۔ آپؐ کو معلوم ہوا تو دل کو بہت رنج پہنچا۔

دوسرا واقعہ

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک راز کی بات کہی اور ساتھ ہی تاکید بھی کر دی کہ کسی اور کو نہ بتانا۔ لیکن حضرت حفصہؓ ان کی رازدار اور دوست تھیں۔ انھوں نے آپؐ کا راز ان پر ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپؐ کو مطلع کر دیا۔ تب آپؐ کو رنج پہنچا۔ لیکن آپؐ نے کچھ اس طریقے سے حضرت عائشہ سے شکوہ کیا کہ وہ شرمندہ نہ ہوں کیوں کہ آپؐ کا دل نہیں چاہتا تھا کہ ان کے کسی طرزِ عمل سے کسی بیوی کا دل دُکھے۔

ان واقعات سے امہات المومنینؓ کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت، زُہد، صبر اور سادہ زندگی کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ ان پاک بی بیوں کے مناصب و درجات اور تقویٰ اور عملی زندگیوں کا انداز تخیل سے کہیں بلند ہے۔

ان واقعات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ معاشرت اور وسعتِ اخلاق کا پتہ چلتا ہے کہ آپؐ خلافِ طبیعت باتوں پر کسی حد تک چشم پوشی سے کام لیا کرتے تھے اور امت کو یہ سبق دیتے تھے کہ اگر بیوی کی بعض لغزشوں سے شوہر کو رنج اور صدمہ بھی پہنچ جائے تو شوہر کو صبر اور عفو و کرم سے کام لے۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے دل حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ ہی سے اس حرکت کی طرف مائل ہو رہے ہیں کہ آپؐ کو دوسری بی بیوں سے کسی نہ کسی طرح ہٹا کر صرف اپنے ہی لیے وقف کر لیں لیکن اس طرح دوسری بی بیوں کی حق تلفی اور دل شکنی ہوتی تھی اس لیے ان دونوں کو تنبیہ کر دی گئی کہ اس ارادہ سے توبہ کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

کو راضی کرو۔

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا :

" اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کیوں کہ تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر رسول اللہ کے مقابلے ایکا کیا جائے گا تو جان لو کہ اللہ ان کا مددگار ہے جبریل اور نیک مسلمان بھی ان ہی کے ساتھ ہیں اور سب کے بعد ملائکہ الٰہی بھی ان ہی کے مددگار ہیں۔"

اس آیت میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایکا کرنے والی دو بیویاں تھیں لیکن کلام پاک میں تصریح نہیں کی گئی لیکن ارجح خبر یہی ہے کہ وہ دو بیاں حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ ہی تھیں۔

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ تبوک

سنہ ۹ ھ

غزوۂ تبوک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا آخری اور بے حد اہم غزوہ تھا اور مختلف وجوہ سے اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔

۱۔ وقت کی دو بڑی زبردست شاہنشاہیاں روم اور ساسان کی تھیں۔ ان بادشاہیوں کو عہدِ رسالت میں وہی حیثیت حاصل تھی جو آج کل ہمارے زمانے میں امریکہ اور روس کو حاصل ہے۔ اور ان دونوں میں سے ایک بادشاہی کے ساتھ براہِ راست تصادم کا عہدِ اسلام کا پہلا موقع تھا۔

۲۔ اس حملہ کے لیے تیس ہزار مجاہدین تیار ہوئے۔ اس لشکر کے ساتھ ہزاروں اونٹ اور ہزاروں گھوڑے تھے۔ سرزمینِ عرب سے مجاہدین کی اتنی بڑی تعداد اتنے زیادہ ساز و سامان کے ساتھ کبھی تیار نہ ہوئی تھی۔

۳۔ تمام مجاہدین رضاکار تھے۔ ان میں سے تنخواہ دار ایک بھی نہ تھا۔ بعد ضروری سامان اور زاد و توشہ کے علاوہ تمام سواریاں بھی رضاکارانہ پیشکشوں کی بنا پر مہیا ہوئی تھیں۔

۴۔ ان رضاکاروں کے درجاتِ عالیہ بھی محلِ نظر ہیں اللہ تعالےٰ کے ان حق گزار اور سعادت شعار بندوں نے جان و مال اور دنیا کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ قربان کرنے کی توفیق پائی تھی۔

Marfat.com

۵۔ منزلِ مقصود بہت دُور تھی۔ راستہ سخت دشوار گزار اور موسم غایت درجہ ناقابلِ برداشت تھا لیکن نثارانِ حق کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے میں ایک لمحے کے لیے بھی تامل نہ ہوا۔

۶۔ اسلامی نظام کی برکات وحسنات کا یہ کتنا ایمان افروز اور حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم صرف آٹھ سوا آٹھ سال پیشتر بے چارگی اور کس مپرسی کی حالت میں مکرم ومحترم حرم پاک سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچا تھا اور اس نہایت ہی قلیل سی مدت میں غازیانِ صداقت کیش کی اتنی بڑی قوت پیدا ہوگئی جو سیکڑوں میل کا فاصلہ طے کرکے سرحد پہ اس قیصر سے ٹکرانے کے لیے تیار تھی جو خود تھوڑا ہی عرصہ پہلے ساسانی شاہنشاہی پہ بے حد کاری ضرب لگا چکا تھا۔

کیا معنوی تربیت کے ذریعے مردم گری کے اس محیّر العقول معجزے سے کسی کو بھی بہ سلامتِ عقل وہوش انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے؟

محلِ وقوع اور حدودِ اربعہ

تبوک حجاز کے منتہائے شمال میں اس شاہراہ پہ واقع ہے جو شام کی طرف سے مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے تجارتی قافلوں کی عام گزرگاہ تھی۔ پھر ظہورِ اسلام کے بعد حج وزیارت کی غرض سے جو قافلے آتے جاتے رہے ان کا عام راستہ بھی یہی تھا۔ موجودہ صدی کے اوائل میں سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے تعمیر کرائی تھی تو اس کا ایک اہم اسٹیشن تبوک بھی تھا۔

اسباب

عزمِ تبوک کا اصل سبب یہ تھا کہ شمالی جانب سے متواتر خبریں آرہی تھیں کہ قیصرِ روم عرب پہ حملہ کرنے والا ہے کیوں کہ وہ جنگِ موتہ کا بدلہ لینا چاہتا ہے جس میں صرف تین ہزار مسلم مجاہدین

marfat.com
Marfat.com

نے قیصر اور قبائلیوں کے کئی گنا زیادہ لشکر کو میدان سے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس وقت سے قیصر اور اس کی ماتحت سرحدی ریاستوں نے جن میں غسانی پیش پیش تھے عزم کر رکھا تھا کہ اسلامی قوت کو اوائل بلوغ ہی میں کچل ڈالیں۔

جب مختلف ذرائع سے قیصر کے عزم یورش کی تصدیق ہوتی چلی گئی تو آپؐ نے بھی زبردست تیاری کا حکم دے دیا۔

جب تمام صحابہ کرامؓ تیار ہو گئے تو آپؐ نے محمد بن مسلمہؓ انصاری کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو اپنی مسجد کا امام بنایا اور حضرت علیؓ کو اہل و عیال کی حفاظت اور نگرانی کے لیے چھوڑا۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں"۔ آپؐ نے ان کی دلداری کے لیے فرمایا کہ تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اس سفر میں ظاہری بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک کھجور ہر روز دو دو سپاہیوں پر تقسیم کی جاتی تھی آخر یہ نوبت آ گئی کہ بہت سے مجاہدین ایک ہی کھجور کو یکے بعد دیگرے چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ پھر پانی کے فقدان سے اونٹوں کی آلائش نچوڑ کر پینے کی نوبت آئی۔ سواری کا بھی اتنا قحط تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے یہی جذبۂ ایثار تھا جس نے مسلمانوں کو تمام دنیا کی قوموں پر غالب کر دیا۔

فتح تبوک

تبوک پہنچ کر آپؐ نے بیس روز قیام فرمایا۔ آپؐ کی حیرت انگیز آمد کو دیکھ کر دشمن مرعوب ہو گئے ہرقل تو پہلے ہی آپؐ رسولِ برحق سمجھتا تھا۔ اس نے ڈر کے مارے ادھر کا

Marfat.com

رُخ نہ کیا اور کوئی رُومی مقابلہ کے لیے نہ آیا۔ آس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ اور جزیہ دینا منظور کیا۔ اس مقام سے آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ وہ تجھے شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ اس کو قتل نہ کرنا۔ گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ رات کے وقت وہاں پہنچے۔ چاندنی رات تھی ایک نیل گائے دیوارِ قلعہ کے پاس آگئی۔ اکیدر اس کو شکار کرنے نکلا تھا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کا شکار ہو گیا۔ حضرت خالدؓ اسے گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ اکیدر نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دے کر صلح کر لی اور اطاعت قبول کر لی۔

اس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرحد شام کے عیسائی حاکموں اور رئیسوں سے اطاعت کا اقرار لیتے اور معاہدے کرتے ہوئے کامرانی کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے۔

مسجد ضرار کا قصہ

تبوک کے سفر پہ روانہ ہونے سے پہلے کا قصہ ہے یہ کہ منافقین نے مسلمانوں کے خلاف سازش کا ایک مرکز قائم کرنے کے لیے مسجد قبا کے قیام کا منصوبہ بنایا اور مسجد تعمیر کر لی جس کا نام مسجد ضرار رکھا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ!

"ہم نے ایک مسجد تعمیر کی ہے تاکہ مسجد قبا میں تنگیٔ جگہ کی شکایت دور ہو اور قرب وجوار کے بیماروں ناتوانوں کو بھی سہولت ہو۔ حضور ایک مرتبہ چل کر وہاں نماز پڑھ لیں تو ہمارے لیے موجب برکت وسعادت ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"میں اس وقت تبوک جا رہا ہوں اگر اللہ نے چاہا تو واپسی پر دیکھا جائے گا۔"

marfat.com
Marfat.com

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس ہو کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا تو آپ نے اسے مسمار کرانے اور جلانے کا حکم دیا چنانچہ مسجد ضرار کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

منافقین کی معذرت

تبوک کے سفر میں آپ کے دو ماہ صرف ہوئے۔ آپ رجب میں روانہ ہوئے تھے اور رمضان شریف ۹ھ ہجری میں واپس پہنچے۔ سب سے پہلے مسجد میں جا کر دوگانہ ادا فرمایا اور پھر نماز سے فارغ ہو کر کچھ دیر تک لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے بیٹھے۔ منافقین نے لشکرِ جہاد میں عدم شرکت کے جھوٹے بہانے تراش کر خدمت اقدس میں معذرتیں پیش کرتے رہے اور آپ نے اسلام کے جماعتی نظام کے مصالح کی بنا پر ان سے درگزر فرماتے رہے۔ منافقین کے علاوہ چند ایک مسلمان بھی ایسے تھے جو کسی نہ کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔

حضرت ابوذرؓ

حضرت ابوذر غفاریؓ کا اونٹ بے حد دُبلا پتلا تھا ان کو خیال ہوا کہ دو چار دن میں خوب کھا پی کر یہ سفر کرنے کے قابل ہو جائے گا تو میں اس وقت لشکر سے جا ملوں گا مگر جب اونٹ اس قابل نہ ہو سکا تو آپ نے اپنا سامان اپنی پیٹھ پر باندھا اور پیدل ہی روانہ ہو گئے۔ اور اکیلے ہی تبوک جا پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحم فرمائے۔ اکیلا ہی بھاگا چلا آ رہا ہے اب یہ مرے گا بھی اکیلا ہی اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے ربذہ میں تنہا وفات پائی۔ ان کی تجہیز و تکفین

marfat.com
Marfat.com

کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ سے واپس لوٹ رہے تھے انھوں کفن دفن کا انتظام کر دیا۔

حضرت ابو خثیمہؓ

یہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں بے حد خوب صورت تھیں یہ ان دونوں سے بڑی محبت رکھتے تھے وہ بھی ان پر جان چھڑکتی تھیں۔ جب آپؐ سفرِ تبوک پر روانہ ہو گئے تو ابو خثیمہ نے اپنا سفر اگلے دن پر ملتوی کر دیا۔ جب یہ اپنے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کی بیویوں نے اپنے اپنے گھر کے سامنے خوب پانی چھڑک کر زمین کو ٹھنڈا کر رکھا ہے ایک کمرے میں چٹائی بچھی تھی تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے تھے اور ٹھنڈا میٹھا شربت بھی حاضر تھا۔

یہ سامانِ عیش و راحت دیکھ کر ابو خثیمہؓ کے دل میں ایک برق سی کوند گئی اور بر ملا کہہ اٹھے :

"تف ہے ایسی زندگی پر کہ میں تو خوشگوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹوں۔ دو دو بیویوں کے آغوشِ راحت میں چین حاصل کروں اور خدا کا محبوب رسولؐ ایسی سخت لُو اور گرمی اور تشنگی کے عالم میں صحراؤں کو عبور کر رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی سواری منگائی۔ تلوار کمر میں حمائل کی۔ نیزہ سنبھالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کے سہارے روانہ ہو گئے۔ بہت جلد لشکر سے جا ملے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے کوئی اونٹنی سوار کو آتے دیکھا تو مسکرا کر ارشاد فرمایا :

"ابو خثیمہؓ ہی ہو گا۔"

جب وہ قریب پہنچے تو سب نے دیکھ لیا کہ یہ ابو خثیمہؓ ہی تھے۔

marfat.com
Marfat.com

صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات غفلت اور تن آسانی کی وجہ سے تبوک کے سفر میں شامل نہ ہوسکے ان میں سے بعض نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر اپنی حرکت پر آپ ہی شرمساری محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان مجرموں کو معاف کرکے اپنے ہاتھوں سے نہ کھولیں گے وہ اسی طرح بندھے رہنے پر مجبور ہوں گے۔ آخر کار جب اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی تو آپ نے خود انھیں کھول کر قبولِ توبہ کی نوید سنائی۔

تین اصحاب کا قصّہ

ان مخلصین حضرات میں سے یہ تین حضرات بھی تھے جو محض تن آسانی اور سہل انگاری کی وجہ سے سفرِ تبوک میں شرکت سے محروم رہے۔

۱۔ حضرت کعب بن مالکؓ

۲۔ حضرت ہلال بن امیہؓ

۳۔ مرارہ بن ربیعؓ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان تینوں نے اپنی کوتاہی اور تقصیر کا برملا اعتراف کیا۔

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ :

"منافقین تو جھوٹے بہانے تراش کر چھوٹ رہے تھے جب مجھ سے دریافت کیا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس غیر حاضری کا کوئی جواز نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں اس غلطی کو غفلت کا نام دوں۔ اب آپؐ کو اختیار ہے جو چاہیں سزا دیں۔"

مومنین کی یہ حرکت کہ وہ جماعتی نظام کی خلاف ورزی کریں اور جہاد جیسے عظیم فریضہ کو سستی کی وجہ سے ترک کردیں اور پھر انھیں بھی منافقین کی طرح معاف

Marfat.com
Marfat.com

کر دیا جائے؟

نہیں!

بلکہ یہ ضروری تھا کہ اس سلسلہ میں ایسا فیصلہ کیا جائے کہ ایک تو ان مومنین میں اور منافقین میں نمایاں فرق محسوس ہو اور دوسرے یہ کہ آئندہ کسی مخلص مومن ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چونکہ تم لوگوں نے سچ بولا ہے لہٰذا اب جاؤ اور خدا کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ اور دوسرے ان تین حضرات کے سوا باقی تمام ساتھی آگاہ رہیں کہ آج سے ان تینوں سے کلام و سلام تا حکم خدا بالکل ترک کر دیا جائے"۔

چنانچہ تمام مسلمانوں نے ان تینوں کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا۔

صبر و ضبط کی انتہا

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ:

"میرے دونوں ساتھیوں نے تو شرمندگی کے مارے گھر سے باہر نکلنا ہی بند کر دیا لیکن میں برابر نمازیں ادا کرنے کے لیے مسجد میں حاضر ہوتا رہتا اور جب بھی میں نے اس حالت کے دوران آپؐ کو سلام کیا تو کوئی جواب نہ پایا البتہ جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو آپؐ برابر میری طرف دیکھتے رہتے اور جب میں نماز سے فارغ ہو کر آپؐ کی طرف نگاہ کرتا تو آپؐ رُخ پھیر لیتے۔ کوئی ساتھی بھی ہم سے کلام و سلام کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ ہمارے عزیز و اقارب بھی بیگانے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہماری بیویوں نے بھی ہم سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جب میں اس حالت سے تنگ آ گیا تو ایک دن میں اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے گھر چلا گیا جو اس سے پیشتر مجھ پہ پروانہ وار فدا ہوتا تھا اس نے بھی میرے سلام کا کوئی جواب

Marfat.com

نہ دیا۔ میں اپنی اس حالت کو دیکھ کر تڑپ گیا۔ اور میری آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل اور ایمان داری کا یہ عالم تھا کہ گو ہمارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے درمیان کوئی غیر آدمی موجود نہیں ہوتا تھا کیا مجال کہ کسی نے امرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف کرنے کی جرأت کی ہو۔ اسی دوران میں بادشاہِ غسان کی طرف سے مجھے ایک خط ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ:

"کعب رضؓ ہم تمہاری بہت عزت کرتے ہیں اور تجھے دوست رکھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تمہاری معمولی سی غلطی پر معاشرتی بائیکاٹ کر کے تمہیں انتہائی ذلیل کر کے تمہیں دکھ پہنچایا ہے۔ ہمارے دروازے تمہارے لیے ہر وقت کھلے ہیں۔ جب چاہو چلے آؤ۔ تمہاری شایانِ شان تمہارا استقبال کیا جائے گا۔"

گو شاہِ غسان نے مجھ سے بڑی ہمدردی کی تھی لیکن وہ کافر تھا اور مجھے اپنے پاس بلا کر مجھے اسلام سے منحرف کر دینا چاہتا تھا۔

یہ خط پڑھ کر مجھے بڑا صدمہ ہوا۔

میں نے اپنے دل میں خدا کو یاد کیا اور کہا کہ:

"خداوندا! اب میری یہ حیثیت رہ گئی ہے کہ کافر بھی میرے ایمان کو کمزور سمجھتا ہے۔ میرے ایمان میں طمع رکھتا ہے۔ اور مجھے اپنے پاس بلا کر مجھے اسلام سے برگشتہ کرنا چاہنے میں طمع رکھتا ہے۔ میں نے قاصد کے سامنے ہی اس خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں اچھال دیئے اور قاصد سے کہا: کہ

"یہ ہے جواب تیرے بادشاہ کے خط کا"۔

marfat.com
Marfat.com

توبہ کی قبولیت

پچاس دن اسی حالت میں گزر گئے۔ خدا کی زمین فراخی کے باوجود ہم پر تنگ ہوگئی اور زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہونے لگی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ کو ہماری بے چارگی پر رحم آ یا اور ہماری خلاصی کا وقت آ گیا۔

ایک دن یکایک صبح کے وقت ایک شخص نے پہاڑی پر سے پکار کر کہا اور نہایت بلند آواز میں کہا:

"اے کعب بن مالک نوید ہو کہ تمھاری توبہ قبول ہوگئی۔ میں نے یہ آواز سنتے ہی سجدۂ شکر ادا کیا۔"

اس کے کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ:

"میں بھاگا بھاگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ سلام عرض کیا آپؐ نے فوراً جواب دیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی میرا گناہ معاف ہوگیا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس خوشی میں اپنا کل اثاثہ میں راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کچھ گھر کے لیے ضرور رکھ لو۔ چنانچہ میں نے خیبر کے مالِ غنیمت میں سے ملا ہوا حصّہ الگ کر لیا اور باقی مال راہِ خدا میں صدقہ کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

تبوک میں قیام کے دوران

خُطبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے خطبے ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اہم اور بسیط خطبہ مبارک وہ ہے جو آپؐ نے ایک نماز کے بعد تبوک میں ارشاد فرمایا۔ گو یہ خطبہ چھوٹے چھوٹے جملوں پر مشتمل ہے لیکن اس خطبہ کا ہر جملہ اور ہر فقرہ نیکی ہدایت اور حکمت کا ایک دریا ہے۔ پڑھنے سے روحانی طور پر لطف اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ آپؐ نے گویا کوزے میں دریا بند کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر فقرے کو الگ الگ نمبر دے کر درج کیا گیا ہے تاکہ ان پر خوب غور کیا جا سکے اور اگر کوئی اسے یاد کرنا چاہے تو یہ جملے آسانی سے یاد بھی کیے جا سکیں۔

خطبۂ تبوک

سب سے پہلے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں تقریر کی اور پھر ارشاد فرمایا:

۱۔ صدق و راستی میں سب سے بڑھا ہوا مجموعۂ کلام صرف اللہ تعالیٰ کی مجھ پر نازل کی ہوئی کتاب قرآن پاک ہے۔

۲۔ بھروسے کی چیز کلمۂ تقویٰ ہے۔

۳۔ تمام ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے (ملت ابراہیم حنیفا)

marfat.com
Marfat.com

۴۔ تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے۔
۵۔ تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو شرف و برتری حاصل ہے۔
۶۔ تمام بیانات سے پاکیزہ ترین اور خوب ترین بیان قرآن مجید ہے۔
۷۔ بہترین کام عزیمت کے کام ہیں۔
۸۔ بدترین امور محدثات و بدعات ہیں۔
۹۔ بہترین ہدایت انبیاؑ کی ہدایت ہے۔
۱۰۔ بہترین موت راہِ حق کے شہیدوں کی موت ہے۔
۱۱۔ سب سے بڑھ کر بے بصارتی اور کوری وہ گمراہی ہے جو انسان ہدایت پا لینے کے بعد اختیار کرے۔
۱۲۔ بہترین اعمال وہ ہیں جن سے انسان کو دینی، اخلاقی اور روحانی فائدہ اور نفع حاصل ہو۔
۱۳۔ بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جا سکے۔
۱۴۔ بدترین اندھاپن دل کا اندھاپن ہے۔
۱۵۔ بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہے۔
۱۶۔ تھوڑا مال جو جائز ضرورتوں کے لیے کفایت کرے اس کثیر مال سے بہتر ہے جو انسان کو غفلت میں ڈال دے۔
۱۷۔ بدترین عذر خواہی اور توبہ وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔
۱۸۔ بدترین ندامت اور شرمساری وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔
۱۹۔ بعض لوگ جمعہ کے لیے آتے ہیں مگر ان کے دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
۲۰۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو کبھی کبھی یاد کرتے ہیں۔
۲۱۔ گناہوں میں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔
۲۲۔ بہترین تونگری دل کی تونگری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۲۳۔ انسان کے لیے بہترین توشہ تقویٰ ہے۔
۲۴۔ دانائیوں کا تاج خدائے عزّ و جل کا خوف ہے۔
۲۵۔ دل نشینی کے لیے بہترین شے یقین ہے۔
۲۶۔ شک و ریب کفر کی ایک شاخ ہے۔
۲۷۔ مُردے پر نوحہ کرنا یعنی بین کر کے رونا جاہلیت کا کام ہے۔
۲۸۔ خیانت دوزخ کی آگ ہے۔
۲۹۔ نشہ آگ کا داغ ہے۔
۳۰۔ شعر گوئی شیطانی کام ہے۔
۳۱۔ شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔
۳۲۔ یتیم کا مال کھانا بدترین روزی ہے۔
۳۳۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔
۳۴۔ اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہو۔
۳۵۔ انسان کا سرمایۂ عمل اس کا بہترین انجام ہے۔
۳۶۔ بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔
۳۷۔ جو بات ہونے والی ہے اس کا وقت قریب ہے۔
۳۸۔ مومن کو گالی دینا فسق اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔
۳۹۔ مومن کا گوشت کھانا یعنی اس کی غیبت کرنا خدا کے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔
۴۰۔ مومن کا مال بھی اسی طرح دوسرے کے لیے حرام ہے جس طرح خون حرام ہے۔
۴۱۔ جو خدا سے استغنا کرتا ہے خدا اسے جھٹلاتا ہے۔
۴۲۔ جو کسی کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اس کے عیبوں پر پردہ ڈالا جائے گا۔

Marfat.com

۴۳۔ جو دوسروں کے ساتھ عفو و درگزر سے پیش آتا ہے خدا اس کے ساتھ عفو و درگزر کا برتاؤ کرے گا۔

۴۴۔ جو غصہ پی جائے گا خدا اسے اجر سے نوازے گا۔

۴۵۔ جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اسے اچھا بدلہ دے گا۔

۴۶۔ جو چغلی پھیلاتا ہے خدا اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے۔

۴۷۔ جو صبر کرتا ہے خدا اسے بڑھاتا ہے۔

۴۸۔ جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خداوند کریم اسے عذاب دے گا۔

اس کے بعد!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے!

تین بار کلمہ استغفار فرمایا۔

Marfat.com

داعیانِ اسلام
کے
اسمائے گرامی

جن اصحابؓ کو دعوت و ارشاد کی غرض سے حضرموت، بحرین اور یمن کے مختلف علاقوں میں بھیجا گیا ان کے نام درج ذیل ہیں :-

۱- مہاجر بن ابی امیہ (ام المومنین ام سلمہؓ کے بھائی)	صنعا (یمن)
۲- زیاد بن لبیدؓ	حضرموت
۳- خالد بن سعیدؓ	صنعا (یمن)
۴- عدی بن حاتمؓ	قبیلہ طے (یمن)
۵- ابوموسیٰ اشعریؓ	زبید و عدن (یمن)
۶- معاذ بن جبلؓ	جَنَد (یمن)
۷- جریر بن عبداللہ البجلیؓ	ذو الکلاع حمیری (یمن)
۸- علی ابن ابی طالبؓ	قبیلہ ہمدان و جذیمہ و مذحج
۹- مغیرہ بن شعبہؓ	نجران
۱۰- خالد بن ولیدؓ	اطراف مدینہ
۱۱- علاء بن حضرمیؓ	بحرین
۱۲- عمرو بن العاصؓ	عمان

marfat.com

Marfat.com

حَجَّۃُ الْوِدَاع

جب توحید کی روشنی ہر طرف پھیل گئی اور کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ فرائض نبوت ادا ہو چکے اور اسلام کی تعلیمات پوری ہو چکیں اور اللہ کا گھر بتوں کی نجاست اور جاہلیت کی رسوم سے سارا عرب پاک ہو گیا تو وقت آگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فریضۂ حج کو عملی طور پر انجام دیں تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ حج کیسے کیا جاتا ہے۔

حج کا عزم

ذیقعدہ سنہ ۱۰ ہجری میں آپؐ نے حج کا قصد فرمایا اور اعلان فرمادیا کہ حج کی تیاری کی جائے۔

یہ خبر آناً فاناً ملک بھر میں پھیل گئی۔ شمع رسالت کے پروانے کم و بیش ایک لاکھ سے زائد آپؐ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۰ ہجری کو آپؐ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ پہنچ کر رات گزاری اور دوسرے دن احرام باندھ کر روانہ ہوئے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کے ہمراہ تھیں۔

۴ ذوالحجہ سنہ ۱۰ ہجری کو آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ عمرہ سے فارغ ہو کر آپؐ نے ان لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے احرام کھول لینے کا حکم دیا۔

اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جو یمن گئے ہوئے تھے آکر شامل ہو گئے۔

marfat.com
Marfat.com

جمعرات کے روز ۸ ذوالحجہ ۱۰ھ ہجری کو آپؐ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا۔

۹ ذوالحجہ ۱۰ھ ہجری کو آپؐ عرفات تشریف لے گئے اور وہاں ایک جامع و اکمل و افضل اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو نصائح اور حکم سے بھرپور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری پیغام تھا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! جو میں کہتا ہوں غور سے سنو!

شاید آئندہ برس میں تم سے نہ مل سکوں۔ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو تم پر قیامت تک اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہیں۔ لوگوں کی امانتیں واپس کی جائیں اور قرض ادا کر دیے جائیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"آج کے دن سے تمام سود مٹائے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا اور چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام خونوں کے قصاص بھی ختم کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا زاد بھائی ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون بنو سعد کو معاف کرتا ہوں۔"

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"لوگو! تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ اے لوگو! مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کا مال بغیر اس کی خوشی کے حلال نہیں۔"

پھر آپؐ نے فرمایا:

Marfat.com
Marfat.com

"اے لوگو ! خیال رکھنا کہ میرے بعد کہیں تم گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ تم سب کو ایک خدا کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ میں تمہارے لیے اللہ کی کتاب اور اپنی سنت چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم کتاب وسنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو گے تو انشاءاللہ کبھی گمراہ نہ ہو گے"

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا :

"اے لوگو ! یاد رکھو اور یقین کے ساتھ یاد رکھو کہ تم سب کا پروردگار ایک ہے۔ تم سب بشر اوّلی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ وہ ابوالبشر یعنی تم سب کے باپ ہیں۔ آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ تم سب خاکی ہو۔"

آپؐ نے فرمایا :

"تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو متقی ہے پرہیزگار ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر بہ حیثیت رنگ ونسل ہرگز کوئی فضیلت نہیں نیکی تقویٰ کے سوا۔"

پھر ارشاد فرمایا :

"لوگو ! قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے ؟"

صحابہؓ نے عرض کیا :

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔"

marfat.com

Marfat.com

آپ نے تین بار انگشتِ شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"اے اللہ! تُو گواہ رہیو!"
"اے اللہ! تُو گواہ رہیو!"
"اے اللہ! تُو گواہ رہیو!"

پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"حاضرین کے لیے لازم ہے کہ میرا یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔"

اکملت لکم دینکم

آپ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی اذان کہی اور پھر ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کی گئیں۔ اس کے بعد آپ خداوندِ ذوالجلال کی حمد و ثنا میں مشغول ہو گئے اور اسی جگہ حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہِ الٰہی سے پیغامِ مسرت اور بشارت لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی (یعنی قرآن کریم کو مکمل کر دیا) اور تمہارے لیے (میں نے) دینِ اسلام کو پسند کیا۔"

marfat.com

Marfat.com

اس آیت کو سن کر بہت سے اصحابؓ تو بہت خوش ہوئے کہ دین کی تکمیل ہو گئی۔ مگر بعض اصحاب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح جو زیادہ نکتہ رس اور بات کی تہ تک پہنچنے والے تھے غمگین اور آزردہ خاطر ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کیوں کہ انھوں نے اس آیت مبارکہ میں سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ یہ آیت جدائی کا پیغام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے بلاوا ہے کیوں کہ جب دین ہی مکمل ہو گیا اور نبوت کا فرض بھی کما حقہ ادا ہو چکا تو پھر دنیا میں اُمت کے درمیان نبی کے مزید رہنے کی ضرورت نہ تھی۔

قُربانی

۱۰ ذوالحجہ ۱۰ھ ہجری کو منیٰ میں پہنچ کر آپؐ نے ترسیٹھ اونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے اور باقی ۳۷ اُونٹ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیے کہ وہ ان کی قربانی دیں۔

ارکانِ حج سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔ تب لوگ اپنے اپنے مقامات کو واپس چل دیے۔ اور مہاجرین و انصار آپؐ کے جلو میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔

Marfat.com

آخری لشکر
جیشِ اسامہؓ کی روانگی کا حکم

۲۶ صفر ۱۱ھ ہجری کو جنگِ موتہ میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کا انتقام لینے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ اُبنٰی کی طرف لشکر کشی کا حکم فرمایا۔

اُبنٰی وہ مقام ہے جہاں جنگِ موتہ لڑی گئی تھی۔

اس نامزدہ لشکر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ جیسے اکابر صحابہ شامل تھے لیکن اس لشکر کی قیادت ایک کم سن جوان زیدؓ بن حارثہ کے فرزند عظیم حضرت اسامہؓ کے سپرد کی گئی۔ اس میں مصلحتِ نبویؐ یہ کارفرما تھی کہ جنگِ موتہ میں حضرت زیدؓ شہید ہوئے تھے تو حضرت اسامہ کو اپنے باپ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا موقعہ فراہم کیا گیا تھا۔ اسی جذبۂ انتقام کے تحت اسامہؓ بہترین سپہ سالار ثابت ہو سکتے تھے۔ بعض صحابہؓ کو حضرت اسامہؓ کی کم سنی کے خیال سے یہ نامزدگی معترض تھی لیکن وہاں [illegible] دنے کی کسے مجال تھی۔

چہارشنبہ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ پنجشنبہ کے روز باوجود علالت کے آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے نشان بنا کر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

marfat.com
Marfat.com

"اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کفر کرنے والوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کرو۔ اللہ کامیابی عطا فرمائے گا۔"

حضرت اسامہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پابوسی کے بعد حجرے سے باہر آئے اور فوج کی کمان سنبھالتے ہوئے مدینہ سے باہر ایک میل کے فاصلے پر جاکر جرف کے مقام پر قیام پذیر ہوئے۔

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ تو تیمار داری کی غرض سے مدینہ واپس آ گئے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اسامہؓ سے اجازت لے کر آپؐ کو دیکھنے چلے آئے۔

جمعرات کے روز جب مرض میں شدت پیدا ہو گئی اور آپؐ عشا کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف نہ لے جا سکے تو ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا۔ اور انھیں اپنی جگہ امام مقرر فرما دیا۔

دوشنبہ کے دن حضرت اسامہؓ نے روانگی کا عزم کیا اور تیاری کرنے لگے۔

عین اسی وقت یہ قیامت وحشر انگیز خبر ان تک پہنچی کہ رحمۃ للعالمین سرور کائنات فخر موجودات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

marfat.com
Marfat.com

وفات

مئی ۶۳۲ء
مطابق
ربیع الاول ۱۱ھ

روحِ قدسی کو عالمِ جسمانی میں اسی وقت تک رہنے کی ضرورت تھی کہ جب تک تکمیلِ شریعت اور تزکیۂ نفوس کا عظیم الشان کام درجۂ کمال تک پہنچ جائے۔ حجۃ الوداع میں یہ فرضِ اہم ادا ہو چکا۔ توحید کامل اور مکارمِ اخلاق کے اصول عملاً قائم کر کے عرفات کے مجمعِ عام میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ:

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔"

سورۂ فتح کا نزول جب ہوا تو اس کی بعض آیات سے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرامؓ اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملیں گے اور آپؐ حکمِ ایزدی کے مطابق زیادہ تر وقت تسبیح و تہلیل ہی میں بسر فرمانے لگے تھے۔

آپؐ کی عادت تھی یا یہ آپؐ کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان مبارک

marfat.com
Marfat.com

میں دس دن اعتکاف میں بیٹھتے تھے لیکن سنہ ۱۰ ہجری میں آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ آپؐ ہر سال ماہِ رمضان المبارک میں ناموسِ اکبر کی زبانی ایک دفعہ پورا قرآنِ مجید سنا کرتے ہیں لیکن سنہ ۱۰ ہجری رمضان المبارک میں دو دفعہ قرآن مجید سننے کا شرف حاصل کیا۔

حجتہ الوداع کے موقع پر مناسکِ حج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپؐ نے یہ اعلان بھی ارشاد فرمادیا کہ :

"مجھے امید نہیں کہ میں آئندہ سال تم سے اسی جگہ مل سکوں۔"

غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی گئی تھی۔ تمام غزوات میں صرف غزوۂ احد ہی ایک ایسا غزوہ ہے جس میں مسلمانوں نے سب سے زیادہ بے کسی کے ساتھ جان دی تھی اس لیے یہی وجہ تھی کہ ان رفیقوں کی یاد ہر وقت آپؐ کو بے چین کیے رکھتی تھی۔

حجتہ الوداع کے موقع پر تمام مسلمانوں کو اپنے فیضِ دیدار سے مشرف فرمانے کے بعد ان کو حسرت و یاس کے ساتھ رخصت کیا۔

شہدائے احد جو بَلْ هُمْ اَحْيَاءٌ کے مژدۂ جاں فزا سے فیض یاب تھے۔ آٹھ برس کے بعد آخری دفعہ آپؐ نے ان کو بھی اپنی زیارت سے مشرف کرنا ضروری سمجھا۔ چناں چہ اسی زمانہ میں آپؐ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی۔ اور پھر ان کو ایسے رقت انگیز طریقہ سے وداع کیا کہ جس طرح ایک مرنے والا اپنے زندہ عزیز و اقارب اور اہل و عیال سے وداع ہوتا یا انھیں وداع کرتا ہے اس کے بعد اسی جگہ آپؐ نے ایک خطبہ دیا۔

اس واقعہ کے راوی کا بیان ہے کہ یہ آخری دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔

Marfat.com

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر جا رہا ہوں۔ اس کی وسعت اتنی ہے کہ جتنی ایلہ سے مجفہ تک۔ مجھ کو تمام دنیا کے خزانوں کی کنجی دی گئی ہے۔ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کرو گے لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا کی لذتوں میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کو بھلا نہ دو۔ اور دنیا کی آسائشوں کے حصول کی خاطر آپس میں کشت و خون پر اتر نہ آؤ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کہیں تمھیں بھی اسی طرح ہلاک نہ کر دے جس طرح اس نے تم سے پہلے والی قوموں پر عذاب نازل کر کے ہلاک کیا تھا۔"

غزوات میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ کو جنگِ موتہ میں حدودِ شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان عربوں سے اس خون کا قصاص لینا چاہتے تھے۔ اس لیے آغازِ علالت سے ایک روز پیشتر آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سپہ سالار بنا کر حکم دیا کہ وہ فوج لے کر جائیں اور ان شریروں سے اپنے مقتول باپ کا قصاص لیں۔

۱۸ یا ۱۹ صفر سنہ ۱۱ ہجری میں آدھی رات کے وقت آپؐ جنت البقیع میں جو کہ عام مسلمانوں کا قبرستان تھا تشریف لے گئے اور سب روحوں کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی۔ وہاں سے تشریف لائے تو مزاج کچھ ناساز ہوا یہ دن ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا تھا اور دن بدھ یعنی چہار شنبہ کا تھا۔ پانچ دن تک آپؐ اس حالت میں بھی از راہِ عدل و کرم باری باری ہر ایک زوجہؓ کے حجرے میں تشریف لے جاتے رہے۔

دوشنبہ کے دن مرض میں شدت پیدا ہو گئی تو آپؐ نے تمام ازواجِ مطہراتؓ سے اجازت لی کہ اب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

Marfat.com

گھر میں قیام فرمائیں۔ خُلقِ عمیم کی بنا پر اجازت بھی صاف الفاظ میں اور علانیہ طلب نہیں کی بلکہ اس طرح پوچھا :

"کل میں کس کے گھر رہوں گا ؟"

دوسرا دن دوشنبہ کا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قیام کی باری تھی۔ ازواجِ مطہراتؓ آپؐ کی حضرت عائشہؓ کے ساتھ الفت و محبت سے اچھی طرح آگاہ تھیں انھوں نے مرضیِ اقدس کو سمجھ لیا اور متفقہ صلاح مشورہ کے بعد عرض کیا :

"آپؐ جہاں چاہیں مستقل قیام فرما سکتے ہیں۔ ہم راضی ہیں !"

آپؐ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا :

" اللہ تعالیٰ آپؐ کو خوش رکھے !"

ضعف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ چلا بھی نہ جاتا تھا چناں چہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ آپؐ کے دونوں بازو تھام کر بڑی مشکل سے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں لائے۔

آمدورفت کی قوت جب تک رہی آپؐ نماز پڑھانے کی غرض سے مسجد میں تشریف لے جاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپؐ نے مسجد میں پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی۔ آپؐ کے سر میں شدید درد تھا اس لیے سر پر رومال باندھ کر آپؐ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔

عشا کی نماز کا وقت آیا تو دریافت فرمایا :

"کیا نماز ہو چکی ؟"

لوگوں نے عرض کیا کہ :

"سب کو آپؐ کا انتظار ہے۔"

آپؐ نے لگن میں پانی بھروا کر غسل فرمایا۔ پھر اٹھنا چاہا تو غش آگیا۔ ذرا افاقہ

Marfat.com

ہوا تو پھر فرمایا :

"کیا نماز ادا کی جا چکی ؟"

لوگوں نے پھر وہی پہلا جواب دیا۔ آپؐ نے پھر غسل فرمایا۔ پھر اُٹھنا چاہا۔ پھر غش آگیا۔ افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا :

"کیا نماز ہو چکی ؟"

لوگوں نے اب بھی وہی جواب دیا۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ پھر جسم اقدس پر پانی ڈالا۔ جب پھر اُٹھنے کی کوشش کی تو پھر غشی طاری ہوگئی۔ جب پھر افاقہ ہوا تو یقین ہو گیا کہ اب ملاپ کا وقت قریب ہے اب کوئی نماز نہ پڑھائی جا سکے گی۔ اس لیے ارشاد فرمایا :

"ابوبکر صدیقؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد نہایت رقیق القلب ہیں آپؐ کی جائے اقدس پر ان سے کھڑا نہیں ہوا جائے گا۔ آپؐ حضرت عمرؓ سے فرمائیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔"

لیکن آپؐ نے پھر یہی حکم فرمایا :

"ابوبکرؓ سے کہو نماز پڑھائیں !"

چناں چہ حضرت عائشہؓ نے سمجھ لیا کہ یہی حکمِ الٰہی ہے تب حضرت ابوبکرؓ نے کئی دن تک امامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے نماز پڑھائی۔

وفات سے چار دن پہلے جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے وقت آپؐ کی طبیعت کچھ سکون پذیر ہوئی۔ آپؐ نے حکم فرمایا کہ پانی کی سات مشکیں ڈال کر آپؐ کو غسل کرایا جائے۔

غسل فرما چکے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ آپؐ کو بازوؤں سے تھام کر

marfat.com
Marfat.com

مسجد میں لائے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آہٹ پا کر حضرت ابو بکرؓ ذرا پیچھے ہٹے لیکن آپؐ نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اس طرح کہ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ کر دوسرے لوگ ارکانِ نماز ادا کرتے جاتے تھے۔

نماز ادا کرنے کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا :

"خدا تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو قبول کر لے یا جو کچھ خدا کے پاس ہے اسے قبول کر لے۔ لیکن اس بندے نے ان نعمتوں ہی کو قبول کر لیا ہے جو خدا تعالےٰ کے پاس ہیں کیونکہ اس کی نظروں میں آخرت کے مقابلے میں دنیا کی تمام نعمتیں ہرگز کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں۔"

یہ فرمان سن کر حضرت ابو بکرؓ رو پڑے۔

لوگوں نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ جانے کس شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں یہ رونے کی کون سی بات ہے۔

لیکن رازدارِ نبوت تو فوراً سمجھ گیا تھا کہ وہ بندہ کوئی اور نہیں بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپؐ نے مزید ارشاد فرمایا :

"سب سے زیادہ میں جس کی دولت اور صحبت کا ممنون ہوں وہ صرف ابو بکرؓ ہیں اگر میں دنیا میں کسی کو اپنی امت میں سے اپنا دوست بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا لیکن اسلام کا رشتہ دوستی

marfat.com
Marfat.com

کے لیے کافی ہے۔ مسجد کے رُخ کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچے کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔ ہاں تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا ہے مگر دیکھو تم ہرگز ایسا نہ کرنا۔ میں منع کرجاتا ہوں۔"

زمانۂ علالت میں انصار صحابہ کرامؓ آپؐ کی عنایات اور مہربانیوں کو یاد کر کرکے رویا کرتے تھے۔ ایک دن اسی دوران میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ کا گزر اس طرف سے ہوا جہاں انھوں نے چند انصار کو زار و زار روتے ہوئے دیکھا تو رونے کی وجہ دریافت کی۔

انھوں نے کہا کہ :

"ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں اور قربتیں یاد آتی ہیں۔"

ان دونوں میں سے ایک صاحب نے یہ واقعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کردیا۔ تو آج اس کی تلافی کا اچھا موقع تھا اس لیے آپؐ نے انصار کی نسبت لوگوں سے فرمایا :

"یَا اَیُّہَا النَّاسُ ! میں انصار کے معاملے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ مستقبل میں عام مسلمان تو بڑھتے جائیں گے لیکن انصار کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ ان کی تعداد اتنی رہ جائے گی جیسے کہ کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ اپنی طرف سے اپنا فرض ادا کرچکے ہیں اب تمھیں ان کا فرض ادا کرنا ہے۔ انصار میرے جسم میں معدہ کی مانند ہیں جو تمھارے نفع و نقصان کا متولی ہو (یعنی جو میرے بعد خلیفہ بنے) اس کے لیے لازم ہے کہ وہ انصار میں سے جو نکوکار ہوں ان کو ضرور قبول کرے اور جن سے خطا ہو جائے ان کو معاف کردے۔"

marfat.com

Marfat.com

پیشتر ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ رومیوں کی طرف جس فوج کا بھیجنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا اس فوج کا سپہ سالار آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ اس پر منافقین نے اعتراض کیا کہ بڑے بوڑھوں اور تجربہ کار نوجوانوں کے ہوتے ہوئے ایک کم سن اور ناتجربہ کار لڑکے کو سردار بنا دینا کچھ زیب نہیں دیتا۔

منافقین کی تو فطرت ہی تھی اعتراضات کرتے رہنا۔ اور وہ ہر وقت موقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں کو کذب و افترا کا رنگ دے کر رائی کا پہاڑ بنا دینا ہی ان کا کام تھا۔ وہ لوگ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ جھوٹے دل سے مسلمان ہو کر اور اسلام و ایمان کا جامہ اوڑھ کر اندر ہی اندر مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے اور ان کی جڑیں کاٹنے کے لیے اللہ کے ان نیک بندوں میں شامل ہوئے تھے۔ اور یہ کام وہ بخوبی ادا کر رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین سے اور ان کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھے۔ عبداللہ بن ابی جو ان منافقین کا سردار تھا۔ ظاہری طور پر آپؐ کا بڑا احترام کرتا تھا۔ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے قطعاً منع فرما دیا۔

آج منافقین کے اس اعتراض کا رد کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری تھا۔ آپؐ کا روئے سخن منافقین کی طرف تھا:

آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اگر آج تم کو اسامہ بن زیدؓ کی سپہ سالاری اور سرداری پہ اعتراض ہے تو کل اس کے باپ زیدؓ کی سرداری پہ بھی تم ہی معترض تھے لیکن خدا کی قسم زیدؓ اس منصب کا مستحق تھا

marfat.com
Marfat.com

اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اس کے بعد اس کا بیٹا اسامہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔"

آپؐ نے مزید ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! یاد رکھنا حلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال فرمائی ہے اور میں نے بھی اسی چیز کو حرام کیا ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔"

اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

انسان کی جزا و سزا کی بنیاد خود اس کے ذاتی عمل پر ہے۔ قیامت کے دن کوئی کسی کا مددگار نہ ہوگا۔"

اس کے بعد آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں واپس تشریف لے آئے۔

آپؐ کو اپنی چہیتی نورِ نظر لختِ جگر خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ علالت کے دوران آپؐ نے ان کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں لیکن پھر فوراً ہی آپؐ نے دوبارہ ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ آنسو پونچھ کر ہنس پڑیں۔

بعد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بڑی الفت سے حضرت فاطمہؓ سے دریافت فرمایا کہ وہ کیا باتیں تھیں جن کو سن کر پہلے آپ رو دیں اور پھر بعد میں ہنس پڑیں۔؟

آپؓ نے فرمایا کہ:

"پہلی دفعہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر جب میں رونے لگی تو آپؐ دوبارہ ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان

marfat.com
Marfat.com

میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی۔ تب میں ہنسنے لگی۔"

یہود و نصاریٰ نے انبیا کے مزارات اور یادگاروں کو بُت پرستی کی حد تک پُوجنا شروع کر دیا تھا۔ اسلام کا پہلا فرض یہی تھا کہ اس قسم کی بت پرستی کا استیصال کیا جائے۔ اس لیے حالتِ مرض میں جو چیز سب سے زیادہ آپؐ کے پیشِ نظر تھی وہ یہی تھی۔

اتفاق سے بعض ازواجِ مطہراتؓ نے جو حبش کا سفر کر کے آئی تھیں اسی حالت میں وہاں کے عیسائی معبدوں، ان کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اس کے مقبرے کو وہ لوگ عبادت گاہ بنالیتے ہیں اور اس مرنے والے کا بُت بنا کر اس میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عزّ و جل کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔"

عین کرب کی شدت میں جب کہ چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے تھے اور کبھی گرمی سے گھبرا کر الٹ دیتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے زبانِ اقدس سے یہ الفاظ سُنے:

"یہود و نصاریٰ پہ خدا کی لعنت ہو۔ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔"

اسی کرب اور بے چینی میں اچانک آپؐ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس آپؐ نے چند اشرفیاں رکھوائی تھیں۔

آپؐ نے دریافت فرمایا:

"عائشہؓ وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ جو میں نے تمھیں دی تھیں۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پیدا کرنے والے سے بدگمان

marfat.com
Marfat.com

ہو کر ملے گا ؟ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کر دو۔

وفات سے ایک دن پہلے اتوار کے دن بعض صحابہؓ نے آپؐ کو دوا پلانا چاہی چونکہ گوارا نہ تھی اس لیے آپؐ نے دوا پینے سے انکار کر دیا مگر جب آپؐ پر غشی کا عالم طاری ہوا تو لوگوں نے آپؐ دہن مبارک ذرا کھول کر دوا حلق میں انڈیل دی۔

جب آپؐ کو ذرا افاقہ ہوا تو حلق میں دوا کے ذائقہ سے آپؐ کو یہ احساس ہو گیا کہ بے ہوشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوا پلا دی گئی ہے آپؐ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے مجھے دوا پلائی ہے ان سب کو بھی یہی دوا پلا دی جائے۔ اس حکم پر فوراً عمل کیا گیا۔

محدثین اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ بشریت کا اقتضا تھا یعنی جس طرح بیماروں میں نازک مزاجی آجاتی ہے اسی حالت اور مزاج کے تحت آپؐ نے بھی یہ حکم دیا تھا لیکن ہمارے نزدیک تو یہ مرض کی وجہ سے تنک مزاجی نہ تھی بلکہ لطفِ طبع تھا۔

مرض میں شدت اور نرمی واقع ہوتی رہتی تھی۔

جس دن آپؐ نے انتقال فرمایا یعنی دوشنبہ (پیر) کے دن بظاہر طبیعت اقدس میں سکون معلوم ہوتا تھا۔ حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔ آپؐ نے صبح کے وقت پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے آپؐ انھیں اس حالت میں دیکھ کر فرطِ مسرت سے مسکرا دیے۔

لوگوں نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ آپؐ باہر آنا چاہتے ہیں خوشی کی وجہ سے تمام لوگ بے قابو سے ہو گئے اور قریب تھا کہ لوگ نمازیں توڑ دیتے اور حضرت ابوبکرؓ نے جو امام بنے چاہا کہ پیچھے ہٹ کر آپؐ کے لیے جگہ چھوڑ دیں لیکن آپؐ نے اشارہ سے روکا اور حجرہ شریف میں داخل ہو کر پردے

marfat.com
Marfat.com

ڈال دیے۔ لیکن ضعف اس قدر تھا کہ آپؐ پردے بھی اچھی طرح نہ ڈال سکے۔ یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہ کرامؓ نے جمالِ اقدس کی زیارت کی۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مصحف کا کوئی ورق ہو یعنی سپید ہو گیا تھا۔"

دن جوں جوں چڑھتا جاتا تھا آپؐ پہ بار بار غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہو جاتا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ یہ حالت دیکھ کر کراہ اٹھیں:

"ہائے میرے بابا کی بے چینی!"

آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"میری بچی صبر کر! آج کے بعد تیرا بابا بے چین نہ ہوگا۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ:

"اللہ تعالیٰ عزّ وجل کی طرف سے پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ خواہ وہ موت کو قبول کریں یا حیاتِ دنیا کو ترجیح دیں۔"

اس حالتِ مرض میں بھی اکثر آپؐ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے:

"ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا تعالیٰ نے انعام فرمایا۔"

اور کبھی آپؐ یہ فرماتے:

"خداوند کریم بڑے رفیق ہیں۔"

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحب زادے حضرت عبدالرحمٰنؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو ان کے ہاتھ میں ایک مسواک تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سینہ مبارک پہ سر ٹیک کر لیٹے ہوئے تھے۔ آپؐ نے مسواک کی طرف

Marfat.com

نظر جماکر دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سمجھ لیا کہ آپؐ کا جی چاہتا ہے مسواک کرنے کو۔ آپؓ نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر اسے اپنے دانتوں سے نرم کیا اور پھر خدمتِ اقدس میں پیش کی۔

آپؐ نے بالکل تندرستوں کی طرح جی بھر کے مسواک کی۔

اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا۔ سہ پہر کا وقت ہو چکا تھا اور سینہ مبارک میں سانس کی گھرگھراہٹ محسوس ہونے لگی تھی۔ اتنے میں آپؐ لب مبارک ہلے تو یہ الفاظ سنے گئے :

"نماز اور غلام !"

آپؐ کے قریب پانی کا لگن رکھا تھا۔ آپؐ اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرے پر ملتے۔ چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے۔ اتنے میں ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا :

"اب اور کوئی نہیں بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے۔"

یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے۔

آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئیں۔

اور !

روحِ پاک عالمِ قدس میں پہنچ گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ صلوٰۃً کثیراً کثیرا۔

تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن سہ شنبہ کو شروع ہوا۔ اور اس تاخیر کے متعدد اسباب تھے :

۱۔ عقیدت مندوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کو الوداع کہا۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی کہ جو یہ کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اس کا سر

marfat.com
Marfat.com

اُڑا دوں گا لیکن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور انھوں نے تمام صحابہؓ کے سامنے خطبہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جہان سے تشریف لے جانا یقینی تھا اور پھر قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سنائیں تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا۔

۲۔ اس کے بعد اس دوران اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ غروبِ آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہو سکے۔

۳۔ قبر کنی کا کام غسل و کفن کے بعد شروع ہوا۔ اسی لیے دیر تک انتظار کرنا پڑا۔

۴۔ جس حجرے میں آپؐ نے وفات پائی۔ وہیں لوگ علی الترتیب تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے اور نمازِ جنازہ ادا کرتے تھے اس لیے بڑی دیر لگی اور سہ شنبہ کا دن گزر کر رات کو فراغت ملی۔

تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزّہ و اقارب نے انجام دی۔ فضلؓ بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے پردہ کیا اور حضرت علیؓ نے غسل دیا حضرت عباسؓ بھی موقع پر موجود تھے۔ اور بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ انھوں نے بھی پردہ کیا تھا۔ چوں کہ اس شرف میں ہر شخص شریک ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے حضرت علیؓ نے اندر سے کواڑ بند کر لیے تھے۔

انصار نے دروازے پر آواز دی کہ :

"خدا کے لیے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں ہمارا بھی حصہ ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جیسا کہ واقدی کا بیان ہے فرمایا کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کا حق نہیں اس لیے اگر سب کو اجازت دے دی گئی تو کام رہ جائے گا۔"

Marfat.com

لیکن انصار کے اصرار پر حضرت علیؓ نے اوس بن خولی انصاری کو جو اصحاب بدرین سے تھے اندر بلا لیا۔ اور وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لانے لگے۔ حضرت علیؓ نے جسم اطہر کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحب زادے قثمؓ اور فضلؓ جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ بن زیدؓ اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔

کفن کے لیے پہلے جو کپڑا انتخاب کیا گیا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کے صاحب زادے عبداللہ کی یمن کی بنی ہوئی ایک چادر تھی جو بعد کو اتار لی گئی۔ اور تین سُوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے کفن میں دیئے گئے۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔

غسل و کفن کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپؐ کو دفن کہاں کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ:

"نبی جس مقام پر وفات پاتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔"

چناں چہ نعش مبارک اٹھا کر اور بستر الٹ کر حجرۂ عائشہؓ میں اسی مقام پر قبر کھودنا تجویز ہوا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

"آپؐ کو کسی میدان میں اس لیے دفن نہیں کیا گیا کہ آخری لمحوں میں آپؐ کو یہ خیال دامن گیر تھا کہ لوگ فرطِ عقیدت سے میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنا لیں۔ میدان میں اس کی دار و گیر مشکل تھی۔ اسی لیے آپؐ حجرے کے اندر دفن کیا گیا۔"

مدینہ منورہ میں دو افراد قبر کھودنے میں ماہر تھے:

۱۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح

۲۔ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوعبیدہؓ اہلِ مکہ کے دستور کے مطابق صندوقچی قبر کھودتے تھے اور حضرت ابوطلحہؓ مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی قبر کھودتے تھے۔ لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ دونوں اقسام میں سے کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ :

"اختلاف مناسب نہیں دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیج دو۔ ان میں سے جو پہلے یہاں پہنچ جائے وہی اپنے طریقے کے مطابق قبر کھودے۔"

لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ حضرت عباسؓ نے دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیج دیئے۔ اتفاق یہ ہوا کہ حضرت ابوعبیدہؓ گھر پر موجود نہ تھے۔ ابوطلحہ مل گئے اور فوراً بھاگے آئے۔ اور انھوں نے مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی یعنی بغلی قبر کھودی۔

زمین چوں کہ نم تھی اس لیے جس بستر پر آپؐ نے وفات پائی تھی وہ قبر میں بچھا دیا گیا۔

جنازہ تیار ہوگیا تو لوگ نمازِ جنازہ کے لیے ٹوٹ پڑے لیکن چونکہ جنازہ حجرہ کے اندر رکھا ہوا تھا اس لیے باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کرکے اندر جاتے تھے اور نماز ادا کرکے آتے تھے۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے نمازِ جنازہ پڑھی لیکن کوئی امام نہ تھا۔

اس کے بعد جسمِ مبارک کو حضرت علیؓ۔ فضل بن عباسؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اتارا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ و نورِ عرشہٖ محمدٍ وآلہٖ و ازواجہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین ط

*

marfat.com

Marfat.com

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شب و روز کے معمولات

ترمذی نے شمائل میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شب و روز کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا :

۱۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے۔

۲۔ ایک حصہ عام لوگوں اور صحابہ کرامؓ سے ملاقات کے لیے

۳۔ ایک حصہ اپنی ذات اور ازواج مطہراتؓ کے لیے۔

آپؐ کا معمول تھا کہ نمازِ فجر پڑھ کر وہیں بیٹھ جاتے یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح نکل آتا تو چاشت کی نماز میں کبھی چار اور کبھی آٹھ رکعت ادا فرماتے پھر دربارِ نبوت کا وقت ہو جاتا۔ لوگ آپؐ کے پاس، قریب اور ارد گرد آ کر بیٹھنے لگتے اور آپؐ ان کو مواعظِ حسنہ اور پند و نصائح فرمانے لگتے۔

آپؐ صحابہ کرامؓ سے پوچھتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرے۔ کسی نے دیکھا ہوتا تو عرض کرتے۔ آپ ان خوابوں کی تعبیریں بیان فرماتے۔ کبھی کبھی خود اپنا خواب بھی بیان فرماتے اس کے بعد ہر قسم کی گفت گو ہوتی لوگ زمانۂ جاہلیت کے قصے بھی بیان کرتے، اشعار پڑھے جاتے۔ اچھے شعر پر آپؐ خوش ہوتے اور داد دیتے۔ ہنسی خوشی کی باتیں ہوتیں۔ آپؐ ہنسی اور مزاح والی بات پر صرف مسکرا دیتے۔ اگر مالِ غنیمت کہیں سے آیا ہوتا تو اس کی

Marfat.com

تقسیم بھی اسی وقت شروع کرتے اور وظائف وغیرہ تقسیم فرماتے۔ اس کے بعد آپؐ اپنے گھر تشریف لے جاتے اور گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے۔ پھٹے ہوئے کپڑوں کو سیتے۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو خود اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے اور اونٹنی یا بکریوں کا دودھ دوہتے اور گھر میں دے دیتے۔

نمازِ عصر پڑھ کر ازواجِ مطہرات میں ایک ایک کے پاس جاتے اور ذرا ذرا دیر ہر ایک کے پاس قیام فرماتے۔ پھر جس زوج کی باری ہوتی آخر میں اس کے پاس جاتے اور رات وہیں بسر فرماتے۔ تمام ازواج پاک وہیں آکر جمع ہو جاتیں۔ یہ مجلس عشا کی نماز سے پہلے تک قائم رہتی۔ ازواج پاک اپنے اپنے حجروں میں تشریف لے جاتیں اور آپؐ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز سے فارغ ہو کر جب واپس آتے تو فوراً سو جاتے کیوں کہ نمازِ عشا کے بعد بات چیت کرنا آپؐ کو پسند نہ تھا۔

آپؐ کا عام معمول یہ تھا کہ آپؐ اوّل وقت میں نمازِ عشا پڑھ کر آرام فرماتے۔ سوتے وقت التزاماً قرآنِ مجید کی کوئی ایک سورت مثلاً بنی اسرائیل، زمر، حدید، حشر، صف، تغابن یا جمعہ پڑھ کر سوتے۔ شمائل ترمذی میں درج ہے کہ سونے سے پہلے آپؐ یہ الفاظ ادا فرماتے:

"خدایا! میں تیرا نام لے کر مرتا ہوں اور زندہ رہتا ہوں۔"

اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے:

"اس خدا کا لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھے موت کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف حشر ہو گا۔"

پھر آدھی رات کو یا پہر رات رہے جاگ اٹھتے۔ مسواک ہمیشہ آپؐ کے سرہانے رکھی رہتی تھی۔ اٹھ کر پہلے مسواک فرماتے پھر وضو کرتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ آپؐ کی سجدہ گاہ آپؐ کے سرہانے ہوتی تھی۔

Marfat.com

آپؐ ہمیشہ داہنی کروٹ اور دایاں ہاتھ داہنے رُخسار کے نیچے رکھ کر سوتے لیکن جب کبھی آپؐ کسی سفر میں پچھلے پہر منزل پر اُتر کر آرام فرماتے تو معمول تھا کہ دایاں ہاتھ اونچا کر کے چہرہ اس پر ٹیک کر سوتے تاکہ گہری نیند آجائے۔ نیند میں کسی قدر خرّاٹوں کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔

بچھونے میں کوئی خاص التزام نہ ہوتا تھا۔ کبھی معمولی بستر پر، کبھی کھال پر کبھی چٹائی پر اور کبھی زمین پر آرام فرما لیتے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی معمولات اور اوراد و وظائف سے حضرت عائشہ صدیقہؓ جس قدر واقفیت رکھتی تھیں کوئی اور اتنا واقف نہ تھا ان ہی کی روایت ہے کہ جب سورۂ مزمّل کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو آپؐ نے اس کے بعد اس قدر نمازیں پڑھیں کہ پاؤں پر ورم آگیا اور بارہ مہینے تک سورہ مزمّل کی باقی آیات کا نزول رُکا رہا۔ سال بھر کے بعد جب لقیہ آیات نازل ہوئیں تو آپؐ کا قیام اللیل جو اب تک فرض تھا نفل ہو کر رہ گیا۔

آپؐ اکثر رات کو آٹھ رکعت متصل پڑھتے جن میں صرف آٹھویں رکعت میں ہی قعدہ کرتے۔ اس کے بعد ساتھ ہی ایک اور رکعت پڑھتے اور اس میں بھی جلسہ کرتے پھر ساتھ ہی دو رکعتیں اور ادا کرتے اور اس دوسری رکعت میں قعدہ کرتے اور سلام پھیر کر گیارھویں رکعت پر نماز ختم کرتے۔ لیکن جب عمر مبارک زیادہ ہو گئی اور جسم اقدس ذرا بھاری ہو گیا تو سات رکعتیں پڑھنے لگے جن کے بعد پھر دو رکعتیں ادا کرتے۔ کبھی کبھی رات کو اتفاقاً جب نیند کا غلبہ ہو جاتا اور اس معمول میں فرق پڑ جاتا تو پھر دن کو بارہ رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔

ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ ہی سے ایک اور روایت ہے اور اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" آپؐ عشا کی نماز جماعت سے پڑھ کر گھر چلے آتے اور یہاں

marfat.com
Marfat.com

چار رکعتیں پڑھ کر خواب راحت فرماتے۔ وضو کا پانی اور مسواک آپؐ کے سرہانے رکھ دی جاتی۔ سو کر اٹھتے تو پہلے مسواک کرتے، پھر وضو کرنے کے بعد جائے نماز پر آکر کھڑے ہو جاتے اور آٹھ رکعتیں ادا کرتے۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ:

"ایک دن میں اپنی خالہ میمونہؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں کے یہاں خاص طور پر اس غرض سے رات رہ گیا کہ دیکھوں آپؐ رات کو کس طرح عبادت کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ زمین پر فرش بچھا ہوا تھا آپؐ نے اس پر آرام فرمایا۔ میں سامنے اڑا ہو کر لیٹا رہا۔ تھوڑی دیر سویا بھی۔ پھر قریباً رات ڈھلے آپ بیدار ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے۔ سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ پانی کا مشکیزہ کھونٹی کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ آپؐ نے اس سے وضو کیا۔ پھر نماز شروع کی۔ میں بھی وضو کر کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر لیا۔ پھر ۱۳ رکعتیں پڑھ کر آپ سو گئے یہاں تک کہ آپؐ کے سانسوں کی آواز مجھے سنائی دینے لگی۔ میں نے سمجھ لیا کہ آپؐ سو گئے ہیں۔ صبح ہوتے ہی حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ آپؐ بیدار ہوئے۔ وضو کیا اور فجر کی سنتیں دو رکعت نماز ادا کی پھر آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے۔"

ابتدا میں آپؐ ہر نماز کے لیے نیا وضو کیا کرتے تھے لیکن جب یہ گراں گزرنے لگا تو پھر صرف پنج وقتہ مسواک رہ گئی۔ فتح مکہ میں آپؐ نے سب سے پہلے ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کیں۔ تاہم عادۃً آپؐ اکثر نئے وضو کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

نماز ادا فرماتے تھے۔

وضو میں عام طور پر معمول یہ تھا کہ پہلے تین بار ہاتھ دھوتے پھر کُلّی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے اس کے بعد تین تین بار منہ ہاتھ دھوتے۔ سر کا مسح کرتے اور تین بار پاؤں کو دھوتے۔ بعض اوقات کسی عضو کو تین بار اور کسی عضو کو دو بار اور کسی عضو کو ایک بار دھوتے تھے۔

یہ بھی آپ کا معمول تھا کہ آپ سُنن و نوافل زیادہ تر گھر ہی میں ادا فرماتے۔ اذانِ صبح کے ساتھ ہی اُٹھ جاتے اور فجر کی دو رکعت سنت نہایت اختصار کے ساتھ ادا کرتے یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے بعض اوقات یہ گمان گزرتا تھا کہ آپؐ نے شاید سورۂ فاتحہ پڑھی ہی نہیں۔ لیکن فرض کی دو رکعتوں میں عموماً طویل سورتیں پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن سائبؓ سے مروی ہے کہ ایک بار آپؐ نے مکہ میں نمازِ فجر ادا کی اور سورۂ مومنون پڑھی۔ اسی طرح کبھی واللیل اذا عسعس اور کبھی سورۂ ق پڑھتے۔ صحابہ کرامؓ کا اندازہ ہے کہ آپؐ اکثر اوقات صبح کی نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

ظہر و عصر میں اگرچہ بہ نسبت فجر کے تخفیف فرماتے تھے۔ تاہم ابتدا کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ اتنی بڑی سورت پڑھتے کہ ایک آدمی بقیع تک جاتا تھا اور وہاں اپنا کوئی کام کرتا تھا۔ پھر پلٹ کر گھر آتا تھا اور پھر وضو کرتا تھا اور اسی پہلی رکعت میں جا کر شامل ہو جاتا تھا۔

صحابہ کرامؓ نے اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ ظہر کی اوّل دو رکعتوں میں آپ اس قدر قیام فرماتے ہیں جس میں الٓمٓ تنزیل السجدہ کے برابر سورت پڑھی جا سکتی ہے۔ اخیر کی دو رکعتوں میں یہ مقدار نصف رہ جاتی تھی عصر کی دونوں پہلی رکعتوں میں ظہر کی آخری رکعتوں کے برابر قیام فرماتے تھے اور اخیر کی

marfat.com
Marfat.com

دو رکعتوں میں پہلی رکعتوں کی نصف مقدار رہ جاتی تھی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں تیس آیتوں کے برابر اور دوسری میں پندرہ آیتوں کے یا اس کے نصف کے برابر اور عصر میں پندرہ آیتوں کے برابر پڑھا کرتے تھے۔ جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ظہر میں آپؐ سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے تھے۔

مغرب کی نماز میں والمرسلات اور سورۂ طور پڑھتے تھے۔ اور عشا کی نماز میں والتین والزیتون اور اسی کے برابر کی سورتیں پڑھتے تھے۔ تہجد کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے مثلاً:

سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء۔

جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ یسبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت اور دوسری رکعت میں اذا جآءك المنٰفقون اور کبھی سبح اسم ربك الاعلیٰ اور هل اتاك حديث الغاشيه۔

عیدین میں بھی وہ پچھلی سورتیں یعنی سبح اسم ربك الاعلیٰ اور هل اتاك پڑھتے تھے۔ اور اگر اتفاق سے عید اور جمعہ ایک ساتھ پڑجاتا تو دونوں نمازوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

جمعہ کے دن کی نماز فجر میں الٓمٓ تنزیل السجدہ اور هل اتیٰ علی الانسان حین من الدهر پڑھنے کا معمول تھا۔

وعظ و پند اور ارشاد و ہدایت کے لیے آپؐ اکثر خطبہ دیا کرتے تھے۔ بالخصوص جمعہ کے لیے تو خطبہ لازمی تھا۔ جمعہ کے خطبات میں معمول یہ تھا کہ جب لوگ جمع ہوجاتے تو آپؐ نہایت سادگی کے ساتھ گھر سے نکلتے۔ مسجد میں داخل ہوتے تو لوگوں کو سلام کرتے۔ پھر منبر پر تشریف لے جاتے تو لوگوں کی طرف رخ کرکے سلام کرتے اور اذان کے بعد فوراً خطبہ شروع کردیتے۔ پہلے

marfat.com

Marfat.com

ہاتھ میں ایک عصا ہوتا تھا لیکن جب منبر بن گیا تو ہاتھ میں عصا لینا چھوڑ دیا۔ خطبہ ہمیشہ مختصر اور جامع ہوتا تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ :

"نماز کا طول اور خطبے کا اختصار آدمی کے تفقہ کی دلیل ہے۔"

جمعہ کے خطبہ میں عموماً سورۂ قٓ پڑھتے تھے اس لیے کہ اس سورت میں قیامت اور حشر و نشر کا بہ تفصیل ذکر ہے۔

خطبہ ہمیشہ حمدِ خداوندی کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ اگر اثنائے خطبہ میں کوئی ضروری کام درپیش آجاتا تو منبر سے اتر کر اس کو انجام دے کر پھر منبر پر جاکر خطبہ کو پورا فرماتے۔

ایک بار آپؐ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک آدمی نے آکر کہا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسافر ہوں بڑی دُور سے آیا ہوں میں اپنے دین کی حقیقت سے ناواقف ہوں اسی کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں۔

آپؐ منبر سے اُتر آئے۔ ایک کرسی رکھ دی گئی۔ اس پر بیٹھ گئے اور اس کو تعلیم و تلقین کی پھر جاکر خطبہ پورا کیا۔

ایک بار آپؐ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرخ کپڑے پہنے ہوئے مسجد میں آگئے۔ اور بڑے خوبصورت لگ رہے تھے چونکہ بالکل بچے تھے اچھی طرح چل پھر نہ سکتے تھے اس لیے چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے یوں لگتا تھا جیسے ابھی گر پڑیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ضبط نہ ہو سکا۔ منبر سے اُتر آئے اور دوڑ کر انھیں گود میں اٹھالیا اور یہ آیت پڑھتے ہوئے مسکرانے لگے :

انما اموالکم و اولادکم فتنۃٌ

آپؐ خطبہ کی حالت میں لوگوں کو بیٹھنے کا حکم بھی دے دیتے تھے۔ چنانچہ

marfat.com
Marfat.com

ایک دن عین خطبہ کی حالت میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور بیٹھ گیا۔

آپؐ نے اس سے دریافت کیا :

"کیا تم نے نماز پڑھ لی ؟"

اس نے جواب میں کہا : "نہیں"

آپؐ نے فرمایا : "اٹھو اور پڑھو !"

میدانِ جہاد میں جب آپؐ خطبہ دیتے تھے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ خطبہ کے وقت آپؐ نے کبھی تلوار ہاتھ میں نہ لی تھی۔

وعظ و ارشاد کے لیے عموماً ناغہ دے کر آپؐ خطبہ دیا کرتے تھے، تاکہ لوگ اُکتا نہ جائیں۔

حج، عُمرہ اور زیادہ تر جہاد کی وجہ سے آپؐ کو اکثر سفر کی ضرورت پیش آیا کرتی تھی۔ سفر میں معمول یہ تھا کہ پہلے ازواجِ مطہرات پر قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ پڑتا اسے سفر میں ہمراہ لے جاتے۔ عموماً جمعرات کے دن سفر کرنا زیادہ پسند فرماتے تھے اور صبح کے تڑکے ہی روانہ ہو جاتے تھے۔ افواج کو بھی جب کسی مہم پر روانہ فرماتے تو اسی وقت روانہ فرماتے۔ جب سواری سامنے آتی اور رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے اور جب زین پر سوار ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھتے :

"سب تعریف اُس خدا کی جس نے اِس جانور کو ہمارا فرماں بردار بنا دیا حالاں کہ ہم خود اس کو مطیع نہیں کر سکتے تھے اور ہم اپنے خدا کی طرف پلٹنے والے ہیں۔"

پھر یہ دُعا پڑھتے :

"خداوندا ! اِس سفر میں ہم تجھ سے نیکی پرہیزگاری اور عمل پسندیدہ کی درخواست کرتے ہیں۔ خداوندا ! ہمارے اس سفر کو آسان

marfat.com

Marfat.com

اور اس کی مسافت کو طے کر دے۔ خداوندا! سفر میں تُو رفیق ہے

بال بچوں کے لیے تُو ہمارا قائم مقام ہے۔ خداوندا! میں سفر اور

واپسی کے آلام مصائب اور گھربار کے مناظر قبیحہ سے تیری پناہ

مانگتا ہوں۔"

جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اس میں اس قدر اضافہ کر دیتے :

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون۔

راستے میں جب کسی چوٹی پر چڑھنے لگتے تو تکبیر کہتے اور جب اس چوٹی سے نیچے اترتے تو ترنم ریز لہجہ میں تسبیح فرماتے اور صحابہ کرامؓ بھی آپؐ کے ساتھ ہم آواز ہو کر تکبیر و تسبیح کا غلغلہ بلند کرتے۔

جب کسی منزل پر اترتے تو یہ دعا فرماتے :

"اے زمین! میرا اور تیرا پیدا کرنے والا ایک خدا ہے میں تیری برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو تیرے اندر ہے اور اس چیز کی برائی سے جو تیرے اندر پیدا کی گئی ہے اور اس چیز کی برائی سے جو تجھ پر چلتی ہے پناہ مانگتا ہوں۔ خداوند تجھ سے شیر، سانپ اور بچھو اور اس گاؤں کے رہنے والوں اور آدمیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔"

جب کسی آبادی میں داخل ہونا چاہتے تو یہ دعا پڑھتے :

"خداوندا! اے ساتوں آسمان اور اُن تمام چیزوں کے پروردگار جن پر وہ سایہ افگن ہیں۔ اے ساتوں زمینوں اور تمام مخلوقات کے پروردگار جو ان پر موجود ہیں۔ اے شیاطین اور اُن تمام نفوس کے پروردگار جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں۔ اے ہوا اور اُن تمام اشیاء کے پروردگار جن کو وہ اڑاتی ہے۔ میں تجھ سے اس گاؤں اور اس گاؤں کے رہنے والوں کی بھلائی کی درخواست کرتا ہوں اور اس

marfat.com
Marfat.com

گاؤں اور اِس گاؤں کے رہنے والوں کی بُرائی سے تیری
پناہ مانگتا ہوں۔"

مدینہ پہنچتے تو پہلے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر اپنے مکان کے اندر تشریف لے جاتے۔ تمام لوگوں کو آپ کا یہ حکم تھا کہ سفر سے آتے ہی سیدھا گھر کے اندر نہ چلے جایا کریں بلکہ تھوڑی دیر توقف کر کے مسجد میں ٹھہر کر یا کہیں اور رُک کر اس کے بعد گھروں میں داخل ہوا کریں تاکہ عورتیں اطمینان کے ساتھ گھر کا سامان وغیرہ درست کر کے استقبال کے لیے تیار ہو جائیں۔

عیادت کے لیے جب کسی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو بیمار کو تسکین دیتے پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے اس کی صحت کے لیے دعا فرماتے اور کہتے:

اِنْشَاءَ اللّٰهُ طَهُورٌ !

"خدا نے چاہا تو خیریت ہو جائے گی۔"

اگر کوئی تیماردار بد فالی کے فقرے کہتا تو سخت ناپسند فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی مدینہ میں آکر بیمار پڑ گیا۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور اسے دیکھ کلماتِ تسکین ادا فرمائے۔ اس نے مایوسی کے لہجہ میں کہا:

"آپ خیریت کا کہتے ہیں مگر یہ تو اتنی شدید تپ ہے جو شاید اب
قبر ہی میں لٹا کر چھوڑے گی۔"

یہ سن کر آپ دُکھی ہو گئے بہت رنج ہوا اور فرمایا:

"ہاں! شاید اب ایسا ہی ہو گا جیسا تم نے خیال کیا ہے۔" اور اُٹھ کر چلے گئے۔

یہ تھیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شب و روز کی مصروفیات!

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین!

marfat.com

Marfat.com

مشہور واقعات

ولادت نبی صلعم	۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل مطابق	۲۲ اپریل ۵۷۱ء	دوشنبہ
بعثت نبوی ؐ	۹ " سنہ ۱ نبوی	" ۱۲ فروری ۶۱۰ء	"
معراج	۲۷ رجب سنہ ۱۰ نبوت	" ۲۲ مارچ ۶۳۷ء	"
ہجرت	۲۷ صفر سنہ ۱۳ "	" ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء	چہارشنبہ
روانگی از غارِ ثور	یکم ربیع الاول سنہ ۱۳ "	" ۱۶ " "	دوشنبہ
مدینے میں آمد	۱۲ " سنہ ۱ھ	" ۲۷ " "	جمعہ
غزوۂ بدر	۱۷ رمضان سنہ ۲ھ	" ۱۶ مارچ ۶۲۴ء	سہ شنبہ
غزوۂ اُحد	۶ شوال سنہ ۳ھ	" ۲۱ " ۶۲۵ء	شنبہ
غزوۂ احزاب	۲۸ " سنہ ۵ھ	" ۲۳ " ۶۲۷ء	
صلح حدیبیہ	ذی قعدہ سنہ ۶ھ	" " ۶۲۸ء	
خطوط بنام سلاطین	یکم محرم سنہ ۷ھ	" ۱۴ مئی ۶۲۸ء	چہارشنبہ
غزوۂ خیبر	آخر " "	" جون ۶۲۸ء	
عمرۃ القضاء	ذی قعدہ "	" اپریل ۶۲۹ء	
فتح مکہ	۲۰ رمضان سنہ ۸ھ	" ۱۲ جنوری ۶۳۰ء	پنجشنبہ
غزوہ حنین	۱۱ شوال "	" یکم فروری "	چہارشنبہ
غزوۂ طائف	۱۳ " "	" ۳ " "	جمعہ
غزوۂ تبوک	رجب تا رمضان سنہ ۹ھ	" اکتوبر تا دسمبر "	
حجۃ الوداع	۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ	" ۹ مارچ ۶۳۱ء	جمعہ
وفاتِ نبوی ؐ	یکم ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	" ۲۵ مئی ۶۳۳ء	دوشنبہ

marfat.com
Marfat.com

روضہ اقدس کی حفاظت

یہ واقعہ ۵۵۷ھ میں رونما ہوا۔

ایک رات جب کہ ملک العادل نورالدین زنگی سو رہا تھا۔ اسے خواب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس وقت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔

آپ نے نورالدین زنگی کو مخاطب کر کے کہا:

"نورالدین! یہ دو آدمی ہمیں ستا رہے ہیں ان کے شر کا خاتمہ کر دے۔"

نورالدین زنگی اسی وقت بیدار ہو گیا۔ وضو کیا۔ نفل پڑھے اور پھر سو گیا۔

اس نے خواب میں دوبارہ وہی کچھ دیکھا۔ پھر دوبارہ اٹھا وضو کیا نفل پڑھے اور پھر سو گیا۔

اس نے تیسری مرتبہ پھر وہی خواب دیکھا اور سارا معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ اب کی بار اس نے دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت گہری نظروں سے دیکھا اور ان کی تمام شناختیں اچھی طرح سے ذہن میں محفوظ کر لیں۔ اب اس نے جان لیا کہ ہو نہ ہو مدینہ منورہ میں کوئی فتنہ سر اٹھا رہا ہے جس کی سرکوبی اس کا فرض ہے۔

marfat.com

Marfat.com

لہٰذا جب وہ تیسری بار بیدار ہوا تو آمادہ عمل تھا۔ اس نے اپنے وزیر کو طلب کیا اور مدینہ منورہ پہنچنے کے لیے تیاری کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تیاری مکمل ہونے پر یہ تاریخ ساز سلطان صلاح الدین ایوبی کا پیش رو مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگیا اور دو ہفتوں میں وہاں پہنچ گیا۔

مدینہ منورہ میں قیام کے بعد اس نے وہاں کے حکام کو حکم دیا کہ شہر کی کل آبادی سے وہ فرداً فرداً ملاقات کرنا چاہتا ہے اور کوئی فرد بھی اس سے مبرّا نہ سمجھا جائے اور اس کے لیے جملہ تدابیر بروئے کار لائی جائیں چنانچہ تمام تدابیر آزمائی گئیں۔ اہلِ مدینہ سے ملاقاتیں کی گئیں۔

دعوتیں ہوئیں۔

شہریوں کو انعامات سے نوازا گیا۔

لیکن سلطان کو مطلوبہ نمائندگانِ شر کہیں دکھائی نہ دیئے۔

آخرکار ایک دن سلطان نے حکامِ مدینہ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی ایسا فرد باقی رہ گیا ہے جس نے تم سے ملاقات نہ کی ہو؟

جواب ملا:

ایسا تو کوئی نہیں رہ گیا البتہ دو مغربی جو نہایت درویش صورت اور عفیف ہیں اور ہر وقت اپنے حجرے ہی میں رہتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور لوگوں سے میل جول سے ہر طرح گریز کرتے ہیں تاکہ ان کی شبانہ روز عبادت میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پڑے۔

سلطان نے بڑی سختی کے ساتھ ان دونوں مغربیوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

اور پھر جیسے ہی وہ سلطان کے روبرو لائے گئے اس نے فوراً ان دونوں کو شناخت کر لیا۔

سلطان نے تو انھیں بہ حیثیت مجرمین کے شناخت کیا تھا مگر رائے عامہ کا اصرار تھا کہ یہ دونوں درویش بے ضرر ہیں۔

سلطان بلا توقف انھیں ہمراہ لے کر ان کے حجرے میں پہنچ گیا۔ انھیں حجرے کے باہر کھڑا کر کے خود اندر گیا۔ وہاں سلطان کو طاقچے پر قرآنِ حکیم کا ایک نسخہ ملا۔ کچھ پند و نصائح کی کتابیں ملیں۔ ایک طرف مال کا ڈھیر ملا جس میں سے وہ فقرائے مدینہ پر خرچ کیا کرتے تھے۔

سلطان کو کسی اور سراغ کی تلاش تھی۔

آخر کار اس نے فرش پر بچھی ہوئی چٹائیاں اٹھوا دیں اور فرش کا چپہ چپہ غور سے دیکھا تو ایک سِل اپنی جگہ سے اکھڑی ہوئی اپنی داستان اپنی زبان سے سنا رہی تھی۔

یہ سِل اٹھائی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کے نیچے ایک سرنگ کا سرآغاز ہے اور اس سرنگ کا دوسرا سرا روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پہنچ رہا تھا۔

روایت یہ ہے کہ!

روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نقب لگانے والے یہ دونوں مغربی مردود سرنگ کھودتے کھودتے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسدِ اقدس تک پہنچ چکے تھے اور قبر میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں نظر آ رہا تھا۔

سلطان نورالدین زنگی جب یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد باہر نکلے تو ان کی زبان پہ ایک ہی جملہ رواں تھا:

marfat.com
Marfat.com

"آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کو کیسے نازک وقت میں یاد فرمایا۔ الحمد للہ"

درویش صورت اور شیطان سیرت مجرمین دھر لیے گئے۔

تحقیق پر یہ راز منکشف ہوا کہ یہ دونوں یہودی تھے اور بذریعہ سرنگ روضہ اطہر سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اقدس نکال کر لے جانے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے۔

یہ دن بھر حجرے میں بند رہتے۔ لوگ سمجھتے کہ یہ عبادت کر رہے ہیں رات کو بھی شاذ ہی باہر نکلتے۔ کمرے میں بند ہو کر سرنگ کھودتے رہتے اور مٹی کو مشکیزوں میں بھر کر باہر پھینک آتے۔

نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں مغربی مجرموں کو قتل کروا دیا۔

marfat.com
Marfat.com

رحیم المزاجی اور رقیق القلبی

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے کوئی اندوہگیں اور دردناک واقعہ دیکھتے یا سنتے تو دل بھر آتا اور آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور اس واقعہ کا اثر دیر تک قلب مبارک پر رہتا :

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچہ مرنے لگا تو انھوں نے آپ کو اطلاع کی۔ آپ تشریف لائے۔ چند صحابہ کرامؓ بھی ہمراہ تھے۔ بچے کو ہاتھوں پر اٹھا کر آپ کے سامنے لایا گیا تو وہ دم توڑ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعدؓ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ عرض کیا :

" یا رسول اللہ! یہ کیا ؟"

ارشاد فرمایا : خدا انہی پر رحم کرتا ہے جو اوروں پہ رحم کرتے ہیں۔"

غزوہ اُحد کے بعد جب آپ مدینہ واپس تشریف لائے تو گھر گھر شہیدوں کا ماتم برپا تھا۔ مستورات اپنے اپنے شہیدوں پر نوحہ کر رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ کا دل بھر آیا اور بڑے دکھ کے ساتھ فرمایا : آج سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں !

ایک بار ایک صحابی اپنے زمانہ جاہلیت کا ایک واقعہ بیان کر رہے تھے کہ میری ایک چھوٹی سی بچی تھی۔ اُس وقت عرب میں لڑکیوں کو مار ڈالنے اور ان کو زندہ دفن کر دینے کا کہیں کہیں رواج تھا۔ میں نے بھی اپنی بچی کو زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا اور پر سے مٹی پھینکنے لگا۔ وہ ابا ابا کہہ کر پکارے جا رہی تھی۔ اس شقی القلبی پر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت عباسؓ اسیرانِ بدر میں تھے۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں خوب زور سے جکڑ کر باندھ دیے تھے اور وہ درد سے کراہتے تھے۔ ان کے کراہنے کی آواز گوشِ ہائے اقدس میں بار بار پہنچ رہی تھی لیکن آپؐ محض اس خیال سے ان کی بندش ڈھیلی نہیں کرتے تھے کہ لوگ کہیں گے یہ اپنے عزیزوں کے ساتھ غیر مساویانہ رحم دلی ہے۔ آپؐ کو نیند نہیں آتی تھی۔ آپؐ بے چین ہو ہو کر کروٹیں بدلتے تھے۔ لوگوں نے آپؐ کی بے قراری کا سبب جان لیا اور فوراً حضرت عباسؓ کی بندشش ڈھیلی کردی۔ انھیں چین آگیا اور کراہنا بند کردیا۔ پوچھا کیا عباسؓ سو گئے؟ عرض کیا۔ بندش ڈھیلی کردی گئی تھی تاکہ آپؐ کو بھی نیند آسکے۔ آپؐ نے ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ یہ رعایت دوسرے تمام قیدیوں کو بھی ملنی چاہیئے تاکہ وہ بھی سو سکیں۔ جب یہ کام ہو گیا تب آپؐ کے دل کو قرار آیا اور آپؐ بھی سو گئے۔

مصعبؓ بن عمیر ایک صحابی تھے جو اسلام قبول کرنے سے پہلے بہت ناز و نعم سے پلے بڑھے تھے والدین کافی دولت مند تھے وہ قیمتی سے قیمتی لباس ان کو پہناتے تھے۔ اللہ تعالٰے نے انھیں توفیق بخشی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد ان کے والدین ان کی جان کے دشمن ہو گئے اور ان خرچہ بند کردیا اور پھر بالکل قطع تعلق کرلیا۔ ایک دفعہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے تو اس حال میں کہ وہ جسم جو کبھی حریر و قاقم میں ملبوس رہا کرتا تھا اس پر پیوند سے ایک کپڑا بھی خالی نہ تھا۔ یہ درد انگیز منظر دیکھ کر آپؐ آب دیدہ ہو گئے۔

بیماروں کی عیادت میں دوست دشمن مومن کافر کسی کی تخصیص نہ تھی۔ آپؐ بیمار کی عیادت کا بہت اچھی طرح خیال رکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک یہودی غلام مرض الموت میں مبتلا ہوا تو آپؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔

عبداللہ بن ثابت جب بیمار ہوئے تو آپؐ ان کی عیادت کو گئے۔ ان پر

marfat.com
Marfat.com

غشی طاری ہوگئی۔ آپؐ نے انھیں آواز دی تو وہ باخبر نہ ہوئے۔ آپؐ نے بڑے درد انگیز لہجے میں فرمایا: "ابوالربیع افسوس اب تم پر ہمارا زور نہیں چلتا"!

یہ سن کر گھر کی عورتیں بے اختیار چیخ اٹھیں اور زور زور سے رونے لگیں۔

لوگوں نے انھیں رونے سے روکا لیکن آپؐ نے فرمایا: "مت روکو! اس وقت انھیں رو لینے دو۔ البتہ کسی کے مرجانے کے بعد اسے نہیں رونا چاہیے"

عبداللہ بن ثابت کی دختر نے روتے ہوئے کہا کہ مجھ کو تو ابا کے شہادت پانے کی امید تھی کیوں کہ انھوں نے جہاد پر جانے کے لیے سب سامان تیار کر لیا تھا

آپؐ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ان کو نیت کا ثواب مل چکا ہے۔

سبحان اللہ!

آپؐ کے دل میں رحم و کرم کے کتنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے تھے۔

الحمد للہ رب العالمین!

آج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سوانح حیات مکمل ہوگئی اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے اسے مکمل کرنے کی توفیق بخشی اور مجھے اس سعادت سے مشرف فرمایا۔ میں نے بے شمار معتبر کتابوں کے مطالعہ کے بعد اسے لکھا ہے۔ پھر بھی اگر سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہو تو میں قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور بھی معافی کی درخواست پیش کرتا ہوں کہ وہ بہتر معاف کرنے والا ہے۔ والسلام خدا حافظ

(مصنّف)

(تمت من السیرۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ)

marfat.com
Marfat.com

اسوہ حسنہ کی روشنی میں

اِسلامی شریعت

(مقاصد۔ نظام اور طریق اجرار)

مولانا عبدالقدوس قاسمی

نبی کریمؐ کی بعثت کے وقت ماحول میں جو ابتری پھیلی ہوئی تھی اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ مختصراً ان خرابیوں کو چند عنوانوں کے ذیل میں اس طرح سمیٹا جاسکتا ہے۔

عقیدہ کی خرابیاں:

انبیار کی تعلیمات کی رو سے انسان کی سب سے بڑی ضرورت اپنے رب کی پہچان اور اس کے ساتھ اپنا تعلق استوار کرنا ہے۔ معرفتِ الٰہی کی برکت سے زندگی کے بارے میں انسان کا نقطۂ نظر صحیح رُخ اختیار کرتا ہے اور اس کے تعیّن کے بعد ہی اس کی راہِ عمل کے نقوش اجاگر ہوتے ہیں۔

قرآن کریم نے اس وقت کے عرب مشرکین اور دیگر اہل مذاہب کی آرار باطلہ کی جتنی تفصیل دی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے عربوں میں بدعقیدگی سے متعلق تین اہم خرابیاں تھیں۔ خدا کی صفات سے انکار، نبوت سے انکار اور روزِ جزا سے انکار،

marfat.com
Marfat.com

عمل کی وہ دوسری خرابیاں جن کی وجہ سے عربوں کی معاشرتی حالت ناگفتہ بہ تھی انہی تین خرابیوں کے نتیجہ میں ابھر آئی تھیں۔

معاشرتی خرابیاں:

کمزوروں اور ناتوانوں پر زبردستوں کا تسلط اور ان کے ساتھ بے انصافی اور ان کی حق تلفی، غلاموں کے ساتھ ناروا سلوک، عورتوں کے حقوق کا غصب، رشتہ داروں کیساتھ بدسلوکی، تعصب کا غلط استعمال، ایسی خرابیاں تھیں جن کی وجہ سے ان کے آپس کے تعلقات بگڑ گئے تھے۔

دوسری طرف بے حیائی جس کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں "تبرج الجاہلیۃ" ہے اور جو اس زمانہ کی عورتوں کی خود آرائی و خودنمائی کی بدذوقی کا مظاہرہ تھا نہایت زوروں پر تھی۔ جس کی وجہ سے معاشرہ کے اخلاق پر بڑا زوال آیا تھا۔ پڑوس میں مجوسی بستے تھے۔ ان میں نکاح سے متعلق بعض بداخلاقیوں کو مذہبی تحفظ حاصل تھا۔ اس کا اثر عربوں پر اس حد تک تو نہ ہوا تھا۔ تاہم ان کے اپنے معیار اخلاق میں اس نے تزلزل ضرور پیدا کر دیا تھا

ذریعہ معاش کی خرابیاں

جائز و ناجائز کا کوئی اصول مقرر نہ تھا۔ ہر شخص اپنی طاقت کے بل بوتے پر دوسرے کی جس ملکیت کو چاہتا اپنے تصرف میں لے آتا تھا۔ چوری بری سمجھی جاتی تھی لیکن ہوتی تھی۔ اس کے مقابلہ میں لوٹ مار، غارت گری، چھینا جھپٹی وغیرہ ایسے امور، جن میں طاقت کا مظاہرہ ہوتا تھا بہادری اور شجاعت کے کارنامے تھے۔

جوا بازی، جو فضول خرچی اور ناجائزہ کمائی کے ذریعہ فیاضی کا ایک مجموعہ تھا نہایت فخریہ مشغلہ تھا۔

معاملات کی دوسری خرابیوں کے علاوہ سودی کاروبار ان کا معمول تھا۔ سود خوار لوگ

marfat.com

Marfat.com

اپنے کاروبار کو عام تجارت کی طرح جائز معاملہ تصور کرتے تھے اور غریبوں، محتاجوں اور عام لوگوں کا خون چوستے تھے۔ اس بدمعاملگی کے نتیجہ میں معاشرہ میں آپس کی اُلفت اور محبت مفقود تھی۔ اخلاقی کمزوریاں عام تھیں۔ وعدہ خلافی، بدعہدی، امانت میں خیانت، دروغ گوئی وغیرہ ہر بداخلاقی اگرچہ ذہناً معیوب تھی۔ تاہم عملاً کسی کو ان کے بارے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوتی تھی۔

ان خرابیوں کے عام ہوتے کا نتیجہ یہ تھا کہ عربوں کا ادبی ذوق بہت بگڑا ہوا تھا۔ عرب شاعر اپنی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار اور ادبی استعداد کے لحاظ سے اپنی بہترین صلاحیتوں کا نہایت غلط استعمال کیا کرتا تھا۔ اس کی زبان پر کسی وقت نہایت فخریہ انداز میں اپنی فحش بداخلاقی کی من وعن تصویر پیش کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا تھا۔ امرأ القیس کا معلقہ اس کی بلاغت اور شہرت کی بنا پر بھی اور خود امرأ القیس کی وجاہت کی بنا پر بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ یہ قصیدہ عرب شاعر کی بداخلاقی کے مظاہرہ کی روشن مثال ہے۔

عربوں کی سیاسی بدنظمی اس پر مستزاد تھی۔ یہ لوگ خود حکومت کی کسی بڑی ذمہ داری کو سنبھالنے کا تجربہ نہ رکھتے تھے۔ جنوبی عرب کے "اذواء و اقیال" کے جو خاندان ان علاقوں میں اپنی منظم اور وسیع سلطنتوں کے لیے مشہور تھے۔ اگرچہ ان کے بارے میں عربوں کی اپنی روایات نہایت شاندار تھیں یہاں تک کہ ان کے خیال میں ذوالقرنین بھی انہی میں سے ایک بادشاہ تھا جس کی سلطنت ربع مسکون کے شرق و غرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ تاہم جو کچھ بھی ہو بعثت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے وقت یہ قصے داستانہائے پارینہ ہو کر رہ گئے تھے۔

پہلی صدی قبل ہجری کی حالت یہ تھی کہ جنوبی عرب پر عیسائیوں اور ایرانیوں کی تاخت یکے بعد دیگرے کامیابی سے ہو رہی تھی۔ مشرقی حصہ میں ایرانیوں کے زیر سایہ باج گزار عرب حکومتیں تھیں۔ مگر ان غیر ذی زرع زمینوں کے مالک، جن کا گذارہ چراگاہوں اور مویشی پالنے پر تھا یا ان چھوٹی چھوٹی زمینوں اور نخلستانوں پر تھا جس پر تسلط امارت و ثروت کی بڑی

marfat.com
Marfat.com

علامت تھی۔ وہ ہمیشہ باہم برسرپیکار رہتے تھے۔

مکہ معظمہ کے قریش خانہ کعبہ کی برکت سے پرامن ماحول میں زندگی بسر کرتے تھے اور شمال و جنوب کے درمیان تجارت کا رابطہ قائم کیے ہوئے تھے، وہ ان حکومتوں اور شہنشاہیوں سے نہایت مرعوب تھے۔ دوسری طرف یثرب کے باشندے یہودیوں کی اقتصادی سیاست کے پنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔

اس فاسد نظام کو بدلنے اور انسانی معاشرہ کو صحیح بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے خاتم النبیین آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔

اسلامی شریعت کا نظام:

بعثت نبوی علیٰ صاحبہا السلام کا مقصد مخلوق کو خالق سے ملانا اور دین کا سکہ رائج کرنا تھا مگر خاتم النبیین جو دین لائے اور جس کا نام اسلام ہے اس کا مفہوم وہ نہیں جو دیگر اہل مذاہب نے معاشرہ کی جاہلیت کے ساتھ صلح کر کے اپنے اپنے ادیان و مذاہب کا مقرر کیا ہے اور جس میں قیصر اور خدا کی عملداریوں کو الگ الگ کر کے دکھایا گیا ہے بلکہ اسلام کا مفہوم وہ نظام ہے جو زندگی کے ہر شعبہ اور انسانی ضرورتوں کے ہر گوشہ پر حاوی ہو جس میں دین، نفس، مال، نسب، عقل اور عزت و آبرو کی حفاظت کا پورا پورا سامان موجود ہو جس میں ایک طرف بندہ اور خالق کا باہمی ربط انفرادی اور اجتماعی دونوں رخ سے استوار ہو، عقیدہ کی صحت اور صحیح عقیدے کی اشاعت و حفاظت کا بھی انتظام ہو اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف بھی پورا معاشرہ فرد کے لحاظ سے بھی اور جماعتی لحاظ سے بھی اچھی طرح متوجہ ہو، جس میں اخلاق کا ایک عمدہ نظام ہو اور معاشرہ کا ہر فرد اس نظام کا اپنے ضمیر کی آواز پر پابند ہو جس میں آپس کے تعلقات ایک ضابطہ کے طور پر استوار ہوں ہر شخص کو اپنے حقوق کا بھی علم اور اپنے واجبات سے بھی واقف ہو اور اگر کوئی شخص اپنی حدود سے تجاوز کرے تو اس کو اپنی تعدی کی سزا دینے اور اپنی حد پر واپس لانے

marfat.com
Marfat.com

کے لیے قانون کا دباؤ بھی موجود ہو، اور معاشرہ کا اخلاقی دباؤ بھی کافی ہو، غرض اسلام ایک ہمہ گیر نظام ہے جس میں زندگی کی ہر ضرورت کا مداوا موجود ہے۔

اس نظام کے پانچ اجزاء متعین کیے گئے ہیں۔ عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور عقوبات۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے تیئیس سالہ دور میں اس پورے نظام کو جاری فرمایا اور معاشرہ کی بنیادیں اس نظام کے مطابق استوار کر دیں۔ اور اس نظام کی تفصیلات تحریری طور پر کتاب و سُنّت کے ذریعہ متعین کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ایسے ماحول میں ہوا کہ معاشرہ کی خرابیاں جڑوں سے کٹ گئی تھیں۔ قرآن کریم کے انہی اصول اور قوانین اور ان کی وضاحت کے لیے اور عمل اطلاق کے لیے احادیثِ رسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی فیصلے مسلمانوں کے پاس موجود نہ تھے۔ اخوت و مساوات پر مبنی معاشرہ بسر کرنے والی امت بھی موجود تھی اور حقوق و واجبات کا تعین کرنے والا مفصل قانون بھی۔ اور اس قانون کو جاری اور نافذ کرنے والے اور تنازعات میں بے لاگ اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرنے والے منصف قاضی اور حاکم بھی موجود تھے۔

ہر مسلمان شریعت کے ہر جز کا اپنے آپ کو پابند سمجھتا تھا۔ وہاں عبادت و معاملہ میں اس تفریق کی گنجائش نہ تھی کہ جز کو دین سمجھا جائے اور دوسرے جز کو اپنی مرضی یا عوام کی مرضی پر منحصر سمجھا جائے۔ ہر مسلمان کی ایک مجموعی شخصیت تھی جو دین کے تمام اجزاء پر عمل کرنے کے لحاظ سے متعین ہوتی تھی۔

قرآن کریم نے بعض آیات میں مسلمانوں کی جو تصویر بہ حیثیت مجموعی پیش کی ہے مثلاً سورۃ المؤمنون (قد افلح المؤمنون الایات) سورۃ الفرقان (وعباد الرحمٰن الایات) سورۃ الذاریات (وانہم کانوا قبل ذلک محسنین) سورۃ البقرہ (لیس البران تولوا الآیۃ) اور سورۃ التوبہ (التائبون العابدون الآیۃ) میں یا سورہ بنی اسرائیل کے رکوع سوم و چہارم میں یا سورۃ الانعام کی آیات قل تعالوا الایات میں جو احکام دیے گئے ہیں۔ امت محمدیہ کا

Marfat.com

اس وقت کا نقشہ ہو بہو ان کے مطابق تھا۔

طریق اجرا :

اس مقالہ کا اصل مقصد اس طریق کار کی طرف توجہ دلانا ہے جو اس نظام کو جاری کرنے کے لیے اختیار کیا گیا۔ اگر صرف زبانی بیان کرنے یا کسی لکھی ہوئی تحریر کے ذریعہ قوم تک پہنچانے سے ایک نظام رائج ہو سکتا تو یہود کے پاس تورات موجود تھی، اس کا نظام رائج ہو جاتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک نظام کو رائج کرنے کے لیے ایک اُمت کی ضرورت تھی جس کی ہر بات بلا چون وچرا تسلیم کی جاتی ہو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں امت کو وہ رہنما عطا ہوا جس کی ہر بات اپنے اعتدال و سداد کی بنا پر معیارِ حق تھی اور صحابہ کرام میں اسلامی شریعت کو وہ ملت ملی جو قرآن کریم اور سنت نبوی کے احکام کو عملی شکل دیتے اور اپنے آپ پر ان کا اجرا کرنے میں سعادت محسوس کرتی تھی۔

یہ ایک اجمال ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۱۳ ق ھ میں غارِ حرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوت سپرد کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور گھر والوں سے فرمایا یاخدیجہ "لقد خشیت علٰی نفسی" "اے خدیجہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو چلا ہے" تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس عظیم کام کی وہ مشکلات تھیں جو اس کی تکمیل میں ان کو بعد میں قدم قدم پر پیش آئیں اور اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کا واحد سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات تھی جس کے بارے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا" "ہرگز خطرہ نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ناکام اور رسوا نہیں کرے گا۔

بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاملِ حال یہ تائیدِ الٰہی تھی جس کی وجہ سے دشمنوں کا ہر حیلہ عنکبوت کی طرح ٹوٹ گیا اور حق کا کارواں

marfat.com

Marfat.com

آگے بڑھتا رہا۔ وہ تدابیر کیا تھیں جن کے ذریعہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے نظام شریعت تکمیل تک پہنچا اور عملی شکل میں زندہ حقیقت بنا۔ ان کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

سب سے پہلی تدبیر ایک ایسی امت کی تشکیل تھی جو اعتصام بحبل اللہ کی متابعت و اطاعت اور آپس کی اخوت و الفت کے ذریعہ ہمیشہ یک دل و یک جان رہی اور جس نے قرآن کریم کی ہر ہدایت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد کو عمل میں لانے کے لیے جان کی بازی لگانے میں بھی دریغ نہ کیا۔

دوسری تدبیر یہ تھی کہ امت کی نظریں دنیا کی کامیابیوں کی بجائے آخرت کی سرخروئیوں کی طرف پھیر دی گئی اور ان کے اذہان میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا گیا کہ آخرت کی فلاح کے لیے دنیا کی ہر تکلیف کو ہیچ سمجھنا اور آخرت کی رسوائیوں سے بچنے کے لیے دنیا کے ہر عیش و راحت کو ٹھکرانا نہایت نفع مند تجارت ہے۔

تیسری تدبیر یہ تھی کہ جب بارہ سال کے عرصہ میں ایک مجاہد اور سخت کوش جماعت تیار ہو گئی تو اس جماعت کو اکثریت کے نرغے سے بچانے کے لیے ایسے گوشے کی تلاش کی گئی جہاں یہ جماعت اپنے عقاید و عبادات کے علاوہ نظامِ معیشت و معاشرت کو بھی اجاگر کر کے عمل میں لا سکے۔

یثرب کی مقدس سرزمین وہ زرخیز خطہ تھا جہاں شجرِ اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ یہ سرزمین نہ ہوتی تو مکہ والوں کی اکثریت کے مقابلہ میں صحابہ کی اقلیت اپنے موقف کو تو پھر بھی نہ چھوڑتی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہربان عم مکرم حضرت ابوطالب سے فرمایا تھا کہ واللہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں میں اپنے اس کام سے باز نہ آؤں گا تاآنکہ یا اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کر دے یا میری جان اس راہ میں نکل جائے، صحابہ کرام کے لیے بھی اسلام کو اپنے ذروہ عروج تک پہنچانا دل و جان سے عزیز تھا، اگر وہ اس مقصد کو نقطہ تکمیل تک نہ پہنچا پاتے تو وہ اپنی جان تو اس راہ میں قربان کر سکتے تھے تاہم اندازہ یہ ہے کہ اگر یثرب کی سرزمین نہ ہوتی

Marfat.com

تو مکہ کی اکثریت کو زیر کرنا بہت مشکل ہوتا جہاں اکثریت ایک امر منکر کو رواج دینے پر تلی ہوئی ہو وہاں اقلیت کا طرز عمل کتنا ہی قابل تحسین کیوں نہ ہو اسے فروغ حاصل ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اسلام نے حق و صداقت کا معیار اکثریت کو نہیں رکھا اور نہ اکثریت کے معیار پر کوئی صداقت رائج کی جا سکتی ہے اگر ایسا ہوتا تو کوئی غلط رواج کسی زمانہ میں ختم نہ ہوتا۔ غلط رواجوں کو ختم کر دینے کا کارنامہ ہمیشہ حق و صداقت کی علمبردار اقلیت ہی انجام دیتی رہی ہے تاہم ایک معاشرہ کے نظام کو یکسر بدل دینا اور پورے معاشرہ کو ایک نئے نظام کے قبول کرنے کیلیے آمادہ کرنا آسان کام نہیں۔ ایسے کام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانا آسان ہے لیکن خود اس مقصد کا حصول صرف قربانی کے ذریعے نہیں بلکہ مناسب اور مؤثر تدبیر ہی پر منحصر ہوتا ہے یہ مؤثر تدبیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ایک ایسے گوشہ کی تلاش تھی جہاں کے لوگ بحیثیت مجموعی اسلامی نظام کو قبول کر لیں اور پھر اس گوشہ کو مرکز بنا کر اس نظام کو آہستہ آہستہ آگے پھیلا دیا جائے۔

اس مقصد کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے مایوس ہو کر طائف اور طائف سے مایوس ہو کر دیگر قبائل کی طرف رجوع کیا اور آخر کار یہ سعادت مدینہ منورہ کے اوس و خزرج کے حصہ میں آئی اور ان کا شہر نظام اسلام کو رائج کرنے اور اسے آگے پھیلانے کے لیے مرکز مقرر ہوا۔

حضرت ابو قیس صرمہ رضی اللہ عنہا نے اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة ... یذکر لو یلقی صدیق مواتیا
ویعرض فی اهل المواسم نفسه ... فلم یر من یووی ولم یر داعیا
فلما أتانا اظهر الله دینه ... فاصبح مسرورا بطیبة راضیا
والفی صدیقا واطمانت به النوی ... وکان له عونا من الله بادیا
فاصبح لا یخشی من الناس واحدا ... قریبا ولا یخشی من الناس نائیا

marfat.com
Marfat.com

چوتھی تدبیر یہ تھی احکام میں تدریج وتیسیر

تیسیر کی کافی تشریح وتفصیل شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ مبحث ششم میں دی ہے، وہاں ملاحظہ کی جائے۔ تدریج کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ توحید پر نظام اسلام کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ فلیعبدوا رب ھذا البیت "قرآن کریم کی ابتدائی مکی سورتوں میں سے ایک سورت کی آیت ہے۔ ہر مسلمان بت پرستی سے بیزار تھا اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ بت شکنی کی ابتدا بھی مکی دور میں ہی کر دی گئی یا کم از کم مدنی دور کی ابتدا میں اس کا اعلان کر دیا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اس حکم میں تدریج یہ رہی کہ جہاں تک مسلمانوں کے اپنے گھرانوں کا تعلق تھا وہ تو بتوں سے اور تصاویر سے پاک رہے مگر دوسروں کے بارے میں حکم یہ دیا گیا کہ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔

مدینہ منورہ میں بعض نوجوان صحابہ چوری چھپے وہاں کے مشرکین کے لکڑیوں کے بتوں کو توڑتے رہے لیکن یہ کام نہ حضور کے حکم سے ہوا اور نہ ان کے علم میں لایا گیا۔ ویسے مدینہ منورہ کی آبادی میں اگرچہ چند مشرک برائے نام ابتدائی مہینوں میں باقی بھی رہے تھے پھر بھی ان کی اور ان کے معبودوں کی کوئی حیثیت باقی نہ رہی تھی۔ بت شکنی کا فریضہ علی الاعلان اس وقت سے شروع کیا گیا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے چکے۔

۲۔ صلوٰۃ وزکوٰۃ اپنے اجمالی معنوں میں ابتدائی عہد میں رائج تھیں۔ سورہ مزمل قرآن کریم کے ابتدائی عہد کی سورۃ ہے اس میں واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا کا حکم موجود ہے اس کے باوجود پنج وقتہ نماز ہجرت سے یک سال قبل اور زکوٰۃ کسی شکل میں ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئی۔ احکام صلوٰۃ وزکوٰۃ کی پوری تکمیل ۶ھ اور ۸ھ میں ہوئی۔ روزہ کسی نہ کسی شکل میں اسلام کے ابتدائی عہد میں رائج تھا لیکن فرض ۲ھ میں ہوا حج ۹ھ میں فرض ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ دوسرے احکام بھی تدریجاً نازل ہوتے رہے ہے۔ چند کی تفصیل یہ ہے۔

۲ھ میں اذان کا طریقہ جاری ہوا۔ قبلہ کا رُخ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف بدل دیا گیا۔ جہاد کا حکم نازل ہوا۔ صدقہ فطر واجب ہوا۔ بدر کے غزوہ میں شرکت کے بعد مال غنیمت اور جنگی قیدیوں سے متعلق احکام نازل ہوئے۔

۳ھ۔ قصاص و دیت کے احکام نازل ہوئے۔ وصیت کرنے کا حکم بھی نازل ہوا۔

۴ھ۔ حرمتِ شراب کا حکم نازل ہوا۔ صلوٰۃ الخوف کا طریقہ بتایا گیا۔ میراث کے احکام نازل ہوئے۔ نکاح کے بارے میں اصلاحات صادر ہوئیں۔

۵ھ۔ حد قذف، حد لعان اور حد زنا کے احکام نازل ہوئے۔

۶ھ۔ سرقہ میں قطع ید اور حرابہ کی مختلف انواع کی سزا نازل ہوئی۔

۷ھ۔ اراضی مفتوحہ کے احکام اور زراعت اور باغبانی کے احکام کا اجرا ہوا۔ ربا البیع کی ممانعت کی گئی اور بعض ہم جنس اشیاء کو اپنی ہم جنس اشیاء کے تبادلہ میں مقدار کے فرق یا وقت کے مہلہ کے ساتھ بیچنا ممنوع قرار پایا۔

۸ھ۔ زکوٰۃ کی تفصیل مقرر ہوئی۔ سود ممنوع قرار پایا۔

وغیرہ وغیرہ

پانچویں تدبیر یہ تھی کہ معاشرہ کو صالح ادب فراہم کر دیا گیا جو لوگ اس سے پہلے امرأ القیس کے فحش فخریہ اشعار کو شاہکار سمجھ کر خانہ کعبہ کے دروازہ پر آویزاں کرتے تھے۔ اب وہ حضرت لبید رضی اللہ عنہ کی طرح جاہلیت کے ان شاعرانہ کارناموں کو قدموں تلے روند کر قرآن کریم کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ وہ سُرخ قصے ناپید ہو گئے جو قبائل اپنے یکتا شاعر کے اعزاز میں نصب کیا کرتے تھے۔ ہر طرف اللہ تعالیٰ کے معجزانہ کلام اور رسول اللہ کی احادیث کے چرچے ہونے لگے۔ قراء اور حفاظ کی قرأت نے شعر کی جگہ لے لی اور احادیث نبوی نے قصہ گویوں کی داستانوں کی مجالس سرد کر دیں۔ اس سے

marfat.com

Marfat.com

رفتہ رفتہ پاکیزہ ادب کا وہ سرمایہ وجود میں آیا جو صدیوں گذرنے پر بھی تجدید و تبدیل کا محتاج نہیں اور جو ہمیشہ اسلامی شریعت کے رواج کی پشت پناہی کرتا رہا

چھٹی اہم تدبیر یہ تھی کہ رائے عامہ کو بیدار کر دیا گیا۔ معیاری اقدار کو معروف کا نام دے کر ان کی عظمت اذہان میں جاگزیں کر دی گئی اور امت محمدیہ کا یہ فرض ٹھہرایا گیا کہ جب کبھی ان کو تسلط و اقتدار نصیب ہو وہ معروف کو حکماً نافذ کریں اور منکر سے حکماً روک دیں۔ معروف و منکر کی اصطلاحوں کا ذکر دو مرتبہ مکی سورہ لقمان میں حضرت لقمان کے نصائح کے ضمن میں ہوا ہے۔ تاہم مومنوں کو معروف کے امر اور منکر سے نہی کا حکم مکی دور میں نہیں دیا گیا وہاں تواصی بالحق کی تلقین تھی۔ اس لیے کہ مکہ اور اس کے آس پاس منعقد ہونے والے بازاروں میں جن رؤسا اور شعراء کا دور دورہ تھا انہوں نے اپنے معاشرہ میں معروف و منکر کے باہمی امتیاز کا احساس ختم کر دیا تھا۔ مدینہ منورہ کے معاشرہ میں جب یہ امتیاز واضح ہو گیا اور جب اسلامی معاشرہ کے رائج نظام کی بدولت معروف (مناسب واقعی معروف یعنی جانی پہچانی چیز اور منکر (نامناسب)، واقعی منکر (اوپرا اور غیر معمول) بن گیا تو معروف کو رائج کرنے اور منکر سے اجتناب کرانے کے احکام مدنی سور میں آٹھ مقامات پر تاکید سے نازل ہوئے اور بہت سے مقامات پر معاملات کی بنیاد اس اجمالی اصطلاح معروف پر رکھی گئی۔

اور سب سے آخری تدبیر یہ تھی کہ ایسے افراد کی تربیت کی گئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے خوب ماہر ہوں جن کو امت میں اثر و نفوذ اپنی صلاحیت اور تقویٰ کی بنا پر حاصل ہو اور جو حضور کے بعد بھی اسلامی شریعت کے نفاذ کے تسلسل کو جاری رکھیں۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

دِفاعی نظام

حافظ محمد یونس

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت لوگوں کی حالت ایسی تھی جیسی کہ جنگل میں جانوروں کی ہوتی ہے۔ قوی اور طاقت ور بے دریغ ضعیف اور کمزور کو قتل کر دیتا اور ایک مسلح آدمی بغیر کسی جھجک کے ایک غیر مسلح آدمی کو لوٹ لیتا۔ اقوام اور قبائل کے ہاں جنگ گویا زندگی کے روزمرہ معمولات میں سے تھی اور کسی قید سے مقید نہ تھی، جائز و ناجائز اور جارحانہ و مدافعانہ جنگ میں کوئی فرق نہ تھا۔ جو قوم بھی اس بات کی قدرت پاتی کہ دوسری قوم سے اس کی زمین چھین لے، اس کی عورتوں کو باندیاں اور اس کے مردوں کو غلام بنا لے اور اسے اپنے عقاید و خیالات کو ترک کر دینے پر مجبور کرے، وہ بغیر کسی جھجک اور احساسِ گناہ کے یہ سب کچھ کر گزرتی لیکن حضور کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ دنیا میں یہ ظالمانہ طرزِ عمل برقرار رہے جس نے انسان کو حیوانات کی سطح سے بھی نیچے گرا دیا تھا۔ رسول اللہ نے دنیا کو صلح و جنگ کے ایسے اصول دیے جو امن و سلامتی کے علمبرداروں کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔

تاریخ اسلام کی قرنِ اول میں مسلمانوں نے اپنی شاندار ہی نہیں حیرت انگیز فتوحات

Marfat.com

سے ایک عالم کو انگشت بدنداں کر دیا تھا مسلمانوں کے مقابل جو قومیں آئیں وہ دنیا کی مسلح بہترین افواج تھیں جن کی جرات وبہادری کی دھاک ہر طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کے پاس زمانے کے مطابق بہترین اسلحہ تھا، تعداد کے اعتبار سے وہ مسلمانوں سے کہیں زیادہ اکثریت میں ہوتے تھے، مسلمانوں کے پاس سازوسامان کیا تھا؟ بے زین کے گھوڑے اور ایسی تلواریں جن پر نیامیں بھی نہ ہوتی تھیں اور ان کی خوراک جو کے ستو تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے قلت میں ہوتے ہوئے بھی ہر مقام کو کثرت کو شکست دی، ان کے گھوڑوں کے سُموں نے دور دراز ملکوں کو روند ڈالا، انہوں نے قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو تلپٹ کر دیا اور ناقابلِ تسخیر قلعوں پر فتح و نصرت کے جھنڈے لہرائے، ان کامیابیوں اور کامگاریوں کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اندر ایسا جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ نہ صرف جرأت وبہادری سے لڑنا جانتے تھے بلکہ وہ اپنی آزادی کے تحفظ اور خدا کے دین کی حمایت میں جان دینا باعثِ نجات سمجھتے تھے۔ حضور سرورِ کائنات کا یہ ارشاد ان کے سامنے تھا:

دفاع ایک فطری جذبہ ہے:

اپنی آزادی اور تحفظ کا جذبہ صرف انسان وحیوان ہی پر منحصر نہیں بلکہ نباتات اور دیگر اشیائے عالم میں بھی پایا جاتا ہے، وہ نرم ونازک ریشہ جو کسی بیج سے نمو پاتا ہے بڑی سے بڑی سخت چٹان کو بھی پھاڑ دیتا ہے۔ ایک کمزور مخلوق مرغی اپنی جان اور اپنے بچوں کے دفاع میں چیلوں بلکہ شاہینوں تک سے ٹکرا جاتی ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس لیے دفاع کے لیے جنگ مسلمان کے دینی فرائض میں داخل ہے، مسلمان نہ صرف اپنی ذات، اپنے معاشرہ، اپنے ملک اور اپنی حکومت کے دفاع پر مجبور ہے بلکہ اسلام کے خلاف ہر فکری یلغار یا فوجی حملے کا مقابلہ کرنے کا پابند ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جارحیت کے خلاف اقدام:

اگر کوئی قوم امن و سلامتی سے رہنا نہ چاہے اور دوسری اقوام کے خلاف آمادۂ پیکار رہے تو دوسری اقوام کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس قوم سے اپنا دفاع کرنے کے لیے تیار رہیں کیونکہ اگر کوئی قوم ہر وقت دفاع کے لیے مستعد اور تیار نہ ہو گی تو جارحیت پسند قوم اس کے خلاف جنگ کا دروازہ کھول دے گی۔ قرآن مجید نے اسی لیے مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم۔ (الانفال: ۶۰)	اور جہاں تک ہو سکے قوت و طاقت فراہم کر کے اور گھوڑوں کی تیاری سے ان کے لیے مستعد رہو کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت طاری رہے۔

اگر جارحیت پسند قوم اپنے جارحانہ عزائم سے باز آجاتی ہے تو دوسری قوم کو بھی چاہیے کہ وہ بے تکلف مصالحانہ ہاتھ بڑھائے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا:

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ۔ (الانفال: ۶۱)	اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔

لیکن جارحیت پسند اگر لڑنا ہی چاہیں تو پھر قوت کا دفاع قوت ہی سے ہو سکتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (بقرہ: ۱۹۰)	اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے لڑتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اسلام دوسری اقوام کو ذلیل کرنے کے لیے لوٹ مار یا مالِ غنیمت حاصل کرنے کی خاطر قتال کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اسلام جارحانہ جنگ کو پسند نہیں کرتا اس کی نظر میں صرف وہی جنگ جائز ہے جو درجِ ذیل مقاصد میں سے کسی ایک کے لیے لیے لڑی جائے:

۱۔ قوم کے اخلاق اور نظریات کے دفاع کی خاطر

۲۔ قوم کی حریت، استقلال اور سلامتی کی حفاظت کے لیے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ۔ (بقرۃ ۱۹۳)

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔

ورنہ:

الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر (۹ آیت ۷۳)

اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو گا۔

مسلمان کے لیے اپنے عقیدے کی آزادی اور دفاع ہی ضروری نہیں ہے بلکہ دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ سورۂ حج میں ہے

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (آیت ۴۰)

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے دفاع نہ کرتا تو کلیسے، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں خدا کا بکثرت ذکر کیا جاتا ہے مسمار کی جا چکی ہوتیں۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں جنگ کا اصل مقصد عبادت خانوں کو ڈھانا نہیں بلکہ ان کو بچانا ہے۔ زبردستی لوگوں پر دین کو مسلط کرنا نہیں بلکہ لوگوں کو عقیدے

marfat.com
Marfat.com

اور مذاہب کی آزادی دینا ہے۔ تمام عبادت خانوں کے ذکر کے ساتھ مساجد کا ذکر اہل اسلام کو یہ تنبیہ کرنے کے لیے ہے کہ اگر تم نے دوسری قوموں کے عبادت خانوں کو برباد کیا تو خود تمہاری مسجدیں بھی محفوظ نہ رہیں گی۔

اسلام نے جس طرح ہم پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ اپنے دین اپنی عزت و آزادی پر کوئی آنچ نہ آنے دیں۔ اسی طرح اس نے ہمارے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ دوسرے کمزور اور مظلوم طبقوں کا دفاع کریں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ (نساء : ۷۵)	اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کو ظلم و تشدد سے نجات دلانے کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔

جنگ اگرچہ ناگزیر چیز ہے لیکن یہ بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے۔ مقصد امن قائم کرنا اور فتنہ و فساد کو دور کرنا ہے اس کی مثال عمل جراحی اور آپریشن کی سی ہے کہ اس میں اگرچہ تکلیف ہوتی ہے لیکن مقصد آرام پہنچانا ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا مستقل آرام ہے جو عارضی تکلیف کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

رسول اللہ کے دفاعی اقدامات :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاعی کام کا آغاز مدینہ منورہ تشریف لے جاتے

marfat.com
Marfat.com

ہی کر دیا تھا۔ سب سے پہلے آپ نے قیام ریاست کے ذریعہ قوم کی شیرازہ بندی کی۔ افرادی قوت کو منظم اور عسکری نظام کو مستحکم کیا۔

مدینہ منورہ دفاعی لحاظ سے بہت ہی موزوں مقام تھا۔ اس کے تین طرف پہاڑ ہیں اور چوتھی طرف باغات کا سلسلہ ہے۔ اپنے دفاعی منصوبے میں حضورؐ نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

یہ وضاحت کی گئی کہ عربی قبائل میں جو مشرک اور یہودی شامل ہوں وہ مسلمانوں کے تابع اور جنگ کی صورت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ وہ قریش مکہ کو نہ امان دیں گے اور نہ مسلمانوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ اس صورت میں ڈالیں گے کہ جب وہ قریش پر حملہ آور ہوں صلح و جنگ کے معاملات بھی مشترکہ طور پر طے کیے جائیں گے فوجی خدمت لازمی ہوگی اور ہر فریق جنگ کے اخراجات خود برداشت کرے گا۔ یہودیوں سے بھی منوا لیا گیا کہ وہ ان سب سے لڑیں گے جن سے مسلمان لڑیں گے اور جن سے مسلمان صلح کریں گے ان کے ساتھ وہ بھی صلح کریں گے اور مدینہ کا دفاع دونوں مل کر کریں گے۔ مسلمانوں پر حملہ کی صورت میں یہودی ان کا ساتھ دیں گے اور اگر یہودیوں پر حملہ ہوا تو مسلمان ان کی مدد کریں گے۔

(سیرۃ ابن ہشام ص ۱۷۸ جلد اول)

معاہدات سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے حضرت کعبؓ بن مالک کو حکم دیا کہ حرم مدینہ کی بلند جگہوں پر منارے یا برجیاں تعمیر کیے جائیں۔ مدینہ کے داخلی انتظامات سے یک گونہ اطمینان کے بعد حضورؐ نے گرد و نواح کے قبائل کی طرف فوراً توجہ دی اور ان سے دفاعی معاہدے کیے۔ اس حلیفانہ فضا نے ان قبائل میں دعوت اسلامی کے راستے کھول دیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی کو مدینہ کے اطراف و اکناف کے علاقوں سے واقفیت حاصل ہو گئی۔ انصار و مہاجرین کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنے میں بھی اس سے مدد ملی۔

marfat.com

Marfat.com

مدینہ کی نئی حکومت کو یہ باور کرانا ضروری تھا کہ اس کے پاس ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے عسکری و تربیتی سفر ان علاقوں میں کیے جا سکتے ہیں جن کو ابھی تک مکہ کے کاروانوں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ سپاہ اور عوام کی حوصلہ افزائی کے ساتھ قریبی قبائل سے تعلقات استوار کرنے میں کافی حد تک کامیابی ہوئی۔ حضورؐ نے دو گروں کے قتل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس قبیلے سے خون بہا دلوایا جن کے آدمیوں نے انہیں قتل کیا تھا۔ اس کے نتائج نہایت خوشگوار نکلے۔

مہمات کی ترسیل میں جس تربیتی نتیجے کو پیش نظر رکھا گیا۔ اس میں اس امر کا اہتمام تھا کہ سپاہیوں کو منظم جنگی کاروائی کی مشق ہو۔ وہ ایک مرکزی کمانڈر کے تحت مشین کے کل پرزوں کی طرح حرکت کریں۔ صف بندی کی تربیت حاصل کریں۔ علم اور فوجی رموز و اشارات کا استعمال کرنا سیکھیں۔ روزہ نماز کی پابندی کے ساتھ مشکل ترین حالات میں بھی احکامِ خداوندی کی اطاعت کر کے اپنے اندر جفاکشی کی صلاحیت پیدا کریں۔

شعبہ خبر رسانی :

نبی کریمؐ نے خبر رسانی کا ایک مضبوط نظام قائم کیا جس کے بل پر آپ مکہ اور گردوپیش کے قبائل اور سرحدی علاقے کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے اس سلسلہ میں آپ نے مرکزی حفاظت کے لیے دیدبانی اور پہرہ کا انتظام بھی کیا۔

فوجی شعار :

مہاجرین اور انصار اگرچہ اخوتِ اسلامی کے مضبوط رشتے میں منسلک تھے تاہم جنگ میں صف بندی کے وقت دونوں اپنے مخصوص قومی شعار میں الگ الگ

Marfat.com

نظر آتے تھے اور یہ ان کے جوش مسابقت کا بڑا سبب تھا۔ انصار کا قومی نشان، "عبد الرحمٰن" اور مہاجرین نے اپنا قومی نشان "عبد اللہ" قرار دیا تھا۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد)

میدان جنگ میں فوجوں کی تقسیم قومی حیثیت سے کی جاتی تھی جیسا کہ فتح مکہ کے وقت تمام قبائل کے دستوں کو الگ الگ قائم کیا گیا تھا (کتاب المغازی بخاری)

فوجی تعلیم و تربیت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی فوجی تعلیم و تربیت میں زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑی۔ صحابہ کرام میں تیر اندازی کا شوق اتنا زیادہ ترقی کر گیا تھا کہ وہ خود مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے نکلتے ہی تیر اندازی کی مشق شروع کر دیتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت المغرب)

بعض اوقات نبی کریم خود بھی وہاں تشریف لے جاتے اور ان الفاظ میں صحابہ کرامؓ کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

ارموا یا بنی اسماعیل	اے اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کرو اس
ان اباکم کان رامیا۔	لیے کہ تمہارا باپ تیر انداز تھا۔

(ایضاً)

ابن ماجہ کی روایت ہے جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا اس نے میری نافرمانی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ تیر اندازی کے مقابلے میں باقاعدہ دلچسپی لیتے تھے چنانچہ ایک موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں تو دوسرے قبیلے کے لوگ رک گئے اور عرض کیا کہ جب آپ خود ان کے ساتھ ہیں تو ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں" (بخاری کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی)

marfat.com

Marfat.com

آپ کا ارشاد ہے ایک تیر کے عوض اس کے بنانے والے کو کھینچنے والے کو اور چلانے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا بشرطیکہ ان کی نیت خیر کی ہو۔ اس لیے تیر اندازی کرو، سواری کرو اور سواری سے تمہارا تیر چلانا میرے لیے زیادہ پسندیدہ ہے۔ تیر اندازی کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑ دوڑ بھی کراتے تھے اور اس میں تمام صحابہؓ شریک ہوتے تھے۔ بعض صحابہ نے پیدل دوڑنے کی مشق کی تھی۔ ان میں حضرت سلمہؓ بن اکوع سب سے ممتاز تھے۔ انہوں نے اس فن کی بدولت بہت سی فوجی کامیابیاں حاصل کیں۔

شہسواری اور تیر اندازی کے علاوہ کئی صحابہ ایسے تھے جنہوں نے جدید آلات حرب کا استعمال سیکھا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عروہ بن مسعودؓ اور حضرت غیلانؓ بن سلمہ کو جرش بھیجا کہ وہاں سے منجنیق اور دبابہ کے استعمال کا طریقہ سیکھیں۔ اس فنی مہارت کا نتیجہ تھا کہ طائف کے محاصرے میں ان آلات کا استعمال کیا گیا (طبری ص ۶۶ واقعات ۸ ھ)

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ان حالات کا استعمال حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کی بدولت ہوا۔ زرقانی نے اس روایت کی شرح میں یزیدؓ بن زمعہ کا نام بھی لیا ہے اور واقدی کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منجنیق کا استعمال حضرت سلمانؓ کے مشورے سے کیا گیا۔

(زرقانی ج ۳ ص ۳۴)

خندق کی کھدائی:

غزوہ خندق میں حضرت سلمانؓ کے مشورے سے خندق کھودی گئی تھی جسے دیکھ کر ابو سفیانؓ نے بڑے تعجب کے انداز میں کہا تھا۔

ان ھذہ لمکیدۃ ما کانت — یہ ایک ایسی چال ہے جس سے اہل عرب

marfat.com
Marfat.com

العرب تصنعھا۔   کا آشنا تھے۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۶۸)

پہرہ داری :

نبی کریمؐ خود راتوں کو جاگتے رہتے تھے۔ ایک رات شور بپا ہوا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ حفاظتی دستے جب خبر لینے کے لیے باہر نکلے تو ان کو راستے میں سرورِ کونینؐ ملے جو تلوار لٹکائے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے شور سنا تو فوراً باہر نکل گیا، آپ لوگ کوئی فکر نہ کریں یہ ایک قافلہ ہے جو شہر میں اترا ہے اور کوئی بات نہیں۔ اس وقت حضور طلحہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ فرماتے تھے "ان ھذا البحر" یہ تیز رفتاری میں سمندر کی مانند ہے۔ حضور فرماتے ہیں ایک دن رات پہرہ دینا ایک ماہ کے روزے اور قیامِ لیل سے بہتر ہے۔ ایسا آدمی قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (زاد المعاد کتاب الجہاد)

طبی امداد :

زخمیوں کی مرہم پٹی کا باقاعدہ انتظام کیا جاتا تھا۔ یہ انتظام زیادہ تر عورتوں کی نگرانی میں تھا وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے علاوہ مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان پوری طرح تیار رکھتی تھیں۔ حضرت اُمِ ورقہؓ بنت نوفل جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے شامل ہوئیں تاکہ زخمیوں کی تیمارداری اور مرہم پٹی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ امامۃ النساء)

غزوۂ خیبر میں کئی عورتیں شامل ہوئیں۔ رسول اللہؐ کے ایک سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ ہم اون کاتتی ہیں اور خدا کی راہ میں مدد کرتی ہیں۔ ہمارے پاس زخمیوں کے دوا علاج کا سامان موجود ہے اور ہم لوگوں کو تیر اُٹھا اٹھا کر دیتی ہیں اور ستو

Marfat.com
Marfat.com

گھول گھول کر پلاتی ہیں۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی المرأۃ والعبد یخدمان من الغنیمۃ)

حضرت ام عطیہؓ حضورؐ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوتی تھیں۔ وہ مجاہدین کے سامان کی نگرانی کرتی تھیں، کھانا پکاتی تھیں اور مریضوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب النساء)

غزوہ احد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ شامل تھیں اور اپنی پیٹھ پر پانی کا مشکیزہ لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پلاتی تھیں۔

(مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ النساء)

حضرت رفیدہؓ نے مسجد نبویؐ میں ایک خیمہ قائم کر رکھا تھا جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے وہ اسی خیمے میں ان کا علاج کرتی تھیں۔ چنانچہ سعدؓ بن معاذ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تو ان کا علاج اسی خیمہ میں ہوا۔ (اصابہ تذکرہ رفیدہؓ)

فوجی دستوں کی ترسیل :

اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے اور دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجی دستوں کی ترسیل جس حسن و خوبی، کمال فن اور حکمت بالغہ کے ساتھ فرمائی اس کا اندازہ ان اقدامات سے لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ رمضان المبارک یکم ہجری کو آپ نے حضرت امیر حمزہؓ بن عبدالمطلب کی سرکردگی میں ۳۰ آدمیوں کا ایک دستہ سیف البحر کی جانب دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ ابوجہل ۳۰۰ آدمیوں کو ساتھ مکہ سے نکلا تھا لیکن مسلمانوں کو چوکنا پا کر واپس چلا گیا۔

۲۔ شوال یکم ہجری ۶۰ مجاہدوں پر مشتمل ایک دستہ حضرت عبیدہؓ بن حارث کی کمان میں اہل مکہ کے فوجی حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ ثنیۃ المرۃ کے مقام پر

marfat.com
Marfat.com

۲۰۰ آدمی ابوسفیان کی کارکردگی میں موجود پائے گئے۔ گشت لگا کر مسلمانوں کا یہ دستہ سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا۔

۳۔ ذی القعدہ یکم ہجری کو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی قیادت میں ۸۰ آدمیوں کا ایک دستہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے جحفہ تک گیا۔ یہ لوگ بغیر کسی کارروائی کے واپس آ گئے۔

۴۔ صفر ۲ھ کو نبی کریمؐ بذاتِ خود ۷۰ افراد کو لے کر ابواء کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ قریش کی شاہراہِ تجارت یہیں سے گذرتی تھی حضورؐ نے وہاں عمرو بن مخشی ضمری سے معاہدہ کیا اور بغیر جنگ کے واپس آ گئے۔

۵۔ ربیع الاول ۲ھ کو حضورؐ بہ نفسِ نفیس ۲۰۰ جانثاروں کو لے کر رضوی پہاڑ ینبوع کے علاقے میں گئے۔ راستہ میں ۱۰۰ آدمیوں کا قریش کا ایک قافلہ ملا جو امیہ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا مگر حضورؐ نے ان کو گذرنے دیا۔

۶۔ ربیع الاول ۲ھ کو کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ حضورؐ کو جب اطلاع ملی تو آپ نے ۷۰ سپاہیوں کا دستہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ کرز تو بچ کر نکل گیا لیکن آئندہ کے لیے سدِ باب ہو گیا۔

۷۔ جمادی الآخر ۲ھ کو حضورؐ ۱۵۰ افراد ساتھ لے کر ینبوع کے قریب ذوالعشیرہ میں تشریف لے گئے اور بنی مدلج اور بنی ضمرہ سے معاہدہ کر کے واپس آ گئے۔

۸۔ رجب ۲ھ کو ۱۲ سپاہیوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں نخلہ کی جانب حالات کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا گیا وہاں قریش کے ایک قافلے سے تصادم ہو گیا۔ مکہ کے دو آدمی مارے گئے لیکن حضورؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ان سے خون بہا دلوایا۔

❖ ❖ ❖

marfat.com
Marfat.com

فوجی بھرتی :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال انصار کے نوخیز لوگوں کا جائزہ لیتے تھے اور پندرہ سالہ نوجوانوں کو فوج میں داخل کرتے تھے۔ آج اس تمدنی زمانہ میں بھی جبکہ ہر طرف قومیت اور وطنیت کا ترانہ گایا جا رہا ہے۔ اکثر لوگ اس قسم کی جبری خدمت سے انکار کرتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ کے جوش مذہبی کا یہ حال تھا کہ بچہ بچہ بصد شوق فوج میں شامل ہونا چاہتا تھا اور اگر کسی کو اس مذہبی خدمت کے انجام دینے کی اجازت نہیں ملتی تھی تو اس کو سخت ملال ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپؐ نے انصار کے نوجوانوں کا جائزہ لیا اور ایک نوجوان کو فوج میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ حضرت سمرہؓ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا لیکن آپؐ نے کمسنی کی وجہ سے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ اس پر ان کو سخت صدمہ ہوا اور مایوسی کے لہجہ میں عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے اس لڑکے رافعؓ کو اجازت دے دی اور مجھے نہیں قبول فرمایا حالانکہ اگر کشتی ہو تو میں اس کو پچھاڑ دوں۔ دونوں میں کشتی ہوئی اور سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اس لیے آپؐ نے ان کو بھی شامل ہونے کی اجازت دے دی (استیعاب تذکرہ سمرہؓ)

حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو پوری نبوی زندگی روز اول ہی سے ایک جہاد، تحفظ اور دفاع ہے۔ ہجرت تک پوری مکی زندگی بھی مسلسل جہاد اور دفاع میں گزری البتہ اس کے ایک حصے "جنگ" کا آغاز مدنی زندگی میں ہوا کیونکہ اب اسلامی مقاصد کا تحفظ اور مخالفین اسلام کا دفاع اس کے بغیر ممکن نہ تھا۔ نسائی شریف میں ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔

(نسائی شریف)

صحیح بخاری باب الجہاد میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا آج کوئی اچھا پہرہ

marfat.com
Marfat.com

دیتا" چنانچہ حضرت سعدؓ بن وقاص نے ہتھیار لگا کر رات بھر پہرہ دیا تب آپ نے آرام فرمایا۔ (بخاری)

ان حقائق سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن حالات میں جنگ کی اور جہاد کے لیے مسلمان کو اجازت دی۔ اگر حضورؐ کے جنگی اقدامات کو دیکھیں تو معرکہ بدر، احد، خندق، خیبر، فتح مکہ کل پانچ معرکے ہوئے ان میں سے پہلے تین تو اس صورت میں پیش آئے کہ دشمن مدینے پر چڑھ آیا تھا۔ آپؐ کی ہر جنگ صلح و آشتی کا پیش خیمہ تھی چنانچہ جنگ کے بعد امن و سلامتی کی فضا پیدا ہو جاتی تھی۔ آپؐ کی کوئی جنگ انتقامی نہیں تھی۔ آپؐ کا مقصد اصلاح تھا جس کا مقصد اصلاح ہو وہ جنگ میں پہل کر کے فتنہ و فساد کو ہوا کیوں کر دے سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ہادئ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

قرآن حکیم نے بعثتِ محمدی کو عظیم احسانِ خداوندی سے تعبیر کیا ہے، ارشاد باری ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر یہ عظیم احسان فرمایا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سُناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔

سید قطب شہید اس عظیم احسانِ خداوندی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

لقد کانت المنۃ الالھیۃ علی ھذہ الامۃ بھذا الرسول و بھذہ الرسالۃ عظیمۃ عظیمۃ۔

اس نعمت عظمیٰ کو بڑے مدلل انداز میں بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فیا للکرم، ویا للمنۃ ویا للفضل والعطاء الذی لا کفاء لہ من

marfat.com
Marfat.com

الشکر والوفاء۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ہادیانِ عالم میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے۔ آپؐ ہادیٔ اعظم ہیں، سیدالانبیاء ہیں، عالمی نبی ہیں، آپ کی تعلیمات پوری زندگی کو محیط ہیں اور ہر شعبۂ حیات میں آپ نے رہنمائی کے زریں اور روشن اصول دیے ہیں۔ آپ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی تعلیمات میں روحانی بالیدگی اور دنیوی فلاح وکامرانی، دونوں کا حسین امتزاج ہے۔ آپ ایک ایسی تاریخی شخصیت ہیں جن کی کتابِ زندگی کا ہر ورق روشن ہے جب کہ دنیا کے دوسرے پیشوایانِ مذاہب کو یہ بات حاصل نہیں۔ آپ بہترین معلمِ اخلاق ہیں اور اخلاقِ عالیہ کے درجۂ کمال پر فائز ہیں۔ امام غزالیؒ نے "معارج القدس" میں آپ کے فضائل و اخلاق اور اعلیٰ وتابناک کردار کی بڑی عمدہ تصویر پیش کی ہے۔ امام رازیؒ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ذکر میں آپ کی صفاتِ حمیدہ کو بھی معجزہ قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

"انہ علیہ السلام مع انہ کان فی کل واحدۃ من هذہ الصفات والاخلاق فی الغایۃ القصویٰ من الکمال کان مستجمعًا بأسرها فلم یتفق ذلک لاحد من الخلق فکان اجتماعها فی ذاتہ من اعظم المعجزات"

قرآن حکیم نے حضورؐ کو رحمۃ للعٰلمین، کافۃً للناس، للعالمین نذیرا اور سراجًا منیرا کے القابِ عالیہ سے سرفراز وسربلند فرمایا ہے۔ آپ کو حاملِ خُلقِ عظیم قرار دیا ہے اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر کرکے آپ کی عظمت پہ مُہرِ توثیق ثبت کردی ہے۔

یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ اپنے مشن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کامیابی حاصل ہوئی وہ دنیا کے کسی ہادی وپیشوا کو نصیب نہیں ہوئی۔ انجیل

marfat.com
Marfat.com

شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری الفاظ "ایلی ایلی لما سبقتنی" تھے۔ چین کے عظیم دانشور حکیم کنفیوشس اس حسرت کو دل میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے کہ اگر ایسی موقع مل جاتا تو وہ اصلاحِ معاشرہ اور نظمِ مملکت کا مثالی نمونہ پیش کر سکتے۔ یہ ہادیٔ اعظمؐ کی ہی شخصیت تھی جو کہ ایک عظیم دینی اور تاریخی انقلاب لانے کا باعث بنی اور جس کی ساعیٔ جمیلہ کو خوش بختی اور کامیابی و کامرانی کا تاج پہنایا گیا کہ یار ہی نہیں اغیار بھی اس امر کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ امریکہ سے مسٹر ہارٹ کی جو کتاب THE HUNDRED شائع ہوئی ہے اس میں اس نے دنیا کے سو کامیاب ترین اشخاص میں حضور اکرمؐ کو سرِ فہرست رکھا ہے "نیوزویک" کی ۳۱ جولائی ۱۹۷۸ء کی اشاعت کے مطابق HART نے حضورؐ کو ان الفاظ میں ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے:

HE WAS THE ONLY MAN IN HISTORY WHO WAS SUPREMELY SUCCESSFUL ON BOTH THE RELIGIOUS AND SECULAR LEVEL.

اب ہادیٔ اعظمؐ کے ہدایت و ارشاد کے اس کامیاب ترین مشن کو قدرے تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔

ہادیٔ اعظمؐ نے تمام اصلاحات کی اساس و بنیاد، رسالت اور معاد و مسئولیت کے نظریہ پر رکھی کیونکہ توحید ہی وہ بنیادی نظریہ ہے جو خدا، کائنات اور انسان کے ربط و تعلق کو مربوط صورت میں پیش کر کے پوری انسانی برادری کو عالمی اخوت (WORLD BROTHER HOOD) کے رشتے میں منسلک کر سکتا ہے جب خالق ایک ہے تو نسلِ انسانی بھی ایک ہے۔ جب نسلِ انسانی میں وحدت ہے تو نوعِ انسانی کا مقصد بھی واحد ہونا چاہیے اور جب مقصد ایک ہے تو ضابطۂ حیات اور ضابطۂ ہدایت بھی ایک ہونا چاہیے۔ یہ وہ قرآنی حقائق ہیں جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو برس پہلے عالمِ انسانی کے سامنے پیش کیے اور یہ بتایا

marfat.com
Marfat.com

اس وسیع و عریض کائنات کے خالق و مالک نے احسن تقویم میں پیدا ہونے والے انسان کو ہدایت سے بہرہ ور رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً انبیاء کرام بھیجے تاکہ نفوسِ انسانی کی اصلاح ہوتی رہے، ارشادِ باری ہے :

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء
ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ وذلک دین القیمۃ

تاریخ ادیانِ عالم سے واقف حضرات سے یہ امر مخفی نہیں کہ توحید کا نکھرا ہوا تصور جو اسلام اور ہادیٔ اسلام ؑ نے پیش کیا، پوری تاریخ ادیان اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لندن یونیورسٹی کے تقابلِ ادیان کے پروفیسر ڈاکٹر PARRINDER ہندو نظریۂ الٰہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

HINDU PHILOSOPHY DOES NOT SPEAK OF A GREAT CREATOR AND OMNIPOTENT GOD WITH THE SAME CERTANITY AS DO THE BIBLE AND THE QURAN.

اقتباس سے ظاہر ہے کہ اس نے درحقیقت قرآن حکیم کے پیش کردہ واضح تصور توحید کا ایک طرح سے اعتراف کیا ہے۔

محسن انسانیت کی معاشرتی اصلاحات پر نظر ڈالیے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے جوا، شراب، قتل و خونریزی اور اخلاقی بے راہروی سے معمور معاشرے کو ایک پاکیزہ اور مثالی معاشرہ بنا دیا۔ عورت کو معاشرے میں ایک باوقار مقام دلوایا اور مہر نان نفقہ، سکنیٰ، میراث کے حقوقِ مالیہ کے علاوہ اسے حسنِ معاشرت کا جائز حق دلوا دیا حدود و تعزیرات کا نفاذ فرمایا اور چوری، بدکاری، قذف، رہزنی اور قتل جیسے سنگین جرائم کی مؤثر سزائیں تجویز فرمائیں۔ ناپ تول کی درستی، اشیاء میں ملاوٹ کی ممانعت ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔ حضورؐ نے اہلِ ایمان کو رشتۂ اخوت میں پرو دیا، عدل و انصاف اور مساوات جیسے بنیادی اصول عطا کر کے

marfat.com
Marfat.com

معاشرے کو مستحکم فرمایا، شرف و عظمتِ انسانی کو اجاگر کیا، رنگ، نسل، قومیت اور زبان کے وہ سنگین مسائل جس نے آج پوری انسانیت کو وقفِ اضطراب کر رکھا ہے حل فرمائے اور انسانی عظمت کی بنیاد تقویٰ پر رکھی۔

آج کی دنیا میں سب سے سنگین مسئلہ اخلاقی قدروں کی پامالی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد ہی مکارمِ اخلاق کی تکمیل قرار دیا اور فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ نفوسِ انسانی کی تہذیب کے لیے رہنمائی فرمائی جو صفات حمیدہ کسی انسان میں متصور ہو سکتی ہیں، آپ نے ان سب فضائلِ اخلاق کی نام لے لے کر تلقین فرمائی اور رذائلِ اخلاق کی نشاندہی کر کے ان سے مجتنب رہنے کا حکم دیا اور محض اخلاقِ عالیہ کی تعلیم ہی نہ دی بلکہ خود ان اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ ہو کر منتہائے کمال پر پہنچے کہ خود خالقِ کائنات نے اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے القاب سے آپ کی توصیف کی۔

ہادیٔ اعظم نے ایک صاف ستھرے نظامِ معیشت کے رہنما اصول عطا فرمائے۔ حلال و حرام کے فرق کو واضح کیا، گردشِ دولت کا رہنما اور زریں اصول سمجھایا۔ سود اور ایسے معاشی نظام کو جس میں چند افراد معاشرے کا خون چوس کر اپنی تجوریوں کو بھر لیں، باطل قرار دیا، اکتناز و احتکار اور تجارت میں بددیانتی اور بدمعاملگی کرنے سے سختی سے منع فرمایا، معاشرے کی خوشحالی، غربا کی کفالت اور محتاجوں کی اعانت کے لیے عشر، زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا نظام قائم کیا۔ توخذ من اغنیاء ھم فترد علی اغنیاء ھم کے زریں اصول سے محتاجوں کی حاجت روائی کا مستقل سامان کر دیا۔ ضرورت سے زائد مال (عفو) خرچ کرنے کی ترغیب دی، تجارت، صنعت اور کسبِ حلال کی تاکید فرمائی، مزدور کا حق اور معاوضہ اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ نظامِ عشر و زکوٰۃ کا نظام صحیح معنوں میں نافذ ہو جائے تو کسی فرد کے مفلس اور حاجت مند رہنے کا مسئلہ کھڑا نہیں ہو گا۔

ہادیٔ اعظم نے ایک مثالی اور فلاحی سلطنت کا تصور بخشا اور اسلامی ریاست کا یہ فریضہ

Marfat.com

قرار دیا کہ عوام الناس کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرے۔ معاشی تحفظ اور قانونی مساوات کی ضمانت دے۔ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرے۔ آپ نے خود اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں لوان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا کے ارشاد سے سربراہانِ حکومت کو یہ روشن سبق دیا کہ مجرم کی اعلیٰ سیاسی یا معاشرتی حیثیت اسے سنگین جرم کی سزا سے نہ بچا سکے۔ آپ نے ملکوں اور قوموں کے استحصال کو باطل قرار دیا: لا تثریب علیکم الیوم کا پیغامِ رحمت سنا کر آپ نے قوانینِ جنگ کی جو اصلاح فرمائی پوری تاریخِ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

الحتصر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انقلابی اور ولولہ انگیز پیغام سے نہ صرف یہ کہ عقائد کی تطہیر کی اور بندے کو مولیٰ سے ملایا، عبد و معبود کے رشتے کو مستحکم کیا بلکہ نظامِ معیشت، نظامِ معاشرت، نظامِ سیاست، نظامِ اخلاق و عبادات، نظامِ تعلیم و تربیت گویا زندگی کے ہر ہر گوشے کو اپنی روشن تعلیمات سے منور کر دیا اور رہنما زریں اصول عطا فرمائے۔

وہ ہادیٔ اعظم اور قائدِ کاروانِ حیات جس کی سیادت و رہنمائی کو خود خالقِ کائنات نے پوری نوعِ انسانی کے لیے دائمی نمونۂ عمل قرار دیا اور یہ فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

marfat.com
Marfat.com

فہرست مضامین

مقدس کتاب

ہادیٔ کونینؐ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ٹائیٹل	۱	نسب نامہ قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام تک۔	۷۰
پرنٹ لائن وغیرہ	۲	نسب نامہ حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرت آدمؑ تک۔	۷۶
انتساب	۳	شجرۂ عالیہ نبویہ سے چند مشاہیر کے حالات۔	۷۸
رُباعی	۴	حضرت آدمؑ	۷۸
عرضِ مؤلف	۵	حضرت نوحؑ	۷۹
ظہورِ قدسی (نعت)	۸	سام	۸۰
تقدیم	۹	حام	۸۰
قطعۂ تاریخ کتاب ہٰذا	۱۶	یافث	۸۱
مقامِ ولادت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۷	یام	۸
مکہ پر ابرہہ کا حملہ	۵۰		
شجرہ مقدسہ	۵۶		

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سام کا مختصر حال	۸۲	مرہ	۱۱۷
سامی زبانیں	۸۵	کلاب	۱۱۸
سیدنا ابراہیم علیہ السلام	۸۶	قصی	۱۱۹
اُم المسلمین حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام۔	۸۸	عبد مناف	۱۲۱
سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام	۹۷	ہاشم	۱۲۴
عدنان	۱۰۸	عبد المطلب	۱۲۶
معد	۱۰۹	عبد المطلب بن ہاشم کی اولاد کا شجرہ۔	۱۲۸
نزار	۱۱۰	ابوطالب عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	۱۳۰
مضر	۱۱۰	سیّد الشہدا حضرت حمزہ عم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔	۱۳۱
الیاس	۱۱۰	ابولہب	۱۳۳
مدرکہ	۱۱۲	عبّاس	۱۳۴
خزیمہ	۱۱۲	زبیر	۱۳۶
کنانہ	۱۱۳	عمات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔	۱۳۶
نضر	۱۱۴	عبد اللہ والد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	۱۳۹
مالک بن نضر	۱۱۴	ام النبی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	۱۴۲
فہر یا قریش	۱۱۵		
غالب	۱۱۶		
لوی	۱۱۶		
کعب	۱۱۶		

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ
آغاز	۱۴۷
ایامِ رضاعت	۱۴۹
والدہ مکرمہ کا انتقال	۱۴۹
بحیرا راہب کی ملاقات	۱۴۹
تجارت کا خیال	۱۵۱
نکاح	۱۵۱
صادق و امین کا خطاب	۱۵۲
حضورِ انور کا تمام قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا :	۱۵۳
قربِ زمانہ بعثت	۱۵۴
غارِ حرا میں عبادت کرنا	۱۵۴
نزولِ وحی	۱۵۵
ورقہ بن نوفل کی طرف سے آپ کی نبوت کی تصدیق :	۱۵۶
نماز کا آغاز	۱۵۷
آغازِ تبلیغ	۱۵۷
علانیہ تبلیغ کا حکم	۱۵۹
نبوت کا مقصد	۱۵۹
تبلیغ کے پنج گانہ مراتب	۱۶۰
بعثت کے وقت عالم کی حالت	۱۶۰
اسلام کے خلاف قریش کی تدبیریں۔	۱۶۷
اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم۔	۱۶۷
آپؐ کے ساتھ بدسلوکیاں	۱۶۹
ہجرتِ اولیٰ	۱۷۳
حضرت عثمانؓ کی فضیلت	۱۷۳
امیر حمزہؓ کا قبولِ اسلام	۱۸۳
عمر فاروقؓ کا اسلام لانا	۱۸۴
شعب ابی طالب میں محصور رہنا	۱۸۶
ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کی وفات۔	۱۸۹
واقعہ معراج	۲۰۱
یثرب	۲۱۲
مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۱۲
سوید بن صامت	۲۱۷
ایاس بن معاذ	۲۱۸
چھ انصاریوں کا اسلام قبول کر لینا۔	۲۱۹
بیعتِ عقبیٰ اولیٰ	۲۲۱

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
بیعت کی شرطیں	۲۲۳	شانِ نبوت	۲۴۷
ہجرت	۲۲۶	والدہ محترمہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ طیبہ۔	۲۴۸
سنِ ہجری کی ابتدا	۲۲۶	چہار یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبی تعلق۔	۲۴۹
کفارِ مکہ کی پریشانی	۲۳۱	آلِ عبدالشمس بن عبدمناف کا شجرہ مبارک۔	۲۵۰
گرفتاری پہ انعام	۲۳۱	آلِ عبدالشمس کی تفصیل	۲۵۰
ورودِ مسعود	۲۳۳	مدینہ منورہ کے یہودی اور ان سے آپ کا معاہدہ۔	۲۵۹
مسجد کی تعمیر	۲۳۴	ونصار اور یہود کا معاہدہ	۲۶۰
قبا میں داخلہ کی تاریخ	۲۳۵	چند ابتدائی واقعات۔	۲۶۱
جمعہ کی پہلی نماز اور خطبہ	۲۳۶	قبیلہ بنی نجار کے نقیب	۲۶۲
میزبانی کا شرف	۲۳۷	عبداللہ بن زبیر کی ولادت	۲۶۲
مسجدِ نبوی کی تعمیر	۲۳۸	قبلہ کی تحویل	۲۶۴
مسقف چبوترہ	۲۳۹	یہودیوں کی ناراضگی	۲۶۵
صفہ	۲۳۹	غزوات و سرایہ	۲۶۷
ازواج مطہرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حجروں کی تعمیر	۲۴۱	تعداد	۲۶۷
اسمائے گرامی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہا	۲۴۲	قریش کے تجارتی قافلے	۲۶۸
اذان کی ابتدا	۲۴۳		
مواخاۃ	۲۴۴		
اخوت کے رشتے	۲۴۶		

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سریہ حضرت حمزہؓ	۲۶۹	جوشِ جہاد	۲۸۰
سریہ عبیدہ بن حارثؓ	۲۶۹	ابوجہل کا تکبر	۲۸۲
سریہ سعد بن ابی وقاص	۲۷۰	ہلاکتِ امیہ	۲۸۳
درود شریف پڑھنے کا		عتبہ اور شیبہ	۲۸۴
فرمانِ الٰہی۔	۲۷۱	عاتکہ کا خواب	۲۸۴
غزوۂ ابوا	۲۷۱	ایک اور خواب	۲۸۵
غزوۂ بواط	۲۷۲	مجاہدین کی روانگی	۲۸۶
غزوہ سفوان	۲۷۲	عریشِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ	
غزوہ عشیرہ	۲۷۳	علیہ وآلہ وسلم۔	۲۸۷
سریہ عبداللہ بن جحش	۲۷۴	غیبی امداد	۲۸۸
مالِ غنیمت	۲۷۵	جنگ کا آغاز	۲۸۹
قیدیوں کا فدیہ	۲۷۵	جنگِ مغلوبہ	۲۹۰
حکم بن کیسان کا ایمان لانا	۲۷۶	فتح بدر	۲۹۱
غزوۂ بدر	۲۷۷	ابوجہل کی ہلاکت	۲۹۲
معرکہ بدر کے ظاہری اسباب	۲۷۷	عکرمہ بن ابوجہل	۲۹۳
معرکہ بدر کے حقیقی اسباب	۲۷۸	معجزۂ نبوی	۲۹۴
بیعت	۲۷۸	صحابہ کرام کی قوتِ ایمانی	
مجاہدین کی روانگی	۲۷۹	کے مظاہرے	۲۹۴
لشکرِ کفار کی روانگی	۲۸۰	شہدائے بدر کی تدفین	۲۹۵

marfat.com

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
شہدائے بدر کی تدفین	۲۹۵
مدینہ کی طرف روانگی	۲۹۶
قیدیوں کے ساتھ برتاؤ	۲۹۷
قیدیوں کا قتل یا فدیہ	۲۹۸
حضرت عباسؓ کا قبولِ اسلام	۳۰۰
دامادِ رسولؐ	۳۰۱
ابو عزہ کا قتل	۳۰۲
نوفل بن حارث	۳۰۳
بوڑھے یہودی کا قتل	۳۰۵
غزوہ بنی قینقاع	۳۰۶
عہد شکنی اور بغاوت	۳۰۶
حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح	۳۰۷
غزوہ غطفان	۳۰۸
کعب بن اشرف کا قتل	۳۰۹
ابو رافع کا قتل	۳۱۰
سریہ زید بن حارثہ	۳۱۲
غزوۂ احد	۳۱۳
مسلمانوں کی تیاری	۳۱۴
کم سن بچوں کا جوشِ جہاد	۳۱۵
رئیس المنافقین کی منافقت	۳۱۶

عنوانات	صفحہ
نقشۂ جنگ	۳۱۶
آغازِ جنگ اور غلبہ	۳۱۷
حکم عدولی	۳۱۷
فتح شکست میں بدل گئی	۳۱۸
جنبی حالت میں ایک صحابی کا جہاد اور شہادت۔	۳۲۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت شہید ہوگئے	۳۲۱
شمعِ رسالت کے پروانے	۳۲۳
معجزۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۲۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ایک کافر کا قتل۔	۳۲۵
جنگ ختم ہوگئی	۳۲۶
ابن عمیرؓ کی شہادت	۳۲۸
قزمان دوزخی	۳۳۰
معجزۂ رسولؐ	۳۳۰
مشرکینِ مکہ کی درندگی	۳۳۱
مسلمانوں کے جذبات	۳۳۲
صبر و ضبط کا حکم	۳۳۳
اہم واقعات ۳ھ	۳۳۴

marfat.com

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
غزوہ حمرأ الاسد	۳۳۵
سریہ ابو سلمہؓ	۳۳۷
غزوۂ بدر ثانی	۳۳۸
کفار کی غداری	۳۴۰
ایک نہایت ظالمانہ قتل	۳۴۰
سریہ عبداللہ بن انیسؓ	۳۴۲
بیر معونہ کا حادثہ	۳۴۴
غزوہ بنی نضیر	۳۴۵
غزوہ ذات الرقاع	۳۵۰
غزوہ دومۃ الجندل	۳۵۲
غزوہ مریسیع یا	۳۵۳
غزوہ بنی مصطلق	۳۵۳
بنت ضرار کا نکاح	۳۵۳
منافقین کی منافقت	۳۵۴
نبیؐ کی محبت	۳۵۵
تیمم کی اجازت	۳۵۷
دیگر غزوات	۳۵۹
غزوہ بنو لحیان	۳۵۹
غزوہ غابہ	۳۵۹
غزوہ ذی قرد	۳۶۰

عنوانات	صفحہ
ثمامہ	۳۶۰
غزوۂ خندق	۳۶۲
دفاعی اقدام	۳۶۴
خندق کا طول وعرض	۳۶۵
جفاکشی	۳۶۶
معجزہ	۳۶۷
غنیم کا لشکر	۳۶۸
دشمن کے پڑاؤ	۳۶۹
لڑائی کی کیفیت	۳۷۰
نوفل اور عمرو کا قتل	۳۷۰
سخت جنگ	۳۷۳
سعد بن معاذؓ	۳۷۴
بنو غطفان سے معاہدہ کی رائے	۳۷۶
صفیہؓ بنت عبدالمطلب	۳۷۷
بنو قریظہ کی بدعہدی	۳۷۸
فتح ونصرت کی نوید	۳۸۱
دشمنوں میں پھوٹ	۳۸۲
کفار کے لیے پریشانیاں	۳۸۵
نصرت ایزدی	۳۸۶
آندھی کا طوفان	۳۸۷

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
مشرکین کی ذلت	۳۸۷	بیعتِ رضوان	۴۰۵
احسانِ ایزدی	۳۸۸	تحریر پر اعتراض	۴۰۷
ایمان کی پختگی	۳۸۹	شرائط	۴۰۸
شہدائے خندق	۳۹۰	ابو جندلؓ	۴۰۹
غزوۂ بنو قریظہ	۳۹۱	غصہ اور جوش	۴۱۰
روانگی	۳۹۱	شرائط کی اصلیت	۴۱۱
فیصلہ	۳۹۳	زندانِ مکہ میں تبلیغِ اسلام	۴۱۳
شرارت	۳۹۴	ابو بصیرؓ	۴۱۴
ایک اعرابی کی جسارت	۳۹۵	شرط ختم کر دی	۴۱۷
صلح حدیبیہ	۳۹۶	معاہدہ کے گواہ	۴۱۷
ادائیگی عمرہ کے لیے روانگی	۳۹۶	قربانی	۴۱۷
قریش کی مزاحمت	۳۹۷	سورۂ فتح کا نزول	۴۱۸
ارشادِ نبویؐ	۳۹۸	نتائج	۴۱۹
تنبیہ	۳۹۹	دعوت نامے	۴۲۲
اونٹنی کا قیام	۳۹۹	فتحِ مبین	۴۲۳
معجزات	۴۰۰	مہرِ نبوت	۴۲۴
بدیل بن ورقہ	۴۰۰	دعوت ناموں کی تیاری	۴۲۵
عروہ بن مسعود	۴۰۱	نجاشی	۴۲۶
عروہ کی ناکام واپسی	۴۰۳	قبولِ اسلام	۴۲۷
گرفتاری	۴۰۴	دوسرا مکتوب	۴۲۸

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ام حبیبہؓ	۴۲۹	خیبر سے واپسی	۴۵۴
مہاجرین کی واپسی	۴۳۱	مہاجرین حبش کی واپسی	۴۵۴
قیصر روم کے نام فرمان	۴۳۱	خالدؓ بن ولید کا قبولِ اسلام	۴۵۴
شاہِ ایران کے نام فرمان	۴۳۶	سریۂ اسامہؓ	۴۵۷
گستاخ پرویز	۴۳۷	سریۂ ابو قتادہؓ	۴۵۸
پرویز کی ہلاکت	۴۳۸	غزوۂ خیبر کے چند ایک مشہور واقعات۔	۴۵۹
والیٔ مصر کے نام فرمان	۴۳۹	دو انمول شہید	۴۵۹
حاکم یمامہ کے نام فرمان	۴۴۱	ایک یہودیہ کی شقاوتِ قلبی	۴۶۰
ابن ابی شمر غسانی کے نام فرمان	۴۴۲	سریۂ سیف البحر	۴۶۱
والیٔ قنوج کے نام فرمان	۴۴۳	سریۂ اخرم	۴۶۲
مزید دعوت نامے	۴۴۳	سریۂ غالب	۴۶۲
متفرق دعوت نامے	۴۴۵	مسجد نبوی	۴۶۲
سنہ ہجری میں پیش آنے والے سریہ جات۔	۴۴۷	معجزہ	۴۶۲
غزوۂ خیبر سنہ ہجری	۴۵۰	غزوہ موتہ	۴۶۳
محمود بن مسلمہؓ کی شہادت	۴۵۰	سپہ سالاروں کا انتخاب	۴۶۵
جاں بخشی کی درخواست	۴۵۲	شرجیل اور قیصرِ روم کا لشکرِ جرّار۔	۴۶۵
مختلف قلعوں کی فتح	۴۵۲	خوف ناک مقابلہ	۴۶۶
وطیح وسلالم کی فتح	۴۵۲	دوسرا امیرِ لشکر	۴۶۶
اہلِ فدک کا انجام	۴۵۳		

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ
تیسرا امیرِ لشکر	۴۶۷
خالد بن ولیدؓ	۴۶۸
ناقص روایات	۴۶۹
حقیقت کیا ہے ؟	۴۷۰
معجزہ	۴۷۲
جنگِ موتہ کے شہداؓ	۴۷۳
حزن والم	۴۷۴
فتح مکہ	۴۷۵
اسبابِ یورش	۴۷۵
معجزہ	۴۷۶
قریش کی ندامت	۴۷۶
روانگی کا حکم	۴۷۸
ایک صحابی کی غلطی	۴۷۹
دس ہزار قدوسی	۴۸۰
مسافرت اور جہاد میں روزہ کے افطار کی اجازت -	۴۸۲
مکہ کی حدود میں	۴۸۳
پُرسکون جبینِ رحمت	۴۸۴
روانگی کا حکم	۴۸۵
ابوسفیانؓ	۴۸۶

عنوانات	صفحہ
حدودِ شہر میں داخلہ	۴۸۷
کلیدِ کعبہ	۴۹۰
رحم دل نبیؐ	۴۹۲
خانہ کعبہ میں اذان	۴۹۵
انصار کی پریشانی	۴۹۶
مکہ میں داخلہ	۴۹۹
احترام حرم پاک	۵۰۰
مہاجرین کی جائداد	۵۰۰
گستاخ مرد اور عورتیں	۵۰۱
عکرمہ کا قبولِ اسلام	۵۰۲
عبداللہ بن سعد	۵۰۳
حضرت زینبؓ بنت رسولؐ کا قاتل -	۵۰۴
حضرت حمزہؓ سیدالشہداءؓ کا قاتل -	۵۰۵
صفوان بن امیہؓ	۵۰۶
عبداللہ بن زبعری	۵۰۶
کعب بن زہیر	۵۰۶
ابولہب کے دو بیٹے عتبہؓ اور معتبؓ	۵۰۷

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ
دیگر بتوں کا انہدام	۵۰۸
بنی خزیمہ	۵۰۸
غزوہ حنین	۵۱۱
بنو ہوازن و ثقیف سے جنگ	۵۱۱
حنین کی طرف روانگی	۵۱۴
دشمن کی چال	۵۱۵
شکست کے اسباب	۵۱۶
میدان کے شیر	۵۱۷
رسول اللہ کی پکار	۵۱۹
فرمانِ نبویؐ	۵۲۱
آپؐ کی رضاعی بہن شیما	۵۲۲
طائف کا محاصرہ	۵۲۳
مالِ غنیمت	۵۲۴
رضاعی رشتہ دار	۵۲۴
الفتِ نبویؐ	۵۲۷
سنہ ہجری کے خاص اور مشہور واقعات۔	۵۲۹
بشری تقاضے	۵۳۲
دوسرا واقعہ	۵۳۵
غزوہ تبوک سنہ ۹ھ	۵۳۷

عنوانات	صفحہ
محل وقوع اور تبوک کا حدود اربعہ۔	۵۳۸
اسباب	۵۳۸
فتحِ تبوک	۵۳۹
مسجد ضرار کا قصہ	۵۴۰
منافقین کی معذرت	۵۴۱
حضرت ابوذر غفاریؓ	۵۴۱
حضرت ابوخیثمہؓ	۵۴۲
تین اصحاب کا قصہ	۵۴۳
صبر و ضبط کی انتہا	۵۴۴
توبہ کی قبولیت	۵۴۶
تبوک میں قیام کے دوران خطبہ۔	۵۴۷
داعیانِ اسلام	۵۵۱
آخری لشکر	۵۵۷
وفات	۵۵۹
شب و روز کے عوامل	۵۷۵
مشہور واقعات	۵۸۵
روضہ اقدس کی حفاظت	۵۸۶
رحیم المزاجی رقیق القلبی	۵۹۰

marfat.com
Marfat.com

اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اسلامی	
شریعت۔ مقاصد، نظام اور طریق	
اجراء	۵۹۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاعی نظام	۶۰۴
ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم	۶۱۸

ختم شد

Marfat.com

ایک واقعہ

گداگری اور سوال کرنے سے آپ کو شدید نفرت تھی۔ باوجود اس کے کہ آپؐ کا ابرِ کرم ہر وقت برستا رہتا تھا تاہم کسی کا بے ضرورتِ شدید سوال کرنا سخت گراں گزرتا تھا۔

ارشاد فرماتے :

" اگر کوئی شخص لکڑی کا لٹھ پیٹھ پر لاد کر لائے اور اسے بیچ کر اپنی آبرو بچائے تو اس سے بہتر ہے کہ گداگری کرے۔"

ایک دفعہ ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا اور سوال کیا۔

آپؐ نے فرمایا : تمہارے پاس کچھ ہے ؟

عرض کیا کہ ایک چادر اور پیالہ ہے۔

آپؐ نے دونوں چیزیں منگوائیں اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا :

" ہے کوئی جو یہ چیزیں خرید لے ؟"

ایک شخص نے دو درم قیمت لگائی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہے کوئی اور جو دو درم سے زیادہ دے ؟ دوسرے نے چار درم قیمت لگا دی۔ آپؐ نے دونوں چیزیں اسے دے دیں۔ اور سوالی سے فرمایا۔ دو درم کا کھانا گھر لے جاؤ۔ اور دو درم کی مضبوط رسی خریدو جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا بناؤ اور بازار میں بیچو۔

پندرہ دن کے بعد سوالی پھر آیا اب اس کے پاس دس درم جمع ہو گئے تھے اور وہ بہت خوش تھا۔ اب اس نے کپڑا خرید کر تجارت شروع کر دی اور کچھ عرصے کے بعد تنگ دستی سے نجات پا کر خوشحال ہو گیا۔ سبحان اللہ !

marfat.com
Marfat.com

فہرس کتب

جن سے "ہادیٔ کونین ﷺ" کے لیے استفادہ کیا گیا اور اقتباس بھی لیے گئے

۱- قرآن پاک
۲- رحمۃ للعالمین ﷺ (قاضی محمد سلیمان سلمان)
۳- رسول رحمت ﷺ (مولانا غلام رسول مہر)
۴- سیرۃ النبی ﷺ (علامہ شبلی ؒ)
۵- موطا امام مالک ؒ (طبع دہلی سنہ ۱۲۹۳ھ)
۶- صحیح بخاری (طبع بمبئی سنہ ۱۲۶۸ھ)
۷- صحیح مسلم (طبع دہلی سنہ ۱۲۹۴ھ)
۸- سنن ابوداؤد (طبع دہلی سنہ ۱۳۰۵ھ)
۹- سنن نسائی (طبع دہلی سنہ ۱۲۶۲ھ)
۱۰- شمائل ترمذی طبع مصر سنہ ۱۳۱۸ھ
۱۱- سنن دارمی (طبع دہلی سنہ ۱۲۶۲ھ)
۱۲- دارقطنی مطبع فاروقی دہلی
۱۳- طبقات الکبیر لابن سعد طبع لیڈن
۱۴- کتاب الشفا طبع صدیقی بریلی
۱۵- زادالمعاد طبع نظامی کانپور
۱۶- کتاب الکامل طبع بیروت
۱۷- معجم البلدان طبع مصر
۱۸- کتاب بکر و تغلب محمد بن اسحاق
۱۹- فتح الباری طبع مصر
۲۰- صحابیات از نیاز فتح پوری
۲۱- سیر انصار از مولانا سعید انصاری
۲۲- سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد
۲۳- مسلمانوں کی باتیں - رازق الخیری
۲۴- محسن انسانیت - نعیم صدیقی
۲۵- سیرۃ النبی ﷺ کامل - ابن ہشام
۲۶- تاریخ ابن خلدون
۲۷- تاریخ ابوالفدا - طبع مصر
۲۸- کتاب الارشاد طبع تبریز
۲۹- زرقانی طبع مصر
۳۰- تاریخ العرب طبع مصر
۳۱- الفاروق طبع مصر
۳۲- انڈین کرونالوجی طبع مدراس
۳۳- انڈین کلینڈز طبع لندن
۳۴- انسائیکلوپیڈیا برطانیکا لندن
۳۵- مجموعہ بائیبل اردو - آرفن
۳۶- سیرت طیبہ از امیر الدین
۳۷- عمدۃ الطالب - لکھنو
۳۸- سیارہ ڈائجسٹ لاہور (رسول نمبر)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؛ احقر حکیم محمد اسماعیل

marfat.com
Marfat.com

ایمان افروز کتابیں

ہادیٔ کونین (سیرت رسول اکرمؐ) ———

مصنف: حکیم محمد اسمٰعیل ظفر آبادی —— قیمت: ۴۵/۰۰ روپے

سراج الجمیل (عملیات و تعویذات) ———

مصنف: امام شاذلیؒ —— " : ۴/۵۰ "

علوم القرآن ———

مصنف: ڈاکٹر صبحی صالح — ترجمہ پروفیسر حریری " : ۴۵/۰۰ "

علوم الحدیث ———

مصنف: ڈاکٹر صبحی صالح ترجمہ پروفیسر حریری " : ۴۵/۰۰ "

تاریخ تفسیر و مفسرین ———

مصنف: پروفیسر حریری —— " : ۵۰/۰۰ "

تزکیۂ نفس ———

مصنف: مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی " : ۲۴/۰۰ "

معرکۂ ایمان و مادیت ———

مصنف: مولانا ابوالحسن علی ندوی " : ۹/۰۰ "

لسانی عصبیت ———

مصنف: مولانا ابوالحسن علی ندوی " : ۲/۲۵ "

ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار، فیصل آباد

marfat.com

Marfat.com

ایمان افروز کتابیں

اسلامی مذاہب ـــــــــــــــ
مصنف: ابوزہرہ مصری ترجمہ پروفیسر حریری قیمت: ۲۴/۰۰ روپے

حیات امام ابوحنیفہؒ ـــــــــــــــ
مصنف: ابوزہرہ مصری ترجمہ پروفیسر حریری تحشیہ عطاء اللہ حنیف قیمت: ۵۰/۰۰ "

حیات امام احمد بن حنبلؒ (زیر طبع) ـــــــــــــــ
مصنف: ابوزہرہ مصری ترجمہ رئیس احمد جعفری تحشیہ عطاء اللہ حنیف " : ۳۶/۰۰ "

عربی بول چال ـــــــــــــــ
مصنف: سجاد میرٹھی " : ۱۲/۰۰ "

اُم الامراض ـــــــــــــــ
مصنف: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا " : ۴/۰۰ "

اکابر علمائے دیوبند ـــــــــــــــ
مصنف: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا " : ۵/۰۰ "

سوانح مولانا محمد یوسف ـــــــــــــــ
مصنف: سید محمد ثانی حسنی " : ۳۶/۰۰ "

لامع الدراری شرح بخاری (عربی) (دس جلدیں) ـــــــــــــــ
مصنف: مولانا رشید احمد گنگوہی، تعلیقات مولانا محمد زکریا " : ۴۰۰/۰۰ "

بینات کا صراطِ مستقیم نمبر ـــــــــــــــ
مرتبہ: محمد یوسف " : ۱۲/۰۰ "

حدیث رسول کا تشریعی مقام ـــــــــــــــ " : ۲۵/۰۰ "

ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار، فیصل آباد

Marfat.com

marfat.com